ماہنامہ
جواب عرض
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
ماہ نومبر 2013
www.paksociety.com
RS:85

ماہنامہ جواب عرض لاہور

نومبر 2013

نئے شمارے کی جھلکیاں

اسلامی صفحہ

ذکر الٰہی احادیث کی روشنی میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کر کچھ بندگان خدا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین میں ان بندوں کا ذکر فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں اس وقت میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے اور میں بالکل اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے اپنے دل میں اس طرح یاد کرے کہ کسی کو خبر نہ ہو تو میں اس کو اسی طرح یاد کروں گا اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے یاد کرے تو میں ان سے بہتر بندوں (یعنی ملائکہ) کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کی صفائی کے لیے کوئی نہ کوئی صیقل ہوتا ہے اور دل کی صفائی کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے اور نجات دلانے میں اللہ کا ذکر جس قدر موثر ہے اور کوئی چیز نہیں۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام کرنے سے دل میں سختی اور بے حسی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ آدمی اللہ تعالیٰ سے دور ہے جس کے دل میں قساوت ہو۔ (جامع ترمذی)

پرنس عمران رشید، محلہ زمان پورہ ضلع جہلم

احادیث مبارکہ

ہر آنے والا زمانہ پہلے سے خراب ہوگا = حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حجاج کے ظلموں کی شکایت کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ صبر کرو کیونکہ اب جو زمانہ بھی تم پر آئے گا اس سے بدتر ہی ہوگا، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے میں نے یہ بات تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ (بخاری شریف)

کٹی ہوئی پنڈلی پھونک مارنے سے جڑ گئی = حضرت مسلم بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ پنڈلی جنگ خیبر کے دن تلوار سے کٹ گئی تھی تو لوگ کہنے لگے کہ مسلم بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے (کیونکہ زخم بہت شدید تھے)۔ مگر حضرت مسلم بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے تین مرتبہ پنڈلی پر پھونک ماری تو زخم اچھا ہو گا اور اس وقت تک کبھی مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔ (بخاری شریف)

تمام سانپوں کو مار ڈالو = حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام سانپوں کو قتل کر ڈالو اور جو شخص انتقام کا خوف کرے وہ میرے طریقے پر نہیں ہے (ابوداؤد نسائی) اور اسی کی شرح حدیث زمانہ جاہلیت میں کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ جو سانپ کو قتل کرے گا سانپ کا جوڑا اس سے ضرور بدلہ لے گا اور اس کو کبھی نہ کبھی ضرور کاٹ لے گا۔ اس عقیدہ کے بموجب کفار عرب سانپوں کو قتل نہیں کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سانپوں کے قتل عام کا حکم دیتے ہوئے اور جاہلیت کے عقیدہ کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ جو یہ عقیدہ

رکھ کر سانپوں کے قتل سے ہاتھ روک لے کہ سانپ کا جوڑا اس سے بدلہ لے گا وہ میرے طریقے پر نہیں ہے کیونکہ میرے نزدیک جاہلیت کے کفار کا عقیدہ باطل ہے اور اس بات پر اعتقاد اور اعتماد کرنا قطعاً" غلط ہے، لہٰذا ہر قسم کے سانپوں کو بلا خوف قتل کر دینا چاہیے۔ (ابوداؤد نسائی) (نعیم اللہ خان، لانڈھی نمبر ا کراچی نمبر 30)

نماز کی برکت

دربار لگا ہوا تھا، ایک درباری سے سخت جرم ہو گیا اور اس جرم میں بادشاہ وقت نے حکم صادر فرمایا کہ 24 گھنٹے کے اندر اندر اسکا ملک چھوڑ دے ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ درباری حکم سن کر سیدھا گھر گیا اور پریشان ہو کر بیٹھ گیا کہ 24 گھنٹے کے اندر اندر ملک کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ اسکی ایک لڑکی تھی کمال کی عقل مند تھی کہنے لگی بابا جان آپ اس قدر حیران اور پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟ آج تک میں نے آپ کو اس حالت میں کبھی نہیں دیکھا" آخر کیا ماجرہ ہے؟ شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔ اس نے اپنی بیٹی سے کہا اے میری لخت جگر آج تو میرا جی بھر کے دیدار کر لے کیونکہ اب میں تجھ سے جدا ہونے والا ہوں آج کے بعد تو میری صورت کو دیکھنے کے لیے ترسے گی۔ بیٹی تڑپ کر بولی آپ ایسی مایوسی والی باتیں کیوں کرتے ہیں، باپ بولا بیٹی بات کرتے ہوئے میرے دل پر چھریاں چل رہی ہیں۔ بیٹی سنو مجھ سے فلاں جرم ہو گیا ہے اور بادشاہ طیش میں آگیا ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ 24 گھنٹوں کے اندر اندر اسکے ملک سے نکل جاؤ اور اتنے کم وقت میں ملک چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ جب بادشاہ کے سپاہی مجھے یہاں پائیں گے تو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے جائیں گے اور بادشاہ مجھے گولی مروا دے گا۔ یہ سن کر بیٹی مسکرائی، باپ بولا بیٹی میری جان جا رہی ہے اور تو مسکرا رہی ہے۔ بیٹی بولی بابا جان آپ بے فکر ہو کر سو جائیں بادشاہ آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ جب وقت گذرنے کے قریب آیا تو بیٹی بولی بابا جان آپ مسجد میں چلے جائیں اور جا کر نماز میں مشغول ہو جائیں چنانچہ اسکے باپ نے ایسا ہی کیا۔ وقت مقررہ پر بادشاہ کے سپاہی اسکی تلاش میں نکل پڑے، پتہ چلا کہ وہ اپنے گھر کے قریب مسجد میں نماز میں مصروف ہے۔ بادشاہ نے حکم کر دیا تھا کہ اگر وہ سلطنت کی حدود میں مل جائے تو اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے، سپاہی کشمکش و پیچ میں پڑ گئے کہ وہ نماز میں مصروف ہے ہم اسکو کیسے گرفتار کریں؟ سپاہیوں نے بادشاہ کے پاس جا کر صورتحال پیش کی، بادشاہ نے علمائے کرام سے مشورہ کیا علمائے کرام نے جواب دیا عالی جاہ آپ نے اسے اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا تھا آپ کے حکم کے مطابق وہ آپ کے ملک سے نکل گیا ہے اب وہ بادشاہ حقیقی کے ملک میں محو عبادت ہے، یہاں پر آپ کی حکومت نہیں چلتی۔ بادشاہ بے بس ہو گیا اور اس نے قتل کا حکم بھی واپس لے لیا اور یوں نماز کی برکت سے اس درباری کی جان بچ گئی۔ دیکھا مسلمانو نماز کی برکت، اے نادان مسلمانوں نماز پڑھا کرو قبل اس سے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے۔ (مرزا امین بیگ، قمروالی کاموں کی ضلع گوجرانوالہ)

نماز کی عظمت

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ جب بندہ مومن نماز کے لیے اللہ اکبر کہتا ہے تو اپنے گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی ابھی پیدا ہوا ہو اور جب کہتا ہے سبحانک اللھم یعنی ثناء پڑھتا ہے تو اللہ اسکے نامہ اعمال میں اسکے جسم کے بالوں کے برابر ثواب لکھنے کا حکم دیتا ہے اور اسکی قبر اسکی کشادہ ہو جاتی ہے اور پھر جب کہتا ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم تو اسکی موت کی سختی اس کے لیے آسان کر دی جاتی ہے اور جب بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اللہ اسکے نامہ اعمال میں 4 ہزار نیکیاں بڑھا دیتے ہیں، 4 ہزار برائیاں مٹا دیتے ہیں اور 4 ہزار درجے بلند فرما دیتے ہیں۔ پھر جب آدمی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو گویا اس نے حج یا عمرہ ادا کر لیا ہے اور جب رکوع کرتا ہے تو گویا احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہے اور جب کہتا ہے سبحان ربی العظیم تو گویا اس نے ہر ایک کتاب جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا ہے پڑھ لی ہے۔ پھر جب سر اٹھا کر سمع اللہ کہتا ہے تو اسکی طرف نگاہ فرماتا ہے اور جب سجدہ کرتا ہے تو گویا اس نے قرآن کی سورتوں کے حروفوں کی تعداد کے مطابق راہ حق میں غلام آزاد کیے اور جب سبحان ربی اعلیٰ کہتا ہے تو اللہ اسکے نامہ اعمال میں اس قدر نیکیاں فرماتا ہے جس قدر انسان اور جن و شیاطین کی مقدار ہے۔ پھر التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھتا ہے تو اللہ اسکو غازیوں کے برابر ثواب دیتا ہے اور جب سلام پھیرتا ہے تو نماز سے فراغت پاتا ہے تو اسکے اوپر دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اب وہ بندہ جس دروازے سے چاہے بلکہ بغیر حساب کتاب

کے بلا روک ٹوک جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔ ماشاء اللہ سبحان اللہ لوگو نماز پڑھو قبل اس سے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے۔ (مرزا امین بیگ' تھروالی تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ)

ارشادات نبوی

1- سب اعضاء زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا خیال کرکے خدا تعالیٰ سے ڈرنا' اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے' اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے۔

2- تین باتوں میں توقف مت کرو' نماز میں جب اس کا وقت ہوجائے' جنازہ میں جب تیار ہوجائے' بیوہ کے نکاح میں جب اس کا جوڑ مل جائے۔

3- جو نرمی سے محروم ہو' وہ نیکی سے بالکل محروم رہا۔

4- دوست کے ساتھ محبت اعتدال میں رہو کیونکہ ممکن ہے کبھی تمہارا بگاڑ ہوجائے' اسی طرح دشمن کے ساتھ دشمنی حد سے زیادہ نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کبھی تمہاری محبت ہوجائے۔

5- جس شخص کے دونوں دن یعنی آج اور کل گزشتہ برابر ہوجائیں' وہ نقصان زدہ ہے اور جس شخص کا گزشتہ کل آج سے اچھا تھا وہ محروم تھا۔

6- اپنے آپ کو تمنا سے بچاکہ وہ بیوقوفوں کی وادی ہے۔

7- جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا۔

8- مجھے اپنی امت پر زیادہ خوف منافق اور زبان دراز کا ہے۔

9- آدمی کو اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

10- سخی گناہ گار اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے۔

11- جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لوگوں کی رضامندی میں چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالے کردیتا ہے۔

12- جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو۔

13- جو شخص کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکے عیب چھپائے گا۔

14- جس کو عہد کی پاسداری نہیں وہ بے دین ہے' جس میں امانت نہیں وہ بے ایمان ہے۔

15- خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں اطاعت صرف نیکی میں ہے۔

16- جسے جس کے ساتھ زیادہ محبت ہے وہ قیامت کے روز اس کے ساتھ ہوگا۔

17- خدا سے بخشش طلب کیا کرو' میں دن میں سو مرتبہ خدا سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

شاہد حمید' او کے میوزک سنٹر' منڈی واربرٹن تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ

غزلیات

تم مایوس مت ہونا بہاریں لوٹ آئیں گی
تم دل پر بوجھ مت لینا بہاریں لوٹ آئیں گی
اگر کچھ وقت سخت ہے ہوا کا جھونکا سمجھو اسے
یہ وقت رکا نہیں رہتا بہاریں لوٹ آئیں گی
ملا ہے درد اپنوں سے تو اس میں رنج کیسا ہے
صدا یہ درد نہیں رہتا بہاریں لوٹ آئیں گی
تیرے سر پر وہ مالک ہے بس [illegible] کا انتظار
اسی سے مانگتے رہنا بہاریں لوٹ آئیں گی
اگر تجھ میں کچھ حوصلہ ہے لڑو طوفانوں سے چٹان بن کر
بلند ہوجائے گا تیرا نام بہاریں لوٹ آئیں گی

کشور کرن۔ چتوکی۔

ہماری دنیا بھی روکے گی ہم نہیں رکنے والے
ہم تو پنچھی ہیں ہم نے اڑنے کا ہنر سیکھا ہے
کوئی دولت کوئی شہرت نہیں چاہیے ہم کو
خود ہی ہیرے ہیں ہم نے چمکنے کا ہنر سیکھا ہے
اتنی طاقت ہے ابھی پاؤں میں ہمارے [illegible] لو
بن سہارے ہی چلنے کا ہنر سیکھا ہے
وہ بیٹھ گئے نہیں جو جل جائیں پرائی روشنی میں
ہم وہ جگنو ہیں خود جلنے کا ہنر سیکھا ہے
کبھی وہ گلزار جواں ہونے کا ہنر پوچھتے ہیں
ہم لالہ زار ہیں بکھرنے کا ہنر سیکھا ہے
ضرورت نہیں کسی در و دیوار کے سائے کی ہمیں
اپنے ہی سائے میں ہم نے ڈھلنے کا ہنر سیکھا ہے
لے جاؤ کشتیاں اے ملاحو
ہم غوطہ زن ہیں تیرنے کا ہنر سیکھا ہے

کشور کرن۔ چتوکی

زندگی کی راہوں میں اک سراب تم دے دو
دو سوال میں پوچھوں اک جواب تم دے دو
میری سرخ آنکھوں میں تم کو شرم لازم ہے
جو نقاب میں مانگوں وہ حجاب تم دے دو
دیکھ کر جسے مانگوں چند خوشیاں تیرے لیے
اب فلک کے آنگن میں وہ مہتاب تم دے دو
جھکی جھکی سی پلکوں میں نیند جب مجھے آئے
نیند میں جو میں مانگوں اپنے وہ خواب تم دے دو
ان بکھرتی زلفوں کا پہرہ ہے ان سرخ گالوں پر
کیسے سمیٹ کر میں رکھوں اک گلاب تم دے دو
اک نظر کرن دیکھو تو اور بھی نکھر جاؤں
اور میرے جوبن کو وہ شباب تم دے دو

کشور کرن۔ چتوکی

کوئی دیوانہ کہتا ہے کوئی پاگل سمجھتا ہے
مگر دھرتی کی بے چینی کو بس بادل سمجھتا ہے
میں تم سے دور کیسا ہوں تم مجھ سے دور کیسی ہو
یہ تیرا دل سمجھتا ہے یا میرا دل سمجھتا ہے
یہاں سب لوگ کہتے ہیں میری آنکھوں میں آنسو ہیں
جو تو سمجھے تو موتی ہیں نہ سمجھے تو پانی

ہے
سمندر پیر کا اندر ہے لیکن رو نہیں سکتا
یہ آنسو پیار کا موتی ہے اس کو کھو نہیں سکتا
میری چاہت کو تو اپنا بنا لینا مگر سن لے
جو میرا ہو نہیں پایا وہ تیرا ہو نہیں سکتا
ظفر اقبال موٹروے پولیس پتوکی

بھنور کوئی گھنڈنی پر مچل بیٹھا تو ہنگامہ
ہمارے دل میں کوئی خواب پل بیٹھا تو ہنگامہ
ابھی تک ڈھوب کر سنتے تھے سب قصہ محبت کا
نہ قصے کو حقیقت میں دل بیٹھا تو ہنگامہ
ظفر اقبال موٹروے پولیس پتوکی

تمہارے ساتھ مل جائے تو سب دکھ بھول جاؤں گی
وہ کہتی تھی کہ ہر صورت تمہیں اپنا بناؤں گی
نچھاور خواب کردوں گی تمہارے اک اشارے پر
کبھی پیپل کی چھاؤں میں کبھی ندیا کنارے پر
تمہیں ٹھنڈک عطا کروں گی ایک برسات کی مانند
بکھرتے چاند کی چرنوں میں وہ جلتی راکھ کی مانند
وہ کہتی تھی کہ ہر صورت تمہیں اپنا بناؤں گی
میں چاہوں گی تمہیں جاناں
امنگوں سے اجالوں تک
خودی کی دشت سے لے کر نئے
جنموں کے سالوں تک
میری ٹھنڈی سی تنہائی سلگتی رات جیسی ہو
مجھے تم ساتھ لے جاؤ بھلے برات کیسی ہو
تمہارے سرخ جوڑے میں میں دلہن بن کر آؤں گی
وہ کہتی تھی کہ ہر صورت تمہیں اپنا بناؤں گی
ظفر اقبال موٹروے پولیس پتوکی

ساتھی غم کا ساز نہ چھیڑو
ہیں نے کافی صدمے جھیلے
میں نے آنسو ضبط کئے ہیں
سینے میں پلتے ہیں طوفان
جاؤ دکھ کی بات نہ چھیڑو
ہاں سچ ہے ہم ہی برے ہیں
نوکیلے کانٹوں پر چل کر
ہم نے نبھائی رسم محبت
دار کے پھندے تک کو چوما
اور نبھائی رسم الفت
پھر بھی ہم مطعون ہوئے ہیں
سب کچھ اپنا قربان کرکے
کیا تم کو معلوم ہے
ارض وطن کی مٹی میں نے
اپنے دوپٹے میں باندھی ہے
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پر
اس مٹی کی ہوگی حفاظت
یہ مٹی دل وجان سے پیاری
عصمت وناموس سے پیاری
اس کی حفاظت عین عبادت
اس کا تحفظ فرض ہے میرا
پشتوں سے ہم چومتے آئے
اس کی خاطر دار کے پھندے
جاؤ دکھ کی بات نہ چھیڑو
جب تک جسم میں روح رہے گی
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پر
اس مٹی کی ہوگی حفاظت
نائیلہ طارق۔لیہ

لوٹ آنا
جب کبھی تیرا دل گھبرائے تو لوٹ آنا
اگر تجھے میری یاد آئے تو لوٹ آنا
کچھ وقت اچھا گزرا ہے ساتھ تیرے
وہ وقت یاد آئے تو لوٹ آنا
اک پل میں دوست بن گئے ہم
اگر کبھی وہ پل یاد آئے تو لوٹ آنا
لوگ تو اکثر ساتھ نہیں دیتے دل والوں کا
پاس رہ کر بھی اگر کوئی ساتھ نہ دے تو لوٹ آنا
نجانے تیری اتنی یاد کیوں آتی ہے
اگر یہ پیغام پہنچ جائے تو لوٹ آنا
نرگس ناز۔سکھر

آج اس کی یاد نے ہمیں تڑپایا بہت
وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یاد آیا بہت
اس کے بعد تو جیسے تنہائیوں سے دوستی ہوگئی
پھر کیوں تنہائیوں نے آج ڈرایا بہت

وہ میرا تھا میرا ہی رہے گا
یہ سوچ کے دل کو بہلایا بہت
شمع کے جلنے پہ افسوس کریں کیوں
ہم نے بھی خود کو سر شام جلایا بہت
ہم نے جس کسی کو بھی ہمدرد سمجھا
وہ نجانے کیوں ہمارے درد پر مسکرایا بہت
نرگس ناز۔سکھر

یہ تو اس کا کرشمہ وسو ہے یوں ہے
یوں تو کبھی کہتے ہیں یوں ہے یوں ہے
جیسے کوئی دردل پہ ہو ستادہ کب سے
اک سایہ نہ تروں ہے نہ بروں ہے یوں ہے
تم نے دیکھی ہی نہیں گلستان میں اب کے بہار
اب تو ہر خار پر قطرہ خوں ہے یوں ہے
نہ سان تجھ کو خبر کیا کہ محبت کیا ہے
روز آجاتا ہے سمجھاتا ہے یوں ہے یوں ہے
اب تم میری جان آئے ہو تماشہ کرنے
اب دریا میں نہ جنوں ہے نہ سکوں ہے یوں ہے
نرگس ناز۔سکھر

تیری لاجواب چاہت کو ہم بھلائیں کیسے
تم کو بھول کر خود کو چین دلائیں کیسے
نجانے کون سی کشش تیرے پاس لے آتی ہے
تیرے پاس آکر تجھ میں سمائیں کیسے
ہم نے دل سے چاہا ہے تجھے مگر
تیری چاہت کے قابل خود کو بنائیں کیسے
کیوں پوچھتے ہو ہم سے آنسوؤں کی شدت
ہم ان میں تیرا عکس دکھائیں کیسے
ہم تم سے بہت محبت کرتے ہیں
مگر تمہیں یہ احساس دلائیں کیسے
نرگس ناز۔سکھر

آنکھ میں ملال کی شام
آنکھ میں بے کراں ملال کی شام
دیکھنا عشق کے زوال کی شام
میری قسمت ہے تیرے ہجر کا دن
میری حسرت وصال کی شام
دہکی دہکی تیرے جمال کی صبح
مہکی مہکی میرے خیال کی شام
روپ صدیوں کی دوپہر پر محیط
اوڑھنی ہے کہ ماہ وسال کی شام
پھر وہی در وہی صدا ہے جاناں
پھر وہی میں وہی سوال کی شام
انتظار حسین ساقی۔تاندلیانوالہ

قطعہ
سکوت شب سے پوچھا ہے
تمہارا سب سے پوچھا ہے
میرا دل کیوں نہیں لگتا
دعا میں رب سے پوچھا ہے
انتظار حسین ساقی۔تاندلیانوالہ

تمہیں ہر وقت وہ گزرا زمانہ یاد آئے گا
نہ ہوں گے ہم تو ہنسنا ہنسانا یاد آئے گا
بہانے جب کرے گا کوئی تم سے پھر نہ ملنے کے
تمہیں اک اک اپنا بہانا یاد آئے گا
کبھی جب توڑ ڈالے گا کوئی وعدے محبت کے
تمہیں میری محبت کا زمانہ یاد آئے گا
گلے مل کے ہمیں رخصت کیا تھا آپ نے جس دن
تمہیں میرا وہ آنسو بہانہ یاد آئے گا
اقرا ناز۔

تم بن جیا جائے کیسے۔
کیسے جیا جائے تم بن
صدیوں سے لمبی ہیں راتیں
صدیوں سے ہیں لمبے دن۔
آجاؤ لوٹ کر تم
یہ دل کہہ رہا ہے
پھر شام تنہائی جاگی۔
پھر یاد تم آرہے ہو۔
پھر جان نکلنے لگی ہے۔
پھر مجھ کو تڑپا رہے ہو۔
اس دل سے طوفان گزرتے ہیں
تم بن تو جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
کیا کیا نہ سوچا تھا میں نے
کیا کیا نہ ارمان جگائے
کیا کیا نہ سپنے سجائے
اس دل میں یادوں کے میلے ہیں
تم بن ہم بہت اکیلے ہیں۔
صبا ملک۔دیپالپور

یادوں کو بھلانا دل سے ممکن نہیں

تم اکثر یاد آتے ہو
اور اتنا یاد آتے ہو
کہ یادوں کے سبھی موتی
مری امید کے آنسو
مرے یہ ضبط کے گوہر
ان آنکھوں کے سمندر سے
مری پلکوں کے ساحل تک
چلے آتے ہیں چپکے سے
پریا دعا۔ اٹک

غموں کو اگر ہم سے دل لگی
نہیں ہوگی
ہمیں یقین ہے کہ پھر شاعری نہیں
ہوگی
تمہاری یاد کے دل میں چراغ
جلتے ہیں
یہ بجھ گئے تو یہاں روشنی نہیں ہوگی
تمام عمر گزاری ہے آبیاری میں
مگر یہ شاخ تمنا میری نہیں ہوگی
میں راہ حق کی مسافر ہوں دوستو
میرے دکھوں میں ذرا بھی کمی
نہیں ہوگی
پریا دعا۔ اٹک

کوئی جگنو چاہیے
ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے
ہر طرف خاموشی ہے
سکوت ہے۔ ہر آہٹ پر
موت جاگ جاتی ہے
مجھے کوئی ہنر ایسا دو
کہ میں تجھے مل سکوں
اگر ہنر نہیں تو
مجھے کوئی جگنو چاہیے
جو تیری محبت کا
راستہ دکھائے
انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ

مجھے تم سے محبت ہے
میری جان مجھے تم سے محبت ہے
تم میری سوچوں کی
آخری منزل ہو
میری محبت کی منزل
تمہاری چاہتیں ہیں
مجھ سے بچھڑ کر تم نے بھی سوچا ہے
کہ میری زندگی کا ایک ایک
پل
تمہارے بن کیسے گزر رہا ہے
ارے تم کو کیا معلوم
تم نے تو ایک نئی دنیا
بسالی ہے
مجھے صرف اتنا تو بتاؤ
کہ محبت دوسری مرتبہ بھی ہو جاتی
ہے
اگر نہیں تو
تم میری پہلی محبت ہو
تم میری محبت ہو
انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ

کتنے رنج وملال رکھتا ہے
دل کے شیشے میں بال رکھتا ہے
میں محبت کمال رکھتی ہوں
وہ رنجشیں کمال رکھتا ہے
کمال شخص ہے آج کی باتیں
کل پر وہ ٹال رکھتا ہے
ہے وہی کامیاب دنیا میں
ماضی رکھتا ہے حال رکھتا ہے
تجھ کو خوشیاں نڈھال رکھتی ہیں
مجھ کو غم نڈھال رکھتا ہے
مجھ کو تاریکیاں نہیں بھاتیں
وہ بھی روشن خیال رکھتا ہے
اونچے محلوں کو دیکھ کر مفلس
لب پہ کتنے سوال رکھتا ہے
میرے حصے کی دل نشیں سی یادیں
کون دل میں سنبھال رکھتا ہے
نائلہ حرص وہوس کی دنیا میں
کون کتنی کا خیال رکھتا ہے
نائیلہ طارق۔ لیہ

کچھ خواب تھے میری آنکھوں میں
اسے پالینے کی چاہت تھی
چند لفظوں میں ہی کہتا ہوں
مجھے اس سے بہت محبت تھی
پر وہ کیا جانے چاہت کو
اسے ہو جاتی تو پوچھتے ہم
دل جب جب ٹوٹ کے روتا ہے
کیا درد اسے بھی ہوتا ہے
یہ خواب حقیقت ہو جائے
کسی اپنے جیسے سنگدل سے
اسے کاش محبت ہو جائے
نرگس ناز۔ سکھر

شکوہ اس کی یادوں سے اس طرح
کیا ہم نے
ہنستے ہنستے دل کو رلا دیا ہم نے
اک لمحہ دیا اس نے جینے کے لیے
اور اسی میں زندگی کو بیتا دیا ہم نے
اک صفحے پہ لکھی اسکی یاد کی داستان
دوسرا حصہ خالی ہی جلا دیا ہم نے
کس بات کی معذرت چاہتے ہیں
وہ
جس بات کو سنتے ہی بھلا دیا ہم
نے
وہ کیوں نہیں آتے ہمارے پاس
جن کی راہوں میں پلکوں کو بچھا دیا
ہم نے
نرگس ناز۔ سکھر

ہر روز کی طرح آج بھی شام ڈھلی
لیکن نجانے کیوں آج دل اداس
سا ہے
کچھ اپنے تھے شاید جو بچھڑ گئے
کچھ سپنے تھے جو ٹوٹ گئے
اس رات کی تاریکی میں اکیلے
بیٹھے جب چاروں طرف نظریں
اٹھائیں تو کوئی اپنا نہیں تھا
یہ دل تو تنہا تھا اب بھی تنہا ہے
کیوں لوگ اس دل میں بس کر
چھوڑ جاتے ہیں
کیوں لوگ یہ دل توڑ جاتے ہیں
کیوں مجھے تنہا چھوڑ جاتے ہیں
نرگس ناز۔ سکھر

بن اس کے اب چپ چپ رہنا
اچھا لگتا ہے
خاموش رہ کر اس درد کو سہنا اچھا
لگتا ہے
جس کی یاد میں آنسو برستے ہیں
سامنے اس کے کچھ نہی کہنا اچھا
لگتا ہے
مل کے اس سے بچھڑ نہ جاؤں
کہیں
اس لیے بس دور ہی رہنا اچھا
لگتا ہے
اس کا ملنا نہ ملنا مقدر کی بات ہے
پل پل اس کی یاد میں تڑپنا اچھا
لگتا ہے
بن اس کے تمام خوشیاں عذاب
لگتی ہیں
رو رو کے اس کے یاد میں سونا
اچھا لگتا ہے
عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد

زندگی صرف جلی ہوئی ہنڈیا ہی نہیں بلکہ اس میں مٹر کے دانوں کی طرح خلوص کے موتی بھی بکھرے ہیں دھنیے پودینے کی طرح ہری ہری گھاس ٹماٹر اور گاجر کی طرح خوش رنگ پھول کڑوے کریلوں کی طرح دشمن بھی ہے ہمیں پالک کی طرح مل جل کر رہنا چاہیے زندگی تو ایک پیاز کی مانند ہے جس میں موتیوں کی طرح آنسوؤں کی لڑیاں بھیں ہیں لیکن ہمیں چاہیے کہ سلاد کی طرح ایک ہی ڈش میں رہیں یہی زندگی کی ڈش ہے۔
اقرا ناز

زندگی ایک ایسی ٹرین ہے جو ہمیشہ اس اسٹیشن پر رکتی ہے جہاں ہم اترنا نہیں چاہتے
جانے والے کو مت روکو اور آنے والے کو ویلکم کہو کیونکہ جانے والے روکنے سے رکتے نہیں اور آنے والے روز روز آتے نہیں
غصے کا بہترین علاج خاموشی ہے
علم انسان کے جسم مین روح کی طرح رہتا ہے۔
اقرا ناز۔

ماں کو مسکرا کر دیکھنے سے یے حج کا ثواب ملتا ہے
سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے نرم کیا جا سکتا ہے۔
ماں ایک غزل ہے جو چپکے سے دل میں اتر جاتی ہے
ہمیشہ اس بات سے ڈرو کہ ماں بددعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے

محترم قارئین کرام۔ جواب عرض کے سنئیر رائٹر جناب عاشق حسین ساجد ہیڈ بکائئی۔ کے والد صاحب جو کہ چند ماہ سے زندگی موت کی کشمکش میں مبتلا تھے زندگی کی بازی ہار گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا علیہ راجعون۔ ادارہ جواب عرض جناب عاشق حسین ساجد کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور عاشق حسین ساجد اور ان کے اہل خانہ کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے آمین۔ ادارہ جواب عرض۔
عاشق .. حسین ساجد
0308.6783157

ہاں مجھے نفرت ہے

---تحریر: کشور کرن - پتوکی---

شہزادہ بھیا آج پھر ایک کہانی کے ساتھ حاضر خدمت ہوں امید ہے کہ ہمیشہ کی طرح میری راہنمائی فرمائیں گے آپ کے تعاون سے میں زمانے میں پھیلے ہوئے ان لوگوں کے چہروں کو آپ کے سامنے لا رہی ہوں جن کی زندگی عذاب کی مانند بیت رہی ہے آج کی یہ کہانی بھی میری ایک دوست نے مجھے سنائی ہے جو سوکھ کر کانٹا بن چکی ہے اس کے بالوں میں چاندی اترنے لگی ہے اس نے ایک ایسی زندگی گزاری ہے جس میں آنسوؤں کے سوا اس کو کچھ بھی نہیں ملا ہے۔ زمانے کی اذیتوں نے اس کے دل میں ایسی نفرت پیدا کر دی ہے کہ وہ محبت نام کو بھی بھول چکی ہے اب اس کو کوئی بھی غم نہیں ہے کہ اس کا گھر اجڑتا ہے یا بستا ہے وہ اتنا جانتی ہے کہ وہ اس دنیا میں دوسروں کی نظروں میں نفرت بن کر رہ گئی ہے اور اب وہ خود سب سے نفرت کرتی ہے ہر اس انسان سے نفرت کرتی ہے جو اس کے خاوند سے منسلک ہے چاہے وہ کوئی بھی ہے۔ کیسی لگی یہ کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیے گا۔ اس کہانی میں نام مقامات۔ سب کچھ بدل دیا ہے تاکہ کسی کی بھی دل شکنی نہ ہو جب تک میری یہ کہانی شائع ہوتی ہے میں کسی اور کہانی کی تلاش کرتی ہوں والسلام۔

زندگی میں میں نے دکھوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں دیکھا ہے خوشی کیا ہوتی ہے یہ میرے لیے ایک خواب کی حیثیت رکھتی تھی جب بھی کسی کو مسکراتے ہوئے گنگناتے ہوئے دیکھتی تھی تو ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا کہ کیا واقعی لوگ خوشیوں بھری زندگی بسر کر رہے ہیں میں نے اپنی خوشیوں کو حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا لیکن شاید میرے مقدر میں خوشیاں نہ تھیں کچھ بھی نہ تھا اگر تھا تو صرف دکھ درد سے بھری اذیت بھری زندگی۔ اے کاش مجھے بھی خوشی ملتی میرے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھرتی لیکن ایسا بھلا کیسے ہوسکتا تھا کوئی بھی تو میرے دل کو نہ سمجھ پا رہا تھا میں کیا چاہتی تھی کوئی بھی جان نہ پا رہا تھا میں نے جیتنے کی خواہش میں سب کچھ لٹا دیا۔ کسی نے سچ ہی تو کہا تھا کہ عورت کو خوشیاں اس کے والدین کے گھر میں ملتی ہیں جب وہ بیاہ دی جاتی ہے تو پھر اس پر کیا کچھ بیتتی ہے یہ تو صرف وہی جانتی ہے جس پر بیت رہی ہوتی ہے میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا اپنے والدین کے گھر میں جتنے سال رہی خوش رہی لیکن شادی ہونے کے بعد خوشیاں جیسے مجھ سے روٹھ گئیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ شادی کے بعد بمشکل دو سال تک ہی مجھے سسرال میں کچھ سکون ملا تھا اس کے بعد سب کچھ جیسے ختم ہو گیا جیسے میرا وجود اس گھر کے لیے ایک بوجھ سا بن گیا ہو میں سب کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی۔ میری حیثیت گھٹتے گھٹتے اس گیلی لکڑی کی ہوگئی جو نہ تو جل سکتی ہے اور نہ ہی بجھ سکتی تھی بس جھلستی رہتی ہے۔ میں بھی اپنے گھر میں جھلسنے لگی اتنا جھلسنے لگی کہ مجھے اپنے وجود سے اٹھتی ہوئی تپش خود بھی محسوس ہونے لگی۔

خدانے بچے بھی دیئے۔ لیکن سکون پھر بھی نہ ملا میری طرح میرے بچے بھی دکھوں کو لے کر پیدا ہوئے۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ میرے بچوں کا بھی میرے علاوہ کوئی نہ تھا نہ باپ نہ دادا نہ چاچا کوئی بھی تو نہ تھا وہ بھی میری طرح اذیت بھری زندگی گزارنے لگے۔ جیسے جیسے میں گزار رہی تھی وہ بھی ایسی ہی زندگی گزارنے لگے ان کو معلوم تھا کہ ان کے ماما کے ساتھ کیا کچھ ہوتا ہے وہ صرف دیکھتے تھے لیکن زبان سے کچھ بھی نہ کہتے تھے کہتے بھی تو کس کو کہتے کون تھا جو ان کی سنتا۔ کوئی بھی نہ تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب مجھے میرے بچوں کے ساتھ گھر سے نکال دیا گیا۔ میں اپنے معصوم بچوں کی انگلیاں پکڑے ایک انجان سی منزل کی طرف چل دی کس طرف جاتی کوئی بھی سمجھ نہ آتا تھا آنکھیں تھیں جو آنسوؤں سے خشک ہونے کا نام نہ لے رہی تھیں ایک سوچ ذہن میں آئی کہ اب میرے پاس ایک ہی چارہ رہ گیا ہے وہ یہ کہ میں بچوں کو اپنے ہاتھوں سے دریا کی ظالم لہروں کے سپرد کر کے خود بھی اس میں چھلانگ لگا دوں اور یوں اس اذیت بھری زندگی سے چھٹکارہ مل جائے گا اس سوچ کو لے کر میں نے اپنا رخ دریا کی طرف کرلیا۔ دریا ہم سے ذیادہ دور نہ تھا کچھ ہی فاصلے پر تھا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات لیے بوجھل قدموں کے ساتھ میں چلتی چلتی دریا کے کنارے تک جا پہنچی۔ دریا کا پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھائی دیا میں ایک نظر دریا کی طرف جبکہ دوسری نظر ان معصوم بچوں پر ڈال رہی تھی جن کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں ان کو کیوں یہاں لے کر آئی ہوں۔ ان کے ساتھ کیا کچھ کرنے لگی ہوں وہ تو شاید دریا کو دیکھ کر انجوائے کر رہے تھے کہ کتنا حسین موسم تھا اور جس جگہ میں ان کو لے کر بیٹھی تھی یہاں دور دور تک کوئی بھی انسانی وجود چلتا پھرتا دکھائی نہیں دے رہا تھا میں تھی اور میرے بچے تھے میں سوچنے لگی کہ پہلے میں کس کو دریا میں پھینکوں بچی کو یا بچے کو اس لمحے میرا دل ایسے کانپ رہا تھا جیسے میں بہت بڑا گناہ کرنے جا رہی تھی لیکن یہ میں جانتی تھی کہ یہ گناہ تو ہے لیکن اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔ یہی فیصلہ کیا کہ پہلے بچی کو پھینکتی ہوں اس کے بعد دوسرے بچوں کو پھینکوں گی اور پھر ساتھ ہی خود بھی دریا میں کود جاؤں گی میں ایسا کرنے لگی تھی کہ یکدم میرے دل میں خیال آیا کہ سزا تو مجھے مل رہی ہے پھر میں ان معصوم بچوں کو کس جرم کی سزا دینے جا رہی ہوں ان کو کیوں موت کے منہ میں ڈال رہی ہوں ان کا قصور کیا ہے ان کا قصور یہ ہے کہ میری کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی بھی تو قصور نہ تھا نہیں نہیں میں ایسا نہیں کروں گی ان کی زندگی کو ختم نہیں کروں گی میں ان کی حفاظت کروں گی ان کو ایسی زندگی دوں گی کہ یہ سوچ بھی نہ سکیں گے کہ انہوں نے کبھی دکھ بھی دیکھے ہیں۔ ہاں میں ایسا ہی کروں گی مجھے ان کو لے کر ان کے باپ کے گھر جانا ہوگا ہاں میں اس کے پاؤں پکڑ لوں گی اور کہوں گی کہ مجھے چاہے جان سے مار دو لیکن میرے بچوں کو کچھ بھی نہ ہونے دینا یہ معصوم ہیں ان کا کوئی بھی قصور نہیں ہے۔ کہتے ہیں جب کوئی بھی راستہ دکھائی نہ دے تو پھر انہی راستوں پر چلتے ہوئے واپس اسی جگہ آنا پڑتا ہے جہاں سے قدم اٹھائے گئے تھے۔ میں بھی ایک مرتبہ پھر بچوں کی انگلیاں پکڑے روتے ہوئے واپس شام کے بعد سسرال گھر آ گئی میرا آنا تھا کہ اس کے قہقہوں کی گونج بلند ہونے لگی وہ بھی میری

بے بسی کو جان گئے تھے وہ یہ بھی جان گئے تھے کہ میں ان کے علاوہ کہیں بھی نہیں جا سکتی ہوں۔ میرے خاوند نے میرے بالوں سے پکڑ کر مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا تو آ تو گئی ہے لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تو میرے گھر کے راستے بھی بھول جائے گی میں آج بھی تم سے دور رہنا چاہتا ہوں اور کل بھی تم سے دور رہوں گا آج بھی تم کو طلاق دوں گا اور کل کو بھی تم کو طلاق دوں گا۔ تم میری نظروں سے اتر چکی ہو۔ اور یہ بات بھی سچ ہے کہ میری زندگی میں کوئی اور ہے اس بات کو سن کر مجھے دکھ تو بہت ہوا لیکن میں برداشت کر گئی۔ کیونکہ میرے سامنے اب اپنی زندگی نہ تھی بچوں کی زندگی تھی میں جان گئی تھی کہ اس نے مجھے آج بھی طلاق دینی ہے اور کل کو بھی دینی ہے بلکہ اس نے ایسے الفاظ بھول بھی دیئے تھے جس کا مطلب تھا کہ وہ مجھ کو اپنی بیوی نہ سمجھتا تھا۔ بلکہ ایک نوکرانی سمجھتا تھا۔ اس کا ثبوت اس نے یہ دیا کہ اس نے اس لڑکی جس کا اس نے بتایا تھا کہ وہ کسی اور سے شادی کرنے والا ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے اس سے شادی بھی کر لی ہو۔ اس کے سامنے میری بے عزتی کرنے لگا اس کو سنانے لگا کہ میں اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہوں۔ اس بات کو صرف میں ہی میرا پورا خاندان جانتا تھا کہ وہ کسی اور کے پیچھے لگا ہوا ہے میرا دم گھٹنے لگا لیکن پھر بھی میں برداشت کر گئی مجھے ایسا ہی کرنا تھا کیونکہ میں نے اپنے بچوں کو پالنا تھا ان کو اس منزل تک پہنچانا تھا جو میں نے ان کے لیے سوچ رکھی تھی اور کہتے ہیں جب عورت بھی اپنی آئی پر آ جائے تو سب کچھ ختم کر سکتی ہے اس کی بے پناہ نفرت اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ تعلق نے مجھے اس سے نفرت کرنا سکھا دیا۔ میں بھی اپنے شوہر سے نفرت کرنے لگی اور ایسی نفرت کہ وہ سوچ کر بھی حیران رہ جاتا۔ اب اس گھر میں ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے نہ رہتے تھے بلکہ بچوں کے ماں باپ کی حیثیت سے رہتے تھے اور میں ایسا ہی چاہتی تھی کہ وہ جس جس سے مرضی رابطے رکھے لیکن مجھے کچھ بھی نہ کہے اور اگر اس نے ایسا کچھ کر دیا تو پھر میں وہ کچھ کر جاؤں گی جو شاید اس نے سوچا بھی نہ ہو۔ اب میں نے اپنے اندر وہ ہمت پیدا کر لی ہے جو شاید اس سے قبل کبھی نہ کی تھی کیونکہ ایسی ہمت کو پیدا کرنا میرے لیے ضروری ہو گیا تھا میں جانتی تھی کہ اس نے مجھے ایک دن طلاق دینی ہے اور میں بھی اب اس انتظار میں ہوں کہ وہ مجھے طلاق دے۔ ہاں وہ مجھے طلاق دے۔ کیونکہ اب مجھے گھٹن کی زندگی نہیں جیا جاتا۔ میرے بچے جوان ہو چکے ہیں میں جانتی ہوں کہ وہ میرا سہارا بن سکتے ہیں وہ کچھ کر سکتے ہیں جس سے گھر کا نظام چل سکے اپنے بچوں کو اس مقام پر لانے کے لیے میں نے کیا کچھ نہیں دیکھا تھا یہ میں ہی جانتی ہوں لیکن اب مجھے کسی کی بھی کوئی بھی پرواہ نہیں رہی ہے کوئی میرا بنتا ہے یا نہیں مجھے کچھ بھی پرواہ نہیں ہے میں جانتی ہوں کہ میں اپنے بچوں کو کوئی بھی کام کروا کر گھر کا سلسلہ چلا سکتی ہوں اور میں ایسا ہی کرنے والی ہوں۔ اور یہ میرا خواب ہے اس کے علاوہ میں نے کوئی بھی خواب نہیں دیکھا جو خواب دیکھے تھے وہ سب ٹوٹ چکے ہیں اور یہ ایسا خواب ہے جو میں کبھی بھی ٹوٹنے نہیں دوں گی۔ کبھی بھی نہیں۔

قارئین کرام اپنی سہیلی کی کہانی میں نے لکھ دی ہے آپ میری سہیلی کے لیے بتائیں کہ اس نے جو فیصلہ کیا ہے کیا غلط تو نہیں ہے۔ میری سہیلی ہر ماہ رسالہ پڑھتی ہے اسے اپنے مشورے دیں

غموں کی اداس وادی

تحریر: حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری، فیصل آباد 0345-5453286

شہزادہ جی آداب محبت!

آپ کی صحت وسلامتی کے لیے دعا گو ہوں حسب وعدہ اپنی زندگی کی سچی کہانی بعنوان "غموں کی اداس وادی" لے کر دکھی بزم میں حاضر ہوں اس امید پر کہ کسی قریبی اشاعت میں جگہ ملے گی میری کہانی میرا پیار یاد رکھنا پر میں سب بہن بھائیوں کا مشکور ہوں کہ مجھے داد دی اور کہانی کو پسند کیا سب کا بہت شکریہ خاص کر دوبئی سے محمد شہزاد بھائی برطانیہ سے امجد بھائی، کویت سے شہزاد سلطان کیف، زینب کلر سیداں عینی راولپنڈی، کرن آزاد کشمیر، ماریہ لاہور، ثنا جی پنڈی بھٹیاں، ثمرین عارفوالا، اسماء لاہور مریم جی راولپنڈی، جڑانوالہ سے عمر دراز ساہیوال سے فرزند علی، کوٹ ادو سے کنول بلوچ میر پور خاص سے علینا علی، میر پور آزاد کشمیر سے صنم جی سب کے نام لکھنا مشکل ہیں سب کا مشکور ہوں دعاؤں میں یاد رکھنا۔

واقعی انسان کی زندگی میں ہزاروں لوگ آتے ہیں اور ہزاروں لوگ چند گام ساتھ چل کر بچھڑ جاتے ہیں لیکن ان لوگوں میں سے چند لوگ دلوں پر اپنی یادوں کے اتنے گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں کہ دن ہو یا رات موسم بہار ہو یا موسم خزاں یخ بستہ سرد راتیں ہوں یا چلچلاتی دھوپ انسان ان کو اپنے دل کے بہت ہی قریب پاتا ہے ایسے لوگوں کو بھلا دینا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی اگر یہ نہ بھولنے والے لوگ مخلص ہوں باوفا ہوں تو زندگی جنت بن جاتی ہے اور حسین لگنے لگتی ہے۔ مجھے ایسے مخلص ہمدرد انسانوں کی تلاش ہے کاش مجھے ایسے مخلص انسان مل جائیں آخر میں قارئی بہن بھائیوں کی رائے کا منتظر رہوں گا کہ میری یہ اپنی کہانی کیسی لگی بتائیے گا ضرور آخر میں پرچے کی ترقی کیلئے دعا گو ہوں تمام سٹاف کو پر خلوص سلام اور دعائیں۔ قارئین کی آراء کا منتظر آپ کا بھائی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

آج میں اداس ہوں اس سے قبل میں کبھی اتنا اداس نہ ہوا تھا جتنا آج ہوں ہر لمحہ ہر پل ہر وقت مسلسل کوشش اور جدوجہد میں گزارا ہے اپنے ستم زدہ اور زخمی زخمی وجود کو شاہراہ حیات پر گھسیٹا ہے کبھی گھٹنوں چل کر تو کبھی دوہری کمر کے ساتھ اور کبھی گنتی کے چند لمحات کے لیے سیدھا کھڑا ہو کر میں زندگی کی اس کانٹوں بھری شاہراہ پر دوڑتے رہنے کی مسلسل سعی کرتا رہا ہوں کامیاب ہوا کہ نہیں اس سے مجھے کوئی غرض نہیں خوشیوں کے لمحات زندگی میں گنے چنے آتے ہیں دکھ پریشانیاں، تکالیف

حسرتیں آرزوؤں پوری زندگی پر حاوی رہتی ہیں مگر میں زندگی کی رکاوٹوں کو سامنے رکھ کر گھبرانے والا یا ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے والا نہیں ہوں آج میں اداس ہوں محرومیوں کے چنگل میں جکڑا ہوا ہوں تاہم اداسی کا سبب نہ مالی پریشانی ہے اور نہ ہی اخلاقی اور اگر پریشانی ہے تو وہ ہے صرف گھریلو یقین مانو میں نے آج تک اپنے دل کی بات اپنے قریب ترین لوگوں سے بھی نہیں کی مگر آج میں آپ سے کہہ رہا ہوں آپ میرے قارئین ہیں میری تحریروں کو پڑھتے ہیں میرے لکھے ہوئے الفاظ کے ساتھ ساتھ آپ ہنستے اور روتے ہیں مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ میرے ساتھ خود میرے ساتھ اور میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہنس اور رو رہے ہیں آپ میرے ساتھی ہیں میری عمر عزیز کے ساتھی آپ میرے دوست ہیں اور دوست خونی رشتوں سے بھی زیادہ عزیز اور قابل احترام ہوا کرتے ہیں یہ دوست ہی ہیں جو آڑے وقت میں ایک دوست کا ساتھ اس وقت دیتے ہیں جب اپنے پیارے بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں ان دوستوں میں چند نام میرے لیے بڑی اہمیت کے حامل ہیں اسلام آباد سے محمد اعجاز عظیمی صاحب راولپنڈی سے ظہور احمد چاند صاحب ملتان سے محمد سبطین صاحب دنیا پور سے ڈاکٹر طلعت محمود صاحب مری سے شفقت محمود عباس صاحب آج میں آپ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھنا چاہتا ہوں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں اداس کیوں ہوں تو سنو مجھے پوری زندگی میں محبت نہ ملی یا نہ مل سکی یہ بات بھی نہیں ہے کہ میں نے کسی سے محبت نہیں کی یا پھر مجھے کسی نے نہیں چاہا بلکہ میرے نزدیک محبت کا مفہوم کچھ نرالا ہے اور کچھ عجیب سا ہے آج میں اقرار کرتا ہوں کہ مجھے محبت ملی بہت ملی مگر اس محبت پر جب بھی امتحان کا وقت آیا تو میں اکیلا اور تنہا ہی رہا لوگ میری اس لٹی پٹی محبت کا تماشہ دیکھتے رہے طعنے گالیاں رسوائیاں چھبتی اور کھا جانے والی نظریں روحانی اور جسمانی اذیتیں بھی میں اکیلا اور تنہا ہی سہتا رہا مگر میرا فریق ثانی ہمیشہ مجبوری کا نام ونہاد اور مصنوعی لبادہ اوڑھ کر زمانے کی نظروں میں باعزت اور بے چارہ جیسے معزز خطاب حاصل کرتا رہا آج میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا فریق ثانی جو اچھے وقت میں ساتھ دیتا ہے اور تمام سہولتوں اور آسائشوں سے مستفید ہوتا رہا ہو کیا اسے برے وقت میں ساتھ نہیں دینا چاہیے آج آپ سن لیں دل پر لکھ لیں سمجھ لیں کہ میں ڈرپوک ہوں نہ ہی بزدل ہوں لیکن اب میں محبت کرنے سے بہت ڈرتا ہوں آج میں اداس ہوں اس لیے نہیں کہ میرا جسم چور چور ہے زخمی ہے بلکہ اس لیے کہ میری روح زخمی ہے اس پر زمانے نے اتنے کچوکے لگائے ہیں کہ وہ جسم سے نکلنے کے لیے تیار ہے اور راہ فرار اختیار کرنے کے لیے پر تول رہی ہے اور کس وقت کچھ ہو سکتا ہے واقعی دوسروں کی کہانیاں لکھنا آسان کام ہے سب سے مشکل کام دنیا کا سب سے کٹھن کام اپنے اوپر قلم اٹھانا ہے اور اپنے اندر کے سچ کو ظاہر کرنا ہے مجھے فخر ہے کہ یہ کام میں نے اپنی زندگی میں بار بار کیا ہے آج تک میں نے کیا کھویا کیا پایا سب کچھ آپ کے سامنے رکھوں گا کیونکہ حقیقت لکھنا میرا شیوہ ہے جھوٹ سے سخت نفرت ہے اور جھوٹے لوگ بھی مجھے اچھے نہیں لگتے سچ لکھتے وقت من اندر سے کیسے ٹوٹتا ہے کوئی نہیں جانتا آنکھوں سے اشک کیسے برستے ہیں آہیں اور سسکیاں کیسے نکلتی ہیں کوئی نہیں جانتا غموں کی اداس وادی کیسے بہتی ہے کوئی نہیں جانتا میں بظاہر ہنستا رہتا ہوں مگر میرا دل روتا ہے آپ کو کیا پتہ کہ بظاہر ہنسنے والا مسکرانے والا اپنے زخمی من کو کیسے اور کس طرح تسلی دیتا ہے کیسے اپنی آہوں کو اپنے زخمی من میں چھپاتا ہے واقعی دکھ انسان کو اندر ہی اندر چاٹتے رہتے ہیں وہ اندر سے

کئی دفعہ ٹوٹتا ہے لیکن اسے دوسروں کے لیے مسکرانا پڑتا ہے اتنی سی مسکراہٹ کے لیے وہ خود اندر سے کتنا ٹوٹ کر بکھرتا ہے کوئی نہیں جانتا واقعی دکھ انسان کی اصلاح کرتے ہیں کیونکہ حقیقت میں سونے کو کندن بننے کے لیے آگ سے گزرنا ہی پڑتا ہے ہاں عالیہ تمہارے تمام خط آج میرے چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں تمہاری محبت کی تمام یادگاریں میں سینے سے لگائے جدائی کی آگ میں جل رہا ہوں تیرا نام آج بھی میری سانسوں کی ہر دھڑکن میں موجود ہے اور موجود رہے گا۔

عالیہ میں تھک چکا ہوں میرے ارمانوں کی کرچیاں ہر طرف بکھر گئی ہیں میں نے بہت کچھ کھویا ہے دل جب ٹوٹتا ہے تو ہر چیز ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور ریزہ ریزہ ہو کر تمام ارمان تمام آرزوئیں تمام خواہشوں کے شیش محل زمین بوس ہو جاتے ہیں۔

عالیہ میرا وجود بھی ایک بوجھ بن کر رہ گیا ہے میں چلتی پھرتی زندہ لاش ہوں کل تک تو میرے پاس سب کچھ تھا مگر آج کے طوفان نے میری روح تک کو لرزا کر رکھ دیا ہے ماضی نشتر بن کر ڈس رہا ہے میرا وجود بھی صحرا کی ریت کی طرح ہو گیا ہے جیسے ہوا کے تیز جھونکے جب چاہیں اڑا لیتے ہیں پھر کسی ٹیلے پر ان کا بسرا ہو جاتا ہے عالیہ میں بھی اپنی منزل کے نشان کھو چکا ہوں ہاں مجھ جیسے گم گشتہ بے منزل دیوانے راہی یونہی تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر دم توڑ دیتے ہیں اور پھر کوئی بھی آنسو بہانے نہیں آتا واقعی کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

کسی نے دھوپ کے صحرا میں بھی سکون پایا
کسی کی زلف کے سائے میں جل گیا کوئی

عالیہ تمہاری یاد نے مجھے پھر ماضی کی خوبصورت یادوں کے بھنور میں لا کھڑا کیا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کھڑکی سے ٹکرا کر کمرے کی فضا کو سرد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر میرے اندر آگ کے شعلے برپا کر رہی ہے میں اندر ہی اندر گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہا ہوں یہ سردی بھی بے اثر ہو رہی ہے ستارے بھی آہستہ آہستہ اپنا طویل سفر ختم کر کے اپنے اپنے آشیاں کی طرف جا رہے ہیں دور کہیں سیاہ کالے بادلوں نے چاند کو اپنی اوٹ میں چھپا لیا ہے ستاروں کی چمک مدہم ہو گئی ہے مگر تمہاری یادوں کے تصورات میرے ذہن میں اور بھی اجاگر ہو رہے ہیں نیند کی دیوی بھی مجھ سے روٹھ چکی ہے عالیہ جانتی ہو کہ میں تمہارے بغیر کس طرح تڑپ رہا ہوں کس طرح سسک سسک کر دن گزار رہا ہوں روح کے زخم بھر نہیں سکتے تمہارے بغیر ان زخموں پر پیار کا مرہم کون لگائے گا عالیہ میں تمہیں ہی مورد الزام ٹھہراؤں گا کیونکہ یہ سب کچھ تیری ہی وجہ سے ہوا ہے تم نے کتنا بڑا جھوٹا الزام مجھ پر لگایا ہے اور اپنے والدین کی نظروں میں عزت دار بن گئی ہو عالیہ تم کتنی ذلیل عرت ہو تمہیں عورت کہنا ہی عورت کی توہین ہے او بے وفا ظالم ناگن بے حیا لڑکی پہلے خط تم نے لکھا تھا یا میں نے ...... تو پھر تم نے الزام کس طرح مجھ پر لگایا کہ جاوید ہمارے گھر سے میری نوٹ بک سے میرا پتہ چوری کر کے لے گیا ہے اور مجھے خط لکھتا ہے اُف اللہ یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے تمہارے ابو نے جب مجھے آ کر یہ کہا تو میں سوچنے لگا کہ تم ایسا بھی کر سکتی ہو عالیہ بتاؤ پہلے پیار کی راہوں کا انتخاب تم نے کیا تھا یا میں نے عالیہ میں اپنی آگ میں جل تو سکتا ہوں مگر آہ نہیں کر سکتا جانتی ہو کہ ہم ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہوئے بھی کتنی دور تھے کبھی ایک دوسرے کو دیکھ لینا زندگی کی خوشی سمجھی جاتی تھی مگر مجھے کیا خبر تھی کہ تم یوں بدل جاؤ گی مجھے تڑپا جاؤ گی رخ موڑ جاؤ گی بے وفائی کر جاؤ گی محبت کی توہین کر جاؤ گی اور یادوں کی کرچیاں چھوڑ جاؤ گی تم کیا جانو کہ ماضی کی یہ ٹوٹی ہوئی کرچیاں کیسے میرے ٹوٹے ہوئے دل

میں پیوست ہو کر زخمی کر رہی ہیں اور یادیں بھی ایسی ہیں کہ جن میں دکھ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے عالیہ تم تو محبت کے لفظ سے بھی آشنا نہیں ہو تم اس کے تقدس کو کیا سمجھو گی تم نے میری محبت کے عظیم جذبے کی توہین کی ہے عالیہ تمہارے سہارے پر اتنی دیر تک زندہ رہنے کی خواہش کی ہے ورنہ یہ زندگی مایوس اور مجبور تھی مگر تم نے مجھے یوں فراموش کر دیا اپنی محبت کی طویل رفاقت کو یوں بھلا دیا جیسے ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا آئے اور بغیر آہٹ کے گزر جائے عالیہ میں نے ہمیشہ بہت کچھ کھویا ہے ان میں سب سے بڑی اور اہم چیز تمہاری محبت تھی مگر تم نے واقعی کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

خلوص محبت مہر و وفا سب جھوٹی سی باتیں ہیں
خودی کی مستی میں ہر شخص بس اپنی خاطر جیتا ہے

عالیہ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے دنیا کوئی ویرانہ ہو کیونکہ میں اکیلا شور مچا رہا ہوں برسوں گزرنے کے باوجود بھی اکیلا ہی شور مچا رہا ہوں نیلے آسمان پر بھٹکتے ہوئے تنہا تنہا زرد ستارے کی مانند جیسے کسی کھوئی ہوئی چیز کا متلاشی ہوں عالیہ تم نے اتنا دکھ اتنا درد اتنا کرب اتنی تشنگی دی ہے کہ جس سے ایک حساس دل اور تنہا انسان کا بچنا محال ہے عالیہ میری آنکھوں میں اشک ہیں دل میں دھواں ہے ایک ٹوٹی ہوئی آس ہے ایک غم ہے جو مجھے درد بھرے دل کی فریاد سنا رہے ہیں اے کاش کوئی اڑتے ہوئے وقت کو روک لے جس سے میں اپنی زندگی کے کام لے سکوں اور اپنی روح کی پیاس بجھا سکوں اور اپنی خواہشوں کی تلافی کر سکوں عالیہ افسوس ہے کہ ہم ایک دوسرے سے اب بہت دور چلے گئے ہیں واقعی وقت کا پرندہ اڑتا ہی جائے گا۔

زندگی کے سب تقاضے بدل جائیں گے ہر چیز ایک نئی شکل ایک نیا روپ دھارے گی مگر وہ خوشیاں اور وہ قہقہے کبھی پلٹ کر نہیں آئیں گے عالیہ وہ لمحے اور یادوں کی آہیں روح کے ایوانوں میں گونجتی رہیں گی ناکام حسرتیں سلگتی رہیں گی تڑپتی رہیں گی اور میں تمہیں یاد کرتا رہوں گا تیری یادوں کے دیپ جلاتا رہوں گا تمہیں پکارتا رہوں گا عالیہ میں ایک ان دیکھی آگ میں جلتا اور سلگتا رہوں گا اور پھر ایک دن راکھ کا ڈھیر بن جاؤں گا کیونکہ یہی میرے مقدر کا فیصلہ ہے عالیہ یہ سب کیا ہے اے خدایا ایسا کیونکر ہو گیا ہے جس کا صور میں نے کبھی نہیں کیا یہ ظلم کیسا میرے خدایا کیا جرم تھا میرا کہ اتنی کربناک سزا دی ہے آہ جو آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں وہ دم کیوں توڑ دیتی ہیں جن آرزوؤں کو جن ارمانوں کو زندگی ملی ان کو موت کیوں نہیں آ جاتی کاش عالیہ آج کوئی میری تڑپ کا اندازہ کر سکتا کہ کتنی کٹھن میری زندگی ہے عالیہ اپنے کردار اپنے اخلاق میں وقار کی بلندی اور انفرادیت پیدا کرنے کے لیے انسان کو کتنی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور کتنی کٹھن اور دشوار گزار راہوں پر چلنا پڑتا ہے عالیہ میں بھی کتنا احمق ہوں کتنا کم عقل ہوں کہ اب بھی تیرا انتظار کر رہا ہوں ہزاروں مصیبتوں میں گرفتار ہوں سینکڑوں دکھ جھیل رہا ہوں میرا جسم کانپتا ہے چہرہ زرد ہو رہا ہے اب بولو میں کیا کروں کہاں جاؤں کس سے فریاد کروں کاش تم نے میری سچی محبت کا کچھ تو بھرم رکھا ہوتا واقعی عالیہ۔

تقدیر بنانے والے نے کچھ بھی کمی نہ کی
اب کس کو کیا ملا یہ اس کا مقدر ہے

اے لڑکی کاش تیرا نام عالیہ نہ ہوتا تجھے گھٹاؤں جیسی زلفیں نہ ملی ہوتیں تیرے رخساروں میں اتنی آنچ نہ ہوتی تیرے ہونٹوں پر کھلنے والی مسکراہٹ میں اتنی دلکشی نہ ہوتی تو میں کبھی تجھے اتنے قریب سے دیکھنے کی کوشش نہ کرتا اور حسن کے اس پیرہن کو ایک فریب سمجھ کر دھتکار دیتا کاش مجھے پتہ ہوتا عالیہ لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت خوش قسمت ہوں کیا خوش قسمتی اس کو کہتے ہیں کہ چپ چاپ اپنی آگ میں جلتے رہو اور اس کی آنچ بھی دوسروں تک نہ پہنچ پائے۔ میں ہر وقت خوش رہتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں میرے اندر کے غم میرے چہرے سے میری آنکھوں سے عیاں نہ ہو جائیں عالیہ میں اپنے غموں کو مسکراہٹوں کے پردے میں چھپا لیتا ہوں کیونکہ یہ غم مجھے بے حد عزیز ہیں اور پھر جو چیز مجھے پیاری لگتی ہو میں اسے لوگوں کی نظروں سے چھپا کر رکھتا ہوں عالیہ آج میرے پاس سب کچھ ہے مگر ...... تم نہیں ...... ہو} اور یہی بات مجھے اداس کر جاتی ہے مگر میں اداس رہ کر بھی کسی کو اپنی اداسی کا سبب نہیں بتانا چاہتا میں انہیں کیسے کہوں گا مجھے اندر کے زخم، غم، دکھ اور آہیں چین نہیں لینے دیتے عالیہ یہ غم تو اس وقت ختم ہوں گے جس وقت میری ذات فنا ہو گی اس لیے میرا دل روتا رہتا ہے مگر میں مسکراتا رہتا ہوں۔

دیکھنے والے میری مسکراہٹ پہ نہ جا
یہ تو اک پردہ ہے درد دل چھپانے کا

عالیہ میں پوچھتا ہوں کہ اگر تم نے بدل ہی جانا تھا تو محبت کا راستہ مجھے کیوں دکھایا تھا اگر ساتھ رہنے کا حوصلہ نہیں تھا تو پھر ہم سفر بن کر دو قدم کیوں چلی تھی کسی کو روگ لگا کر جلتا ہوا چھوڑ جانا کہاں کی ریت ہے ہاں او بے وفا ہرجائی لڑکی پندرہ فروری بروز جمعرات کو اور پھر سات مارچ بروز ہفتہ کو فون کیوں اور کس لیے کیا تھا جب میں نے ریسیور اٹھایا تھا تو میں نے پوچھا تھا کون ہے اور کس سے ملنا ہے تو تم نے کہا تھا کہ میں عالیہ بول رہی ہوں اور مجھے جاوید نسیم سے ملنا ہے ہاں میں بول رہا ہوں بولو کیا بات ہے میں ظالم ہوں چڑیل ہوں ناگن ہوں بے وفا ہوں بے حیا ہوں میں سوچ میں پڑ گیا کہ عجیب لڑکی ہے جو آج مذاق کے موڈ میں ہے کیا تم شہناز ہو۔ نہیں میں عالیہ بول رہی ہوں تمہاری عالیہ تمہاری کہانی درد کے رشتہ کا مرکزی کردار ہاں عالیہ بتاؤ کیا بات ہے جاوید آج میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں مگر کیوں؟ بس جاوید ملنے کو باتیں کرنے کو جی کرتا ہے مگر اب میں تم سے نہیں ملنا چاہتا کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے میں نہیں آ سکتا مگر تم مجھے بار بار ڈاکٹر بازار میں ملنے کا کہہ رہی تھیں مجھے تم سے نفرت تھی میں تم سے نہیں ملنا چاہتا تھا مجھے پتہ تھا کہ یہ بھی تمہاری کوئی نئی چال تھی کوئی نیا جال تھا تم تنہا نہیں تھیں تمہارے ساتھ ضرور کچھ اور لوگ بھی ہوں گے مجھے رسوا کرنے بدنام کرنے یا کوئی نیا زخم لگانے کے ارادے سے ہی تم نے فون کیا تھا نہ عالیہ تم ان مطلب پرست اور سنگدل لوگوں میں سے ہو جو صرف اپنا مطلب نکالنے کے لیے کسی کے دل سے بھی کھیل جاتے ہیں عالیہ جو الفاظ میں آج تک نہ کہہ سکا وہ آج خود بخود زبان پر آ گئے ہیں عالیہ واقعی تم بے وفا ہو سنگدل ہو بزدل ہو ظالم ہو ہرجائی ہو ناگن ہو چڑیل ہو بے حیا ہو عالیہ تم نے اپنی پیشانی پر رسوائی کا داغ اور بدنامی کا داغ خود سجایا ہے اب شکوہ کیسا تمہیں یاد ہے ناں ایک دن میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ ایک دن آئے گا جب تم میری وفاؤں کو یاد کر کے خون کے آنسو بہاؤ گی روؤ گی تڑپو گی مجھے تم آوازیں دو گی مجھے چاروں طرف پکارو گی مگر میں کچھ نہیں سن سکوں گا کبھی جواب نہ دے پاؤں گا کیونکہ تم نے میرے خوابوں کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے عالیہ اب میں تم سے نفرت کرتا ہوں میں نفرت کرنا نہیں چاہتا تھا مگر تم نے نفرت کرنا سکھا دیا ہے اب مجھے وقت کے بے رحم تھپیڑوں نے وقت کے ساتھ ساتھ چلنا بھی سکھا دیا ہے عالیہ اب۔

جائیں گے کس امید پر کوچہ یار میں
کافی ہے ہم کو پہلی ہی ٹھوکر لگی ہوئی۔

عالیہ اب ملن کا ہر راستہ تاریکی میں ڈوب رہا ہے ہر امید دم توڑ رہی ہے لیکن عالیہ میں تم سے

پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارا پیار تو صرف میرے لیے رواں تھا جس کے لیے تم جان دینے کو تیار تھیں جس پیار میں قوس وقزاح کے رنگ سمٹے ہوئے تھے مگر تم نے اس معصوم اور حساس دل کو توڑ کر کرچی کرچی کر کے بے یارومددگار بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا کس جرم کی سزا دی ہے کونسی خطا کی یہ سزا ہے میری محبت کے بدلے تم نے اتنی نفرتیں بخشی ہیں کہ میرا دامن تار تار ہو گیا ہے۔ عالیہ تم نے مجھ سے محبت کی تھی اور میں نے بھی تمہیں چاہا تھا پھر یہ جدائی، یہ غم یہ تڑپ اکیلے مجھے ہی کیوں اٹھانے پڑ رہے ہیں اس پیار کی منزل کی طرف پہلے قدم تمہارے ہی بڑھے تھے لیکن سزا کا مستحق میں ہی کیوں ٹھہرا عالیہ بتاؤ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا واقعی عورت بے وفا قوم ہے گھر اجاڑتی ہے تباہ کرتی ہے کہیں یہ قتل کرواتی ہے تو کہیں یہ دنگا فساد کرواتی ہے یہ بدلتے وقت اور چلتے وقت ہر دور میں یہ وفا سے نا آشنا رہتی ہے زندگی کے ہر موڑ پر دغا دیتی ہے فریب دیتی ہے لوگوں کو ایک دوسرے کا دشمن بناتی ہے عورت ذات اب میرے لیے ناقابل اعتبار ہے اب میں کسی پر اعتبار نہیں کروں گا چاہے کوئی آسمان سے ہی اتر کر کیوں نہ آئے۔

عالیہ میری والدہ نے کئی اچھے اچھے رشتے میرے سامنے پیش کیے ہیں مگر میں نے سب کو ٹھکرا دیا ہے کیونکہ جو پیار جو محبت جو چاہت میرے دل میں تمہارے لیے تھی وہ کسی دوسری ہستی کو نہیں دے سکوں گا میں کسی بے گناہ کو ناحق سزا نہیں دوں گا اب کوئی ہستی میری زندگی میں نہیں آسکے گی اور نہ ہی اب میں ان زخموں پر مرہم لگانا چاہتا ہوں ان زخموں سے رستا خون رنگ کا لہو مجھے ہر پل ہر لمحہ تمہاری یاد دلاتا رہے گا عالیہ اب میں زخموں کے اس انمول خزانے کو کھونا نہیں چاہتا اور نہ ہی درد کی راہ سے فرار چاہتا ہوں عالیہ تم نے مجھے عرش سے اٹھا کر گہری کھائیوں کی نذر کر دیا ہے کہاں گئے تمہارے وہ بلند و بالا دعوے کہاں گئے وہ وعدے اور قسمیں تم تو ریت پر بنائے جانے والے گھروندے سے بھی کم نکلی ہو ریت کے گھروندے بھی کچھ دیر تک تیز ہوا کے جھونکے برداشت کر لیتے ہیں مگر تم سے تو بھی نہ ہو سکا واقعی قسمت پر کسی کا زور نہیں چلتا میری زندگی بھی کسی نہ کسی طور پر گزر ہی جائے گی عالیہ اب کسی اور کو شریک سفر یا شریک زندگی بنانے کے متعلق سوچنا بھی چھوڑ دیا ہے کون جانے کہ وہ دوسرا شریک سفر بھی زندگی کے کس موڑ پر بچھڑ جائے اور اس سے بہتر ہے کہ زندگی کی راہوں پر تنہا ہی چلتا رہوں واقعی۔

اکیلا ہوں مگر آباد کر لیتا ہوں ویرانہ
بہت روئے گی میرے بعد میری شام تنہائی

عالیہ میں نے جس منزل کی تمنا کی تھی جب وہ منزل ہی گم ہو گئی ہو تو میں کسی اور منزل کا تعین کیسے کر لوں میں نے سوچا تھا کہ ہم دونوں مل کر پیار کا ایک خوبصورت تاج محل بنائیں گے اس میں اپنی امنگوں کے ستاروں سے موتی ٹانکیں گے بہت سے مہکتے ہوئے پھولوں سے اسے سجائیں گے اور پھر کہکشاں کے دیس سے سارے ستارے توڑ کر تمہاری مانگ میں سجا دوں گا مگر آہ...... عالیہ میرے پیار کے تارے ٹوٹ پھوٹ گئے آشاؤں کی مالا بکھر گئی پیار کے خواب ریزہ ریزہ ہو گئے۔ واقعی عالیہ محبت کی منزل ستاروں کی کہکشاں ہوتی ہے جسے بعد میں حسرت ویاس سے دور سے دیکھا تو جا سکتا ہے مگر اس منزل پر پہنچا نہیں جا سکتا جو لوگ اس منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں وہ شہاب ثاقب کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر خلاؤں میں گم ہو جاتے ہیں عالیہ افسانہ نگاری میرا مشغلہ تھا جس سے میں نے اپنی زندگی میں نکھار پیدا کیا تھا مگر تم نے وہ کر دیا جو مردہ ضمیر لوگ کرتے ہیں تم میری شہرت دیکھ کر جل گئی پھر جب تمہاری بے وفائی نے میرے دل پر زخم لگائے اور اپنوں نے جب مجھے مارنے کے لیے جادو کا وار کیا تو میں بیمار ہوا پھر اچھے

اچھے ڈاکٹروں کو چیک اپ کروایا مگر بیماری ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی سب یہی کہتے تھے کہ جاوید سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ سب کیا ہے دوائی اثر کیوں نہیں کر رہی میں ایسی زندگی سے مایوس ہو گیا تھا پھر ایک ڈاکٹر ہمارے قریب ہی تھے ان کی چھوٹی سی دکان تھی لوگ کہتے تھے کہ اس کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے والدہ محترمہ مجھے لے کر اس ڈاکٹر کی دکان پر چلی گئی جن کا نام ڈاکٹر خوشی محمد تھا اس نے مجھے چیک کیا پھر میرے خون کی رپورٹ اور ایکسرے رپورٹ لی مگر اس میں کچھ بھی نہ تھا پھر ڈاکٹر کہنے لگا جاوید رپورٹیں تو بالکل ٹھیک ہیں کیا تم کوئی وہم تو نہیں کرتے میں نے کہا نہیں ڈاکٹر صاحب مجھے کوئی وہم نہیں ہے پھر امی جی نے ڈاکٹر کو کہا کہ یہ افسانہ نگاری بہت کرتا ہے کہیں اس کا اثر تو نہیں ہے پھر ڈاکٹر نے کہا کہ مجھے بھی اپنا کوئی افسانہ دکھاؤ میں بھی پڑھ کر دیکھوں کہ تم کیسا لکھتے ہو ان دنوں میری ایک سچی کہانی بعنوان یاسمین ماہنامہ جواب عرض میں شائع ہوئی تھی وہ رسالہ میں نے ڈاکٹر کو دے دیا ڈاکٹر نے کہانی پڑھی اور کہا جاوید میں نے کہانی پڑھی ہے پڑھ کر سر سے لے کر پاؤں تک کانپ گیا ہوں آپ نے لکھا ہے لکھتے وقت آپ کا کیا حال ہوا ہوگا جاوید واقعی تمہارے قلم میں بہت درد ہے کہ پڑھنے والا پڑھ کر رونے پر مجبور ہو جاتا ہے جاوید میں تمہیں لکھنے سے منع نہیں کرتا البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ تم کچھ عرصہ کیلئے لکھنا بند کر دو ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب مجھے آپ کے مشورے سے اتفاق ہے میں کچھ عرصہ کے لیے لکھنا بند کر دیتا ہوں پھر میں نے کچھ عرصہ کے لکھنا چھوڑ دیا مگر بیماری میں کمی ہونے کی بجائے روز بروز اضافہ ہو رہا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے اندر انگارے دہک رہے ہوں میرے وجود میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی پھر میرے محلے داروں نے کہا کہ آپ نے ڈاکٹری علاج تو بہت کروائے ہیں مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا اب آپ روحانی علاج بھی کروا کر دیکھ لیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے شفا مل جائے پھر قسمت مجھے ملتان میں ایک درویش ریاض حسین کے آستانے پر لے گئی درویش بابا نے جب اپنے علم سے میرا حساب لگایا اور مجھ سے پوچھا کہ جاوید یہ جمیلہ اور زرینہ تمہاری کیا لگتی ہیں اور تمہارا ان کے ساتھ کیا جھگڑا ہے بابا جی جمیلہ میری بڑی ممانی ہے اور زرینہ میری چچی ہے ان کے ساتھ میرا جھگڑا تو کوئی نہیں ہے میرے بار بار اصرار پر بابا جی نے بتایا کہ جاوید ان ظالم عورتوں نے تمہیں جان سے مارنے کے لیے کالے جادو کا ایک زبردست وار کیا ہے اب تم فکر نہ کرو جاوید اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور شفا دے گا کیونکہ تم آستانہ غوثیہ پر آئے ہو بابا جی سے یہ باتیں سن کر میں رو رہا تھا اور بابا جی مجھے تسلی دے رہے تھے حوصلہ دے رہے تھے میری ہمت بندھا رہے تھے پھر چالیس دن تک میں نے بابا جی سے علاج کروایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے دست کرم سے شفا دی میں درویش بابا کی زندگی کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور وہ دکھی انسانیت کی یونہی خدمت کرتے رہیں آمین۔

عالیہ جب تیری بے وفائی کے بعد مجھے درد کی ٹھیسوں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا تو میں نے پھر اپنے درد کو کہانی کی شکل دے کر جواب عرض کو ارسال کر دیا اور اس کا عنوان درد کا رشتہ رکھا پھر جب میری یہ داستان الم ماہنامہ جواب عرض میں شائع ہو گئی تو دنیا کے کونے کونے سے میری تحریر کو پسند کرنے والوں نے میرے چاہنے والوں نے خطوں کے ذریعے سے اپنی محبتوں اپنی چاہتوں اپنے خلوص اپنے پیار کے پھولوں کے ڈھیر لگا دیئے مجھے زندہ رہنے کے لیے مفید مشوروں سے نوازہ میں اپنے چاہنے والے بہن بھائیوں کی اتنی چاہتیں اور عنائتیں دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ واقعی کچھ کھونے کے بعد ہی کچھ ملتا ہے

تمہاری بے وفائی تمہاری بے رخی کا مجھے دکھ ضرور تھا مگر میں اپنے چاہنے والوں کی اتنی ہمدردیاں پا کر سب کچھ بھول گیا مگر درد کی اذیت کبھی کبھی مجھے ہلا کر رکھ دیتی تھی واقعی۔

تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹا دی میں نے عالیہ
دل سے لیکن تیرا دیدار کی حسرت نہ گئی

ان چاہنے والوں میں ایک خط گلناز کنول کا تھا جس نے میری کہانی پڑھ کر میرے دکھوں میں شریک ہونے اور شریک سفر بننے کو کہا تھا اور اپنے گھر والوں کے بارے میں اور اپنے بارے میں تفصیل سے لکھا تھا میں سوچنے لگا کہ اس پاگل لڑکی کو میں کیا دے سکوں گا میرے پاس تو صرف دکھ تھے غم تھے آنسو تھے آہیں تھیں کیا میں اس قابل ہوں کہ اسے اپنی شریک سفر بنالوں گا مگر میرا دل میرا ضمیر اس بات پر رضا مند نہ ہوئے پھر میں نے اپنے محسنوں کو باری باری جواب لکھ دیئے اور ان کا شکریہ ادا کیا اور گلناز کنول کو بھی جواب لکھ دیا تحریر کچھ یوں تھی۔

محترمہ گلناز کنول صاحبہ خدا آپ کی عمر دراز کرے آمین۔

سلام خلوص میں پتھر نہیں ہوں میرے سینے میں بھی ایک دھڑکتا ہوا دل ہے لیکن میں ان منزلوں کا راہی ہوں جہاں ہر لمحہ حسرتوں کا اندھیرا چھایا رہتا ہے مجھے اپنی حیثیت کا اچھی طرح احساس ہے تم آسمان محبت کا درخشندہ ماہتاب ہو جبکہ میں بوئے گل کی طرح آوارہ ہوں تمہارے ابو مالی لحاظ سے سماج میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں جبکہ میرے پاس سوائے قلم اور چند پاگل سے جذبات کے سوا کچھ بھی نہیں ہے میں تمہیں کچھ بھی نہ دے سکوں گا میرے ساتھ چلو چلنے کی کوشش کروگی تو مصائب کے کانٹوں پر چلتے چلتے لہولہان ہو جاؤ گی اس لیے میرے خواب نہ دیکھو کیونکہ میں پہلے ہی ایک لٹا ہوا مسافر ہوں ایک زخمی پنچھی ہوں میرے خواب نہ دیکھو کیونکہ میرے دامن میں کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہانی پسند کرنے اور یاد کرنے کا بہت شکریہ اللہ آپ کو سدا خوش باش رکھے۔

دل کے دروازے پہ دستک دے میری یاد کبھی
اور تمہیں نیند نہ آئے تو مجھے خط لکھنا

فقط والسلام دعا گو، جاوید نسیم

پھر ایک دن مجھے میرے ایک دوست اشرف کا شادی کارڈ ملا جس میں اس نے شادی سے دو دن پہلے آنے کی سختی سے تاکید کی تھی خیر میں اپنے اس دوست کی شادی میں شرکت کے لیے دو دن پہلے ہی چلا گیا اشرف مجھے سامنے دیکھ کر میرے گلے سے لگ گیا پھر میرا اپنے گھر والوں سے تعارف کروایا اس طرح چائے کا دور چلا چائے سے فارغ ہو کر میں ذرا آرام کی غرض سے ایک کمرے میں لیٹ گیا شام کو جب میں اٹھا بوٹ پہننے لگا تو بوٹ سے گلناز کنول کو لکھا ہوا میرا ہی خط مجھے ملا تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ گلناز کنول یہاں کی رہنے والی ہے میں کچھ حیران سا ہو گیا پھر شام کو میں اشرف سے اجازت لے کر ایک قریبی باغ میں چلا گیا باغ میں پھولوں کا ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا میں پھولوں کے پاس بیٹھ کر اپنی ہی دنیا میں کھو گیا اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا ایک عجیب قسم کا سماں تھا پھر اچانک ایک لڑکی بہت ہی خوبصورت بہت ہی سندر سی بہت ہی پیاری سی ہاتھ میں گلاس کے پھولوں کا گلدستہ لے کر میرے سامنے آ گئی اور کہنے لگی بابو جی یہ میں آپ کے لیے لائی ہوں بابو جی آپ حیران نہ ہوں میں آپ کو اچھی طرح جانتی ہوں آپ فرحانہ کے بھائی اشرف کے دوست جاوید نسیم ہیں ہاں مگر ...... آپ...... مجھے کیسے جانتی ہیں بابو جی آپ کو پتہ تو چل گیا ہے کہ میں آپ کو کیسے جانتی ہوں بابو جی آپ میرے لیے اجنبی نہیں ہیں میں آپ کو 1987ء سے جانتی ہوں اور آپ کی تصویر بھی ایک رسالے

میں دیکھ چکی ہوں خط آپ کو مل گیا ہوگا میرا نام گلناز کنول ہے بابو جی اللہ نے آج ملاقات کروائی ہے تو میں اس خوشی کے موقع پر یہ گلدستہ پیش کر رہی ہوں آپ میرے آئیڈیل افسانہ نگار ہیں پھر میں نے شکریہ کے ساتھ گلدستہ لے لیا پھر گلناز کنول مجھے اپنے لے گئی اس کے گھر والے کسی شادی میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے گھر میں اس کا چھوٹا بھائی فیض علی تھا پھر کہنے لگی جاوید نسیم جی آپ کی تحریر درد کا رشتہ پڑھ کر مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کا دل ٹوٹا ہے اور روح زخمی ہے جاوید نسیم میں مرہم بن کر آپ کے ٹوٹے ہوئے دل اور زخمی روح کو ٹھیک کر دوں گی وقت آنے پر سب کچھ پتہ چل جائے گا اور آپ کو گزرا ہوا ماضی یاد تک نہیں آنے دوں گی میں اتنا پیار دوں گی کہ آپ کو اپنی گزری ہوئی کوئی بات یاد نہیں رہے گی میں تمہارے غموں کو خوشیوں میں بدل دوں گی جاوید جی داناؤں کا قول ہے کہ جس انسان کے اندر سینہ ہے اور سینے میں سینے کے اندر دل دھڑکتا ہے اور اس دھڑکتے دل کے اندر اگر کسی کا درد نہیں ہے تو اس انسان سے پتھر کی سل اچھی ہے جو کبھی نہ کبھی انسان کے کام آ سکتی ہے اور پھر یہ کسی دیوار کی زینت بن جاتی ہے میں تو پھر بھی انسان ہوں میرے اندر بھی دل ہے اور اس میں بھی درد ہے اور وہ درد میرا دل صرف آپ کے لیے رکھتا ہے باقی میں نے کسی کے بارے میں سوچا تک نہیں ہے میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کا ساتھ دوں آپ کے دکھ سکھ میں شریک ہو کر ان کو بانٹوں جاوید جی اگر میری باتوں پر یقین نہیں ہے تو پھر میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر سنیں ہر دھڑکن سے آپ کا نام سنائی دے گا میرے اوپر بھروسہ رکھیں یہ گلناز کنول آپ کی ہے اور صرف آپ کی رہے گی خدا کے بغیر دنیا کی کوئی طاقت مجھے آپ سے جدا نہیں کر سکتی میرے عزائم پختہ ہیں میرا جینا اور مرنا صرف آپ کے لیے ہوگا میں آپ کے لیے ہر مشکل کا مقابلہ کروں گی اور آپ کو غم کی ہوا تک نہ لگنے دوں گی بلکہ میں سب کچھ خندہ پیشانی سے قبول کروں گی اور آپ کو خوش رکھوں گی یہ میرے دل کی آواز ہے دیکھو گلناز کنول محبت دو جسموں کے ملاپ یا دو جسموں کو آپس میں باندھنے کا نام نہیں ہے بلکہ محبت تو وہ جذبہ ہے جو روحوں کا سنگم ہوتی ہے جو مقدر والوں کو ہی ملتی ہے ورنہ ہر کوئی میری طرح ہی سسکتا ہوا نظر آئے گا گلناز کنول تم نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے اس راستے سے واپس لوٹ جاؤ خدارا ابھی وقت ہے اور اس وقت کو ہاتھ سے مت جانے دو اس راستے میں رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور پھر رسوائیاں انسان کا مقدر بن جاتی ہیں گیا ہوا وقت اور کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی بھی لوٹ کر واپس نہیں آتے تم بھی میری طرح ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاؤ گی اور پھر منہ مانگی موت بھی تمہارے قریب نہیں آئے گی میری طرح تم بھی دل کو روگ لگا بیٹھو گی اور تم کو پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے گا جاوید جی میں خوب اچھی طرح جانتی ہوں مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں یہ دل میرے اختیار میں نہیں ہے میں پیچھے نہیں جا سکتی پلیز گلناز کنول مجھے میرے حال پر چھوڑ دو کیونکہ مجھ میں مزید دکھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہے طاقت نہیں ہے میں بے حد مجبور ہوں اور مجھے بار بار مجبور مت کرو کیونکہ تمہاری طرح پہلے بھی مجھے کسی نے پیار کے نام پر لوٹا ہے میں پہلے ہی کافی ٹوٹا اور بکھرا ہوا ہوں دیکھو گلناز کنول انسان زندگی میں صرف ایک بار ہی پیار کرتا ہے اور کسی کو ٹوٹ کر چاہنا صرف ایک بار ہی ہوتا ہے اس کے بعد جو پیار کیا جاتا ہے وہ پیار...... پیار نہیں ہوتا بلکہ وقت گزاری کے لیے ایک کھیل ہوتا ہے جو اس زمانے میں لوگ کرتے ہیں اگر تم بھی مجھے کہتی ہو تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ وقت گزاری کے لیے ایک بار پھر محبت کر لیتا ہوں ورنہ میں تمہارے ساتھ محبت

کی ایک نئی دنیا آباد نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے ماضی کی یادیں خون کے آنسو رلائیں گی گلناز کنول محبت کرنی تو آسان ہے دوسرا محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے لیکن اس کو پورا کرنا بہت ہی مشکل ہے بلکہ ناممکن ہوتا ہے اس لیے جان لیوا اور دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے ننگے پاؤں ٹوٹے ہوئے شیشے کے ٹکڑوں پر چلنا پڑتا ہے دنیا والوں کی باتیں سننا پڑتی ہیں غرض کہ محبت کے لیے ہر مشکل کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس کے بعد اگر تقدیر کی دیوی مہربان ہو تو محبت ملتی ہے اچھا گلناز کنول اب میں چلتا ہوں کیونکہ کافی دیر ہو گئی ہے اشرف میرا انتظار کر رہا ہو گا ٹھیک ہے جاوید جی کل شام کو میں پھر باغ میں آپ کا انتظار کروں گی اچھا خدا حافظ پھر میں گھر آ گیا اشرف میرا ہی انتظار کر رہا تھا پھر سب نے مل کر کھانا کھایا کھانے سے فارغ ہو کر سب اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے اور میں سو گیا صبح اٹھ کر نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اب کسی نئے کرب سے نئے غم سے نئے دکھ سے دوچار نہ کرنا پھر شام کو نہ چاہتے ہوئے بھی میرے قدم خود بخود باغ کی طرف بڑھنے لگے میں جب باغ میں پہنچا تو کنول...... گلناز کنول نے خوش ہو کر میرا استقبال کیا پھر ہم پھولوں کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے گلناز کنول انسان کو تو صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے جو ہم سب کا مالک اور پالنے والا ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے لیکن وہ جلدی سے بولی جاوید جی ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے کے لیے ہاتھ کی پانچ انگلیاں بھی برابر نہیں ہیں ان میں بھی فرق ہے اسی طرح اللہ کے پیدا کیے ہوئے بندوں میں بھی فرق ہے صورت سیرت اور عادتیں الگ الگ ہیں اگر آپ کی خاطر مجھے جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو بے دھڑک اور بے دریغ لگا جاؤں گی اس سماج کے باسیوں نے نمرود کی طرح آگ بھی لگائی اور ہماری محبت میں رکاوٹ بنا تو میں

اس میں بھی چھلانگ لگانے سے دریغ نہیں کروں گی اور اپنے پیار کو امر کر جاؤں گی لوگ ہمارے پیار سے سبق حاصل کریں گے کہ پیار کرنے والے موت کو بھی ہنس کر گلے لگا لیتے ہیں اور اپنے پیار پر اس طرح قربان بھی ہو جاتے ہیں جاوید جی پیار کبھی نہیں مرتا بلکہ پیار کرنے والے مر جاتے ہیں لیکن پیار زندہ رہتا ہے گلناز کنول جو کچھ کہہ رہی ہے وہ پورا کر کے دکھائے گی اور آپ کی ہر آزمائش پر پوری اترے گی جاوید جی آج کے بعد آپ اپنے ماضی کو بھول جائیں اور یہ سمجھیں کہ ایک خواب دیکھا تھا جس کے تمام نقش پا ختم ہو گئے ہیں دیکھو گلناز کنول محبت تو ایک دفعہ ہوتی ہے ایک سے ہی ہوتی ہے یہ جذبہ تو نرگس کا پھول ہے جو بڑی مشکلوں سے پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کی مہک زندگیوں کو اپنے احاطے میں لے لیتی ہے انسان اس کے سحر سے بھاگ نہیں سکتا اس لیے تم اپنا وقت برباد نہ کرو۔ میرا خیال دل سے نکال دو کیونکہ میں ایک بار یہ بازی بڑی بری طرح سے ہار چکا ہوں۔

گلناز کنول خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس کی سسکیوں نے مجھے چونکا دیا وہ رو رہی تھی میں اس کے بے حد قریب ہو گیا اور میں پریشان بھی ہو گیا تھا ایک دل کرتا کہ یہاں سے چلا جاؤں لیکن اس کی حالت دیکھ کر میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی پیدا ہو گئی پھر میں نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا گلناز کنول پگلی ہو روتی کیوں ہو تم کو پتہ ہے ناں کہ انسان ہر ایک سے محبت نہیں کر سکتا یہ جذبہ تو صرف ایک ہستی کے لیے موجزن ہوتا ہے محبوب تو ایک ہوتا ہے تم کس اصول کے تحت جانتے بوجھتے ہوئے بھی مجھ سے آس لگا بیٹھی ہو جبکہ میں تو عالیہ کی محبت کے دکھ غم اور زخم سینے میں چھپائے ہوئے پھرتا ہوں تم کس طرح مجھ سے محبت مانگنے چلی آئی ہو کیا یہ سب غلط نہیں ہے بولو گلناز کنول بولتی کیوں نہیں ہو

میں نے اس کو جھنجوڑ ڈالا اس کی سسکیوں میں کمی آنے لگی اور پھر وہ قدرے نارمل سی ہو گئی۔ جاوید جی آپ عالیہ سے محبت کرتے تھے بڑا پیار تھا آپ کو اس سے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی ہاں بہت زیادہ جتنا کہ انسان کو خدا نے پیار اور محبت ودیعت کی ہے میں بھی آپ سے پیار کرتی ہوں اتنی محبت ہے جتنی انسان خدا سے کر سکتا ہے کیا کہہ رہی ہو گلناز کنول مجھ سے محبت کر کے تم کو کیا ملے گا سوائے غم اور محرومی کے جبکہ میں تم سے محبت کرتا ہی نہیں میں نے پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی جاوید جی میں آپ سے محبت کرتی ہوں یہ ایک حقیقت ہے اور آپ کا مجھ سے محبت نہ کرنا میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ میں ایک بے غرض اور سچی محبت کی قائل ہوں ایسی محبت جس میں کوئی مطلب کوئی سود و زیاں نہیں ہوتا بس مجھے آپکو صرف اتنا کہنا ہے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں میری روح میرا یہ جسم آپ کے ہیں میں آپ کی ہوں میں نے خود کو جاوید جی کے نام کر دیا ہے اور میرا یہ فیصلہ تا زندگی نہیں بدلے گا میری محبت میں کبھی کمی نہیں آئے گی مجھے آزما کر دیکھ لینا میں ہر امتحان میں پوری اتروں گی کیونکہ مجھے آپ کے لیے جینا ہے اور آپ کے لیے مرنا ہے میں جانتی ہوں کہ عالیہ نے تم کو دھوکہ دیا ہے اور تم اب بھی سایوں کے پیچھے بھاگ رہے ہو لیکن میرا دعویٰ ہے کہ آپ عالیہ سے یا عالیہ آپ سے اتنی محبت نہیں کر سکتی جتنی میں کرتی ہوں آگے میرا نصیب۔ پھر گلناز کنول سسکتی ہوئی اپنے آنچل سے آنسو پونچھنے لگی اور میں اس کے کہے ہوئے الفاظ پر غور کرنے لگا۔ میں نے گلناز کنول کی محبت سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ یہ میرے راستے کی دیوار نہ بنے اور میرے راستے سے ہٹ جائے میرے راستے سے ہٹنا تو درکنار گلناز کنول تو میری کسی بات پر عمل ہی نہ کر رہی تھی اور نہ ہی میری بات مان رہی تھی بس اس کی ایک

ہی رٹ تھی جاوید جی خدارا مجھے ایک بار آزمائیں اللہ کی مہربانی سے انشاء اللہ گلناز کنول آپ کی ہر آزمائش پر پوری اترے گی ہر موڑ پر ہر دوراہے پر ہر چوراہے پر آپ کا ساتھ دے گی میں نے کہا گلناز کنول کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی میرا ساتھ چھوڑ کر زمانے کے بے رحم تھپیڑوں کے حوالے کر دو جیسے طوفان آنے پر کشتی کو ساحل نظر نہیں آتا جس طرح اب میری زندگی سسکیوں اور آہوں میں گزر رہی ہے باقی ماندہ بھی اسی طرح نہ گزرے نہیں جاوید جی نہیں خدارا ایسی باتیں مت کریں پیار کرنے والے دو دلوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں پیار کرنے والے کسی سے نہیں ڈرتے بلکہ ہر رکاوٹ کو عبور کرتے ہیں پھر اس نے میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پھولوں کو گواہ بنا کر ساتھ جینے اور مرنے کا وعدہ کیا اور کہا کہ گلناز کنول آپ کی ہے آپ کی رہے گی آپ کے سوا کسی اور کا تصور کرنا یا خیال کرنا میری زندگی کا آخری دن ہو گا اس کے بعد اس باغ میں ہمارے عہد و پیمان ہوئے پھر اشرف کی شادی کے تمام کام خیر و عافیت سے انجام پائے اور میں ایک ہفتہ اشرف کے گھر رہا 24 فروری کا دن جب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا اور پھر میرے اجڑے اور برباد دل کے لیے خوشیوں کا پیامبر بن کر آیا اور سورج کی پہلی کرن نے مجھے سلام پیش کیا جس نے گلناز کنول جیسا حسین ہمسفر مجھے عطا کیا تھا اور مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے ہر چیز مجھے مسکراتی ہوئی نظر آ رہی تھی واقعی گلناز کی محبت نے مجھے میرا ماضی بھلا دیا تھا جس طرح سفید کپڑے سے داغ صاف کیا جاتا ہے اور مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے میں نے زندگی میں صرف گلناز کنول ہی کے ساتھ پیار کیا ہے کیا تھا مجھے گزرا ہوا ماضی خواب لگ رہا تھا زندگی پھر سے حسین اور خوشگوار ہو گئی تھی ایک دن ہم باغ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے ہماری محبت اس باغ

میں پروان چڑھ رہی تھی اور ہم دونوں بھرپور جوان تھے ہماری محبت کا درخت بھی تناور ہو چکا تھا ہم ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے ہم نے تنہائیوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کے ان گنت وعدے کیے قسمیں کھائیں چاند کی چاندنی کو گواہ بنایا ستاروں کی مدہم روشنی کو اپنا ہم راز بنایا چپ رہ کر ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خاموشی کی زبان سے ایک دوسرے کے ساتھ ڈھیروں باتیں کیں ہزاروں بار ہمارے دل ایک دوسرے کے ساتھ دھڑکے کبھی دن کی روشنی میں کبھی رات کے گھپ اندھیروں میں ہماری سانسوں کی مہک ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کھانا کھاتے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتے اور ایک دوسرے کو پیغام وفا دیا کرتے جن باتوں کے لیے عموماً دوسروں کو اپنی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے ہم وہ ساری کی ساری باتیں دل کی دھڑکنوں کے بے آواز ساز کے ذریعے ایک دوسرے کو منتقل کرتے رہے صبح ہو یا شام دن ہو یا رات ہماری محبت کا سمندر ہمیشہ ٹھاٹھیں مارتا رہتا ہمیشہ اس کی لہریں چھلک کر ساحل سے ٹکراتی رہتیں تاہم محبت کے گہرے سمندر میں ہر لمحہ ہر پل غوطہ زنی کرنے کے باوجود ہم پر کوئی ایک لمحہ بھی کبھی ایسا نہیں آیا جب ہم نے پاکیزگی کے دامن کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا ہم دونوں اس معاملے میں محتاط رہتے ہمیں ہمیشہ اپنے جذبات اور احساسات پر کنٹرول رہتا محبت کے پاکیزہ دامن کو کبھی ہم نے گناہوں سے داغدار نہیں کیا گلناز کنول اکثر مجھ سے کہا کرتی تھی جاوید جی جس دن ہم نے ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کی سمجھ لینا کہ وہ ہماری محبت کا آخری دن ہو گا شادی سے پہلے ایک دوسرے کے وجود کو تصرف میں لانے سے ان نازک نازک اور پوتر جذبوں کی گویا موت ہو گی جس کی پاکیزہ لڑیوں سے ہماری شیشے کی طرح صاف و شفاف دل پروئے ہوئے ہیں میرے اپنے خیالات بھی گلناز کنول سے کچھ کم نہیں تھے میں بھی اس کے جواب میں اکثر اس سے کہا کرتا گلناز کنول تم سچ کہتی ہو ہماری محبت شبنم کی طرح پاکیزہ ہے بے شک ہم تنہائیوں میں ملتے ہیں گھنٹوں باتیں کرتے رہتے ہیں لیکن شادی سے پہلے کبھی بھی تمہاری عصمت کے دامن کو تار تار کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اس طرح ایک ہفتہ گلناز کنول کے پیار و محبت میں اس طرح گزر گیا جیسے ہوا کا جھونکا آ کر گزر جاتا ہے پھر جب یکم مارچ کو گلناز کنول باغ میں آئی تو میں نے کہا گلناز کنول میں کل صبح واپس جا رہا ہوں میرا اتنا کہنا تھا کہ اس نے اپنے سر کو نیچے جھکا لیا اور دونوں طرف کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے ہی خاموشی کے سکوت کو توڑا گلناز کنول میں نے آہستہ سے کہا جی ......اس نے اپنے سر کو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر سر نیچے جھکا لیا گلناز کنول کوئی بات ہی کرو لیکن وہ میرے سامنے اس طرح بیٹھی تھی جیسے کسی نے اس کے منہ پر تالا لگا دیا ہو لیکن جب اس نے اپنا منہ اوپر اٹھایا تو اس کی پلکوں میں آنسوؤں کے موتی جھلملا رہے تھے میں نے کہا گلناز کنول جب پیار کرنے والے ساتھی ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو انہیں اشکوں کے نذرانے پیش نہیں کرتے بلکہ خوش ہو کر فی امان اللہ کہتے ہیں حوصلے سے کام لو اور اپنے آنسو صاف کر لو جاوید جی جب سے آپ کا پیار ملا ہے میری آنکھیں اور دل آپ کو دور جاتا ہوا نہیں دیکھ سکتے جو سکون مجھے آپ کے ساتھ رہ کر ملا ہے شاید اکیلا رہ کر نہ ملے گلناز کنول پلیز مجھے خوشی سے الوداع کرو میں تجھے بے قرار نہیں دیکھ سکتا ورنہ میں خود بے قرار ہو جاؤں گا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں آتا رہوں گا جاوید جی میں آپ کو روکتی تو نہیں ہوں اور نہ ہی یہ کہتی ہوں کہ آپ نہ جائیں

لیکن وہاں جا کر اپنی گلناز کنول کو بھول نہ جانا ورنہ میں مر جاؤں گی اپنی گلناز کنول کا خیال رکھنا میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں پھر اس نے سچ مچ میرے آگے ہاتھ جوڑ دیئے ارے پگلی یہ کیا کر رہی ہو بھلا تم بھی کوئی بھولنے کی چیز ہو میں نے اسے دلاسہ دیا حوصلہ دیا تسلی دی ہمت بندھائی اور اپنے رومال سے اس کے آنسو صاف کیے پھر جب میں دو مارچ کو اشرف بھائی سے اجازت لے کر چلا تو گلناز کنول اپنے دروازے پر سوگوار چہرے سے میرا انتظار کر رہی تھی پھر آنکھوں ہی آنکھوں سے مجھے الوداع کہا اور مجھے جاتے ہوئے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک میں اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوا۔

قارئین جہاں میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا دوست اشرف بہاولپور میں ایک بینک میں منیجر ہے مجھے اس کے گاؤں کا بالکل پتہ نہیں تھا جب اس کی شادی کا کارڈ مجھے ملا تو اس پر گاؤں کا تفصیلی پتہ لکھا ہوا تھا اور پھر گلناز کنول بھی اسی گاؤں کی رہنے والی تھی جب اشرف نے میرا تعارف اپنے گھر والوں سے کرایا تھا تو گلناز کنول بھی ان کے گھر ہی تھی کیونکہ وہ اشرف کی بہن فرحانہ کی دوست تھی اس طرح وقت گزرتا رہا ہماری خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا کبھی کبھی میں اشرف کو ملنے کے بہانے اس کے گاؤں چلا جاتا تھا اور گلناز کنول سے ملاقات کا موقع بھی مل جاتا تھا اسی طرح ایک سال کا طویل عرصہ گزر گیا مجھے آج بھی یاد ہے اپریل فول کا دن تھا میں اشرف کے گاؤں گیا ہوا تھا آج گلناز کنول سے ملنے کا خاص پروگرام تھا شام کو میں باغ میں گیا تو گلناز بڑے ہی روکے ہوئے انداز سے مجھ سے ملی پیار و محبت والی کوئی بات سامنے نہ آئی میں نے گلناز کنول کا ہاتھ پکڑا تو اس نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا میرا دل دہل گیا اس کی اس حرکت پر اس سے پہلے کہ میں کوئی بات کرتا یا اس کے رویے پر کوئی احتجاج کرتا وہ مجھ سے دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور اپنی گول گول خوبصورت آنکھوں سے بڑی ہی مایوس کن مگر پیار بھری مدہم سی آواز میں بولی جاوید جی آج کے بعد میں آپ سے نہیں ملوں گی اور اب آپ بھی میرے سامنے نہ آیا کریں میں بھی کوشش کروں گی کہ میرا سامنا آپ سے بالکل نہ ہو یا پھر کم از کم آپ کے سامنے آؤں وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئی اس کے چہرے کے آثار بتا رہے تھے کہ وہ اندر سے جیسے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو مجھ سے اس کی یہ بے رخی برداشت نہ ہو سکی میں نے درد بھری آواز میں اس سے پوچھا گلناز کنول میری جان تمہیں کیا ہو گیا ہے مجھے بتاؤ تو سہی مجھ سے کب اور کیا غلطی ہوئی آخر میری خطا تو بتا دو تمہارے اس رویے سے میرا دل ٹوٹ گیا ہے پلیز گلناز کنول کچھ تو بولو کچھ تو بتاؤ کہ تم یک دم بدل کو یں گئی ہو پھر اس نے آنکھیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اُف اس کی آنکھوں انجانے خدشوں کی شدت اچی بسی ہوئی تھی میں نے غور سے اس کی آنکھوں سے اٹھنے والے اور اس کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کی مگر میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا اور اس کی اس بدلی ہوئی کیفیت کے اصل محرکات جاننے میں ناکام رہا اس نے غالباً بلکہ یقیناً میری اس تذبذب میں ڈوبی ہوئی کیفیت کو جان لیا تھا تب ہی وہ بڑے ہی دل گداز انداز میں کہنے لگی جاوید جی پلیز آپ غصہ نہ کریں کیونکہ اب جو باتیں میں آپ سے کہنے لگی ہوں ممکن ہے آپ کو اچھی نہ لگیں میں نے بہت غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ میں اب آپ سے نہ ہی ملوں تو بہتر ہے ہمیں ایک دوسرے سے دور ہی رہنا چاہیے پھر اس نے یکدم خاموشی اختیار کر لی مگر مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے ابھی اس کے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے مگر نجانے کیوں وہ ادھوری باتیں کرنے کو ترجیح دے رہی ہے مگر میں نے اسے بولنے

پراکسایا اور کہا مگر کیوں گلناز کنول کیوں ہمیں کیوں ایک دوسرے سے دور رہنا چاہیے اس بار خلاف توقع حیرت انگیز طور پر اس نے اپنی آنکھیں میری آنکھوں میں گاڑ دیں اور چند قدم آگے چل کر میرے اور اپنے درمیانی فاصلے کو انتہائی کم کر دیا اور اس کی آنکھوں میں خمار آلود پرچھائیاں پڑنے لگیں اس کے پتلے ہونٹ ایک لمحے کے لیے سکڑے پھر ان ہونٹوں پر یکدم ایک شوخ مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اس کے رخسار سرخ ہو گئے تھے اور اس کا پورا چہرہ ہنسی کی علامت بن گیا میں اس کی اس کیفیت پر حیران اور پریشان ہو گیا کیونکہ اب تک اس نے جو باتیں کی تھیں اور جو حرکتیں میں نے اس کی دیکھی تھیں اس سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی اندرونی پریشانی کا شکار تھی یا پھر میری کسی بات پر مجھ سے ناراض تھی اب صورتحال یہ تھی کہ ادھر وہ کھلکھلا کر ہنستی جا رہی تھی ادھر میری حیرانی میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا آخر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا اس کی ہنسی میں کمی تو نہ آسکی البتہ اس کا جسم جو کسی لچکیلی شاخ کی طرح ڈول رہا تھا سکون پذیر ہو گیا میں زوردار آواز میں بولا گلناز کنول کیا ہے یہ سب پلیز مجھے بھی تو کچھ پتہ چلے بتاؤ ناں یہ سب کیا ہو رہا ہے اس کی ہنسی تھم گئی اور وہ ٹھہرے لہجے میں کہنے لگی جاوید جی آج مزہ آ گیا واقعی آج لطف آ گیا میں نے آج بالکل اچھے طریقے سے آپ کو بے وقوف بنا دیا میری ناراضگی کو آپ سچ سمجھ بیٹھے جاوید جی واقعی آپ بہت بھولے ہیں پھر وہ ہنسنے لگی اتنی ذرا سی بھی بات نہ سمجھ سکے آپ میں خود حیران ہوں مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ آپ کو مجھ سے کتنی محبت ہے کیونکہ محبت کرنے والے تو ایک دوسرے کے دل کے اندر چھپی باتوں کو بھی جان لیا کرتے ہیں اور آپ یہ تک نہ سمجھ سکے کہ میں آپ سے کیوں دور ہو رہی ہوں کیوں آپکا سامنا نہیں کروں گی آپ کو پتہ ہے ناں کہ آج اپریل فول ہے میں آج آپ کو فول بنا کر بہت خوش ہوئی ہوں جاوید جی تم تو میری جان ہو میں کیسے تم سے دور رہ سکتی ہوں پھر وہ میرے گلے سے لگ گئی اور میں نے پیار سے اس کے خوبصورت رخساروں کو چوم لیا آج ہم بہت دور ہو کر بھی بہت قریب ہو گئے تھے آج میں نے پہلی بار گلناز کنول کے رخساروں کو چوما تھا ہم پیار کی راہوں پر گامزن رہے واقعی کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ عشق اور مشک چھپانے سے بھی نہیں چھپتے یہ ظاہر ہو ہی جاتے ہیں ایک دن میں اور گلناز کنول باغ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ اسی گاؤں کی بشیراں نامی عورت نے ہمیں دیکھ لیا اور پھر اس نے ان کے گھر والوں کو بتا دیا گلناز کنول کے گھر والوں نے اس کی نگرانی شروع کر دی اس طرح دو ماہ کا عرصہ گزر گیا گلناز کنول کی جدائی کی وجہ سے میری حالت بہت خراب ہو گئی تھی اس کے ساتھ کیے ہوئے وعدے عہد و پیمان اور جینے مرنے کی قسمیں میرے دل و دماغ پر ہتھوڑے برسا رہے تھے واقعی جدا ہونے کے بعد ہی جدائی کا پتہ چلتا ہے پھر جب میں ایک دفعہ اشرف کے گاؤں گیا تو فرحانہ کہنے لگی جاوید بھائی آپ کے جانے کے بعد گلناز کنول کے گھر والوں کے برادری والوں نے کان بھرنا شروع کر دیئے جس کا اسے بھی پتہ نہ چل سکا برادری والوں نے کہا کہ تمہاری بیٹی جوان ہے تمہاری ناک کٹوا کر رکھ دے گی تم لوگ برادری میں اور گاؤں والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے جلدی سے اس کی شادی کر دو تا کہ تمہاری بے عزتی ہونے سے بچ جائے فرحانہ کی باتیں سننے کے بعد مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے مجھے اٹھا کر گہرے کنویں میں پھینک دیا اور پھر میں کنوئیں میں چیخ رہا ہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کبھی نہیں ہو سکتا گلناز کنول میری ہے اور میری ہی رہے گی اگر وہ میری نہ بن سکی تو وہ پھر کسی کی بھی نہ بن سکے گی یہ میرے دل کی آواز تھی دو دن گزر گئے مگر گلناز کی مجھ سے ملاقات نہ ہو سکی تو میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ اے میرے خدایا اگر تیری ذات پاک نے مجھے اتنا قریب رکھ کر دوری دکھائی تھی تو پھر مجھے اتنا قریب کیوں کیا تھا دور ہی رہنے دیا ہوتا میرے دل میں ایک قسم کا خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ گلناز کنول میرے ساتھ بے وفائی کر گئی ہے اگر اس نے بے وفائی نہ کی ہوتی تو مجھے ضرور ملنے آتی میرا دل کہتا کہ نہیں گلناز کنول نے تیرے ساتھ بے وفائی نہیں کی اگر وہ تیرے ساتھ بے وفائی کر جاتی تو تجھے خط کیوں لکھتی پھر دل کہتا کہ اگر وہ سچی ہے تو میرا سامنا کیوں نہیں کرتی پھر جب دوسرا دن بھی گزر گیا تو شک یقین میں بدل گیا کہ واقعی گلناز کنول بے وفا ہو گئی ہے ورنہ وہ روز میرے ساتھ ملاقات کرتی حالانکہ اسے پتہ چل گیا تھا کہ جاوید آیا ہے لیکن وہ پھر بھی میرے پاس ملاقات کرنے کے لیے نہ آئی پھر میں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا کاش میں اس وقت دل کی بات مان لیتا اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھتا تو اتنی جلدی اس کی طرف قدم نہ بڑھاتا تو یہ دن مجھے نہ دیکھنا پڑتا جس کی وجہ سے آج میں جل رہا ہوں اور اس کی یادوں کے سہارے جی رہا ہوں شاید وہ کسی اور کی بن گئی ہے واقعی برباد محبت میں آنسو بہانے کے علاوہ کیا ملتا ہے میرا دل بھی گلناز کنول کی بے وفائی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کس وجہ سے میرا سامنا نہیں کر رہی ہے بلکہ وہ دور رہنا چاہتی ہے کہ اچانک فرحانہ نے آ کر کہا جاوید بھائی گلناز کنول آپ سے ملنے کے لیے آئی ہے جب میں کمرے میں گیا تو اسے دیکھ کر میرے دل کی دھڑکن تیز سی ہو گئی پھر وہ خاموشی سے میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی مجھے ایسا لگا جیسے کہہ رہی ہو۔

ریت کی طرح ساحل پہ بکھر جاؤں گی
نام یوں دنیا میں اپنا کر جاؤں گی
بھول گئی ہوں واپسی کے سب راستے
کیسے اب لوٹ کے گھر جاؤں گی
ڈھونڈتی رہتی ہیں آنکھیں تم کو
نہ مل پائے تو مر جاؤں گی
تم ساتھ ہو تو لگے سویرا مجھ کو
ورنہ دنیا کے اندھیروں سے ڈر جاؤں گی
آنکھیں آئینہ ہیں تیری میرے لیے
ان میں جھانکوں گی تو سنور جاؤں گی
تیرا اشارہ ہو تو جاں لٹا دوں گی
بن کے راکھ تیری راہوں میں بکھر جاؤں گی

پھر میں نے خاموشی کے سکوت کو توڑا اور کہا سناؤ گلناز کنول کیسی ہو جاوید جی جیسی بھی ہوں تیرے سامنے ہوں پھر گلے شکوے ہوتے رہے کیا کیا بات ہے کیا مجھ سے ناراض ہو مجھے دو دن ہو گئے یہاں آئے ہوئے مگر تم مجھے ایک بار بھی نہیں ملی ہو جاوید جی ناراضگی کی تو کوئی بات نہیں ہے دراصل جب سے آپ آئے ہیں گھر والوں نے اس دن سے مجھ پر کڑی نظر رکھنی شروع کر دی ہے میری امی ہر وقت میرے ساتھ میرے سائے کی طرح رہتی ہیں مجھے تو آپ کے آنے کا اسی دن پتہ چل گیا تھا لیکن ملاقات کا کوئی موقع ہی نہیں مل رہا تھا آپ کے آنے کی جتنی خوشی مجھے ہے شاید کسی اور کو نہ ہو جاوید جی آج بھی بڑی مشکل سے اپنے پیار کا دیدار کرنے آئی ہوں پھر باتوں باتوں میں گلناز کنول نے بتایا جاوید جی آپکے جانے کے بعد میرے گھر والوں نے منگنی خالہ جمیلہ کے بیٹے نقاش سے کر دی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں یہ کہتے ہوئے وہ رو دی میری بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے کہ ایسے بھی ظالم والدین ہوتے ہیں جو اپنی انا کی تسکین کے لیے اولاد پھر اس طرح ظلم کرتے ہیں کیا ایسے لوگ ماں باپ کہلوانے کے حق دار ہیں کہ جنہیں اپنی اولاد کی خوشی عزیز نہیں

ہوتی بلکہ اس بات کو وہ اپنی توہین سمجھتے ہیں اور اپنی اس توہین کا بدلہ ظلم اور تشدد کر کے لیتے ہیں پھر میں نے گلناز کنول کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا بیگ دیکھا جس میں اس نے اپنے کپڑے اور زیورات رکھے تھے جو اس کے گھر والوں نے اس کی شادی کے لیے تیار کر کے رکھے تھے جب میں نے دیکھا کہ اس کے پاس بیگ ہے تو حیران ہوا اور اس سے پوچھ ہی لیا۔ گلناز کنول میرے لیے کیا چیز لائی ہو جو بیگ میں رکھی ہوئی ہے تو جواب میں وہ کہنے لگی جاوید جی اس میں میرے کپڑے اور زیورات ہیں یہ کیوں لائی ہو اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ جانے کے لیے بالکل تیار ہو کر آئی ہوں جاوید جی ہم ایسے وقت میں جانا چاہتے ہیں کہ یہ ظالم اور انا پرست دنیا والے ہم کو جاتا ہوا بھی نہ دیکھ لیں جاوید جی پلیز جلدی کرو پھر میں نے گلناز کنول کو سمجھاتے ہوئے کہا گلناز کنول جو فیصلے جذبات میں آ کر کیے جاتے ہیں ان کا انجام ٹھیک نہیں ہوتا دوسرا اس میں ہمارے والدین کی بھی بے عزتی ہے ایسا کرنے سے والدین کی شفاف پیشانی پر رسوائی اور بدنامی کا داغ لگ جائے گا اور ہم وہ بات ہی کیوں کریں جس سے ہمارے والدین کی عزت پر حرف آئے اور ان کی بے عزتی کا باعث ہو اس طرح تو توہین کی عزت خاک میں مل جائے گی میرے بار بار سمجھانے پر بھی وہ اپنی بات پر ڈٹی رہی اور اپنے فیصلے کو بدلنے کے لیے بالکل تیار نہ تھی پھر کہنے لگی جاوید جی میں ایک عورت ہو کر بھی آپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو کر آئی ہوں اور آپ ایک مرد ہو کر بھی میرا ساتھ نہیں دے رہے اور ڈر رہے ہیں میں نے کہا گلناز کنول بات ڈرنے کی نہیں بلکہ اپنے والدین کی عزت کی ہے جاوید جی کچھ بھی ہو جائے میں ساتھ ضرور جاؤں گی گلناز کنول نے منتیں کرتے ہوئے کہا لیکن گلناز کنول ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو تو سہی کہ ہمارے والدین پر کیا بیتے گی لوگ ان کو کیا کہیں گے جاوید جی پلیز یہاں کسی کی زندگی کا اور موت کا مسئلہ ہے اور آپ والدین کی رٹ لگا رہے ہیں آپ کے جانے کے بعد ایک تو مجھے جدائی کی آگ میں جلنا پڑتا ہے دوسرا یہ ڈر ہے کہ کہیں میرے والدین جلد شادی نہ کر دیں اور پھر میں تیار بھی اس وجہ سے ہو کر آئی ہوں جاوید جی جو پیار میں نے آپ سے کیا ہے وہ بالکل سچا پیار کیا ہے اور مرتے دم تک اس طرح پوجا کرتی رہوں گی آخر کار کافی جدوجہد کے بعد میں نے گلناز کنول کو ایک بات پر راضی کر ہی لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور لے کر جاؤں گا لیکن پہلے مجھے کوئی انتظار تو کر لینے دو جب انتظام ہو جائے گا تو پھر میں تمہیں آ کر لے جاؤں گا وہ اس بات پر رضامند ہو گئی اور کہا ٹھیک ہے جاوید جی پہلے انتظام کر لو پھر لے جانا میں آپ کا انتظار کروں گی پھر وہ ٹکٹکی لگائے مجھے دیکھنے لگی مجھے ایسے لگا جیسے کہہ رہی ہو۔

کہانی پیار کی تم کو سنانا چاہتی ہوں
تیرے گھر کو ان ہاتھوں سے سجانا چاہتی ہوں
میری قسمت میں شاید تو نہیں ہے پھر بھی جاوید جی
میں وعدے سب وفاؤں کے نبھانا چاہتی ہوں
خوشی مجھ سے گریزاں ہے پھر بھی میری جان
خزاں کی رت میں بھی پھول کھلانا چاہتی ہوں
ذرا سی دیر کو سمجھو میری جاں میں تیری ہوں
میں دل کو اس حسین دھوکے میں لانا چاہتی ہوں
چھلک آئی ہیں آنکھیں تیرے دکھ کو یاد کر کے
تیرے آنسو میں ہونٹوں سے چرانا چاہتی ہوں
ستم ہے مجھ سے سب کچھ چھن گیا لیکن میں اب بھی
تمہارے خواب آنکھوں میں بسانا چاہتی ہوں
میری ساری ریاضت رائیگاں جائے گی لیکن
محبت صرف تم سے ہے بتانا چاہتی ہوں

پھر وہ اٹھی اور میری آنکھوں کو چوم کر خاموشی سے چلی گئی میں نے دل میں سوچا کہ اگر اس کی یہی

خواہش ہے تو میں اس کی یہ خواہش ضرور پوری کروں گا لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ موت اپنے بازو کھول کر اسے اپنی طرف بلا رہی ہے اور میرے چلے جانے کے بعد ہی سب کچھ ہو جائے گا جس کے متعلق میں نے کبھی سوچا تک نہ تھا یوں ہوا کہ میرے آنے کے دس دن کے بعد گلناز کنول کے گھر والوں نے اس کی شادی کی تیاری شروع کر دی اور پھر ایک ماہ کے بعد مجھے میرے دوست اشرف نے فون پر اطلاع دی کہ آج گلناز کنول نے خودکشی کر لی ہے کیونکہ پرسوں اس کی بارات آنے والی تھی یہ سنتے ہی ریسیور میرے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور میں چیخ اٹھا نہیں وہ مر نہیں سکتی وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گی میں اس وقت اشرف کے گاؤں چلا گیا اور راستے میں ہی گلناز کنول کا جنازہ جا رہا تھا اس وقت میری کیا حالت تھی وہ دل والے ہی جان سکتے ہیں دور کہیں سے آواز آ رہی تھی۔

جگر چھلنی ہے دل گھبرا رہا ہے
محبت کا جنازہ جا رہا ہے

واقعی میری گلناز کنول نے خودکشی کر لی تھی اور اپنی محبت کو سچ کر دکھایا تھا میرے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو نبھا دیا تھا اور اپنے والدین کی آرزوؤں کی بھینٹ چڑھ گئی تھی اور پھر جھوٹی انا والوں نے اپنے دل کو تسکین دینے کے لیے ایک بے گناہ کو ناکردہ گناہ کی سزا دے کر قبر میں اتار دیا تھا اور پھر ان کی جھوٹی انا کو بھی تسکین آ گئی تھی مگر میرے دل میں سوئیاں سی چبھنے لگی تھیں سر زور زور سے چکرانے لگا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے زمین پھٹ جائے گی اور میں اس میں سما جاؤں گی جی چاہا کہ دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مر جاؤں اپنے آپ کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دوں اپنے آپ کو شوٹ کر لوں مگر میں کچھ بھی نہ کر سکا اس طرح تڑپتے تڑپتے شام ہو گئی اور میں گلناز کنول کی قبر پر چلا گیا مجھے ایسا لگا جیسے گلناز کنول کہہ رہی ہو جاوید جی محبت کے پھول زخموں کی پیداوار ہوتے ہیں یہ ایک ہلکی ہلکی آنچ ہوتی ہے جو زخموں کو جلائے رکھتی ہے محبت تو دیوالی کی وہ شام ہے جس میں چراغ ہمیشہ جلتے ہیں یہ تو من کے سلگتے ستار کا ایک گیت ہے محبت تو سوکھے اور لرزتے پتوں کی خدائی ہے یہ تو بے کسوں اور دل کے غلاموں کی دھرتی ہے اداس وادی ہے یہاں تو پھول پھول جلتا ہے یہاں تو لمحے لمحے کو آگ لگی رہتی ہے یہ تو جلتے ہوئے صحراؤں کی دھرتی ہے جہاں ساون کبھی نہیں اترا جہاں سے برستے بادل کبھی نہیں گزرے یہاں امید کے سورج کبھی طلوع نہیں ہوئے یہاں روشنیاں کبھی سہارا نہیں بنتی لوٹ جاؤ میرے جاوید جی لوٹ جاؤ تمہیں زندہ رہنا ہے تم بہار کی خوشبو ہو تمہاری خوبصورت آنکھوں کے دیئے ہمیشہ روشن رہیں ان کی خوبصورت کبھی ماند نہ پڑے موت کی اس وادی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی لوٹ جاؤ بیشتر اس کے کہ محبت کے تپتے صحراؤں کی گرم فضاؤں میں تمہاری پرواز کھو جائے میں اس بنجر زمین کو تمہارے خون سے سیراب نہیں ہونے دوں گی جاوید جی میں تو تمہاری نہ بن سکی مگر میری خواہش ہے کہ آپ کسی مظلوم اور بے سہارا لڑکی سے شادی ضرور کر لینا نہیں تو میری روح یہاں بھی بے چین رہے گی امید ہے میری خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ضرور میری خواہش کا احترام کریں گے۔ خدا حافظ

واقعی مرنے والوں کے ساتھ کوئی مرتا تو نہیں ہے لیکن ان کی باتیں ان کی یادیں دل میں کچھ اس طرح گھر کر لیتی ہیں کہ وہ پھر جسم کا ایک حصہ بن جاتا ہے میں آج پھر اس بھری دنیا میں اپنے زندہ لاشے کو لیے پھرتا ہوں اکیلا ہی جل رہا ہوں اکیلا ہی اداس ہوں اب مجھے جینے کی تمنا نہیں ہے کیونکہ میں دوبارہ پیار کی بازی ہار چکا ہوں جو آدمی میری طرح پیار میں

ہار جائے تو اس کا جینے کو جی نہیں کرتا میری قسمت میں میرے مقدر میں یہی لکھا تھا اب میں جب بھی اداس ہوتا ہوں تنہائیوں سے گھبراتا ہوں اور گلناز کنول کی یادیں مجھے تڑپاتیں ہیں تو میں اس کی آخری آرام گاہ پر چلا جاتا ہوں اور اسے آنسوؤں کے نذرانے پیش کرتا ہوں کیونکہ اب میرے پاس آنسوؤں کے سوا رہ بھی کیا گیا ہے پھر میں قبر پر بیٹھ کر تلاوت کرتا ہوں اور واپس آ جاتا ہوں اب گلناز کنول کی جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی میری عجیب سی کیفیت ہوگئی ہر وقت پریشانیاں سوچیں اور اداسیاں تھیں زندگی بالکل بے رنگ سی ہوگئی تھی ادھر گلناز کنول نے کہا تھا جاوید جی کسی بے سہارا لڑکی سے شادی ضرور کر لینا ورنہ میری روح یہاں بھی بے چین رہے گی آخر کار میں نے ہمت کی ایک بار پھر میں نے ایک کوشش کی اپنے اندر کے درد کو کہانی کی شکل میں باہر نکالا نام تھا دل کی ویران بستی جب یہ کہانی شائع ہوگئی تو ایک بار پھر چاہنے والوں نے میرے درد کو اپنا درد تسلیم کیا اور محبتوں کے ڈھیر لگا دیئے پھر ایک لڑکی ملی جس کا نام طاہرہ تھا وہ سوتیلی ماں کے سائے میں پل کر جوان ہوئی تھی بہت پیاری تھی خوبصورت بھی تھی مگر تھی بہت ہی دکھی مجھے گلناز کنول کی خواہش کو پورا کرنے والی لڑکی مل گئی تھی بہت ہی کم عرصہ میں ہم دور بہت ہی دور نکل گئے تھے پھر میں نے اپنے ایک دوست کو طاہرہ کے گھر اپنے رشتے کی بات کرنے کے لیے بھیجا تو معمولی سی جدوجہد کے بعد بات پکی ہوگئی ساتھ ہی شادی کی تاریخ بھی مقرر ہوگئی 14 اگست 1996ء کو ہماری شادی بالکل سادگی سے ہو گئی میں نے نہ کوئی جہیز کا مطالبہ رکھا تھا اور نہ ہی کوئی شرط بس تین کپڑوں میں میں نے طاہرہ کو اپنی دلہن بنا کر گھر لے آیا تھا گھر میں آج خوب رونق تھی میری والدہ نے طاہرہ کو اپنی بیٹی سے بڑھ کر پیار کیا تھا آج ہماری سہاگ رات تھی خوش نصیب ہیں وہ جنہیں اپنی زندگی میں یہ انمول رات میسر آتی ہے مرد تو خیر اس رات کا انتظار کرتے ہی ہوں گے مگر عورت کی زندگی میں یہ رات ایک یادگار حیثیت رکھتی ہے اسی رات کے ہر لڑکی اپنی جوانی میں سنہرے خواب دیکھتی ہے اور جس لڑکی کو اپنی جوانی میں یہ رات میسر آ جائے وہ اپنی اس خوش نصیبی پر بقیہ تمام عمر نازاں رہتی ہے عورت ہر بات کو بھول سکتی ہے مگر سہاگ رات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی میری اور طاہرہ کی سہاگ رات آن پہنچی تھی۔

پھولوں کی لڑیوں سے سجی سجائی مسہری کے وسط میں وہ گھونگھٹ نکالے بیٹھی تھی جب میں نے دروازہ کھول کر قدم اندر رکھا میری آہٹ پا کر وہ اپنی جگہ پر اور زیادہ سمٹ گئی تھی میں آگے بڑھ کر اس کے پاس بیٹھ گیا بڑا بھروسہ تھا مجھے اپنی مردانگی پر اور قوت اعصاب پر لیکن نہ جانے کیوں اس وقت میرا دل کانپ رہا تھا اس کی دھڑکن تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی حالانکہ یہ وہی طاہرہ تھی جس کے پاس بیٹھ کر میں گھنٹوں باتیں کرتا تھا اور کسی قسم کی کوئی جھجک محسوس نہ ہوتی تھی مگر یہ طاہرہ تھی جو اس وقت میرے سامنے لال غرارے میں ملبوس دلہن بنی بیٹھی تھی مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے آج میں مدتوں کے بعد طاہرہ سے مل رہا ہوں دل کی بے چینی اور اس سے جلد ملنے کی تڑپ دوچند ہو رہی تھی بے تابیاں بے قراریاں اور بے چینیاں جب اپنے عروج پر پہنچ گئیں اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کا گھونگھٹ یک دم الٹ ڈالا اُف کتنی خوبصورت لگ رہی تھی وہ آج اور کیسا جوبن آیا ہوا تھا اس پر میں اس کے چہرے کے حسن کی چکا چوند کو اپنی آنکھوں میں سمونے کی کوشش کرتا رہا آخر کار میری قوت گویائی زیادہ دیر تک زبان کی بندش کو قبول نہ کر سکی اور میرے منہ سے یہ الفاظ خود بخود پھسلتے چلے گئے آج تو چاند زمین پر اتر آیا ہے اس کے چہرے کی

سرخ و سفید رنگت مزید گہری ہوگئی آنکھوں میں شرم و حیا کے ڈورے تیرنے لگے اس کی گردن نیچے کی طرف جھکتی چلی گئی چند لمحوں کے لیے اس کے نرم و نازک ہونٹ پھڑ پھڑائے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو مگر شاید موقع کی مناسبت سے الفاظ اس کی زبان کا ساتھ نہ دے رہے تھے میں نے پھر کہا کوئی جواب نہیں دیا کیا جواب نہیں دو گی میں جواب کے انتظار کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے کا بغور جائزہ لینے لگا جہاں پر شرم و حیا اور پاکبازی کے شبنمی قطرے بکھرے ہوئے تھے عورت شرم و حیا کا لبادہ اوڑھ کر کتنی خوبصورت دلکش جاذب نظر اور مقدس نظر آتی ہے شرم و حیا اس کا زیور ہے میں تمہارے جواب کا انتظار کر رہا ہوں اس بار اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اوپر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور ٹھہر ٹھہر کر بولی زمین پر چاند اترتے آپ نے دیکھا ہے میں کیا جواب دوں یہ کہتے ہوئے اس کے دلکش ہونٹ خوبصورت مسکراہٹ بکھیرنے لگے اس وقت اس سے باتیں کر کے بڑا مزہ آ رہا تھا پھر وہ کہنے لگی کہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور میں سونے لگی ہوں تاہم جب میں نے دیکھا تو وہ سچ مچ بستر پر لیٹ گئی تھی اور اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں تو میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر سوائے ٹیبل لیمپ کے باقی تمام لائٹس کا سوئچ آف کر دیا اس نے اپنی بند آنکھیں فوراً کھول دیں اور میری طرف خمار آلود نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر دیکھتے ہی دیکھتے کمرے کی فضا میں گرم گرم سانسوں کی مہک رچ بس گئی زندگی بڑی حسین ہوگئی تھی طاہرہ نے اپنی محبت چاہت اور خلوص کی آمیزش سے نئے نئے رنگ بھر دیئے تھے وہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہتی تھی شادی سے پہلے کا ہمارا وہ عرصہ محبت کا دورانیہ کہلاتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ محبت اندھی ہوا کرتی ہے محبت انسان کے بہت سے عیوب اور کمزوریوں پر پردہ ڈالے رکھتی ہے محبوب کی شخصیت میں سب ہی اچھا لگتا ہے اس کی خوبیاں بھی پیاری لگتی ہیں اور اس کی خامیوں کو بھی بعض اوقاف نہ صرف پسند کیا جاتا ہے بلکہ انہیں محبوب کی ادا سمجھ کر دل و جان سے قبول کیا جاتا ہے تاہم شادی کے بعد جب وہی محبوبہ بیوی بن جاتی ہے تو اس کی ذات کے وہ پہلو بھی سامنے آتے ہیں جن کی تپش یا ٹھنڈک سے فریق ثانی اب تک لاعلم ہوتا ہے اسی طرح وقت گزرتا رہا اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی اور میری والدہ محترمہ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے 22 اگست 1997ء کو ایک خوبصورت بیٹے سے نوازہ بیٹے کی پیدائش پر گھر میں مزید رونق آ گئی تھی طاہرہ بھی بڑی خوش تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گود میں ایک خوبصورت پھول کھلا دیا تھا بیٹے کا نام محمد باسط جاوید رکھا گیا وقت ہنسی خوشی گزرتا رہا اللہ کی خاص رحمت مجھ پر برس رہی تھی کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ تھی پھر اچانک طاہرہ کے رویے میں کچھ تبدیلی آنے لگی میں نے محسوس کیا کہ جیسے کسی کی نظر بد لگ گئی ہے گھر میں نوک جھونک شروع ہوگئی ابھی میرے بیٹے کی عمر بمشکل چھ ماہ ہوگئی کہ طاہرہ مجھ سے لڑ جھگڑ کر بچے کو چھوڑ کر اپنے میکے چلی گئی میں بہت حیران اور پریشان ہوا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے خیر اس کے باپ نے اسے سمجھا کے واپس گھر بھیج دیا وقت گزرتا رہا اس دوران میرے دو بیٹے تین بیٹیاں پیدا ہو چکی تھیں حالات دن بدن کشیدگی کی طرف بڑھ رہے تھے میاں بیوی والا رشتہ بھی کم ہوتا چلا جا رہا تھا میں بہت حیران و پریشان تھا اور سوچ رہا تھا کہ میاں بیوی ایک گاڑی کے دو پہیے مانے جاتے ہیں زندگی کے سفر پر ساتھ ساتھ چلتے ہوئے یہ گاڑی منزل مقصود تک پہنچتی ہے زندگی میں کئی نشیب و فراز آتے ہیں کئی خطرناک موڑ کئی خطرناک گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے کئی پرخطر راستے آتے ہیں لیکن گاڑی کے پہیے مضبوط ہوں تو سفر بخیر و خوبی آسانی سے

آسانی کے ساتھ کٹ جاتا ہے لیکن زندگی کی شاہراہ پر اگر ایک پہیہ ٹوٹ جائے تو پھر زندگی اجیرن اذیت ناک اور دشوار ہو جاتی ہے ایک پہیے کے بغیر تو گاڑی کا چلنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے خصوصاً مرد کی سرپرستی کے بغیر عورت بھری دنیا میں بے سہارا اور اکیلی ہو جاتی ہے اسے طرح طرح کی نظروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے شوہر کے بغیر ضروریات زندگی پوری کرنا مشکل اور دشوار گزار ہو جاتا ہے شوہر سے جھگڑ کر جانے والی عورت نہ سر اٹھا کر چل سکتی ہے نہ اچھا پہن سکتی ہے مسکراہٹ خوشی خود اعتمادی سربلندی فخر سب کچھ چھن جاتا ہے تنہائی اور بے آسرا پن بے یار و مددگاری اس عورت سے جوڑ دیئے جاتے ہیں ہمدردی کرنے کی بجائے لوگ اس پر انگلیاں اٹھانے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں ہماری ازدواجی زندگی بہت ہی اچھی گزر رہی تھی ہمیں دنیا کی کسی چیز کی کمی نہ تھی سب کچھ ہمارے پاس تھا مگر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ہم دونوں کے کمزور پہلو اور خامیاں ایک دوسرے پر عیاں ہونے لگیں۔

طاہرہ ایک اچھی بیوی تھی مگر...... مگر اس میں ایک کمزوری بہت بڑی تھی کہ وہ شک کرنے کی عادت میں مبتلا تھی بس اسی وجہ سے ہمارے درمیان دونوں میاں بیوی کے درمیان اعتماد کی دیوار میں دراڑ آنے لگی ہم ذہنی کھچاؤ کا شکار رہنے لگے طاہرہ کی کچھ ایسی باتیں بھی سامنے آئیں جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ ذہنی تناؤ ایک ناسور کی شکل اختیار کر کے ہم دونوں کی زندگی میں زہر گھولنے لگا بات بڑھتے بڑھتے نوک جھونک کی شکل اختیار کر گئی ہم دونوں ایک دوسرے سے نہ صرف کھنچے کھنچے رہنے لگے بلکہ ہر وقت گھر میں لڑائیاں رہنے لگیں غرض کہ ہمارا گھر گویا میدان جنگ بن گیا اور ایک دن تو حد ہی ہو گئی طاہری ہاتھا پائی پر اتر آئی اس نے مجھے بے شمار گالیاں دیں پھر وہ ایک خون خوار شیرنی کی طرح آگے بڑھی میں بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا اس نے میرا چہرہ لہولہان کر دیا پھر وہ چلاتی ہوئی بولی مجھے طلاق چاہیے تم سے ابھی اور اسی وقت مجھے طلاق دے دو میں بھی اپنے ہوش حواس کھو چکا تھا اور یہ توہین آمیز سلوک میری برداشت سے باہر ہو رہا تھا ادھر طاہرہ کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اور وہ بار بار یہی رٹ لگائے جا رہی تھی کہ مجھے طلاق دے دو میں تمہارے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں رہنا چاہتی مجھے طلاق چاہیے ابھی اور اسی وقت اگر مرد ہو تو...... اس وقت میری برداشت سے سب کچھ باہر ہو گیا تھا غصے سے میری آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں جی چاہتا تھا کہ اس کے دانت توڑ دوں مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دوں مگر میں نے صبر سے کام لیا معصوم بچوں کا مستقبل میرے سامنے گھوم رہا تھا اور پھر طلاق کا لفظ ادا کرنا میرے بس سے سب کچھ باہر تھا میں نے پڑھا تھا کہ شادی کرو مگر طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش الٰہی کا پایہ ہلتا ہے۔ میں طاہرہ کی سب زیادتیاں برداشت کر گیا میرا گھریلو ماحول میں سانس لینا بھی دوبھر ہو گیا تھا میں عجیب الجھن میں گرفتار ہو گیا تھا آخر کروں تو کیا کروں میں سوچتا یا اللہ لوگ تو شادی کرنے کے بعد خوشی کی زندگی گزارتے ہیں اور میں ہوں کہ ایک دن بھی سکھ اور چین نصیب نہیں ہوا طاہرہ بچوں کو چھوڑ کر جا چکی تھی میرا گھر اجڑ چکا تھا میرے لیے دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔

میرے خوابوں کی دنیا ادھوری رہ گئی تھی شادی سے پہلے جو خوشیوں کا تاج محل تعمیر کیا تھا وہ دھڑام سے زمین پر گر کر چکنا چور ہو چکا تھا اب صرف کرچیاں باقی تھیں جو دل کو چھلنی کر رہی تھیں مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں کدھر جاؤں کون سا طریقہ اختیار کروں کہ گھریلو حالات ٹھیک ہو جائیں مگر کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی میری زندگی سے دلچسپی ختم ہو گئی تھی دوست احباب پوچھتے کہ

تمہیں کیا ہو گیا ہے مگر میں کیا جواب دیتا گھر کی ہر چیز مجھے ناگن کی طرح ڈسنے لگی تھی پھر میں سوچنے لگا کہ یہ عورت بھی کیا چیز ہے اس کے دل کی گہرائی کو کوئی نہیں جا سکا اور شاید کبھی نہ جان سکے وہ کیا سوچتی ہے اور کس طرح سوچتی ہے صرف اس کو معلوم ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ جس سے نفرت کرتی ہے جس کے خون کی پیاسی ہو اس کے لیے دل میں ایسے جذبات بھی رکھتی ہو یا جس کے ساتھ ہنستی بولتی ہو جس سے محبت جتاتی ہو اور جیسے زندگی کا ساتھی بنانے پر بھی آمادہ ہو جائے اس سے واقعی محبت کرتی ہو عورت ایک بند کتاب ہے اسے آج تک کوئی بھی نہیں پڑھ سکا کیونکہ عورت کا دل ایک گورکھ دھندہ ہے کب کیا ہو جائے کسی کو کیا معلوم قدرت نے جو پیار و محبت کے رشتے عورت کی محبت کی بنیاد پر قائم کر کے زمین پر اتارے ہماری پوری زندگی انہی کے گرد گھومتی ہے عورت کو زمین پر کائنات میں رنگ بھرنے کے لیے اتارا گیا ادھوری اور نامکمل کو مکمل کرنے کے لیے فطرت نے مہر و حجت کے لطیف جذبے اس کے وجود میں بھر کے اپنی محبت و مہربانی کا عکس دکھایا الطاف حسین حالی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ انتہائی نرم خو ہمدرد، غمگسار شفیق اور مہربان اور بہت ہی سادہ لوح انسان تھے یہ بالکل درست ہے کیونکہ یہ ان کی سادگی ہی تو تھی کہ وہ چشم سادہ سے عورت کے ظاہری روپ کو سراہ بیٹھے اور ان کے ایسے ایسے اوصاف گنوا بیٹھے جن کا شاید انہیں بھی علم نہیں تھا اگر تھا بھی تو شاید وہ اس کا اظہار نہیں جانتے تھے اس وجہ سے میرے خیال میں الطاف حسین حالی کو یہ خیال آیا ہو گا کہ عورت کی تعریف کی جائے اس کی فطرت عزت و توقیر کا احساس جگایا جائے اسے خراج تحسین پیش کیا جائے بقول اقبال۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ یہ وہ اعزاز ہے جو صنف نازک کو رب جلیل کی جانب سے عطا ہوا الطاف حسین حالی نے اپنی دانست میں اپنے آپ سے لاعلم اپنے عہد کی عورت کی توجہ اس اعزاز کی جانب مبذول کروائی کہ عورت ماں، بہن، بیٹی، بیوی کی حیثیت سے اعلیٰ مقام پر فائز ہے دنیا کی رونق عورت ہی کی بدولت ہے واقعی عورت اگر ماں ہے تو قدموں تلے جنت کی بشارت خدا نے دی ہے عورت اگر بہن ہے تو غیرت بن جاتی ہے عورت اگر بیٹی ہے تو رحمت بن جاتی ہے عورت اگر بیوی ہے تو عزت بن جاتی ہے پیکر وفا بن جاتی ہے نیکی پاک دامنی شرم و حیا ہمدردی و غمگساری کے خمیر سے گندی عورت معاشرے کا وقار اور قوموں کا فخر ہوتی ہے مگر اقبال اور حالی کو اپنی سادہ فطرت کے باعث یہ علم نہیں تھا کہ یہ تعریف یہ اعزاز آنے والے دنوں میں پامال ہو گا ان کا بیان تاسف ندامت سے سر جھکا لے گا ان کے لکھے ہوئے لفظوں کی تاثیر و توقیر میں فرق آ جائے گا آج وہی دور ہے ضمیر سوال کرتا ہے کہ کیا اخبارات کا دل ہلا دینے والا موضوع بننے والی عورت وہی عورت ہے جس کا تذکرہ اکثر حوالوں میں ملتا ہے یہ وہی عورت ہے جو ماں بن کر اپنے ہی بچے مار دیتی ہے ساس بن کر بہو کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے بیوی بن کر عزت و ناموس کی دھجیاں بکھیر دیتی ہے کہیں حسن و رقابت کی آگ میں جل کر خون کی ہولی کھیلتی ہے معمولی سی رنجش کی خاطر معصوم بچوں کو پانی کی وحشت ناکیوں کے حوالے کر دیتی ہے کہیں چھوٹے سے لالچ میں اندھی ہو کر چہروں کو تیزاب سے بدنما بنا دیتی ہے اور کہیں اپنی ہوس اور خود غرضی کی خاطر اپنی ہی جنس کا گھر قدموں تلے روند ڈالتی ہے کسی کی آہوں اور سسکیوں پر اپنے مفاد کے محل تعمیر کرتی ہے میرا خیال ہے یہ وہ عورت ہرگز نہیں جو حالی کے تصور خیال سے نکل کر لفظوں میں ڈھلی اقبال کے حسین تخیل سے نکل کر قرطاس کی زینت بنی آج اگر اقبال اور حالی زندہ ہوتے تو شاید اپنے لکھے

ہوئے الفاظ خود ہی اپنے ہاتھوں سے مٹا دیتے کیونکہ آج کے جدید دور میں عورت کا یہ بھیانک روپ دیکھ کر دل تڑپ اٹھتا ہے تیزاب سے جھلنے والی عورت جب اذیت ناک لمحوں سے گزرتی ہے تو کون سا دل ہے جو قرب سے نہیں گزرتا کون سی آنکھ ہے جو نم نہیں ہوتی معصوم بچیوں کے جنازے اٹھیں تو کون سسکیاں روک سکتا ہے معصوم بچیوں کو چند روپوں کے بدلے برباد کر دینے والی عورت سے کون ہے جو نفرت نہیں کرتا آج کی عورت اپنے اوصاف یکسر بھول گئی ہے کون سے عوامل ہیں کون سے محرکات ہیں جس کی وجہ سے عورت اپنے فطری روپ سے بے بہرہ ہو گئی ہے دکھ تو اس بات کا ہے کہ عورت اپنے ظلم کا شکار بھی اپنی ہی ہم جنس اپنے ہی گھر کو کرتی ہے اپنے مد مقابل کو اذیت دینے کے لیے اس کے معصوم بچوں کو قتل کرتی ہے اس کے وہ ہاتھ جو ممتا بھرے لمس سے تھپک تھپک کر بچوں کو سلا دینے کے لیے بنائے گئے تھے وہی ہاتھ ننھے منے بچوں کو پانی کی سرکش لہروں کے حوالے کر دیں محبت کے ہلکورے کھانے والی عورت کسی سے نفرت کیسے کر سکتی ہے کس کا گھر کیسے تباہ کر سکتی ہے کیسے اجاڑ سکتی ہے کیسے قتل کر دیتی ہے کیسے دنگا فساد کرتی ہے واقعی عورت بے وفا قوم ہے یہ بدلتے وقت اور چلتے وقت ہر دور میں وفا سے نا آشنا رہتی ہے زندگی کے ہر موڑ پر دغا دیتی ہے فریب دیتی ہے قتل کرتی ہے لوگوں کو ایک دوسرے کا دشمن بناتی ہے واقعی آج کی عورت ایک ڈائن سے کم نہیں ہے۔

واقعی عورت نا قابل اعتبار ہے جو اس پر اعتبار یا اعتماد کرتا ہے وہی اس سے دھوکہ کھاتا ہے میں مانتا ہوں کہ ہاتھ کی پانچ انگلیاں برابر نہیں ہیں ایسے ہی ساری عورتیں بھی ایک جیسی نہیں ہیں مگر آج کے مادی دور میں اکثریت ایسی عورتوں کی ہے واقعی عورت اگر گھر سے ننگے سر نکلتی ہے تو فرشتے بھی اس پر لعنت ڈالنا شروع کر دیتے ہیں جہاں تک کہ وہ گھر واپس نہیں لوٹ آتی ہے مگر آج کی عورت پردے کی پرواہ کیے بغیر یوں سر عام اپنے جسم کی نمائش کرتی ہے جیسے وہ کوئی بڑا معرکہ سر کر رہی ہو یہ وہ عورت ہے جسے دنیا کی زینت کہا گیا ہے قوموں کی عزت کہا گیا ہے گھر کی شہزادیاں کہا گیا ہے نیکی کی تصویر عفت کی تدبیر کہا گیا ہے گھر بھر کی برکت کہا گیا ہے ایک قاتل سنگدل سفاک عورت کو تو در حقیقت عورت کہنا ہی عورت کی تذلیل ہے جب مہر و وفا کی دیویاں ہی انسانیت کا قتل کرنے لگیں تو وہ عورت کہاں رہی وہ تو سفاک قاتلانہ بن گئی۔ طاہرہ کیا گئی گویا دنیا بھر کی خوشیاں مجھ سے روٹھ گئیں میری حالت اس دوپٹے کی طرح تھی جسے خاردار جھاڑی پر پھینک کر پوری قوت سے کھینچ لیا ہو اور وہ تار تار ہو گیا ہو میری زندگی سے سکون کا نام ختم ہو گیا تھا پہروں گھر میں ہی بند رہتا معصوم بچوں پر نظر پڑتی تو طاہرہ کی صورت جھانکتی نظر آتی اور میرا کلیجہ چھلنی چھلنی ہو جاتا میری آنکھیں بے اختیار خون کے آنسو رونے لگتی نوالہ حلق سے اتارنا مشکل ہو جاتا میں لٹا لٹا سا اپنے دل کو ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا جیسے ویران اور بیابان جنگل میں یا ریت کے اٹے ہوئے صحرا میں کوئی اجنبی اپنی کھوئی ہوئی منزل تلاش کر رہا ہو میں وقت کے شہسوار کا رخ نہیں موڑ سکا تھا میری حالت اب پاگلوں جیسی ہو گئی تھی دن ویرانی میں گزرنے لگے طاہرہ جا چکی تھی کیونکہ اب وہ میری نہیں تھی اب اس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا وہ بے وفا ہو گئی تھی وہ سنگدل بن گئی تھی جس نے اپنے پھول جیسے بچے اپنے سے علیحدہ کر دیئے تو وہ میری بھی نہیں ہو سکتی تھی واقعی وفاداروں کے لیے تو جان بھی قربان کی جا سکتی ہے لیکن بے وفاؤں کے لیے تو ایک آنسو تک بہانا جائز نہیں طاہرہ بے وفا ہے میں کب تک اس کی یاد کو سینے سے لگائے رکھوں گا جس نے اٹھارہ سال کی طویل رفاقت کو پل

میں توڑ دیا بچوں کو چھوڑ دیا ان دنوں میری زندگی بڑی پھیکی پھیکی اداس اداس سی قہقہوں اور خوشیوں کے تاج محل سے کہیں دور ویرانوں میں بھٹکی ہوئی کانٹوں میں الجھی ہوئی یوں لگتا جیسے بہاریں مجھ سے ہمیشہ کے لیے روٹھ گئی ہیں زندگی کے چمن میں اب کوئی پھول نہیں مہکے گا خوشیوں نے مجھ سے دامن چھڑا لیا تھا میں اکھڑی ہوئی سانسوں کے سمندر میں جیسے ڈوب کر رہ گیا تھا بے وفائی اور نفرت یہ دو الفاظ بڑے معمولی نوعیت کے ہیں لیکن انہی دو الفاظ کی حقیقت نے میرے وجود کی جڑیں تک ہلا کر رکھ دی تھیں انسان جیسے دل و جان سے چاہے جیسے اپنی زندگی اپنی روح اپنا سب کچھ قرار دے چکا ہو وہی آنکھیں پھیرے اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے تو پھر نفرت جنم لیتی ہے وفا کے بدلے بے وفائی ملے تو پھر وفا نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے طاہرہ مجھ سے نظریں پھیر چکی تھی وہ بے وفا ہو چکی تھی انسان ہر بات برداشت کر سکتا ہے مگر بیوی کی بے وفائی برداشت نہیں کر سکتا۔ شوہر جو بیوی کا مجازی خدا ہوتا ہے اگر خدا کے بعد کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو بیوی کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے مجازی خدا خاوند کو سجدہ کرے مگر تم نے...... تم نے مجھے کوئی وقعت کوئی اہمیت نہ دی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کس کے اشاروں پر ناچتی رہی ہو ادھر میں سلگتا رہا تڑپتا رہا جلتا رہا تمہاری یاد میں پاگل ہو گیا تمہیں آوازیں دیتا رہا اور کہتا رہا طاہرہ اب بھی وقت ہے وقت کو ہاتھوں سے نہ نکالو مگر تمہارے کان پر جوں تک نہ رینگی میں نے تمہاری منت کی تمہارے پاؤں کو ہاتھ لگایا معصوم بچوں کا واسطہ دیا مگر تم نے مجھے بری طرح دھتکار دیا تھا تم میری بے عزتی کرتی رہی میں خاموش رہا میں سوچتا ہوں کہ تم نے اپنی گود سے پانچ معصوم بچوں کو کیسے جدا کر دیا کیا اس وقت تمہارا کلیجہ کیوں نہ پھٹ گیا تمہارا دل حلق سے باہر کیوں نہ آ گیا آخر کس دل گردے سے تم نے بچوں کو اپنے آپ سے جدا کیا ہو گا واقعی تم ظالم ہو۔

طاہرہ ایک ظالم ترین ماں اور ایک بے وفا بیوی تمہاری بچیاں اب جوان ہو رہی ہیں کل کو ان کو پیا کے دیس بھی جانا پڑے گا جب سکھیاں ان کو مہندی لگا کر سہاگ کے گیت گا رہی ہوں گی اور تمہاری بیٹیاں رمشا، عائشہ، زینب سرخ غرارہ پہن کر سر جھکائے چپکے چپکے آنسو بہا رہی ہوں گی تو پھر جب ان کو ڈولی میں بٹھا کر پیا کے دیس رخصت کرنے کا وقت آئے گا تو اس وقت ان کو تمہاری کمی ضرور محسوس ہو گی ایک ماں کی پھر جب وہ میرے سینے سے لگ کر رونے لگے گی تو میں ان کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے ان کو تسلی دوں گا کہ بیٹیوں تمہاری ماں مر چکی ہے اور مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے پھر میں ان کو اکیلے ہی رخصت کر دوں گا اور ہاں طاہرہ میں ان کے سر پر الوداعی ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ نصیحت ضرور کروں گا بیٹیو اب خاوند کے گھر سے تمہارا جنازہ ہی اٹھنا چاہیے تو اس وقت ان معصوم بچیوں کے دل پر کیا گزرے گی وہ کیا سوچیں گی اگر تم کو کبھی وقت ملے تو تنہائی میں بیٹھ کر سوچنا ضرور کہ ماں کے بغیر بیٹیاں کیسے روتی ہیں کیسے تڑپتی ہیں کیسے سسکیاں لیتی ہیں کیسے آہیں بھرتی ہیں طاہرہ میرا تم قصور بتاؤ میں نے کب کس موڑ پر تمہارے ساتھ زیادتی کی میں نے کبھی تم کو کسی چیز کی کمی آنے دی کھلا خرچہ دیا میں نے کبھی تم سے پوچھا بتاؤ کہاں خرچ کیا تم نے اپنی خواہشوں کو اتنا آگے بڑھا لیا کہ تم نوکری کرنے تک تل گئی تھیں طاہرہ میری ایک بات یاد رکھنا میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں جو عورت کے پیسے کو ترقی کا زینہ بناتے ہیں مجھے عورت کی کمائی کا ایک پیسہ بھی قبول نہیں ہے تم کو کون سی کمی تھی جو تم نے ایسا سوچا اب تم نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا ہے سوچتا ہوں کہ مشرقی عورت تو

مجبور ہوتی ہے یا مجبوری کا جوا اپنے اوپر مسلط کر لیتی ہے آخر یہ کیسی مجبوری ہے جو صرف خاوند کو ہی ذلیل کرنے کے لیے مخصوص ہے اگر بیوی کو اپنے گھر اپنے بچے عزیز ہوں تو وہ ہر مشکل مرحلے میں خاوند کا ساتھ دیتی ہے مگر افسوس تم نے ایک شریف انسان کو ذلیل کیا ہے اپنے گھر کو خود آگ لگائی ہے اپنا وقار خود مجروح کیا ہے اپنے ماتھے پر بدنامی اور رسوائی کا داغ تم نے خود لگایا ہے اور الزام مجھ کو دے رہی ہو۔

طاہرہ اب شاید کبھی نہ مل سکیں کیونکہ مجھے اپنے بچوں کا مستقبل بنانا ہے آج میں خدا کو حاضر ناظر جان کر تمہاری تمام گستاخیوں کو معاف کر دیا ہے میں تمہاری طرح بے حس انسان نہیں ہوں اگر میں تم کو معاف نہ کروں تو تم میں اور مجھ میں کیا فرق رہ جائے گا میں اپنے زخموں پر چھڑکے جانے والے نمک کو مرہم جان کر سہتا رہا ہوں صرف اس خیال سے کہ مصائب و تکالیف انسان کو اپنی اصلاح کا موقع دیتے ہیں میری جوانی اپنی بربادی پر خون کے آنسو رو رہی ہے آرزوئیں دم توڑ رہی ہیں ارمانوں کا خون بہہ رہا ہے امنگیں ماتم کناں ہیں خدا تعالیٰ کا بھی فرمان ہے کہ جب ظلم حد سے بڑھنے لگے تو ظالم کے ہاتھ کاٹ دو تب خدا کی مدد بھی مظلوم کے ساتھ ہوتی ہے میں پھر بھی ابھی تک خاموش ہوں اس لیے کہ صابر کا انتقام خدا کے ذمے واجب الادا قرض ہوتا ہے قدرت جب ظالم سے خود بدلہ چکاتی ہے تو اس پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے آسمان سے بجلیاں ٹوٹ پڑتی ہیں زمین اسے پناہ دینے سے انکار کر دیتی ہے در و دیوار اس کے گرد سمٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور ظالم کو فرار کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا طاہرہ آج میں اداس ہوں واقعی جب دل کی دنیا اجڑتی ہے تو اداسی مقدر بن جاتی ہے خوشیاں زہر لگنے لگتی ہیں وہ زندگی ہی کیا جو غموں سے اداسیوں سے عبارت نہ ہو انسان بے اختیار مرجانے کی تمنا کرے اور موت نہ آئے زبردستی جینا پڑ جائے تو وہ زندگی نہیں موت ہوتی ہے بے شک طاہرہ میں آج ابھی ابھی مر گیا تھا لیکن اسی موت نے ایک نئے جاوید کو جنم دیا ہے جو اپنے غموں کو اپنی اداسیوں کو اپنے سینے میں چھپا کر اپنے بچوں کی پرورش کرے گا ان کا اعلیٰ مستقبل بنائے گا طاہرہ اس دنیا میں سب کچھ ہونا ممکن ہے وقت گزر جاتا ہے حالات بدل جاتے ہیں خیالات کا بدلنا کون سا مشکل کام ہے انسانی رشتوں کے محل ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جاتے ہیں طاہرہ اگر تم بدل گئی ہو تو کیا ہوا شاید میرے مقدر میں خوشیاں ہی نہیں ہیں شاید یونہی رونے اور تڑپنے کے لیے مجھے بنایا گیا ہے شاید دکھوں، غموں اداسیوں کے بادل مجھ پر ہی برسنے کے لیے ہیں طاہرہ یہ تم نے کیا کیا اگر یہی کچھ کرنا تھا تو مجھے غموں کی وادی میں آبلہ پا چلنے کے لیے کیوں چھوڑ دیا ہے شاید میں ہی بدنصیب ہوں یا پھر تم بدنصیب ہو جو میری قدر نہ کر سکی اب وقت گزر گیا ہے اور یہ وقت اب کبھی لوٹ کر میرے پاس نہیں آئے گا۔

میں جیسے بھی ہوا اپنی زندگی گزار لوں گا اب تو لوٹ کر آنے کا کوئی جواز ہی نہیں رہا کس قدر ذلیل حرکت کی ہے تم نے گھر سے جا کر بچوں کو چھوڑ کر تمہاری کیسی گندی سوچ تھی کہ میں آگے جا کر اور بچے پیدا کر لوں گی تم اپنے بچے اپنے پاس رکھو تمہارے الفاظ کی بازگشت تجھے پاگل کر دے گی کہ کتنی ہمت سے تم نے یہ سب کچھ کہہ دیا تم کیسی عورت ہو تم کو تو عورت کہنا ہی عورت کی توہین ہے واقعی طاہرہ انسان کے بدلنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے میں ایک بار پھر پیار کی بازی ہار گیا ہوں واقعی طاہرہ زندگی یادوں کے سہارے نہیں گزاری جا سکتی زندگی کا سفر بہت مشکل ہے وہ زندگی زندگی نہیں ہوتی جس میں دکھ اور پریشانیاں نہ ہوں وہ انسان بڑے عظیم ہوتے ہیں جو لاکھوں دکھوں کے باوجود بھی

مسکرائیں اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے زندہ رہیں تم نے جو کیا برا کیا ہے تم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا واقعی وقت گزرتا رہتا ہے اور گزرتے وقت کے تقاضے کتنی یادوں اور کتنے ہی واقعات کو لاشعور کے تاریک غاروں میں دفن ہو جانے پر مجبور کر دیتے ہیں اور کتنے بلند مرتبہ ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی مایوس و تاریک زندگی میں بہار بن کر داخل ہوتے ہیں ہر طرف محبت اور خلوص کا اجالا ہی اجالا کر دیتے ہیں واقعی یادیں بھی ایک گلاب کے پھول کی طرح ہوتی ہیں اور ہجر کا تلخ گھونٹ بھی جب یادوں کے چراغ ذہن کی عمارت پر روشن ہوتے ہیں تو دل کے زخم کسی کی یاد سے پھر تازہ ہو جاتے ہیں یادیں ہی مایوسی میں امید کا جلتا ہوا دیا ہیں چاند کی خوبصورت چاندنی رات کا وہ خاموش سفر ہے جو خود اندھیرے میں سفر کرتی ہے لیکن دوسروں کے لیے محبت و خلوص کا نور بن کر پھیل جاتی ہے واقعی انتظار کی لذت سے وہی لوگ آشنا ہوتے ہیں جو شب الم سے امید سحر تک اس میں جلتے ہیں لیکن دل کے نہاں خانوں میں چھپے غم کو کون دیکھ سکتا ہے وہ تو اسے ہی پتہ ہوتا ہے جوان جدائیوں کے طویل اور تکلیف دہ صحرا سے گزرتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ محبت محبت کرنے والوں کے لیے تباہی کا سبب بنتی ہے اور تقدیر کے سفاک لٹیرے زندگی سے خوشیوں کا قطرہ قطرہ لوٹ لیتے ہیں سکون درہم برہم ہو جاتا ہے زندگی بار گراں بن جاتی ہے خواہش مٹ جاتی ہے تمنا میں سسک سسک کر دم توڑ دیتی ہیں اور پھر آنکھوں میں چمکنے والے موتی خود ان کے ارمانوں کی قبر پر بکھرتے جاتے ہیں کیونکہ ریت کی تہہ پر جتنے بھی ہم گہرے نقوش کیوں نہ بنا لیں پانی کا ایک ہی ریلہ انہیں بہا کر لے جاتا ہے کوئی شناخت باقی نہیں رہتی کسی نشان کا وجود نہیں رہتا سب کچھ تہہ خاک ہو جاتا ہے اور ریت کی نئی تہہ پھر سے ہموار ہو کر یوں بچھ جاتی ہے جیسے اس پر کوئی نقش کوئی نشان بنا ہی نہ تھا طاہرہ یہ کیسا روگ لگایا ہے تم نے کیسی تڑپ دی ہے تم نے یہ کیسی خلش ہے جو کسی پل بھی چین نہیں لینے دیتی بتاؤ میرا کیا قصور تھا کس جرم کی تم نے مجھے یہ سزا دی ہے میں سوچ رہا ہوں ہاں طاہرہ مجھے کس کس نے نہیں ڈسا میں کس کس کا نام لوں مجھے اپنوں نے بھی غم دیئے اور غیروں نے بھی اذیتیں پہنچائیں لیکن میری اس دکھ بھری کہانی کا پہلا لفظ تو میرے اپنوں نے لکھا اور پھر بیگانوں نے اس کی تشریح کر دی دیکھو مجھے ہر کسی نے گن گن کر زخم دیئے میں کس کس زخم کو اپنا نصیب سمجھوں بتاؤ ناں میں کیا کروں کہاں جاؤں طاہرہ میری ایک بات یاد رکھنا محبت فطرت انسانی کا وہ حسین ترین جذبہ ہے جو دل کی گہرائیوں میں موجزن ہوتا ہے روح کو تر و تازہ رکھنے والا یہ خوبصورت جذبہ ہر دل میں موجود نہیں ہوتا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں محبت کی روشنیاں قیام پذیر ہوتی ہیں ایسے انسان بے ضرر باشعور باصلاحیت پرخلوص امن پسند انسان دوست معزز باکمال اور اپنی مثال آپ ہوتے ہیں دکھی دلوں سے بھرپور تعاون کرنے والے یہ لوگ وقت کے مسیحا ہوتے ہیں ان کے کارنامے ایک تاریخ میں لکھے جاتے ہیں اور ایسی راہ عمل دے جاتے ہیں کہ رکاوٹیں راستہ نہیں روکتیں وقت ان کو ساتھ لے کر چلتا ہے محبت کرنے والے یہ لوگ روشنی کے وہ مینار ہوتے ہیں جن کی روشنیاں کبھی ماند نہیں پڑتیں دل محبت کا مسکن الفت کا ڈیرہ خلوص کا گھر خوشی کا خزانہ مسرتوں کی پٹاری اور مسکراہٹوں کا مرکز ہوتا ہے نیک دلوں میں پیار اور الفت کے چراغ ہمیشہ روشن رہتے ہیں یاد رکھنا پتھر دلوں میں بھگوان نہیں بستے پرخلوص دلوں میں رب بستا ہے دل محبت کا تاج محل ہی تو ہے محبت کی اپنی ایک الگ دنیا ہوتی ہے جہاں نفرتیں، کدورتیں، مایوسیاں، مجبوریاں، ڈر، خوف، خطرے، خدشے ٹھوکریں، دربدریاں اور

فاصلے نہیں ہوتے محبت وہ خوبصورت اور مسحور کن گیت ہے جو صرف دل کے ساز پر ہی گایا جا سکتا ہے اس کی مدھر دھنوں پر خوشیاں رقص کرتی ہیں اور موسیقی گنگناتی ہے نورانی کرنیں پھوٹتی ہیں دلوں کے کنول کھلتے ہیں اجالے گھیراؤ کرتے ہیں مگر تم نے یہ کیا کیا تم نے مجھے نارسائیوں کے حوالے کر دیا میری آنکھوں میں ہجر و فراق کے خواب چھوڑ دیئے میں دکھوں کے صحرا میں رہ کر بھی وفا اور محبت کا امرت رس ٹپکاتا رہا۔ خواب و خیال کی نئی دنیا بساتا رہا تم کو اپنے دل میں آباد رکھا کاش تم نے میری ریاضتوں کو بھی دیکھا ہوتا کہ میں نے ہر موڑ پر ہر دوراہے اور ہر چوراہے پر تمہارے ساتھ رہا مگر تم نے ایک پل میں میرے سارے سہانے خوابوں کو چکنا چور کر دیا مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جانے والے چلے جاتے ہیں جو چلے جاتے ہیں وہ کب واپس آتے ہیں طاہرہ میں ہمت نہیں ہاروں گا میں زندگی سے بے زار نہیں ہوں گا بلکہ ایک نئے جذبے کے ساتھ آگے بڑھوں گا میرے سامنے پانچ بچوں کا مستقبل ہے ان کو میں تباہ نہیں کروں گا ان کو منزل تک لے کر جانا اب میرا مشن ہے ان کے اچھے مستقبل کے لیے مجھ سے جو بھی ہو سکا میں کروں گا میں اب ان کو ماں کی ممتا بھی دوں گا اور باپ کی شفقت بھی میرے بچے ابھی اپنی تعلیم کی سیڑھیاں عبور کر رہے ہیں بڑے بیٹے نے آٹھویں کلاس سے بورڈ میں فسٹ پوزیشن لے کر اپنے سکول سے میڈل حاصل کیا ہے بیٹیاں اپنی کلاس میں سے فسٹ اور سیکنڈ پوزیشن میں ہیں میں اب ان کو ہر حال میں ان کے پیروں پر کھڑا کروں گا اور ان کو ایک اچھا مستقبل دوں گا مگر تم میری ایک بات یاد رکھنا اور تم کو بھی احساس ہوگا کہ عورت کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائے مگر وہ مرد کے آگے بے بس اور مجبوری ہی رہتی ہے عورت چاہے کھیت میں کام کرنے والی بے اختیار عورت ہو یا وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھنے والی با اختیار عورت ہو مگر مردوں کا یہ معاشرہ کہیں نہ کہیں اسے بے بس ضرور کر دیتا ہے یہ تم کو آنے والا وقت ضرور بتا دے گا تم سہارا تلاش کرو مگر کوئی تم کو سہارا نہیں دے گا تم نے دھکے کھانے ہیں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگنی ہے اس وقت یہ بچے بھی تیرے منہ پر تھوک دیں گے اور تجھے ماں ماننے سے انکار کر دیں گے اس وقت سوچو تمہاری کیا کیفیت ہوگی تم پکارو گی مگر تمہاری پکار کو سننے والا کوئی نہ ہوگا اس وقت تم کیا کرو گی کہاں جاؤ گی اگر تم کو کبھی وقت ملے تو آنے والے وقت کے بارے میں ضرور سوچنا کہ تیرا مستقبل کیا ہوگا طاہرہ میں ایک پھول ہوں مگر دوسرے پھول کی خوشبو کو ترستا رہتا ہوں خود مہتاب نور ہوں مگر پھر بھی اس کی سرد مہری کے سرور اور اس کی ٹھنڈی آغوش کا متمنی ہوں پر بہار میں بھی خزاں کی طرح خاموش اور سرد آہیں بھرتا ہوں خوشیوں کے قہقہوں میں بیٹھ کر بھی غموں کے جام پیتا ہوں محبت کی لامتناہی لہروں اور آبشاروں سے محبت کے دلوں کو منور کرتا ہوں اور خود اس کی لطافت و رقابت سے محروم ہوں کاش مجھے اس دو معنی قسمت کی آنکھ مچولی کا کوئی تعبیر شناس مل جائے تو میں اس محسن کو اپنے دل کا حکمران بنا کر خود اس کا دربان بن جانے کا عہد کرتا ہوں شاید اس طرح میں بھی کسی کی محبت شفقت اور قربت کے سایوں میں رہ کر زندگی کا اصل خاکہ کھینچ سکوں کہ حقیقت کس چیز میں نمایاں ہے طاہرہ اب میں نے اپنی تمام آرزوؤں کا گلہ گھونٹ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دل کے زخموں میں دفن کر دیا ہے تم نے میری راتوں کی نیند اور دنوں کا چین ختم کر دیا ہے لیکن پھر بھی کتنی پاگل ہیں میری آنکھیں نجانے کیوں ہر دم اداس رہتی ہیں کیا ڈھونڈتی ہیں ہر دم بے چین سی رہتی ہیں ذرا سی بات پر پل بھر میں برس پڑتی ہیں کیونکہ اب ان آنسوؤں پر میرا اختیار نہیں رہا میں اپنی سوچوں

میں چلتے چلتے کہاں تک آ گیا ہوں مجھے کچھ خبر نہیں ہے میں احساس کے تپتے ہوئے صحرا میں کھو گیا ہوں میں سوچ کے ویران صحرا میں بھٹک گیا ہوں یہاں آ کر میں خود سے بچھڑ گیا ہوں بکھر گیا ہوں طاہرہ میں تم کو بھی بد دعا نہیں دوں گا کیونکہ تم جیسی بھی ہو میری محبت رہ چکی ہو اب میں تمہاری یادوں کے سہارے دن گزار رہا ہوں مگر مجھے میرا قصور تو بتا دو میرے پاک اور پوتر جذبوں کو پامال کر کے تمہیں کیا ملا۔

تم کیا جانو تمہاری یہ حرکت میری جان بھی لے سکتی تھی مگر میں ڈھیٹ ہوں مجھے اپنے بچوں کا مستقبل عزیز ہے جواب تک زندہ ہوں تمہیں تمہاری خوشیاں اور پر سکون زندگی مبارک ہو طاہرہ اگر میں چاہتا تو تمہارا دامن بد دعاؤں سے بھر دیتا مگر میں کم ظرف نہیں ہوں ہر انسان کا اپنا اپنا ظرف ہوتا ہے جو تمہارا ظرف تھا تم نے وہی کیا اور جو میرا ظرف تھا میں وہی کر رہا ہوں تمہاری یادیں اور باتیں میرے پاس امانت ہیں اور میں امانت میں خیانت کا قائل نہیں ہوں طاہرہ میں بہت کچھ لکھنا چاہتا ہوں مگر کیسے لکھوں روٹھنا چاہتا ہوں مگر منائے گا کون منانا چاہتا ہوں مگر روٹھنے والا کوئی نہیں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں مگر کچھ دکھائی نہیں دیتا دیکھ لو آج میری فضول باتیں حقیقت بن گئی ہیں جدا ہو کر بھی جی رہے ہیں اب تو آنسو بھی خشک ہو گئے ہیں سچ بولتا ہوں تو یقین کرنے والا کوئی نہیں ہے میں کاغذوں پر لکھتا رہتا ہوں مگر کسی کو دکھانے کو دل نہیں کرتا تصورات کی دنیا تو اب بھی ہے مگر تم بن بہت ہی سونی اداس اور بہت دکھ دینے والی ہے اور اب شاید یہی میرا مقدر ہے اس لیے تو میں اب غموں کی اداس وادی میں رہتا ہوں اس لیے کہ یہ غم میرے اپنے ہیں میرے غمگسار میرے ساتھی ہیں لوٹ آؤ طاہرہ لوٹ آؤ اب بھی کوئی تمہارا منتظر ہے اپنے آپ کو تباہ و برباد ہونے سے بچا لو کہتے ہیں کہ اگر صبح کا بھولا شام کو واپس آ جائے تو وہ بھولا نہیں ہوتا زندگی میں دکھ سکھ آتے رہتے ہیں ان کا مقابلہ ہمت اور حوصلے سے کیا جاتا ہے ہمارے ساتھ جو بھی ہو رہا ہے میں ان کی تہہ تک پہنچ گیا ہوں میرا گھر اجاڑنے والے کون لوگ ہیں سب کے بھیانک چہرے میرے سامنے آ گئے ہیں تم واقعی عظیم عورت ہو تم کو بہکا دیا گیا ہے مگر تم نے اپنی عزت پر حرف نہیں آنے دیا میں سلام کرتا ہوں تیری عظمت کو کہ وقت سے پہلے ہی تمام چہرے بے نقاب ہو گئے ہیں حاسد کھل کر سامنے آ گئے ہیں میں سلام کرتا ہوں اپنی باجی روبینہ ناز کی عظمت کو جس نے مجھے ہر قدم پر حوصلہ دیا تسلی دی اور کہا بھائی جان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں وہ تمام مشکلیں دور کرنے والا ہے میں بھی اپنے بھائی کے لیے دعا کروں گی آج اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا گھر اجڑنے سے بچ گیا ہے اب میں نے سب بہن بھائیوں کو چھوڑ دیا ہے واقعی بہن بھائیوں کا رشتہ بھی صرف والدین تک ہی ہوتا ہے جب یہ عظیم ہستیاں زندگی سے چلی جاتی ہیں تو پھر ہر کوئی اپنی دنیا میں مگن ہو جاتا ہے والدین کے چلے جانے کے بعد سب رشتے ختم ہو جاتے ہیں میری بہن اور چھوٹے بھائی نے مل کر الٹے سیدھے عمل کر کے میرا سکون اجاڑ دیا میرا گھر تباہ کر دیا میرے بچوں کا مستقبل داؤ پر لگا دیا شکر ہے اللہ کا کہ میں نے اب ان سے الگ ہو کر اپنے گھر کو بچا لیا ہے ورنہ نجانے کیا سے کیا ہو جاتا آج میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ ایک بار پھر ہنسی خوشی زندگی گزار رہا ہوں دعا کرنا اللہ تعالیٰ دشمنوں کی نظر بد سے بچائے آمین۔

خدا نے جب قسمت ہی ایسی بنائی
لوگوں کے سر الزام کیوں لگائے
جب قسمت میں کانٹے لکھے ہیں
تو پھولوں کی طرف ہاتھ کیوں بڑھائیں

❀❀❀
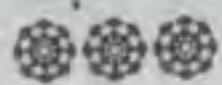
آگ کا دریا

☑......تحریر: مس صبا، گلر سیداں

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم صدا خوش رہیں اللہ آپ کو لمبی زندگی عطا کرئے آمین کافی عرصہ کے بعد دوبارہ اس خوبصورت بزم میں شرکت کر رہی ہوں امید ہے کسی قریبی شمارے میں جگہ دے کر شائع کر دیں گے میری شدید خواہش تھی کہ یہ کہانی اگست کے شمارے میں شائع ہو باقی آپ بہتر جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ اس ادارے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ھیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ھو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

گاؤں میں گندم کی کٹائی شروع ہو گئی تھی آہستہ آہستہ دھوپ کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا میں میٹرک کے پیپرز دے کر فری تھی اب گھر میں گانے، ٹی وی اور FM سننے کے علاوہ میرا کوئی کام نہ تھا۔...... صبح ناشتہ کرتے وقت ابو بولے آج سحرش بھی گندم کاٹنے جائے گی ابو کی یہ بات مجھے بہت عجیب لگی میں ابو کی طرف گھور کے دیکھنے لگی...... یہ بورنگ کام مجھ سے نہیں ہوتے میں بلا جھجک کہہ دیا تو ابو مجھے سمجھانے لگے اس میں بورنگ کام کیسا...... محنت کر کے کھانے میں کیسی بورنگ...... محنت سے ہی سب ملتا ہے خدا تعالیٰ نے ہمیں رزق دیا ہے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو...... ابو کی یہ باتیں سن کر میں نے دوبارہ انکار نہ کیا ابو کا سمجھانے کا انداز ہی اتنا اچھا تھا کہ میں پھر انکار نہ کر سکی اور اس کام کے لیے خود کو تیار کر لیا۔

پھر میں، امی ابو اور باجی ہم گندم کاٹنے چلے گئے کچھ دیر تک میں اداس رہی میرا دھیان ٹی وی اور گانوں کی طرف تھا پھر آہستہ آہستہ میرا دل لگ گیا دھوپ کافی تیز ہو چکی تھی ہم گھر واپس آ گئے...... شام کو پھر جانا تھا مجھے ایک خیال آیا کیوں نہ ریڈیو ساتھ لے جاؤں ساتھ گانے بھی سنوں گی اور کام بھی کروں گی ایسے دل بھی لگا رہے گا۔ ہم کھیت میں پہنچ گئے ریڈیو چلا کے ایک طرف رکھ دیا اور خود گندم کاٹنے لگی کافی دیر تک میں ایسے ہی مصروف رہی اچانک مجھے پیاس محسوس ہوئی پانی ہم ساتھ ہی لے آئے تھے میں ایک طرف بیٹھ گئی پانی پیا...... ادھر دو لڑکے آ رہے تھے ایک تو ہمارے گاؤں کا تھا دوسرا کوئی اجنبی تھا دونوں ہمارے

پاس سے گزر رہے تھے اس اجنبی نے ایک نظر مجھ پر ڈالی اور پھر ریڈیو پر...... اس وقت یہ گانا چل رہا تھا۔

چن سجناں دے نیڑے نیڑے ہو
ڈھول جانیاں وے نیڑے نیڑے ہو

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آگے چل پڑا
میں پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئی کافی دیر بعد وہ واپس ادھر سے گزرے اس بار اجنبی نے پھر میری طرف دیکھا اور چل پڑا...... ہم کام ختم کر کے گھر آ گئے میں کافی تھک چکی تھی کھانا کھا کے سوگئی اگلے دن قریب ایک دکان سے امی نے مجھے کچھ سامان لانے کے لیے بھیجا دکان سے کچھ فاصلے پر وہی اجنبی کھڑا تھا وہ میری طرف دیکھ رہا تھا جب میں اس کے قریب۔ سے گزری وہ گانا گانے لگا۔ چن سجناں وے نیڑے نیڑے ہو ڈھول جانیاں وے نیڑے نیڑے ہو...... میں نے ایک نظر اس پر ڈالی اور آگے چل پڑی۔ سامان لے کر واپسی پر اس کے ساتھ ہمارے گاؤں کا لڑکا وقاص بھی کھڑا تھا دونوں باتیں کر رہے تھے میرے سامنے آنے پر میری طرف دیکھنے لگا اس بار وہ چپ تھا میں گھر پہنچ گئی سامان امی کو دے کر خود کو پرسکون کرنے کے لیے لیٹ گئی مجھے یہی خیال ستائے جا رہا تھا یہ کون ہے کیا اس نے مجھے دیکھ کر گانا گایا تھا...... نہیں ویسے ہی گایا ہوگا میں یہی سوچ رہی تھی آج کل لڑکوں کی عادت ہوتی ہے کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر شروع ہو جاتے ہیں میں اپنے ذہن کو دوسری طرف لے جا رہی تھی تاکہ میرے دل میں اس کے ایسی کوئی بات پیدا نہ ہو...... شام کو میں آنٹی کے گھر چلی گئی ہم سب رشتہ داروں کے گھر ایک ہی گاؤں میں تھے گھر والوں کی طرف سے کوئی روک ٹوک یا پابندی نہ تھی وہاں اپنی کزن سے باتیں کیں کافی دیر تک ہنسی مذاق چلتا رہا کافی دیر ہوگئی تھی میں گھر کے لیے چل پڑی گلی میں وہی لڑکا کھڑا تھا میں اس کے قریب سے گزری اچانک وہی گانا مجھے سنائی دیا چن سجناں وے نیڑے نیڑے ہو...... میں نے اس کی طرف غصے سے دیکھا مجھے یقین ہوگیا تھا وہ گانا مجھے دیکھ کر گانے لگا تھا میں نے جب اس کی طرف دیکھا اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی میں کچھ نہ بولی سیدھی گھر آگئی میں بہت پریشان سی ہوگئی کیوں وہ ایسا کر رہا ہے پھر میں نے وقاص کی بہن سے پوچھا یہ کون ہے تب اس نے بتایا وہ وقاص کا دوست ہے دونوں کالج میں اکٹھے پڑھتے ہیں امتحانات کے بعد ہمارے گھر میں کچھ دن رہنے کے لیے آیا ہوا ہے...... اگلے دن وقاص کی چھوٹی بہن مجھے ایک لیٹر دے گئی جس کی تحریر یوں تھی۔

مائی ڈیئر سحرش!
سلام محبت قبول ہو! میرا نام سجاد ہے میرا مقصد تمہیں تنگ کرنا نہیں ہے مگر جب تم میرے سامنے آتی ہو تو یہ گانا میرے لبوں پہ آجاتا ہے تم میں مجھے اپنائیت محسوس ہوتی ہے جب سے تم کو دیکھا ہے میں دن بھر تمہارے بارے میں سوچتا ہوں مجھے تم بہت اچھی لگی ہو مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے بس میرا جی چاہتا ہے تم میرے سامنے رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں تم میرا پہلا پیار بن گئی ہو۔
آئی لو یو سوچ
مجھے تمہارے جواب کا انتظار رہے گا!
فقط صرف تمہارا سجاد

خط پڑھ کر مجھ کو بہت عجیب سا لگا پہلی بار کسی لڑکے نے مجھ سے اظہار محبت کی میں سوچنے لگی اب کیا کروں اسے کیا جواب دوں طرح طرح کے خیالات مجھے ستانے لگے گھر والوں کو معلوم ہو گیا تو پھر کیا ہوگا...... کہیں وہ مذاق تو نہیں کر رہا مجھے بے حد ڈر لگ رہا تھا اس وجہ سے اسے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی میں نے گلی کا رخ کیا......

وقاص کی چھوٹی بہن پھر ایک لیٹر مجھے دے گئی اور ساتھ چھوٹا سا پیک گفٹ تھا خط کھول کر میں پڑھنے لگی اس کی تحریر یوں تھی۔

جان سے پیاری سحرش!
سلام محبت!
سحرش تم نے مجھے کوئی جواب کیوں نہیں دیا میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں میں تم سے بے حد پیار کرتا ہوں میرے پیار کو نہیں ٹھکرانا میں تمہارا مرتے دم تک ساتھ نبھاؤں گا...... آئی لو یو فار ایور

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں بسا لے مجھ کو
میں ہوں تیرا تو اپنا نصیب بنا لے مجھ کو
تم بن یہ دل بہل نہ پائے
بڑا مشکل ہے دل کو بہلانا

(فقط تمہارے جواب کا منتظر سجاد)

خط پڑھنے کے بعد گفٹ کھولا وہ انڈین گانوں کی کیسٹ تھی میں سوچنے لگی ویسے بھیج دوں یا رکھ لوں آخر کیسے معلوم ہو وہ لڑکا سچا ہے میرا ساتھ نہیں چھوڑے گا دیکھنے میں اچھی شکل وصورت کا تھا رات بھر میں اسی کے خیالوں میں رہی آخر میں نے فیصلہ کیا مجھے بھی اظہار کر دینا چاہیے کیونکہ وہ مجھے اچھا لگنے لگا تھا میں نے بھی اس کی طرف خط لکھ ڈالا اس کی تحریر یوں تھی۔

ڈیئر سجاد سلام محبت!

میں اپنی محبت کا آج اعلان کرتی ہوں
سنو سجاد میں تم سے پیار کرتی ہوں

سجاد تم بھی مجھے اچھے لگتے ہو اور میں بھی تم سے بے حد پیار کرتی ہوں مگر میں ڈرتی ہوں زمانہ بہت ظالم ہے اور سجاد کبھی کسی موڑ پہ میرا ساتھ نہیں چھوڑنا اور مجھے دھوکہ مت دینا میں تم کو سچے دل سے چاہنے لگی ہوں میں وعدہ کرتی ہوں میرا پیار ہمیشہ کے لیے ہوگا میرا ساتھ نبھانا۔

میرا پہلا اور آخری پیار تم ہو میری جان
روح میں بس گئے ہو میرا چین تم ہو

فقط صرف تمہاری سحرش

خط بند کر کے میں نے پاس رکھ لیا ایک دو بار گلی کا رخ کیا مگر وہ دونوں مجھے نظر نہیں آئے شام کو وقاص کی چھوٹی بہن گلی میں کھیل رہی تھی اسے دے دیا اور کہا جلدی سے سجاد کو دے آؤ وہ چلی گئی خط دے کر واپس آ کر کھیلنے لگی میں بہت خوش تھی مجھے پیار کرنے والا ایک اچھا لڑکا مل گیا تھا اندھیرا چھا رہا تھا وقاص کی چھوٹی بہن پھر ہمارے گھر میں آئی میں سمجھ گئی سجاد کا خط لائی ہوگی میں جلدی سے اس کے قریب گئی اور خط اس سے لے لیا کمرے میں آ کر پڑھنے لگی۔

جان سے پیاری سحرش
سلام محبت! تمہارا خط پا کر مجھے بہت خوشی ہوئی تم نہیں جانتی میں کتنا خوش ہوں تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے میں تم سے بے حد پیار کرتا ہوں میں وعدہ کرتا ہوں ہر قدم پر تمہارا ساتھ نبھاؤں گا لیکن میں تمہیں اتنا ضرور کہوں گا کبھی میرے بھروسے کو نہ توڑنا مجھے دھوکہ نہ دینا کبھی میرا ساتھ نہ چھوڑنا اور میں تم سے ملنا چاہتا ہوں پرسوں میں یہاں سے چلا جاؤں گا کافی دن ہو گئے ہیں جانے سے پہلے میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کل کسی جگہ مجھ سے ملو میں تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد نجانے کب اس گاؤں میں آنا ہوگا کل مجھے تمہارے آنے کا انتظار ہوگا اجازت چاہتا ہوں۔
تمہارا طلب گار سجاد

خط پڑھنے کے بعد میں سجاد سے ملنے کے بارے میں سوچنے لگی اس سے کہاں ملوں رات دیر تک انہی خیالوں میں رہی صبح ہوئی ناشتہ کیا گھر کے کاموں میں امی کی مدد کی پھر میں اپنے ماموں کے گھر کی طرف چل پڑی میرا اصل مقصد سجاد کو

دیکھنا تھا مگر وہ کہیں بھی مجھے نظر نہ آیا وہاں اپنی کزن سے ادھر ادھر کی باتیں کیں اور واپس آنے لگی میں دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہیں وقاص یا سجاد نظر آجائیں گلی کے نکڑ پہ وقاص مجھے نظر آ گیا میں اس کے قریب آئی تو وہ بولا 1 بجے ہمارے گھر آنا سجاد تم سے ملنا چاہتا ہے...... میں گھر آ گئی گھڑی پہ نظر ڈالی 12 بج چکے تھے میں 1 بجے کا انتظار کر رہی تھی میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اس سے پہلے میں کبھی کسی لڑکے سے اکیلے میں نہ ملی تھی اس لیے دل میں تھوڑا ڈر بھی تھا اور خوش بھی تھی میری سجاد سے پہلی ملاقات ہونے جا رہی تھی پہلی ملاقات کی خوشی ہر خوشی سے بڑی اور الگ ہی ہوتی ہے انتظار مجھے صدیوں کے برابر لگ رہا تھا آج خود کو میں خوش قسمت تصور کر رہی تھی آخر 1 بج گیا میں نے گلی کا رخ کیا وقاص کا گھر ہمارے گھر سے زیادہ دور نہ تھا سجاد میرا انتظار کر رہا تھا مجھے اپنے سامنے دیکھ کر وہ خوشی سے کھل اٹھا ہم نے ہاتھ ملایا میں ایک کرسی پہ بیٹھ گئی میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا وہ مجھے پیار سے دیکھے جا رہا تھا میں نے کہا ایسے کیا دیکھ رہے ہو اس نے کہا۔

جتن بھی تجھے دیکھو جی نہیں بھرتا
بڑی کشش ہے تیری ان شرمیلی آنکھوں میں

میں شرما سی گئی اس نے میرا ہاتھ تھام کے کہا کبھی میرا ساتھ نہ چھوڑنا میں تم کو ہمیشہ دل کی گہرائیوں سے چاہتا رہوں گا تم میری زندگی کا نمول تحفہ ہو میں نے بھی اس سے وعدہ کیا اسے ہیشہ سچا پیار دوں گی ...... کافی دیر تک ہم باتیں کرتے رہے میں نے وقاص کو شکریہ بولا اسی کی جہ سے میری اور سجاد کی ملاقات ہوئی...... اگلے ن اسے اپنے گھر جانا تھا وہ ٹائم بھی آ گیا جب وہ انے لگا میں گیٹ میں اسے دیکھ رہی تھی اس نے تھ سے بائے کیا میں نے بائے کیا اسے جاتا دیکھ رہی تھی جب تک وہ میری نظروں کے سامنے رہا میں اسے دیکھتی رہی میری آنکھیں نم ہو گئیں میں بہت اداس ہو گئی نجانے اب کب آئے گا مجھے بھول نہ جائے۔ طرح طرح کے خیالات ستانے لگے۔

دن گزرنے لگے ایک ہفتے کے بعد اس کا خط آیا وقاص نے میری طرف بھیج دیا جواب میں میں نے بھی خط لکھا اور وقاص کو دے دیا اس نے سجاد کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیا یوں ہمارا خط و کتابت کا سلسلہ چل پڑا وہ وقاص کے ایڈریس پر خط لکھتا اور وقاص مجھ تک خط پہنچا دیتا یوں تین ماہ گزر گئے میرا رزلٹ بھی آ گیا میں نے میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کر لیا اور آگے پڑھنا چاہتی تھی مگر کالج بہت دور ہونے کی وجہ سے آگے پڑھنے کا خواب ادھورا رہ گیا یہ دکھ میں نے سجاد سے شیئر کیا اس نے خط میں مجھے حوصلہ دیا اور لکھا تھا وہ مجھ سے شادی کرے گا اور شادی کے بعد مجھے تعلیم حاصل کرنے میں میری مدد کرے گا میرے خوابوں کو پورا کرے گا یہ پڑھ کر مجھے بہت اچھا لگا وہ میرے بارے میں اتنی گہرائی میں سوچتا ہے مجھے اس پہ بہت پیار آ رہا تھا......

سجاد کے بنا میرا کسی کام میں جی نہیں لگتا تھا ہر پل اسی کی یادیں ستائی رہتی میں اسے ہر پل اپنے پاس دیکھنا چاہتی تھی۔

کچھ دن بعد وقاص نے بتایا وہ دونوں پاس ہو گئے ہیں انہوں نے آگے ایڈمیشن لے لیا یوں دونوں دوبارہ ملنے لگے وقاص ہفتے کے بعد کبھی دو ہفتوں بعد گھر آتا سجاد اسے خط دے دیتا وقاص اپنی چھوٹی بہن کے ذریعے مجھ تک پہنچا دیتا ہمارے پیار کا سلسلہ خط و کتابت سے جاری تھا گرمی کم ہو رہی تھی ساون کا مہینہ تھا ہر طرف ہریالی ہو گئی تھی بارشیوں کی وجہ سے موسم بہت خوشگوار ہو جاتا میں اس کو بہت مس کرتی اس حسین موسم میں مجھے سجاد کی شدت سے یاد ستاتی۔

تیرا آنا تو خواب تھا لیکن
ہم چراغوں کے ساتھ جلتے رہے
کیا بتائیں کہ اب کے ساون میں
ہم تجھے کتنا یاد کرتے رہے

میں نے اسے خط لکھا اور ناراضگی کا اظہار کیا اتنے ماہ ہو گئے دوبارہ گاؤں کا رخ ہی نہیں کیا وہ خط میں نے وقاص بھائی تک پہنچا دیا وہ دو ہفتوں بعد واپس آیا میں سوچ رہی تھی شکوہ کرنے پر وہ ضرور آئے گا مگر وقاص کی طرف سے اس بار کوئی خط بھی نہ آیا تو میں بہت اداس ہو گئی گلی میں بھی وقاص نظر نہ آیا میں وقاص بھائی سے پوچھنا چاہ رہی تھی وہ کیوں نہیں آیا گھر میں میرا دل نہیں لگ رہا تھا میں کھیتوں کی طرف نکل گئی ہر طرف سبزہ تھا میں اسی کی سوچوں میں گم تھی کہ مجھے محسوس ہوا میرے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا ہے میں نے مڑ کر دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی وہ سجاد تھا اس نے سلام کے لیے ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر پوچھا کیسے ہو تو وہ بولا بالکل ٹھیک ہوں اپنی سناؤ میری جان کیسی ہو...... میں بھی ٹھیک ہوں پھر ہم دونوں چھپ کر بیٹھ گئے میں اس سے شکوے کر رہی تھی اتنے ماہ بعد آئے ہو۔ وہ پیار سے بولا جان میں بھی تم کو بہت یاد کرتا تھا مگر پڑھائی بھی کرنی ہے اور ادھر روز روز آنا بھی ٹھیک نہیں ہے یہ گاؤں ہے لوگ شک کریں گے میں تمہاری رسوائی نہیں چاہتا میں نہیں چاہتا میری وجہ سے تم پہ کوئی انگلی اٹھائے تم میری ہو تمہاری عزت میری عزت ہے اور ہمارے دل میں ایک دوسرے کے لیے بے حد پیار ہے میں تم سے دور کب ہوں ہر پل تمہارے قریب ہوں تمہارے دل میں بسا ہوں...... اس کی یہ باتیں سن کر میں مطمئن ہو گئی مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی مجھے ایک اچھا لڑکا ملا ہے جس کو میری عزت کی پرواہ ہے...... پھر سجاد نے اپنی تصویر مجھے دیتے ہوئے کہا جب میں یاد آؤں تو اس کو دیکھ لیا کرنا میں نے تصویر لے لی پھر میں گھر واپس آ گئی اگلے دن میں نے موقع پا کر اپنی تصویر اسے دے دی وہ واپس چلا گیا میرا پیار دن بدن بڑھتا جا رہا تھا میں اکثر اس کی تصویر سے باتیں کرتی تصویر کو دیکھتی رہتی مجھے لگتا یہ تصویر نہیں وہ حقیقت میں میرے پاس ہے اس کی تصویر کیا ملی گویا مجھے انمول خزانہ مل گیا ہو۔

ادائیں بھی ہیں محبت بھی ہے
شرافت بھی ہے میرے محبوب میں
وہ دیوانہ پن وہ ظالم ادا
شرارت بھی ہے میرے محبوب میں
نہ پوچھو میرا دل کہاں کھو گیا
تجھے دیکھتے ہی تیرا ہو گیا
آنکھوں میں تو میرے خوابوں میں تو
یادوں کے مہکتے گلابوں میں تو
وہ سہمی نظر وہ کم سن عمر
چاہت بھی ہے میرے محبوب میں

میرے دن رات سجاد کو یاد کرتے بیت رہے تھے میں نے نوٹ کیا میرا کزن واصف مجھ میں دلچسپی لینے کی کوشش کرتا ہے بہانے بہانے سے مجھ سے بات کرتا اکثر ہمارے گھر آتا اور مجھ پر ہی نظر جمائے رکھتا مجھے بہت برا لگتا میں الگ کمرے میں جا کر بیٹھ جاتی اس کے سامنے بہت کم جاتی جب وہ ہمارے گھر سے چلا جاتا تب میں باہر نکلتی میں خود کو صرف سجاد کا سمجھنے لگی تھی مجھے دیکھنے کا حق صرف سجاد کو تھا...... یوں رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا تیسرا عشرہ تھا سب عید کی تیاریاں کرنے لگے میں بھی عید کے لیے کپڑے خرید لائی وقاص بھائی کو بھی کالج سے چھٹیاں ہو گئی تھیں وقاص کی ایک بہن

میری بہت اچھی سہیلی بن گئی تھی ایک شام وہ مجھے ملی اس نے بتایا سجاد عید کے دن آئے گا میں یہ سن کر بہت خوش ہوئی اس کے آنے کا شدت سے انتظار کرنے لگی۔

وہ احساس تنہائی مٹانے آ رہا ہے
وہ بچھڑے دل پھر ملانے آ رہا ہے
کیا خوش نصیبی رچی ہے آج
وہ میرے گاؤں عید منانے آ رہا ہے

کافی انتظار کے بعد عید کا دن آ گیا مجھے اپنے محبوب کی آمد کا انتظار تھا میں نے نئے کپڑے پہن کر میک اپ کیا ہاتھوں میں چوڑیاں پہنی آج میں اپنے محبوب کے لیے سجی تھی لیکن اس کی آمد سے پہلے واصف نے مجھے دیکھ لیا اور مجھ سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا مجھے بہت برا لگ رہا تھا ہمیشہ کی طرح میں دوسرے کمرے میں اکیلے بیٹھ گئی لیکن وہ ادھر بھی آ گیا اور بولا جناب انسان عید ہی مل لیتا ہے اتنی بھی کیا بے رخی...... میں نے کوئی جواب نہیں دیا وہ میری طرف دیکھے جا رہا تھا میں وہاں سے اٹھ کر کچن میں چلی گئی وہ اپنے گھر کو چل پڑا مجھے ذرا چین آیا میں چاہتی تھی میرا پیار میرا محبوب مجھے دیکھے کیونکہ کہتے ہیں جب تک عاشق کی نظر نہ پڑے سنگھار ادھورا رہتا ہے میں خود کو ادھورا تصور کر رہی تھی آخر میرے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں میں گلی میں نکلی تو وہ گلی میں کھڑا تھا کالے رنگ کی شرٹ میں بہت پیارا لگ رہا تھا نجانے کتنی دیر سے کھڑا تھا گھر میں دعوت کی وجہ سے میں مصروف تھی اب مجھے اپنے محبوب سے ملنا تھا میں نے اسے ایک پرانے مکان کی طرف آنے کا اشارہ کیا پہلے ہم وہاں رہتے تھے جب نئے تعمیر کر لیے تو وہ بند تھے تھوڑی دیر بعد وہ میرے سامنے کھڑا تھا ہم نے ہاتھ ملایا اور عید مبارک بولا وہ میری تعریف کرنے لگا پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا میری جان بہت پیاری لگ رہی ہو جی چاہتا ہے بس تم کو دیکھتا رہوں پھر سجاد نے اپنی جیب سے چاندی کا ہار نکالا اور بولا میری جان کیسا ہے یہ تمہارے لیے لایا ہوں...... سجاد اس کی کیا ضرورت تھی میری اس بات پر وہ بولا ضرورت کیوں نہیں میری جان...... ب میرا جی چاہ رہا تھا تو میں لے آیا تم میری ہو تمہارے لیے کچھ لانا میں اپنا حق سمجھتا ہوں......

پھر سجاد نے خود میرے گلے میں ہار پہنایا ہار بہت خوبصورت تھا مجھے بہت اچھا لگا...... کافی دیر تک ہم وہاں باتیں کرتے رہے پھر وہ چلا گیا میں بھی گھر واپس آ گئی میری عید دوبالا ہو گئی تھی اگلے دن وہ واپس اپنے گھر لوٹ گیا......

ہمارے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا ادھر واصف مجھے پریشان کیے جا رہا تھا روز روز ہمارے گھر آنے لگا مجھ سے فری ہونے کی کوشش میں رہتا لیکن میں خاص توجہ نہ دے رہی تھی میں تو صرف سجاد کو چاہتی تھی کبھی کسی اور کے بارے میں سوچا نہ تھا میرے خیالوں میں بس وہی تھا پھر ایک دن میں کچن میں تھی وہ پانی پینے کے بہانے ادھر آیا میری طرف ایک کاغذ پھینک کر باہر چلا گیا میں نے وہ کاغذ اٹھایا اور کھولا اس میں لکھا تھا۔

آئی لو یو...... آئی ایم ویٹنگ یور عنصر

یہ پڑھ کر مجھے سخت غصہ آیا اگلے دن جب وہ ادھر آیا تب میں نے اسے خود سے بات کرنے کا موقع نہ دیا یوں وہ مایوس ہو کر اپنے گھر کو لوٹ گیا آخر کب تک میں اس سے بھاگتی امی اور بھائی نے بازار جانا تھا میں نے بہت ضد کی میں بھی چلوں گی مگر کافی کام پڑا تھا مجھے گھر میں چھوڑ کر وہ چلے گئے چھوٹا بھائی سکول گیا تھا یوں میں گھر میں بالکل اکیلی تھی تھوڑی دیر گزری وہ ادھر آ گیا اس کو دیکھ کر میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا وہ قریب آ کر بولا کیسی ہو؟ جی میں ٹھیک ہوں گھر میں کوئی

نہیں ہے اور یوں آپ کا...... میری بات کاٹ کر بولا تو میں کون سا غیر ہوں میں چپ ہو گئی وہ تھوڑی دیر خاموش رہا وہ بات کرنا چاہ رہا تھا شاید میرا جواب جاننا چاہتا تھا میں اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تو اس نے روک لیا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا تمہارا کیا جواب ہے کیا تم بھی مجھ کو چاہتی ہو وہ میرے سامنے کھڑا مجھ سے پوچھ رہا تھا میں نے کہا دیکھو واصف میرے دل میں تمہارے لیے ایسا کچھ بھی نہیں ہے پلیز جو بھی تمہاری سوچیں ہیں ان کو اپنے تک محدود رکھو میں تم سے پیار نہیں کرتی میرے صاف انکار کرنے سے وہ پریشان ہو گیا پھر بولا مگر میرا دل کہتا ہے تم مجھ سے پیار کرتی ہو بس مجھ سے اظہار نہیں کر رہی...... پلیز مجھے تنگ مت کرو میرا جو جواب ہے وہ تم نے سن لیا ہے اب تم جا سکتے ہو میں نے جانے کے لیے ایک قدم اٹھایا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا کہنے لگا تم یوں انکار نہیں کر سکتی میں تمہارا جواب ہاں میں سننا چاہتا ہوں......

مجھے بے حد غصہ آ رہا تھا غصے میں بولی جب مجھے تم سے محبت نہیں ہے تو کیوں میں ہاں میں جواب دوں اور میرا ہاتھ چھوڑو کیا بدتمیزی ہے یہ...... شرم کرو واصف...... وہ بولا جب تک ہاں میں جواب نہیں دو گی نہیں چھوڑوں گا میں نے بہت کوشش کی گرفت مضبوط ہونے کی وجہ سے چھوڑا نہیں پا رہی تھی مجھے سخت غصہ آ رہا تھا اور کچھ سمجھ بھی نہیں آ رہی تھی کیا کروں غصے میں میں نے اس کے ہاتھ کو کاٹ لیا واصف نے ایک دم میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور جہاں میں نے اسے کاٹا تھا اس کو اپنے ہونٹوں سے لگا کر چوم لیا یہ حرکت دیکھ کر وہ مجھے بہت بھیانک لگ رہا تھا میں بھاگ کر کمرے میں چلی گئی اور دروازہ لاک کر لیا وہ باہر کھڑا کہہ رہا تھا میں تم سے بے حد پیار کرتا ہوں پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کرو آئی لو یو سو مچ۔

میں غصے میں زور سے بولی یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں امی اور ابو کو سب بتا دوں گی میری اس دھمکی سے وہ چلا گیا مجھے کچھ سکون آیا میں صرف سجاد کو چاہتی تھی خود کو اسی کا سمجھتی تھی اس کے سوا کسی اور کا تصور بھی نہ کیا تھا کہتے ہیں کہ

چاندنی چاند سے ہوتی ہے ستاروں سے نہیں
محبت ایک سے ہوتی ہے ہزاروں سے نہیں

ہمارے گھر شادی کی تیاریاں ہونے لگی میری باجی کی شادی ہو رہی تھی اس دوران سجاد کے لیٹر ملے اور میں نے اسے شادی میں آنے کی دعوت دی مگر اس نے جواب دیا وہ نہیں آ سکتا پیپرز ہیں مجھے بہت مایوسی ہوئی...... شادی کے دن قریب آ گئے مہندی کا دن تھا میں تیار ہو رہی تھی نجانے کتنی دیر سے واصف مجھے دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر کے لیے میں دوسرے کمرے میں نئی جیولری لینے...... واپس آئی تو پھولوں کے گجرے پڑے تھے میں اٹھا کر سوچنے لگی یہ کس کے ہیں اچانک کھڑکی پر میری نظر پڑی وہ ادھر دیکھ رہا تھا میں سمجھ گئی یہ اسی نے میرے لیے رکھے ہیں میں نے ان کو وہیں رکھ دیا اور جیولری پہن کر باہر آ گئی سب رشتہ دار باجی کی سہیلیاں جمع تھیں گانے گا رہی تھیں مگر میرا دل نہیں لگ رہا تھا سجاد کی بے حد یاد آ رہی تھی کاش یہاں وہ بھی ہوتا میرے سامنے کھڑا ہوتا وہ مجھے دیکھتا میں اسے دیکھتی آنکھوں سے اشارے کرتے مگر واصف پیار سے مجھے دیکھتا تو میرا دل سجاد کے لیے تڑپنے لگتا۔ مہندی کی رسم اختتام کو پہنچی بارات کے دن بھی وہ مجھے دیکھتا رہا اس کا یوں دیکھنا مجھے بہت برا لگتا بہت مشکل سے غصہ کنٹرول کر رہی تھی آخر رخصتی ہو گئی باجی اپنے گھر چلی گئی ان کی شادی سے گھر کے کاموں کی ساری ذمہ داری مجھ پر آ گئی گھر کے کاموں میں مصروف رہنے لگی اس دوران سجاد کے دو تین خط آئے آئے

مگر جواب نہ دے سکی اس وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو گیا اگلے خط میں اس نے ناراضگی کا اظہار کیا پھر میں نے خط لکھا اور اپنی مصروفیات کا ذکر کیا...... کچھ دن بعد ہمارے گاؤں میں PTCL فون کی سہولت ہو گئی ہم نے بھی فون لگوا لیا میں نے سجاد کو خط میں اپنے گھر کا نمبر دے دیا خط ملتے ہی اس کی کال آ گئی یوں اس نے مجھے اپنے گھر کا نمبر دیا اب خط کا سلسلہ بند ہو گیا خط کے بجائے ہم ٹیلی فون سے روز بات کر لیتے پھر میں نے سجاد کو اپنے کزن واصف کے متعلق بتایا میں اس سے کچھ پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتی تھی وہ وقتی طور پر غصے میں آ گیا اور کہنے لگا مجھے بہت برا لگ رہا ہے میرے سوا تمہیں کوئی کیوں چاہے تم صرف میری ہو تم پہ صرف میرا حق ہے تم وعدہ کرو کبھی مجھے دھوکا نہیں دو گی کبھی مجھ سے بیوفائی نہیں کرو گی میں نے وعدہ کیا کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی میں نے اس سے سوال کیا میری جان کیا تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہے وہ بولا خود سے زیادہ ہے امید ہے کبھی اس بھروسے کو توڑو گی نہیں پھر وہ بولا مجھے کوئی گانا سناؤ میری جان نے مجھ سے گانے کی فرمائش کی تو میں کیسے نہ پوری کرتی میں اسے یہ گانا سنا رہی تھی۔

میں جس دن بھلا دوں تیرا پیار دل سے
وہ دن آخری ہو میری زندگی کا
یہ آنکھیں اسی رات ہو جائیں اندھی
جو تیرے سوا دیکھیں سپنا کسی کا
مجھے اپنے دل سے اترنے نہ دینا
میں خوشبو ہوں اس کو بکھرنے نہ دینا
ہمیشہ رہوں میں تیرے بازوؤں میں
نہ ٹوٹے یہ بندھن کبھی دوستی کا
یہ آنکھیں اسی رات ہو جائیں اندھی
جو تیرے سوا دیکھیں سپنا کسی کا
میری دھڑکنوں میں محبت ہے تیری
میری زندگی اب امانت ہے تیری
تمنا ہے جن راستوں پر چلتے تو
نشان ہو وہاں پر میری بندگی کا
میں جس دن بھلا دوں تیرا پیار دل سے
وہ دن آخری ہو میری زندگی کا

میں نے یہ گانا سنایا پھر میں نے بھی اس سے گانے کی فرمائش کی تو سجاد نے یہ گانا مجھے سنایا تھا۔

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ
جیسے تجھ کو بنایا گیا، ہے میرے لیے
تو اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی کہیں
تجھے زمین پہ بلایا گیا ہے میرے لیے
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ
یہ بدن یہ نگاہیں میری امانت ہیں
یہ گیسوں کی گھنی چھاؤں ہے میری خاطر
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ
جیسے بجتی ہیں شہنائیاں سی راہوں میں
سہاگ رات ہے گھونگھٹ اٹھا رہا ہوں میں
سمٹ رہی ہے تو شرما کے اپنی بانہوں میں
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ
جیسے تو مجھے چاہے گی عمر بھر یوں ہی
اٹھے گی میری طرف پیار کی نظر یوں ہی
میں جانتا ہوں کہ تو غیر ہے مگر یوں ہی
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

آئی لو یو میری جان یہ گانا صرف تمہارے لیے ہے آئی لو یو ٹو سجاد اچھا جی اب فون بند کرو ابو کے آنے کا ٹائم ہے پھر ہم نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دی یوں روز کسی ٹائم ہم بات کر لیتے فون پہ ہماری بات کبھی گھنٹوں ہوتی تھی تقریباً ہر موضوع پر ہم بات کرتے ایک دوسرے کو شاعری اور گانے سناتے تھے وہ اکثر کہتا تھا میری جان شادی کے بعد میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا میری زندگی میں تم

بہت خاص ہو اس کی ان باتوں کی وجہ سے میں بھی سجاد کے پیار میں مکمل ڈوب چکی تھی اس کے علاوہ کسی اور کے متعلق سوچنا مجھے گوارہ نہ تھا پھر اس نے مجھے شادی کا کہا اپنے والدین کو میرے متعلق بتایا اسے ایک اچھی جاب بھی مل چکی تھی سجاد نے اپنے والدین کو میرے رشتے کے لیے بھیجا میں خوشی سے جھوم رہی تھی میرے گھر والوں نے ان کی خوب خاطر تواضع کی وہ مہمان تھے میرے ابو نے چند دن بعد ہاں یا نہ میں جواب دینے کا کہا اور وہ چلے گئے اسی دن شام کو میری سجاد سے بات ہوئی کہنے لگا میری جان اب تم ہمیشہ کے لیے میری بن جاؤ گی وہ دن کب آئے گا جب تم میرے پاس ہو گی میں نے کہا انشاء اللہ بہت جلد ایسا وقت آئے گا مگر واصف نے درمیان میں رکاوٹ کھڑی کر دی اس نے اپنی ماں کو میرا رشتہ مانگنے کے لیے بھیج دیا میں بہت فکر مند ہوئی ابو سجاد کی طرف انکار نہ کر دیں کیونکہ وہ ہمارے لیے غیر تھے یہ ڈر آخر سچ ثابت ہو گیا جب سجاد نے والدین ہمارے گھر جواب کے لیے آئے تو میرے ابو نے انکار کر دیا یہ کہا کہ ہم اپنی بیٹی کا رشتہ خاندان سے باہر نہیں دیں گے خاندان میں رشتہ موجود ہے باہر دینے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا ہمارے خاندان میں زیادہ تر رشتے خاندان کے اندر ہوتے تھے میرے ابو نے میرا رشتہ واصف کے ساتھ طے کر دیا میں نے صاف انکار کیا مگر کسی نے میری ایک نہ سنی کچھ دن بعد منگنی کا اعلان کر دیا ادھر سجاد کو یہ خبر ملی وہ کب برداشت کر سکتا تھا میں نے رو رو کے برا حال کر دیا واصف بے حد خوش تھا سجاد نے پھر اپنے والدین کو بھیج دیا انہوں نے جب کہا دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں ہمیں اپنے بچوں کی خوشی دیکھنی چاہیے نہ کہ خاندانی رواجوں کو یہ سن کر میرے ابو کو غصہ آ گیا ان کو دو ٹوک سنا دی وہ پھر مایوس لوٹ گئے ان کے جانے کے بعد ابو میرے روبرو کھڑے تھے سوالات کی بارش مجھے پہ شروع ہو گئی میرا دل زور سے دھڑک رہا تھا میں نے ہمت کر کے آخر کہہ دیا ہاں میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں کہ ابو نے مجھے دو تین تھپڑ رسید کر دیئے مجھے پر کافی پابندیاں لگ گئیں میرا گھر سے باہر نکلنا بالکل بند ہو گیا میرا کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا ہر وقت سجاد کے خیالوں میں رہتی میرا ٹیلی فون پر اس سے بات کرنا بھی مشکل ہو گیا دو ہفتے گزر گئے اس کی آواز سن نہ پائی کافی دن بعد وقاص کی چھوٹی بہن نے مجھے خبر دی سجاد گاؤں آیا ہے وہ تم سے ملنا چاہتا ہے یہ سن کر مجھے خوشی ہوئی میں نے پیغام بھیجا میرا گھر سے نکلنا بہت مشکل ہے مجھ پر پابندی ہے اس کو کہو گلی میں آ جائے تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا امی کچن میں مصروف ہیں ابو کمرے میں لیٹے ہوئے ہیں میں جلدی سے گیٹ میں چلی گئی وہ باہر کھڑا تھا ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اس کا چہرہ بہت اترا ہوا تھا ملنا تو بہت مشکل تھا لیکن دیدار کی خواہش پوری ہو گئی میرا دل چاہ رہا تھا میں اسے یوں ہی کھڑی دیکھتی رہوں مگر پھر سجاد نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کر دیا کہیں کوئی دیکھ نہ لے میں اپنے کمرے میں آ کر رونے لگی مجھے بہت افسوس ہو رہا تھا میں اس سے مل نہیں پائی میرے دل میں اس کے لیے پیار بڑھتا ہی رہا میرے گھر والے مجھے گھر میں پابند تو رکھ سکتے تھے لیکن میرے دل سے سجاد کے لیے پیار نہیں ختم کر سکتے تھے۔

جب جب پیار پہ پہرا ہوا ہے پیار اور بھی گہرا ہوا ہے
دو پیار کرنے والوں کو جب جب دنیا تڑپائے گی
محبت بڑھتی جائے گی کچھ بھی کر لے دنیا یہ مٹ نہ پائے گی
محبت بڑھتی جائے گی محبت بڑھتی جائے گی

بادل کو برسنے سے بجلی کو چمکنے سے
کوئی بھی روک نہ پائے گا
پھولوں کو مہکنے سے بلبل کو چہکنے سے
کوئی بھی روک نہ پائے گا
جب جب الفت کی راہوں میں دنیا دیوار اٹھائے گی
محبت بڑھتی جائے گی محبت بڑھتی جائے گی
اس دل کی یادوں کو محبوب کے وعدوں کو
کوئی کیا باندھے زنجیروں سے
چاہت کے خزانوں کو نظروں کے فسانوں کو
کوئی پا نہ سکے جاگیروں سے
جب جب دنیا دل والوں کو دیواروں میں چنوائے گی
محبت بڑھتی جائے گی محبت بڑھتی جائے گی

میرے دن رات سجاد کی یادوں میں گزرنے لگے میں اب واصف کی منگیتر تھی وہ اکثر ہمارے گھر آتا مجھ سے مخاطب ہوتا مگر میں پہلے کی طرح اسے اگنور ہی کرتی ایک دن تو میرے قریب آ کر بولا اتنی بے رخی اچھی نہیں میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا میں ادھر سے اٹھ کر کچن میں چلی گئی میں اس سے دور رہنا چاہتی تھی مجھے اس سے بات کرنا بھی پسند نہ تھا واصف کی وجہ سے میں سجاد سے دور ہوئی یہی ہمارے درمیان آ گیا تھا میں اس کو مجرم سمجھنے لگی تھی دو دلوں کو اس نے جدا کر دیا تھا لیکن میرے دل میں صرف سجاد کے لیے پیار تھا واصف کی منگیتر ہونے کے باوجود میں سجاد کے متعلق سوچتی رہتی مگر وہ میرے قریب ہونے کی کوشش میں رہتا اس کا ہمارے گھر آنا جانا لگا رہتا تھا اس کا مجھے دیکھنا مجھے بالکل پسند نہ تھا میں شیشے کے سامنے کھڑی بالوں میں کنگھی کر رہی تھی وہ پھر میرے قریب آیا میرے بالوں کو چھونے لگا میں یہ دیکھ کر غصے میں آ گئی شرم نہیں آتی بہت ہی بدتمیز اور ڈھیٹ انسان ہو وہ مسکرا کر بولا اپنی ہونے والی بیوی سے کیسی شرم کیسی بدتمیزی......

بکواس بند کرو مجھ سے دور رہا کرو تو بہتر ہے یہ سن کر وہ ایک دم سنجیدہ ہو کر کہنے لگا تم سے دور رہنا مشکل ہے اور لاکھ کوشش بھی کروں دور نہیں ہو سکتا آخر تم کیوں نہیں سمجھتی میں تم سے پیار کرتا ہوں کیوں تم مجھ سے دور رہنا چاہتی ہو کیا کمی ہے مجھ میں میرے پیار میں؟ میں بنا جواب دیئے چل پڑی اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کر لیا اور بولا تم جواب دیئے بنا نہیں جا سکتی دیکھو اب تم میری منگیتر ہو ایک دن شادی ہو جائے گی تم میری بن جاؤ گی میری منزل تم ہو اور میں تمہاری منزل ہوں تمہارا یہ رویہ مجھے جلاتا ہے اس کا مزاج بہت سنجیدہ ہو گیا تھا میرے پاس تمہاری باتوں کا کوئی جواب نہیں میں صرف اتنا کہہ پائی اور کچن میں آ گئی وہ تھوڑی دیر بعد ہمارے گھر سے چلا گیا مگر اس کی بات میرے کانوں میں گونج رہی تھی ایک دن شادی ہو جائے گی تم میری بن جاؤ گی یہ بات مجھے بے چین اور بے تاب کر رہی تھی میں خود کو سجاد کی سمجھتی تھی مجھے ہر حال میں سجاد کا بننا تھا میں نے سجاد کے خواب دیکھے تھے میری سوچوں کا محور صرف وہی تھا واصف کی بات نے مجھے فکر میں ڈال دیا اس سے پہلے میری شادی واصف سے کر دی جائے مجھے سجاد سے اس حوالے سے بات کرنی چاہیے مگر میرا گھر سے نکلنا بالکل بند تھا گھر میں بھی ٹیلی فون ابو کے کمرے میں تھا جب سے ابو کو میرے اور سجاد کے متعلق معلوم ہوا ٹیلی فون ابو نے اپنے کمرے میں رکھ لیا تھا یوں مہینہ گزر گیا تھا میری اور سجاد کی بات نہیں ہو رہی تھی ابو کی جاب ایک سال سے ختم ہو چکی تھی وہ اکثر گھر میں ہی رہتے کبھی کبھی کھیتوں کی طرف جاتے تھے اور کبھی بازار میں اللہ سے دعائیں کرتی کسی طرح

سجاد سے بات ہو جائے میرا اور اس کا ہمیشہ کے لیے ملاپ ہو جائے اس میں میرے گھر والوں کی رضا بھی شامل ہو کاش ایسا ہو جائے اکثر میں سوچتی کاش میرے ابو مان جائیں۔
میں گھر والوں کے سامنے خوش باش رہنے کی کوشش کرتی تاکہ وہ یہ سمجھیں میں سجاد کا خیال دل سے نکال چکی ہوں اور یہی ہوا میری اس کوشش سے گھر والوں کا رویہ بدلنے لگا مجھ پر پابندی کافی حد تک کم ہوئی لیکن میرا دل سجاد کے نام سے ہی دھڑکتا تھا خود پر سے پابندیاں اور روک ٹوک کم کرنے کے لیے میں خود کو خوش ظاہر کرتی رہی میں اس مقصد میں کامیاب ہو گئی یوں ایک دن ابو بازار گئے ہوئے تھے میں نے سجاد کے گھر کا نمبر ڈائل کر دیا دوسری طرف اس کی بہن نے فون اٹھایا میں اسے کہا سجاد سے بات کرا دو اس نے بتایا وہ گھر نہیں تھوڑی دیر تک آ جائیں گے فون بند ہو گیا کافی دیر بعد پھر میں نے کال کی اس بار سجاد نے کال ریسیو کیا اس کی کافی عرصہ بعد آواز سن کر میں رو پڑی وہ ہیلو ہیلو کر رہا تھا میرے منہ سے روتے ہوئے اتنا نکلا سجاد...... ادھر سے وہ بولا میری جان تم کیسی ہو کیا ہوا رو کیوں رو رہی ہو کسی نے کچھ کہا ہے؟ اس کے لہجے سے بھی خوشی صاف جھلک رہی تھی ٹھیک ہوں میری جان تمہاری آواز کافی عرصہ بعد سنی اس لیے آنکھوں میں آنسو آ گئے سجاد کیسے ہو۔ وہ بولا میری جان ٹھیک ہوں آج کیسے کال کر لی میری وجہ سے تمہیں کیا کچھ سہنا پڑ رہا ہے پلیز مجھے معاف کر دو تمہارے گھر والوں کا رویہ تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں...... مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے کاش میں تمہارے دکھ کو کم کر سکوں اس نے بات ختم کی تو میں نے کہا میری جان معافی کس بات کی مانگ رہے ہو تم سے پیار کرتی ہوں کوئی کھیل تو نہیں کھلا تمہاری خاطر ہر اذیت ہر دکھ غم اور ہر بات برداشت کر سکتی ہوں بس میری جان میرا ساتھ نہ چھوڑنا مجھ سے کبھی خفا نہ ہونا تمہارے پیار کے لیے ہر مشکل سے گزر جاؤں گی مگر تم بے وفا نہ ہو جانا میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں میں سجاد صرف تمہاری ہوں۔ آئی لو یو سو مچ آ لو یو۔
وہ یہ سن کر بولا میری جان آئی لو یو ٹو لیکن تمہاری منگنی ہو چکی ہے ہمارا ملنا بہت مشکل نظر آ رہا اپنے گھر والوں کو مناؤ پلیز میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا تم اپنی ماں سے بات کرو ماؤں کے دل موم سے بھی جلدی پگھلتا ہے تم اپنی ماں کو پہلے مناؤ انہیں بتاؤ تم مجھ سے پیار کرتی ہو وہ ضرور تمہیں سمجھیں گی ہاں سجاد کہتے تو تم ٹھیک ہو آج میں امی سے بات کرتی ہوں دعا کرنا کامیاب رہوں......
میری جان میری دعائیں ہمیشہ سے تمہارے ساتھ ہیں کافی دیر ہو گئی تھی پھر میں نے اسے فون بند کرنے کا کہا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا اور امی سے اس معاملے میں بات کرنے کے بارے میں سوچنے لگی بات کیسے شروع کروں ایک ڈر بھی لگ رہا تھا امی نے ابو سے شکایت لگا دی تو بہت برا ہو گا پھر سے ابو کا وہی رویہ شروع ہو جائے گا آخر میں نے امی سے بات کرنے کی ٹھان لی شام کو میں نے امی کے پاس بیٹھ کے رونے لگی روتے روتے کہا میں واصف سے شادی نہیں کرنا چاہتی میں سجاد سے پیار کرتی ہوں پلیز امی آپ میری مدد کریں ابو کو سمجھائیں ان کو منائیں۔
امی نے نرمی سے مجھے سمجھاتے ہوئے بولی میرے ہاتھ کچھ بھی نہیں ہے اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتی تمہارا رشتہ تمہارے باپ نے طے کیا ہے تمہارے باپ کو راضی کرنا بہت مشکل کام ہے اب تو منگنی بھی ہو چکی ہے منگنی توڑنا وہ بھی اپنے سگے رشتہ داروں میں یہ بدنامی کی بات ہے یہ بات تمہارے ابو کبھی نہیں مانیں گے رشتہ طے نہ ہوا ہوتا

شاید کچھ ہو سکتا تھا اور ویسے بھی سجاد کو تمہارا رشتہ دینا ہوتا تو پہلے ہی دے دیتے بیٹی اس کو بھول جاؤ جو فیصلہ ہو چکا ہے اسے قبول کر لو اسی میں تمہاری بہتری ہے واصف کو دل سے قبول کر لو۔ وہ یہ باتیں کہہ کر خاموش ہو گئی میں ان کی طرف گھور رہی تھی اتنا کہہ کر میں کمرے کی طرف چل پڑی جب ایک بار دل میں بس جائے جس کو دل ایک بار اپنا مان لے وہ کبھی دل سے نہیں نکلتے۔

سجاد تجھے بھول جانے کا تصور بھی کیسے کر لوں
میری ہر سانس سے وابستہ ہیں یادیں تیری

ماں سے امید لگا کر کچھ نہیں ملا وہ بے بس تھی لیکن مجھے ان سے کوئی شکوہ نہیں تھا اگلے دن شام کو موقع پا کر میں نے سجاد کو کال کی اپنے اور ماں کے درمیان ہونے والی بات چیت کا بتایا مگر وہ یہ جان کر اداس سا ہو گیا سجاد نے کہا وہ مجھے ہر حال میں پانا چاہتا ہے اس نے مجھے گھر سے بھاگ کر شادی کرنے کی آفر کی میں نے اتنا ہی کہا میری جان یہ راستہ ٹھیک نہیں وہ غصے میں آ گیا بولا پیار میں کچھ غلط نہیں ہوتا پیار میں سب جائز ہے مگر ہمارے ماں باپ پر لوگ انگلیاں اٹھائیں گے ہمارے متعلق بھی لوگ طرح طرح کی باتیں کریں گے اس کا لہجہ تلخ ہوتا جا رہا تھا تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے بس میں نے تمہیں پانا ہے میں تمہیں کسی اور کا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تم صرف میری ہو اگر تم مجھے نہ ملی تو میں خود کو ختم کر دوں گا۔ اسے ایک جاب مل چکی تھی اتوار کو اس نے گاؤں آنے کا بتایا دو دن بعد اتوار تھا اتوار بھی آ گیا مجھے اس کے آنے کی خبر مل چکی تھی رات 11 کے بعد وہ دیوار پھلانگ کر ہمارے گھر میں داخل ہوا سب سو رہے تھے کافی مہینوں بعد اس کی صورت دیکھ رہی تھی اس نے میرے ہاتھ کو پکڑا پھر بولا میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں چلو گی ناں؟ وہ مجھے پکڑ کر گیٹ کی طرف بڑھا میں رک گئی سجاد نہیں...... اس طرح میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی یہ ٹھیک نہیں وہ غصے میں بولا اگر تمہیں مجھے پانا ہے تو میرے ساتھ چلنا ہو گا...... سجاد پلیز سمجھنے کی کوشش کرو اس نے میرا بازو چھوڑا اور اپنی جیب سے چاقو نکال کر اپنے بازو پر وار کر دیئے تیسرا وار میں نے روک لیا سجاد کا ہاتھ پکڑ لیا اس کے بازو سے خون بہنا شروع ہو گیا یہ دیکھ کر میں رونے لگی جلدی سے اپنے دوپٹے کو ایک طرف سے پھاڑ کر اس کے بازو کو پٹی باندھتے ہوئے کہا میری جان میں وعدہ کرتی ہوں میں تمہارے ساتھ چلوں گی صرف تم سے شادی کروں گی مگر یوں خود کو دوبارہ تکلیف نہیں پہنچانا یہ کہہ کر میں سجاد سے لپٹ گئی تھوڑی سی تکلیف نہیں دیکھ سکتی اگر تم کسی اور کی ہو گئی تب میں ساری زندگی تکلیف میں رہوں گا میں نے اسے یقین دلایا ایسا کبھی نہیں ہو گا اس وقت میں نے اسے واپس جانے کا کہا وہ مان گیا اور چلا گیا میں اپنے بستر پر آ کر گہری سوچوں میں ڈوب گئی کیا اسے پانے کے لیے سب کچھ چھوڑ جانا چاہیے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی ایک طرف گھر والوں کا خیال آتا دوسری طرف سجاد اور اس کا پیار آخر میں نے دل کی سنی اور سجاد کے ساتھ جانے کا سوچ لیا سجاد کے پیار کی خاطر میں نے فیصلہ کر لیا اب جب بھی وہ آئے گا اس کے ساتھ چلی جاؤں گی رات بھر میں جاگتی رہی صبح آنکھیں لال تھی سر میں بھی شدت سے درد تھا امی نے دیکھا تو پوچھنے لگی میں ٹال مٹول کرنے لگی وہ ماں ہیں سب سمجھ چکی تھی وہ میرے دل کی حالت سے واقف تھی مگر وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی وہ بے بس تھی ابو کے آگے کسی کی نہیں چلتی تھی وہ اکثر مجھے خیالوں میں ڈوبا ہوا دیکھتی تھی مگر چپ رہتی تھی ایک ہفتے کے بعد سجاد مجھے اپنا بنانے کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا میں

اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار تھی میں اپنے گھر والوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی ان کو چھوڑ کر جانے کا دکھ بھی ہو رہا تھا مگر مجھے اپنے محبوب کو پانا تھا کاش میرے گھر والے میری خوشی کا خیال کرتے میں یہی تمنا کر رہی تھی کاش ایسا ہوتا وہ مجھے خوشی سے سجاد کے ساتھ رخصت کرتے رات کا ٹائم تھا 11 بجے سجاد ہمارے گیٹ کے باہر کھڑا تھا میں نے اپنے گھر کو ایک بار دیکھا اور گیٹ کی طرف چل پڑی میں نے اپنے صرف دو جوڑے اٹھائے اور کچھ اٹھانا مجھے صحیح نہیں لگ رہا تھا میں نے آہستہ سے گیٹ کھولا اچانک مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی یہ دیکھ کر میرا دل زور سے دھڑکنے لگا میری امی سامنے کھڑی تھی وہ میری طرف آ رہی تھی جوں جوں وہ میرے قریب آ رہی تھی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں وہ قریب آ کر بولی ماں سے مل کر نہیں جاؤ گی انہوں نے مجھے گلے سے لگایا میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا یہ کیا ماجرا ہے میں حیران تھی سجاد بھی اندر آ چکا تھا میری ماں سجاد کو مخاطب ہوئی میری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھنا اس کا خیال رکھنا اس کی خوشی تمہارے ساتھ ہے اس لیے اس کو لے جاؤ میری دعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں میں حیرانگی سے ان کو دیکھے جا رہی تھی مگر ماں آپ کو کیسے معلوم ہوا ہم یوں بھاگ رہے ہیں میرے سوال پہ سجاد بولا تمہاری ماں نے کچھ دن پہلے مجھ سے رابطہ کیا اور تمہارے متعلق بتایا تم بہت دکھی رہتی ہو پھر انہوں نے کہا میں تمہیں لے جاؤں اور شادی کر لوں میں بھی یہی چاہتا تھا تمہاری امی کی مرضی اس کے کہنے پر میں نے تمہیں لے جانے کا فیصلہ کیا ہے میں ایک بار پھر امی سے لپٹ گئی اور رونے لگی وہ بھی رو پڑی اب جاؤ کوئی جاگ گیا تو مصیبت بن جائے گی اچھا امی خدا حافظ کہہ کر میں سجاد کے ساتھ چل پڑی سجاد کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی اور وہ اپنے ایک دوست کے گھر لے آیا صبح ہونے تک ہم وہاں رہے صبح وہ مجھے اپنے ایک دوست ناصر کے گھر لے گیا ناصر شادی شدہ تھا اس نے اپنی بیوی سے مجھے ملوایا وہ میرے پاس آ کر باتیں کرنے لگی سجاد ناصر سے نکاح کے حوالے سے بات کر رہے تھے ناصر کی بیوی جن کو میں بھابھی کہہ کر بلانے لگی تھی وہ تھوڑے وقت میں میرے ساتھ فری ہو گئیں وہ ہمارے لیے دن کا کھانا پکانے لگی اتنے میں سجاد ادھر آیا اس کے ہاتھ میں کافی چیزیں تھیں میرے سامنے رکھ کر بولا یہ سب تمہارے لیے ہے کھولو اور بتاؤ کیسے ہیں وہ میرے لیے کپڑے تھے ایک سرخ کلر کا شادی کا خوبصورت لہنگا تھا اس کے ساتھ جیولری، چوڑیاں، جوتے تھے اس کے علاوہ اور بھی عام پہننے کے لیے کپڑے تھے مجھے بہت اچھے لگے دن کا کھانا ہم نے اکٹھے کھایا شام تک بھابی میرے پاس بات چیت کرتی رہی پھر وہ کچن میں مصروف ہو گئی سجاد میرے پاس آ کر بیٹھا میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہنے لگا پریشان نہ ہونا میں تمہیں ہمیشہ چاہوں گا وہ میرے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچ میں پڑ گیا میں نے پوچھا تو اس نے کچھ نہیں جواب دیا اور اٹھ کر باہر چلا گیا کافی دیر تک مجھے نظر نہیں آیا بھابھی سے پوچھنے پر معلوم ہوا وہ ناصر کے ساتھ بازار گیا ہے کافی دیر بعد وہ لوٹے رات کا کھانا کھا کے سجاد نے میری طرف مہندی بھیجی خود وہ دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھا مہندی کی ایک کمی تھی جو سجاد میرے ہاتھوں میں نہ پا کر بازار کی طرف چل پڑا تھا وہ میرے لیے سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھا بھابھی نے مجھے مہندی لگانا شروع کی میں بے حد خوش تھی سجاد کے نام کی مہندی میرے ہاتھوں میں لگ رہی تھی اس کی خوشبو میرے تن من کو مہکا رہی تھی اگلے دن

میرا اور سجاد کا نکاح تھا اس کے دوست جا چکے تھے وہ نجانے کتنی دیر سے دروازے میں کھڑا دیکھ رہا تھا بھابھی کی نظر پڑی تو وہ شرمندہ سا ہو گیا بھابھی اس کے قریب گئی اور پوچھا جی فرمایئے اس نے پھولوں کے گجرے سامنے کیے...... مجھے دے دو میں پہنا دوں گی بھابھی نے اس کے ہاتھ سے گجرے لے لیے...... میں خود پہنانا چاہتا ہوں بھابھی رکیں ناں...... وہ ان کے پیچھے اندر تک آیا...... نہیں نہیں تم یہاں سے چلتے بنو کل کو نکاح ہو جائے گا صبر کریں جی...... یہاں سے نکلو کل تک ادھر تمہارا داخلہ ممنوع ہے وہ ساتھ ہنستی بھی جا رہی تھی وہ دو بارہ دوستوں میں بیٹھ گیا بھابھی نے وہ پھولوں کے گجرے پہنائے میں بہت خوش تھی اگلے دن میرا نکاح تھا رات مجھے دیر تک نیند نہ آئی بھابھی اور میں ایک کمرے میں تھی صبح ہوئی ایک نیا دن ہمارے لیے خوشیاں لے آیا بھابھی نے مجھے تیار کیا انہوں نے مجھے دلہن بنایا اور میری خوب تعریفیں کیے جا رہی تھی مولوی صاحب آئے ہمارا نکاح ہو گیا سجاد میرے پاس بیٹھے ان کے دوست نے میری اور سجاد کی تصویریں بنائیں ارے واہ بھابھی جی تو بہت پیاری ہیں سجاد کے ایک دوست نے کہا تو دوسرا بولا تو تو بڑا تیز نکلا اس کے دوست سجاد سے ہنسی مذاق کر رہے تھے سجاد نے اپنے سب دوستوں کو شادی میں بلایا یہ شادی بالکل سادگی سے ہوئی صرف نکاح ہوا اور ہم ایک دوسرے کے ہمیشہ کے لیے بن گئے رات جب وہ میرے پاس آئے میرا گھونگھٹ اٹھایا انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چوما اور سونے کی انگوٹھی پہنائی انہوں نے وعدہ کیا تھا وہ ہمیشہ میرا خیال رکھیں گے اور یوں ہی عمر بھر چاہتے رہیں گے یوں یہ پیاری بھری رات گزر گئی میرا پیار مجھے مل گیا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے مجھے پوری دنیا مل گئی ہو مجھے سجاد کے بعد کچھ نہیں چاہیے تھا بس سجاد ہی میری پہلی اور آخری خواہش تھا اس کے مل جانے کے بعد مجھے کسی بھی چیز کی طلب نہ تھی۔

میں کیوں دامن کو پھیلاؤں
میں کیوں کوئی دعا مانگوں
تجھے جب پا لیا میں نے
خدا سے اور کیا مانگوں

ہماری شادی کا سجاد کے گھر والوں کو بھی علم نہیں تھا ادھر وقاص نے کال کر کے بتایا گاؤں میں ہر کسی کی زبان پر یہی تذکرہ ہے اس نے بتایا تمہارے ابو، بھائی، اور واصف ہمیں ڈھونڈ رہے ہیں کسی محفوظ جگہ چلے جاؤ ورنہ پکڑے لیں گے تو جان سے مارے جاؤ گی واصف اپنے چند دوستوں کے ساتھ سجاد کے گھر گھس گئے پورے گھر میں تلاش کیا ہم کو نہ پا کر گھر میں توڑ پھوڑ کر کے واپس چلے گئے وہ ہماری شادی کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے وہ سخت حیران ہوئے کیا ماجرا ہے سجاد کے ابو سجاد کے سب دوستوں سے پتہ کرتے ناصر کے گھر تک پہنچ گئے اور اس کو بہت برا بھلا کہا وہ ناراض ہو کر چلے گئے دو ہفتوں تک ہم ان کے گھر رہے نجانے کیسے واصف نے پتہ کرا لیا تھا وہ ہم تک پہنچا نہیں تھا اس سے پہلے ناصر نے دوسرے گیٹ سے نکال دیا اور موٹر سائیکل کے ذریعے ہم وہاں سے دور نکل آئے پھر ناصر نے اپنے ایک رشتہ دار کے گھر دو دن ٹھہرایا اور کرائے کا مکان لے دیا ایک ماہ تک ہم اس گھر میں رہے سجاد کی جاب بھی تھی اس لیے مالی طور پر ہم کو کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں پڑی لیکن میں ہر وقت گھبرائی رہتی واصف یا اس کے دوست میرے گھر والے ہم کو ڈھونڈ نہ لیں میں اکثر سجاد کو کہتی کسی دوسرے شہر چلے جاتے ہیں مگر جاب کی وجہ سے وہ انکار کر دیتے پھر یوں ہوا دو ماہ بعد سجاد کے والدین نے

مجھے قبول کر لیا جہاں ہم رہ رہے تھے ادھر آئے ہم سے ملے میری ساس نے اپنے سونے کے کنگن مجھے پہنائے اور اپنے گھر لے جانا چاہتے تھے مگر وہ بھی فکر مند تھے واصف وہاں دوبارہ پستول کے ساتھ جا چکا تھا وہاں رہنا ہمارے لیے خطرہ تھا انہوں نے ہمیں شہر چھوڑ جانے کا ایک طرح سے حکم سنا دیا سجاد نہیں مان رہے تھے جاب کا مسئلہ تھا وہ اپنے گھر چلے گئے فون پہ اکثر ان سے بات ہو جاتی تھی دو ماہ میں صرف ایک بار میری اپنی ماں سے بات ہوئی وہ بھی میرے لیے فکر مند تھی اس کے بعد جب کبھی کال کرتی ابو یا بھائی پک کرتے مجبوراً مجھے بند کرنی پڑتی ابو سے بھی بات کرنے کا دل کرتا تھا مگر بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی ان کے گرم مزاج سے میں خوب واقف تھی اس لیے فون بند کر دیتی۔

یوں دن گزرنے لگے 6 ماہ ہو گئے میں سجاد کے بچے کی ماں بننے والی تھی ہم ہسپتال گئے میں نے چیک اپ کروانا تھا وہاں سے فارغ ہو کر سجاد مجھے شاپنگ کے لیے لے گئے بازار میں واصف کہیں گھوم رہا تھا اس نے مجھے دیکھ لیا تھا مگر مجھے پتہ نہیں چلا وہ ہمارا پیچھا کر رہا ہے ایک دکان میں وہ میرے سامنے آ کھڑا ہو گیا اسے دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں میرا دل زور سے دھڑکنے لگا تھا وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا میرا بازو پکڑ کر بولا بہت مشکل سے ملی ہو تم مجھے یوں کیوں چھوڑ کر چلی گئی سجاد نے میرا بازو پکڑتے دیکھ لیا وہ غصے میں آ گئے اور اس کا گریبان پکڑ لیا تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے چھونے کی اب یہ میری بیوی ہے میری عزت ہے واصف نے سجاد کو گالی دی اور ایک تھپڑ مار دیا دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی میرا جسم کانپ رہا تھا سجاد کو میں روک رہی تھی مگر غصے میں مجھے پیچھے کیا میں پہلی بار ان کو اتنے غصے میں دیکھ رہی تھی سجاد کبھی اسے تھپڑ مارتا تو کبھی مکے مارتا سجاد کو بھی واصف کے کئی وار پڑے وہاں لوگوں کا رش بڑھتا جا رہا تھا دونوں زخمی ہو گئے تھے اور واصف وہاں سے جان چھڑا کر بھاگ گیا میں ان کے پاس بیٹھی رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کیا ضرورت تھی اتنا غصہ کرنے کی، اتنا ہنگامہ کیوں کیا وہ تو ہے ہی کمینہ وہ میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہنے لگے میری جان مجھ سے برداشت نہیں ہوا اس نے تمہارا بازو پکڑنے کی ہمت کیسے کی تھی مگر آپ کو زخمی دیکھ کر مجھے کتنی تکلیف ہو رہی ہے آپ نہیں سمجھ سکتے...... تم کیوں پریشان ہو رہی ہو معمولی سی چوٹیں ہیں کچھ دن میں ٹھیک ہو جائیں گی تم اپنا خیال رکھو...... سجاد میرا بہت خیال رکھتے تھے ہم اب کرائے کا مکان چھوڑ چکے تھے سجاد اپنے گھر آ گئے تھے واصف جیل میں بند تھا ابو اور بھائی یہ کہہ کر چپ ہو گئے تھے کہ وہ ہمارے لیے مر گئی ہے وہ کوئی قدم نہیں اٹھا رہے تھے پھر ایک دن مجھے خبر ملی بھائی دوبئی چلا گیا یہ بات امی نے بتائی تھی مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرے میکے کا نظام بہتر ہوتا جا رہا ہے میں نے جو بھی کیا تھا اپنے پیار کو پانے کے لیے لیکن مجھے اپنے میکے کی فکر بھی رہتی تھی اکثر میرے دل میں خواہش اٹھتی کہ کاش مجھے خود میرے گھر والوں نے سجاد کے ساتھ ڈولی میں خوشی سے رخصت کیا ہوتا...... شادی کے ایک سال بعد خدا نے ہمیں چاند سی بیٹی سے نوازہ تھا سجاد بہت خوش تھے انہوں نے اس کا نام عروج رکھا وہ اس سے بے حد پیار کرتے تھے دادا دادی کی آنکھ کا تارا بن گئی اگلے تین سالوں میں خدا نے ہمیں دو بیٹوں سے نوازا۔ ہماری فیملی مکمل ہو چکی تھی سجاد اپنے بچوں سے بہت پیار کرتا تھا میرا بھی وہ بہت خیال رکھتے تھے کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی وقت کا پہیہ چلتا رہا تینوں سکول میں داخل ہو گئے میں ان کی صحیح تعلیم و تربیت

کرنا چاہتی تھی میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی مگر میرا خواب پورا نہ ہو سکا تھا لیکن میرے دل میں خواہش تھی میرے بیٹے اور بیٹی اچھی تعلیم حاصل کر کے معاشرے میں اپنا مقام بنائیں میں ان پہ خاص توجہ دیتی میری بیٹی نویں کلاس میں پہنچ گئی وہ جوان ہو رہی تھی میں اکثر سجاد کو سوچوں میں ڈوبا ہوا پاتی وجہ پوچھنے پر وہ ٹال جاتے کچھ نہیں بس کام کی وجہ سے تھکاوٹ ہے پھر یوں ہوا ان کا رویہ بدلنا شروع ہو گیا بات بات پہ عروج کو ڈانٹ دیتے اور روک ٹوک کرنے لگے میں حیران تھی سجاد کو کیا ہو گیا ہے پھر ایک روز عروج کے لیے نقاب خرید لائے اور حکم سنا دیا کل سے نقاب کر کے جایا کرے گی ورنہ گھر بیٹھ جائے عروج نے بنا کوئی سوال کیے نقاب پہن کر جانے لگی پھر بھی ان کا رویہ وہی رہا نجانے کیوں وہ بے سکون تھے ان کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا وہ ایک عاشق نہیں باپ تھے ایک لڑکی کے باپ میں سمجھ چکی تھی ان کی پریشانی کیا ہے مگر مجھ سے بھی خاص بات نہیں کرتے تھے اصل میں ایک عورت اور مرد بچوں والے ہوتے ہیں تو ان کی سوچیں بدل جاتی ہیں جوانی کا پیار و عشق نجانے کہاں کھو جاتا ہے سب ذہن سے نکل جاتا ہے لیکن مرد حضرات یہ بھول جاتے ہیں جس کے ساتھ وہ پیار کرتے تھے وہ بھی کسی کی بہن یا بیٹی تھی پھر یوں ہوا ایک دن سجاد کے کوئی جاننے والے آئے تھے ایک عورت بھی تھی میں نے چائے پیش کی مجھے یہ جان کا شدید جھٹکا لگا وہ عروج کے رشتے کی بات کر رہے تھے سجاد نے ایک طرح سے حامی بھر دی مجھے اپنے آنکھوں اور کانوں پہ یقین نہ ہو رہا تھا ان غیر لوگوں کے سامنے میں نے سجاد سے کوئی وضاحت نہیں مانگی ان کے جانے کے بعد میں نے ان سے سوال کیا آخر کیوں اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں؟ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے؟ تعلیم تو پوری کرنے دیں

وہ خاموشی سے سن رہے تھے میرے بار بار پر وہ بولے ہاں میں اس کی شادی کرنا چاہتا بس میں نے کہہ دیا ایک دن تو اس کی شادی ہے پھر اب کیوں نہیں...... وہ یہ کہہ کر چلے گئے رو پڑی سجاد کو کیا ہو گیا ہے کچھ دن تک میں رہی شاید وہ سمجھ جائیں ان کو خود احساس ہو جائے سجاد گھر نہیں تھے وہی عورت پھر ہمارے گھر آئی رشتہ پکا کرنے کے متعلق بات کر رہی تھی میں کہا ابھی وہ پڑھ رہی ہے اور اس کی عمر شادی نہیں ہے یہ سن کر عورت بولی بھائی صاحب تو حامی بھر گئے تھے میں نے کہا آپ جا سکتی ہیں وہ عورت چلی مگر جب سجاد شام کو لوٹے تو بہت غصے میں مجھے کاٹ کھانے والی نظروں سے دیکھ رہے آخر بول پڑے تمہاری ہمت کیسے ہوئی ان لوگوں انکار کرنے کی، کیوں انکار کیا میں نے ان نظروں سے نظر ملا کر کہا میں نے ٹھیک کیا ہے اپنی بچی کو چھوٹی سی عمر میں نہیں بیاہ سکتی یہ کہنا تھا سجاد نے مجھے زور کا تھپڑ مار دیا میں بت بنی ان سامنے کھڑی تھی میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے مجھے یقین نہ ہو رہا تھا سجاد نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا وہ بولے میں جو چاہتا ہوں وہی ہو گا میری مرضی چلے گی میں نے روتے روتے کہا پر آپ اس کی تو دیکھیں کیوں وہ آپ پہ بوجھ بن گئی ہے آپ اس سے بے حد پیار کرتے تھے پھر کیوں اپنی گڑیا کسی اور کے ہاتھ میں تھما دینا چاہتے ہیں ہاں پیار کرتا ہوں تبھی چاہتا ہوں کہ اس کی شادی ہو جائے کہتے ہوئے وہ بیڈ پہ بیٹھ گئے میں ان کے ساتھ بیٹھی ان کو سمجھانے کے انداز میں کہا یہ کیسا پیار ہے پلیز سجاد اس کو پڑھنے دیں مجھے کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں پیار کرتا ہوں تبھی اس کی شادی کا سوچا ہے کل کو وہ بھی تمہاری طرح کسی کے ساتھ چلی جائے گی تم جیسا قدم اٹھائے پھر مجھے اس سے

نفرت ہو جائے اس سے پہلے میں عروج کو بیاہ دینا چاہتا ہوں یہ سجاد کے الفاظ نہیں تیز اور خنجر تھے جس نے میرے دل میرے جسم اور روح تک کو زخمی کر دیا سجاد نے اپنے الفاظ کا ایسا وار کیا کہ میری روح تک کانپ اٹھی میں انہیں حیرت سے دیکھ رہی تھی میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جس کو پانے کے لیے اپنے گھر کی دہلیز پار کی تھی جس کی خاطر اپنے والدین کی عزت کو داؤ پہ لگایا جس کے لیے آگ کا دریا پار کیا اس آگ نے سب کو جلا دیا آج اسی نے طعنہ دے دیا اپنی محبت کو روند دیا سجاد کی اس بات سے مجھے شدید صدمہ ہوا کہیں دن تک میں یوں کھوئی رہی نہ بچوں سے سہی طرح سے بات کر سکی نہ سجاد سے!

میں نے خاموشی اختیار کر لی اچانک کوئی مہمان تو زدے تو دل کو یقین دلانے میں ٹائم لگتا ہے پھر چند دن بعد سجاد کے ایک دوست نے آنا تھا عروج کو بھی چھٹی تھی سجاد میرے پاس آئے اور بتایا کہ عروج کو دیکھنے اس کا ایک دوست اپنی بیوی کو ساتھ آ رہا ہے تم ان کے سامنے کچھ مت بولنا اس بار تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو...... اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئے میں نے ان کی طرف دیکھا اور کہا تو پھر......؟ بات مکمل کریں مجھے پتہ ہونا چاہیے میرے ساتھ کیا ہو سکتا ہے اگر میں اس بار بھی انکار کروں تو......؟ تو تمہاری اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہو گی وہ یہ کہتے ہوئے گھر سے باہر نکل گئے سجاد کا یہ روپ بھی ہو گا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا مرد چاہے کتنا ہی پیار کیوں نہ کرتا ہے اپنا آپ اپنی مردانگی کیوں دکھاتا ہے ایک نہ ایک دن مردانگی ضرور دکھاتا ہے۔

آخر وہ لوگ آئے سجاد نے عروج کا رشتہ طے کر دیا میں نے اپنی طرف سے سجاد کو بہت منایا منت سماجت کی ہر طرح کی کوشش کی شاید ان کا دماغ بدل جائے رشتہ طے ہونے کے کچھ ماہ بعد میری بیٹی کی شادی ہو گئی اور میں اس کے لیے کچھ بھی نہ کر سکی میں مرد حضرات سے پوچھتی ہوں کیا ان کو وفا کی یہی قدر ہے؟ یہ کہانی تمام مرد حضرات سے سوال ہے انہیں پیار کی قدر کیوں نہیں ہے؟ میں اتنا کہتی ہوں وفا نہیں کر سکتے تو پیار کے جھوٹے دعوے نہ کیا کریں...... اگر پیار کرتے ہیں تو زندگی بھر نبھایا کریں!! قارئین کو میری کہانی کیسی لگی اپنی آراء سے پرنوازیئے گا۔

❁❁❁
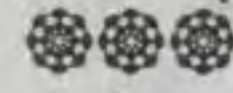
غزل

یہ زندگی کا اصول ہے
جو بچھڑ گیا اسے بھول جا
جو ملا ہے دل سے لگا کے رکھ
جو نہیں ملا اسے بھول جا
نہ وہ دھوپ تھا نہ وہ چاندنی
نہ چراغ تھا نہ وہ روشنی
وہ خیال تھا کوئی خواب تھا
وہ تھا آئینہ اسے بھول جا
وہ جو تیرے دل کے قریب تھا
وہ نہ جانے کس کا نصیب تھا
تجھے ہنس کے اس نے بھلا دیا
تو بھی مسکرا کے اسے بھول جا

(مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں خانیوال)

قطعہ

بے ربط سی تحریر عبارت نہیں ہوتی
ہاتھوں لکیروں میں تو قسمت نہیں ہوتی
سجدے میں دکھاوا ہو تو سجدہ نہیں ہوتا
وہ شخص محبت سے ہمیشہ رہا محروم
اوروں کے لیے جس میں محبت نہیں ہوتی

(زوہیب اختر، ضلع بہاولنگر)

برسات میں جلتی آنکھیں

☑ ...... تحریر: انتظار حسین ساقی، تاندلیانوالہ | 0300-6012594

محترم شہزادہ التمش کے نام!

کتنے اچھے ہیں میرے گھر کے پرانے برتن
چھت ٹپکتی ہے تو کیچڑ ہونے نہیں دیتے

محبتوں بھرا اسلام عرض کرتا ہوں، اس بار میں جو کاوش لے کر حاضر ہوا ہوں اس کا ایک ایک لفظ حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ کیونکہ اس قسم کی سٹوریاں ہمارے اس معاشرے میں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ میں نے بھی ایک ایسی کہانی کا لکھا ہے جس کو پڑھ کر بہت سارے لوگوں میں سے کوئی ایک بھی سمجھ کر راہ پر آ گیا تو میرا مقصد پورا ہو جائے گا امید ہے ایسی داستان پہلے کبھی کسی نے نہ لکھی ہوگی اور نہ پڑھی ہوگی...... وہ لوگ جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں ان کا بے حد شکر گزار ہوں سب سے پہلے۔ ریاض احمد لاہور، ریاض حسین قبولہ شریف، محمد اشرف زخمی دل، خالد فاروق آسی، ایم مجاہد چاند، عتیق الرحمٰن، سلیم شاہد، عامر وکیل جٹ، اللہ دتہ بے درد، صدا حسین صدا، اشفاق بٹ، قراۃ العین عینی، مجید احمد جائی، اور سب سے آخر پر میری بہت ہی پیاری سویٹ سی اور چاندی دوست مس ماریہ شائل کو بہت، بہت محبت پیار اور خلوص بھرا اسلام قبول ہو۔ ماریہ شائل جی آپ کیلئے ہر وقت دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آمین عشقا اٹک آپ میری تحریروں کو پسند کرتی ہیں آپ کا بہت بہت شکریہ سائرہ جی آپ کہاں غائب ہو گئی ہیں، ملک عاشق حسین ساجد صاحب آپ بھی لوٹ آئیں۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

برسات ہے آنکھوں میں بدن جلتا ہے
جیسے کسی پارسا کا چلن جلتا ہے
غربت نے اس قدر سنبھال رکھا ہے
میرے شہر کے ہر موڑ پر کفن جلتا ہے

زندگی میں بہت سارے واقعات رونما ہوتے ہیں، جنم لیتے ہیں کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں آنکھوں میں ہمیشہ کے لیے رہ جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کو آنکھیں بھول جاتی ہیں، زندگی میں آنے والے نشیب و فراز کبھی کبھی انسان کی زندگی بدل کر رکھ دیتے، زندگی کے ہر موڑ پر بہت ساری

حقیقتیں اور سچائی سامنے آتی ہے جس کو ہم سنانا بھی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ سچ بہت کم لوگ سنانا پسند کرتے ہیں میری زندگی میں ایک ایسی سچائی اور حقیقت سامنے آئی ہے جسے سنتے ہی میں بہت پریشان ہو گیا تھا۔ ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ اس سچائی اور اس حقیقت کو کس طرح اپنے قلم کے سپرد کروں۔ میرے ہاتھ کانپ رہے تھے ایسی بات لکھتے ہوئے۔ جتنی مشکل سے میں نے اس حقیقت کو لکھا ہے یہ تو میں ہی جانتا ہوں آپ لوگ پڑھیں گے تو آپ کی بھی روح کانپ اٹھے گی مگر اک لکھاری اور قلمکار کا حق ہے کہ وہ زمانے کی سچائی، برائی کو اپنے قلم کی نوک پر رکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کرے، میں امید کرتا ہوں ایسی داستان ایسی سٹوری ایسی حقیقت ایسی تلخ حقیقت آپ نیپ بلے کبھی نہ پڑھی ہو گی اور نہ سنی ہو گی۔

مجھ سے بھی ٹکرائے تھے دنیا کے حوادث لیکن
میں تیری زلف نہیں تھا کہ پریشاں ہوتا
میں تیرے پھول سے پیکر کو سکون بخشوں گا
تو مجھے موسم خوشبو کی پریشانی دے

پنڈی گھیپ اسلام آباد میں میرے بہت پیارے دوست رہتے ہیں۔ دوست ہی نہیں بلکہ بھائیوں کی طرح ہیں انہوں نے ایک پرائیویٹ سکول بنایا ہوا ہے کچھ عرصہ پہلے ابراہیم نے مجھے کہا کہ انتظار صاحب میرے سکول میں سالانہ تقریب ہے جس میں سٹوڈنٹ کو انعامات اور شیلڈ انعام کے طور پر ان کی حوصلہ افزائی کیلئے دی جاتی ہیں تمام بچوں کے والدین بھی ہوتے ہیں میں بڑے بڑے سیاسی لوگوں کو مہمان خصوصی بلا چکا ہوں مگر اس بار میں چاہتا ہوں کہ کوئی، شاعر، ادیب، صحافی، رائٹر مہمان خصوصی ہونا چاہیے تو اس بار میں نے آپ کو اپنے سکول کے سالانہ تقریب کے لیے چن لیا ہے اس لیے مہربانی فرما کر آپ ہماری اس پھولوں کی محفل میں گلاب بن کر ضرور آئیں۔ آپ کے آنے سے مجھے خوشی ہو گی پیا... تو میں نے کہا کہ...... ابراہیم صاحب میں کوئی اتنا بڑا آدمی نہیں ہوں، آپ کسی بڑے شاعر، کو بلاتے مگر وہ نہ مانے۔ اور مجھے بھی خوشی ہوئی کہ اتنی عزت مل رہی ہے تو مجھے انکار نہیں کرنا چاہیے میں نے دعوت قبول کر لی۔ اور بتائی ہوئی تاریخ پر پنڈی گھیپ اسلام آباد پہنچ گیا۔ ابراہیم صاحب نے بڑے خوبصورت انداز سے اور شاندار طریقے سے میرا استقبال کیا مجھے بہت اچھا لگا جب سکول کے گیٹ پر کھڑے دو خوبصورت بچوں نے مجھے گلدستہ پیش کیا مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ پھر مجھے سٹیج پر مہمان خصوصی کی سیٹ پر بٹھا دیا اور سکول کے بچوں کی سالانہ تقریب شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے نعت شریف، تلاوت کلام پاک کے بعد حمد اور بہت سارے بچوں نے تقاریر کیں مختلف قسم کے خاکے بھی پیش کیے گئے اور پھر تمام بچوں میں انعامات تقسیم کیے گئے جو کہ میرے ہاتھ سے دیئے گئے مجھے بہت خوشی ہوئی تھی کہ زندگی میں کبھی ایسی خوشی پہلے نہیں تھی مجھے بھی وہ اپنے سکول، کالج کا زمانہ یاد آ گیا جب میں نے بھی انعام حاصل کیا تھا۔ جب تقریب ختم ہوئی تو اسی سکول کی ایک ٹیچر مس روشنی نے مجھے آ کر کہا سر مجھے آپ سے بہت ضروری کام ہے۔ مجھے پتہ ہے آپ جواب عرض کے رائٹر ہیں اس لیے مجھے آپ سے اپنی آپ بیتی لکھوانی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ زخمی آپ بیتی کو پوری دنیا کے آگے رکھیں اور پھر میرے من کو قرار آئے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میڈم جی آپ مجھے اپنی کہانی سنا دینا میں کوشش کروں گا کہ جواب عرض کے ذریعے آپ کے خیالات اور جذبات لوگوں تک ارسال کر سکوں۔ وہ بہت خوش ہوئی اور پھر اس نے اپنی سٹوری کچھ یوں سنائی۔

ہنس ہنس کے زندگی کی دعا دے گیا مجھے
وہ شخص بھی عجیب سزا دے گیا مجھے
...وں کے اس ہجوم میں مقتل کے موڑ پر
...سوچتا ہوں کون صدا دے گیا مجھے

انتظار صاحب! میں اور میری فیملی لاہور کے خوبصورت علاقے جوہر ٹاؤن میں رہتے تھے میرے ابو ایک سرکاری ملازم تھے اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ تھا میری چار بہنیں اور دو بھائی تھے مجھ سے بڑی میری آپی تھی اور اس سے چھوٹی میں تھی اور باقی سارے بچے مجھ سے چھوٹے تھے میں جوان ہو رہی تھی بلکہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہی تھی مجھے دنیا داری کا کچھ معلوم نہ تھا اچانک میرے رشتے داروں کی ایک شادی تھی ہماری ساری فیملی بھی اس میں شامل تھی شادی میری کزن شازیہ کی تھی شازیہ کی شادی ہو گئی مگر جب دوسرے دن ہم اس کو لینے کے لیے گئے تو شازیہ کی شادی جس شخص سے ہوئی تھی اس کا سب سے چھوٹا بھائی مجھے بہت توجہ اور بڑے غور سے دیکھ رہا تھا میں نے بھی اس کو دیکھا آنکھیں چار ہوئیں وہ مسکرا دیا اور یوں ہم واپس آ گئے کچھ دنوں کے بعد میری کزن شازیہ نے مجھے ایک لیٹر دیا کہ یہ عمران نے دیا ہے میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس لیٹر کو پکڑ لیا دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کھولا پہلا شعر لکھا ہوا تھا۔

صحرا میں بھی خوشبوئے صبا مانگ رہا ہے
دیوانہ بڑے شوق سے کیا مانگ رہا ہے
آ دیکھ میرے ذہن کی آوارہ مزاجی
ظالم تیرے آنچل کی ہوا مانگ رہا ہے

ساتھ لکھا تھا کہ میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا ہے۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے اور میرا دل اب تیرے خیال کے بغیر رہ نہیں سکتا مجھے معلوم نہیں ہے کہ تم کیا سوچو گی مگر یہ بات سچ ہے کہ میں تم سے اظہار محبت میں پہل کر رہا ہوں اور اگر ہو سکے تو میرے سچے جذبات کی قدر کرنا۔ امید ہے مایوس نہیں کرو گی آپ کو چاہنے والا عمران گلفام۔

میں نے خط پڑھا عجیب سا لگا کیونکہ نہ تو کبھی اس سے پہلے کبھی کسی سے اس طرح کی بات ہوئی تھی اور نہ محبت، چاہت کا چکر مگر میں نے اس کے جواب میں صرف اتنا لکھا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ آپ سے دوستی ہو سکتی ہے اس نے کہا ٹھیک ہے مجھے آپ کی دوستی قبول ہے مجھے کیا معلوم تھا کہ دوستی محبت کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے اور یوں ہماری دوستی شروع ہو گئی میرا لیٹر شازیہ عمران گلفام کو دے دیتی تھی اور عمران کا لیٹر مجھے دے دیتی تھی۔ یوں ہماری دوستی ہو گئی اور پھر میں نے عمران کو اپنی بات چیت کے لیے فون نمبر بھی دیا عمران کسی پرائیویٹ چینل پر نیوز کاسٹر تھا اور ساتھ میں شاعری اور صحافت سے بھی منسلک تھا ہماری فون پر باتیں ہونے لگیں ہماری دوستی چلتے چلتے محبت میں بدل گئی مجھے بھی عمران گلفام سے محبت ہو گئی تھی کیونکہ عمران نے مجھے محبت ہی اس قدر ٹوٹ کے کی تھی کہ وہ میرا دل میں اترتا گیا اور میری زندگی بن گیا۔ ہم لاہور میں رہتے تھے اور وہ فیصل آباد میں میں کالج جاتی تھی اور وہ اسلام آباد مگر لگتا ایسا تھا کہ جیسے بالکل ساتھ ساتھ رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت فون پر میسج اور کال سے بات ہوتی رہتی تھی۔ ہم نے جینے مرنے کے وعدے کیے قسمیں کھائیں ساتھ ساتھ شادی کا پروگرام بھی بنایا۔ کیونکہ ہم محبت میں اس قدر آگے جا چکے تھے کہ جدائی بھی ہم سے اب دور بھاگتی تھی ایک دن میں نے گلفام کو فون کیا کہ کیا کر رہے ہو تو اس نے کہا کھانا کھا رہا ہوں میں نے مذاق میں کہا۔ کھانا چھوڑو اور جلدی سے لاہور آ جاؤ۔ میرا دل کر رہا ہے آپ سے ملنے کو آپ کو دیکھنے کو، آپ کی صورت کی زیارت کرنے کو پلیز آ جاؤ ناں عمران گلفام نے کہا ٹھیک ہے میں آتا ہوں اور وہ سچ مچ اسلام آباد سے لاہور آ گیا۔ میں نے تو صرف مذاق کیا تھا اور اس نے ثابت کر دیا کہ تم بلاؤ اور میں نہ آؤں یہ ہو نہیں سکتا پھر میں اس کو ایک

ہوٹل میں لے گئی اس کو اس کی پسند کا کھانا کھلایا کیونکہ وہ بھوکا تھا ہم کافی دیر ہوٹل میں بیٹھے رہے اور مستقبل کے خواب بناتے رہے اور اس نے مجھے کہا روشنی میری جان کبھی وقت بدل جائے تو وقت کے ساتھ بدل مت جانا۔ کیونکہ اب تم میری زندگی ہو۔ میری پوجا ہو۔ میں نے دن رات آپ کی پرستش کی ہے میرے من مندر میں صرف اور صرف آپ کا وجود ہے اور کچھ بھی نہیں۔ میری اک اک سانس پر آپ کی محبت کا بھرم ہے کبھی مجھ سے دور مت جانا مجھے چھوڑ مت دینا مجھے تنہا نہ ہونے دینا ورنہ میں خشک پھولوں کی خشک پتیوں کی طرح بکھر جاؤں گا میں بہت جلد آپ کے گھر اپنے والدین کو آپ کے رشتے کے لیے بھیج رہا ہوں پھر ہم ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں گے۔

نہیں عمران ابھی نہیں میں آپ کو خود کہوں گی تب اپنے والدین کو بھیجنا میں نے عمران کو تسلی دی کہ میں آپ کی ہوں اور ہمیشہ آپ کی رہوں گی زندگی کے کسی موڑ پر بھی آپ کو اکیلا نہیں ہونے دوں گی۔ یہ دنیا ادھر سے ادھر تو ہو سکتی ہے مگر تیری دوست بھی بدل نہیں سکتی۔ بہت سارے عہد و پیمان کیے اور بہت ساری محبت کی باتیں کیں اور پھر عمران اسلام آباد اور میں اپنے گھر واپس آ گئی کیونکہ میرے پاس اپنی گاڑی تھی ہمارے گھر میں چار پانچ گاڑیاں تھیں ان میں سے ایک میری تھی جس پر میں کالج جاتی تھی جس کو میں استعمال کرتی تھی۔ وقت بہت اچھا گزر رہا تھا فون پر ہماری باتیں ہوتی رہتی تھیں کبھی کبھی ملاقات بھی ہو جاتی تھی وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا میں گلفام کی محبت کو پا کر بہت خوش قسمت تصور کرتی تھی اپنے آپ کو کیونکہ گلفام نے مجھے اتنی محبت دی کہ اگر میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ زندگی بھر اس کے ہی گیت گاتی رہتی وہ نیوز چینل کے ساتھ ایک بہت ہی اچھا شاعر بھی تھا اس لیے وہ کوئی غزل کوئی نظم لکھتا تھا تو میرے نام لکھتا تھا میری دو فروری کو سالگرہ تھی تو بہت خوبصورت نظم میرے نام کی جو اس نے میرے سامنے بیٹھ کر سنائی تھی گلفام کی ہر بات مجھ سے شروع ہوتی تھی اور مجھ پر ختم ہو جاتی تھی اس کے ہر لفظ میں میری محبت کے رنگ نمایاں تھے وہ اکثر اپنی نظمیں اور غزلیں میرے نام کرتا رہتا تھا ہم جیون بھر ساتھ نبھانے کے وعدے کر چکے تھے ساتھ جینے مرنے کے عہد و پیمان کر چکے تھے میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اتنا چاہنے والا کوئی شخص بھی ہو گا کوئی اتنی محبت کرنے والا بھی ہو گا میں بہت خوش قسمت لڑکی تھی۔ جس کو گلفام جیسا چاہنے والا انسان ملا تھا ہم جب ملتے تو اپنی شادی کی باتیں کرتے تھے کہ ہمارا گھر ایسا ہو گا چھوٹا سا آنگن ہو گا پھول ہوں گے کلیاں ہوں ہمارے پھولوں جیسے بچے ہوں گے وہ بڑے پیار سے ہم کو پاپا، ماما کہیں گے ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی گلفام جب مجھ سے شادی کی بات کرتا تو خوشی تو ہوتی مگر ساتھ ایک خوف سا دل میں ابھر آتا کہ خاندان والے کیسے گلفام کے رشتے کے لیے مانیں گے کیونکہ ہمارے خاندان کے مقابلے میں گلفام کا خاندان مالی حیثیت سے بہت عام سا تھا مگر مجھے دولت، پیسے اور خاندان سے کوئی غرض نہیں تھی میں تو صرف گلفام کو چاہتی تھی اور اس کی محبت اب میرے جیون کا سرمایہ تھا اب ہماری محبت کو تین سال کا عرصہ بیت چکا تھا میں چاہتی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے ہم ایک ہو جائیں مگر شاید قسمت کو کچھ اور منظور تھا سب کچھ غلط ہو گا سب کچھ الٹ ہو گیا میری سوچوں سے بڑھ کر۔

گلفام نے اپنی امی ابو کو میرے رشتے کیلئے بھیجا پہلے تو میرے گھر والے اس رشتے کے لیے تیار ہی نہ تھے مگر پھر کہا نہیں روشنی یہ ابھی چھوٹی ہے ابھی تو کچھ کہا نہیں جا سکتا پھر سوچیں گے یعنی باتوں سے تو صاف بتا دیا کہ گلفام کا رشتہ قبول نہیں ہے گھر والوں میرے کالج پر بھی پابندی لگا دی اور میری کافی بے

عزتی بھی کی اب سارے گھر والوں اور خاندان والوں کو ہماری محبت کا پتہ چل چکا تھا گلفام سے دوری مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھی تین سال اور گزر گئے گلفام اور اس کے خاندان والوں کو میرا رشتہ مانگتے ہوئے مگر آخر پر ابو نے انکار کر دیا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کو نہیں دے سکتا کیونکہ آپ غربت، افلاس جیسی زندگی گزار رہے ہیں اور میری بیٹی شہزادیوں کی طرح زندگی گزار رہی ہے آپ لوگ میری بیٹی کو اتنی خوشیاں کبھی نہیں دے سکتے اس لیے میں اپنی بیٹی کا رشتہ کسی اونچے گھرانے میں کروں گا جو ہمارے معیار کے مطابق ہو۔ گلفام اور اس کے خاندان کو بہت دکھ ہوا کہ اتنی دیر جھوٹی تسلی دیتے رہے اور آج انکار کر دیا گلفام کو میں نے بتایا کہ اگر تم راضی ہو تو میں ساری دنیا سے ٹکرا جاؤں گی اور میں تم سے کورٹ میرج کرنے کو تیار ہوں مگر گلفام نے مجھے کہا نہیں روشنی میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گا۔

آنے والے وقت میں لوگ ہماری محبت پر انگلیاں اٹھائیں لوگ ہماری محبت پر تھو تھو کریں گلفام نے کہا اگر میری شادی آپ سے نہ ہوئی تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گا گلفام نے پاکستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور وہ جنوبی افریقہ چلا گیا صرف اور صرف دولت کما کر ایک بڑا آدمی بننا چاہتا تھا بلکہ میرے گھر والے اس کو غربت اور مفلسی کا الزام دے کر رشتہ دینے سے انکار نہ کریں گلفام پوری تیاری کر چکا تھا بس میری زندگی مجھ سے دور جا رہی تھی مجھے بہت افسوس تھا گلفام سے بچھڑنے کا کیونکہ ہمارا تو ایک ایک پل اکٹھا گزرتا تھا وہ لمحہ وہ ساعت وہ گھڑیاں میرے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھیں جب میری آنکھوں کے سامنے گلفام مجھے ہاتھ ہلا ہلا کر الوداع کر کے جنوبی افریقہ چلا گیا وہ تو چلا گیا مگر مجھے اکیلا کر گیا تنہا کر گیا میں ادھوری سی ہو گئی ویران سی زندگی لگنے لگی وہ ساتھ تھا تو بہاریں ساتھ تھیں وہ گیا تو ہر طرف اداسی اور ویرانی سی ہو گئی دل صحرا کی طرح ہو گیا پیاسا سا، اجڑا اجڑا سا۔

دل لے گیا ہائے دل دا جانی
بت بے جان رہ گیا

کچھ بھی تو اچھا نہیں لگتا تھا وقت بہت بڑا مرہم ہوتا ہے وقت کے ساتھ اس بے وفا زمانے کے ساتھ میں بھی بدلتی گئی میں بھی دنیا کی اس رنگینی اور خوبصورتی میں شامل ہوتی گئی اور پھر وہ دن بھی آ گیا جب گلفام ایک بہت امیر ترین آدمی بن کر پاکستان لوٹ آیا اور میرے والد صاحب نے میرے رشتہ سے پھر بھی انکار کر دیا۔ کیونکہ میرے گھر والے میرا رشتہ ایک بہت امیر ترین خاندان میں طے کر چکے تھے جب گلفام کو پتہ چلا کہ روشنی کی منگنی ہونے والی ہے تو گلفام ایک دن ہمارے گھر آ گئے اور میرے والد صاحب سے کہا انکل آپ نے کہا تھا کہ میں غریب ہوں اس لیے آپ نے روشنی کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا مگر میں آج اس قابل ہوں کہ امیر بھی ہوں دولت بھی ہے گاڑی بنگلہ اللہ تعالیٰ کا سب کچھ دیا ہوا ہے آپ مجھے روشنی کا ہاتھ دے دیں میں بہت چاہتا ہوں روشنی کو بہت خوش رکھوں گا میں ساری خوشیاں دوں گا اور روشنی بھی میرے ساتھ خوش رہے گی پلیز انکل میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں آپ کے پاؤں پڑتا ہوں پلیز میری سچی محبت کا بھرم رکھ لیں میں روشنی کے بغیر ادھورا ہوں۔

گلفام میری آنکھوں کے سامنے میرے والد صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ رہے تھے منتیں کر رہے تھے مگر میرے والد صاحب ٹس سے مس تک نہ ہوئے اور ایک پتھر کا بت بنے کھڑے رہے اور بغیر کچھ کہے چلے گئے اور یوں روتا ہوا گلفام واپس چلا گیا دوسرے دن اس نے مجھ سے کہا روشنی میں نے تم سے محبت کی ہے میں نے ہر کوشش کی ہے تم کو پانے کی مگر آپ کے گھر والے نجانے میرے کیوں خلاف ہیں میں نے

اپنی ہر کوشش کر کے دیکھ لیا ہے اب تم سے گزارش ہے کہ آپ میرا ساتھ دیں اور کورٹ میرج کر لیتے ہیں روشنی میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے کورٹ میرج نہیں کرنی مگر آج میں ہی کہتا ہوں مجھے تم سے کورٹ میرج کرنی ہے اب تم بتاؤ تمہارا کیا فیصلہ ہے تم میرے ساتھ ہو کہ نہیں میں کل آپ سے اس کا جواب طلب کروں گا۔

رات آنکھوں میں گزر گئی میں اپنے ماں باپ کو ذلت نہیں دینا چاہتی تھی کیونکہ میری منگنی ہونے والی تھی میں کیسے اپنے گھر والوں سے خاندان والوں سے بغاوت کر سکتی تھی اک طرف محبت تھی اور دوسری طرف میرے گھر والوں کی عزت میں نے قربانی دی یا پھر بے وفائی کی؟ مجھے نہیں پتہ میں نے صبح گلفام سے کہہ دیا کہ گلفام میں تم سے محبت کرتی ہوں تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو مگر میں تم سے کورٹ میرج نہیں کر سکتی میں اپنے گھر والوں کو زمانے کے سامنے رسوا نہیں کرنا چاہتی ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔

میں نے فون بند کر دیا ار نمبر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا میری شادی کی باتیں ہونے لگیں اور میری منگنی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ میں بہت بے وفائی کر رہی تھی گلفام کے ساتھ اس نے میرے لیے کیا نہیں کیا مگر میں نے وقت آنے پر اس سے منہ موڑ لیا۔ اس کو تنہا کر دیا۔

اداسیاں جو نہ لاتے تو اور کیا کرتے
نہ جشن شعلہ مناتے تو اور کیا کرتے
اندھیرا مانگنے آیا تھا روشنی کی بھیک
ہم اپنا گھ نہ جلاتے تو اور کیا کرتے

میں نے سارے وعدے قسمیں توڑ دیں سارے عہد و پیمان ختم کر دیئے اور بے وفائی کا تاج اپنے سر پر سجا لیا مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی کہ میں نے کیا کر دیا پھر میری زندگی میں ایک ایسا طوفان آیا کہ میرا سب کچھ ختم ہو گیا پاپا کے دم قدم سے ساری رونقیں تھیں پاپا کو بزنس میں نقصان ہوا اور ان کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اس دنیا فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کوچ کر گئے ہم سب کو روتا ہوا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے ان کے انتقال کے فوراً بعد ہی جن لوگوں کی طرف میری شادی ہونی تھی انہوں نے انکار کر دیا ہمارے پاس جو ہمارے پاپا کی جمع پونجی تھی وہ آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی گھر میں ہم تمام بہنیں جوان تھیں اور ہماری امی جان بھی جوان تھی یعنی ہم بھی اکٹھی ہوتی تھیں تو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ہم بہنیں ہیں کہ ساتھ ہماری امی جان بھی ہیں امی جان بہت خوبصورت تھیں اور ابو جان نے اپنی پسند کی شادی کی تھی مگر کیسی بات تھی کہ میری شادی کے خلاف تھے ابو کی وفات کے دو سال بعد مجھے پھر گلفام کا خیال آیا کہ میں اس سے ملوں اور اس کے قدموں میں گر کر معافی مانگ لوں...... میں لوگوں سے پوچھتی پوچھتی ایک جگہ گئی مجھے پتہ چلا کہ گلفام تو اپنی زندگی کی بازی ہار گیا تھا مگر قسمت نے اس کو بچا لیا خودکشی کرنا چاہتا تھا مگر کچھ لوگوں نے عین وقت پر بچا لیا...... گلفام بہت خوبصورت تھا کوئی بھی لڑکی اس پر فدا ہو سکتی تھی۔

مجھے معلوم ہوا کہ گلفام کی شادی ہو گئی ہے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ چلو اپنی زندگی کو انجوائے تو کر رہا ہے ناں...... اس وقت میری خوشی کی انتہا ہو گئی کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ گلفام کی ایک سال کی بیٹی ہے جس کا نام روشنی ہے گلفام نے میرے نام کی وجہ سے اپنی بیٹی کا نام روشنی رکھا تھا گلفام اپنی چھوٹی سی دنیا میں بہت خوش تھا میں نے اس سے ملاقات کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے دل کی بہت سی باتیں اپنے دل میں لیے واپس آ گئی۔ بقول شاعر۔

مجھ سے بھی ٹکرائے تھے دنیا کے حوادث لیکن
میں تیری زلف نہیں تھا کہ پریشان ہوتا

میں ٹوٹے ہوئے اور مایوس دل کی کرچیاں سمیٹ کر لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ واپس گھر آ گئی

میں معافی مانگنا چاہتی تھی مگر نہ مانگ سکی...... کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ سکی۔

میں تو دم توڑ رہا تھا مگر افسردہ حیات
خود چلی آئی میری حوصلہ افزائی کو
لذت غم کے سوا تیری نگاہوں کے بغیر
کون سمجھا ہے مرے زخم کی گہرائی کو

ابو کی وفات کے بعد زندگی نے بہت بڑا سانحہ کر دیا میرے ساتھ بہت مذاق کیا زندگی نے ہمارے دور کے رشتہ دار تھے ان کا ایک لڑکا تھا جس کا نام ہاشم تھا ہاشم ہمارے گھر میں اکثر آتا رہتا تھا وہ ڈرائیور تھا وہ بہت خوبصورت نوجوان اور ہینڈسم تھا امی ہاشم کے ساتھ اکثر شاپنگ وغیرہ کرنے چلی جاتی تھی مگر آہستہ آہستہ ہاشم ہماری فیملی کا ممبر بن گیا۔ اکثر راتوں کو بھی ادھر ہمارے پاس ہی رہ جاتا یہ بات کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اور دل بیٹھ سا جاتا ہے۔ ہاشم اور میری ماما اکثر راتوں کو گھر لیٹ آتے۔ امی جان کو کوئی فکر نہ تھی کہ میری اولاد جوان ہے مجھے ان کی تعلیم و تربیت ان کی شادیوں اور ان کے مستقبل کی فکر کرنی چاہیے مگر امی جان سارا سارا دن اور اکثر ساری ساری رات بھی ہاشم کے ساتھ گزار دیتی۔

گھر میں جو کچھ تھا وہ امی جان اور ہاشم کی عیش و عشرت کی وجہ سے ختم ہونے لگا۔ یہاں تک گاڑیاں بھی فروخت ہونے لگیں۔ مجھے ہاشم اک نظر اچھا نہیں لگتا تھا مگر نجانے میری امی جان کو کیا ہو گیا تھا! امی جان کی عمر 45 سال کے قریب تھی اور ہاشم کی عمر 20 سال میں نے اکثر محسوس کیا کہ ہاشم میری طرف بہت دیکھتا ہے بڑی محبت اور چاہت بھری نظروں سے ایک دن امی گھر میں موجود نہ تھی ہاشم گاڑی لے کر آیا مجھے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور مجھے کہا...... روشنی میری بات کو غور سے سنو!! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں نے اس وجہ سے آپ کی امی جان سے تعلق بڑھایا ہے میری اصل منزل تم ہو میں تمہاری امی کی تمام باتیں مانتا ہوں کبھی کسی بات سے انکار نہیں کیا صرف اور صرف آپ کی چاہت کے لیے اس لیے پلیز میری محبت کو قبول کر لو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے امی جانے ایسا کیوں کیا؟ امی ساری دولت ہاشم پر لوٹا رہی تھی میں نے امی اور ہاشم کی نگرانی کرنا شروع کر دی۔ وہ اکثر باہر ہوٹلوں سے کھانا کھاتے اکثر راتوں کو گھر لیٹ آتے امی جان کی حرکتیں ایسی تھیں جیسے کوئی نوجوان دوشیزہ ہو امی کو کچھ خیال نہ تھا۔ نہ ہمارا، نہ ہماری عزت کا آہستہ آہستہ سب کچھ ختم ہونے لگا صرف دو گاڑیاں بچ گئیں اور ایک کوٹھی باقی سب کچھ امی جان کی وجہ سے ختم ہوتا گیا اور پھر ایک دن وہ بھی آ گیا جب ہماری کوٹھی بھی فروخت ہو گئی اور ہم بادشاہ سے فقیر ہو گئے ہمارے پاس اپنا گھر نہیں تھا امی جان نے ہاشم سے کہا اور یوں ہم ایک عام گھر میں آ گئے اور ہمارے ساتھ ہاشم بھی تھا...... ہاشم نے مجھے پرپوز کیا ہوا تھا...... مگر امی جان کے ساتھ اس کا تعلق اور دن رات اکٹھا رہنا میرا سمجھ سے باہر تھا...... میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ہاشم سے شادی کر لیتی ہوں...... میں بھی گھر والی ہو جاؤں گی۔ اور امی بھی شرمناک حرکتوں سے باز آ جائے گی میں نے ایک رات امی سے کہہ دیا امی جان میں ہاشم سے محبت کرتی ہوں اور شادی کرنا چاہتی ہوں اتنی بات کرنی تھی کہ امی نے ایک زوردار تھپڑ مار دیا۔ میں تم کو مار تو سکتی ہوں مگر...... ہاشم سے تمہاری شادی کبھی نہ ہونے دوں گی...... میں تم کو بتا دوں آج کے بعد ہاشم کا نام نہ لینا...... امی چلی گئی...... میں نے وقت دیکھ کر ہاشم سے بات کی کہ...... مجھے آپ کا پرپوز قبول ہے میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں...... مگر میں نے اپنی امی جان سے آپ کی اور اپنی بات کی تھی مگر امی نے مجھے تھپڑ بھی مارا اور کہا میں تمہیں مار دوں گی مگر کبھی ہاشم سے شادی نہیں ہونے دوں گی...... ہاشم نے کہا

تم پریشان مت ہو میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گا......
پھر دوسرے دن ہاشم نے مجھے حقیقت بتائی میری تو سوچ ماؤف ہوگئی میرے تو قدموں تلے سے زمین نکل گئی...... جب ہاشم نے مجھے بتایا کہ روشنی!!

وہ پھول تھا ہر آنکھ کے گلدان میں سجا ہے
میں زخم ہوں رنگوں میں بکھر بھی نہیں سکتا
وہ زیست کا معصوم پیمبر تھا مگر میں
جینے کا گنہگار ہوں، مر بھی نہیں سکتا

آپ کی امی اور میرے درمیان ناجائز تعلقات ہیں میری اور آپ کی امی کی عمر میں زمین اور آسمان کا فرق ہے مگر آپ کی امی مجھے پسند کرتی ہے مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا مگر کیا کروں میں بے روزگار تھا آپ کی امی نے مجھے پیسہ دیا دولت دی سب کچھ دیا اور میں بھی ہوس لالچ کی اس دلدل میں پھنس گیا ہوں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ مجھے نظر نہیں آرہا ہے پھر میں نے تم کو دیکھا پہلی نظر میں آپ مجھے اچھی لگی اور میں نے آپ کو پرپوز کردیا آپ کی امی جان یہ چاہتی ہیں...... وہ جلدی سے جلدی آپ کا اور آپ کی بڑی آپی کا کہیں رشتہ طے کردیں اور آپ کی شادیاں کر کے وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہیں۔

روشنی یہ ہی سچ ہے یہی حقیقت ہے اب آپ نے جو فیصلہ کرنا ہے میں آپ کے سامنے ہوں مگر اک بات آپ کو بتا دوں میں نے ان پیسوں سے ایک الگ گھر خریدا ہے جو آپ کی امی نے مجھے دیئے ہیں مگر اس بات کو ان کو کچھ پتہ نہیں ہے۔

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں
آؤ ایک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں

مجھے زمین نگل لیتی تو اچھا تھا میں ایسی باتیں سننے سے پہلے مرجاتی تو اچھا تھا مجھے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ہاشم کی باتوں پر مگر حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا میں نے دوسرے دن پھر اپنی امی جان سے کہا امی جان میں ہاشم سے شادی کرنا چاہتی ہوں......
امی جان مجھ پر پھر برس پڑی...... بکواس بند کرو۔ جہاں میں چاہوں گی آپ کی شادی وہاں ہوگی۔ کچھ دنوں کے بعد رشتہ داروں کی شادی تھی امی وہاں چلی گئی میں نے ہاشم کو بلایا اور ہم نے کورٹ میرج کرلی مگر کسی کو کچھ پتہ نہ چلا۔ نہ امی کو پتہ چلا نہ کسی اور کو...... مگر امی کو شک ہونے لگا...... امی نے کہا......
روشنی آج کے بعد تم کبھی میرے کمرے میں...... میرے یا ہاشم کے سامنے نہ آنا۔ میں نے کہا کیوں امی جان......؟ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ امی نے کہا تو مجھے شرم اور ساتھ ہنسی بھی آئی...... پھر اک دن تو حد ہی ہوگئی میں اپنے کمرے سے نکلی رات کو صحن میں آئی تو امی جان کے کمرے کی لائٹ روشن تھی...... میں نے دیکھا تو امی اور ہاشم ایک ہی بیڈ پر سوئے ہوئے تھے میرے لیے وہ قیامت کا لمحہ تھا میں چاہتی تو خودکشی کرلیتی مگر میں کچھ بھی نہ کرسکی...... سوائے افسوس کے!!

دوسرے دن میں نے کہہ دیا امی جان میں نے ہاشم سے شادی کرلی ہے اور اگر آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے رخصت کریں تو اچھا ہے ورنہ...... میں خود اس کے ساتھ چلی جاؤں گی...... کیا...... امی جان نے مجھے بہت مارا، پیٹا اور دل کی بات زبان پر آگئی......
میں تم کو ایک سہارا دینا چاہتی تھی...... ہاشم کے روپ میں مگر تم نے مجھے جیتے جی مار دیا...... میں نے کہا امی جان میں نے نہیں مارا آپ کو بلکہ آپ نے اپنی یہ دنیا اور آخرت دونوں خراب کرلی ہیں مجھے آپ کی ساری حرکتوں کا پتہ چل چکا ہے پلیز خدا کے لیے امی جان ابھی بھی وقت ہے توبہ کرلیں چھوڑ دیں سب برے کام اب دیکھیں ہاشم میرا شوہر ہے اور آپ کے اس سے تعلق مجھے خودکشی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں پلیز امی جان...... ماؤں کی شان بہت بلند ہے ماں کے قدموں میں جنت ہوتی ہے آپ اس جنت کو پامال نہ

کریں۔

حد سے بڑھنے لگی بدگمانی میری
آپ نے چھیڑ دی پھر کہانی میری
اک پل کو ٹھہر غم دو جہاں
شورہ چاہتی ہے جوانی میری
چیخ اٹھے بام و در بول اٹھی چاندنی
جب بھی حد سے بڑھی ہے بے زبانی میری

ہماری ماما کو اس بات کا پتہ چل چکا تھا کہ ہاشم سے میں نے شادی کرلی ہے اور امی جان کو یہ بھی پتہ چل چکا تھا کہ ہاشم اور ان کے درمیان جو تعلق تھا وہ بھی مجھے پتہ چل چکا تھا...... امی جان نے اس بدنامی سے بچنے کے لیے سارے خاندان والوں کے سامنے میری اور ہاشم کی شادی کا اعلان کردیا مگر امی مجھ سے ناراض رہتی تھی سیدھے منہ مجھ سے بات نہیں کرتی تھی۔ میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی تھی میرے ساتھ وہ سوتیلی ماں جیسا سلوک کرنے لگی مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا تھا میں نے ایک دن ہاشم سے کہا...... تم میرے شوہر ہو اس لیے آج کے بعد کبھی امی کے ساتھ نہیں جانا اور نہ ان کی کوئی بات ماننی ہے ہاشم نے امی جان سے تعلق کم کردیا مگر امی جان ہاشم کے بھی خلاف ہوگئی ایک دن امی جان کے کمرے میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا...... میری حیرت گم ہوگئی امی جان کے کمرے میں گندی، غیر اخلاقی، فحاشی سے بھری فلمیں پڑی تھیں کیونکہ امی کے کمرے میں خاص کر مجھے تو جانے کی اجازت نہ تھی اور کوئی جاتا نہیں تھا میں نے ساری باتیں اپنی آپی کو بتائیں کہ امی جان کی یہ حرکتیں ہیں ہم نے اپنے نانا جان کو بتایا کہ پلیز امی جان کو سمجھائیں انہوں نے کافی سمجھایا مگر امی نے ہاشم سے تعلق ختم کرلیا...... مگر، روز ہمارے گھر کوئی نہ کوئی شخص آجاتا روز ہمارے گھر کے باہر نئی گاڑی کھڑی ہوتی تھی...... ہم پورے محلے میں بدنام ہو گئے تھے...... یہ کام اور بھی ذلت آمیز تھا میں نے ہاشم سے کہا...... پلیز امی کو سمجھاؤ...... ہاشم نے بات کی تو امی جان مان گئی مگر شرط بہت بڑی رکھی کہ ہاشم جب تک آپ کی روشنی سے شادی اور رخصتی نہیں ہوتی اس وقت تک آپ کو...... میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔ جیسے ہم پہلے رہتے تھے میں نے دل پر پتھر رکھا...... صبر کیا اور کہا ٹھیک ہے میرے لیے یہ قیامت کی گھڑی ہوتی تھی جب میرا شوہر...... میری آنکھوں کے سامنے میری ماں کے کمرے میں چلا جاتا تھا میں زہر کے گھونٹ پیتی تھی اور دعا کرتی تھی کہ مولا مجھے ایسی زندگی سے تو موت دے دے یہ روز کا کام تھا...... امی جان کو شرم بھی نہیں آتی تھی کہ اس کی اولاد جوان ہے اور پھر اس کی بیٹی کا شوہر ہے جس کے ساتھ اس کے غلط تعلقات ہیں میں نے ایک بار پھر امی جان کو سمجھایا کہ اگر آپ سے نہیں رہا جاتا تھا تو آپ ہم سب کو چھوڑ دیں اور شادی کرلیں پلیز مگر ایسی گناہوں سے بھری زندگی سے نکل آئیں میں روتی رہی مگر میری امی پر کوئی اثر نہ ہوا۔

خوش ہوا ہے بلندیوں کی خواہش
میں نوک سناں پہ کتنا سج گیا ہوں

اولاد جب جوان ہو جائے تو والدین کو اچھے برے کا خیال رکھنا چاہیے مگر ابو کے انتقال کے بعد ہماری ماما نے تو ساری حدیں کراس کردیں اولاد اپنے والدین کے لیے ان کی صحت اور تندرستی کے لیے دعا کرتے ہیں مگر میرے دل سے بددعا نکلتی ہے کہ میرے مالک یا ہم سب کو مار دے یا پھر...... ہماری ماں کو اوپر اٹھا لے یا پھر ہماری آنکھیں چھین لے تاکہ ہم کچھ دیکھ نہ سکیں ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے کوئی بھی بیٹی اپنی ماں کے لیے اس کے مرنے کی دعا نہیں کرتی مگر میں روز کرتی ہوں مالک مجھے مار دے یا پھر ہماری ماں کو موت دے دے یا پھر ان کو صبر دے عزت دے بلکہ ہم بھی اس معاشرے میں جی سکیں۔ میری زندگی کیسی زندگی ہے؟ نہ تو میں جی

سکتی ہوں اور نہ مر سکتی ہوں...... میں شادی شدہ ہو کر بھی کنواری ہوں بلکہ روز اک نئی تکلیف اور دکھ کا سامنا ہوتا ہے۔ میں نے ایک دن خودکشی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا مگر ہاشم نے مجھے بہت سمجھایا کہ خودکشی حرام کی موت ہے اسلام نے اس کی بڑی سختی سے تردید کی ہے اس لیے تم کوئی غلط کام نہیں کرو گی اگر تم یہاں نہیں رہنا چاہتی تو ہم یہاں سے کہیں دور چلے جائیں گے اور پھر اک دن میں نے سب گھر والوں کو اپنی ماں کو اس گھر کو اس شہر کو سب کو چھوڑ دیا...... اور یہاں پنڈی گھیپ آ گئی میں اس سکول میں اک ٹیچر ہوں گزارہ ہو رہا ہے مگر ایسی زندگی معاشرے میں کسی کی بھی نہ ہو گی جیسی مری ہے۔

قارئین یہ تھی میری تلخ اور المناک داستان زندگی امید ہے آپ کو پسند آئی ہو گی۔ میں شاید اپنی یہ داستان کبھی بھی منظر عام پر نہ لاتی مگر میرے اندر کے انسان نے مجھے ایسے کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ ہو سکتا ہے میں اپنی داستان کے ذریعے اس معاشرے میں اس زمانے میں ایسی بے شمار کہانیوں کو جنم لینے سے روک سکوں مجھے بہت خوشی ہو گی...... جب کوئی ایک شخص کوئی ایک لڑکی کوئی ایک ماں کوئی ایک بیٹی اس سے سبق حاصل کرے گی ...... مجھے معلوم ہے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیے مگر سچ اور حقیقت سے بھی آنکھیں نہیں چرانا چاہیں میں کیسے اس سٹوری کو انتظار حسین ساقی کے سامنے سنا چکی ہوں...... یہ تو میرا دل اور میری آنکھیں جانتی ہیں...... مجھے آپ تمام لوگوں سے صرف اور صرف اتنا کہنا ہے کہ مجھے ...... مشورہ دیں...... میں کیا کروں؟ مجھے کیا کرنا چاہیے مجھے زندہ رہنا چاہیے کہ نہیں؟ اور میرا آپ سے یہ بھی سوال ہے کہ زندگی میں کبھی آپ نے ایسی کوئی سچی داستان پہلے سنی ہے میرے جیسی ...... ماں جس کے قدموں میں جنت ہوتی ہے میں اپنی ماں کے خلاف ہوں کیا؟ کیا مجھے اس زمانے میں جینے کا کوئی حق ہے یا نہیں؟ میں اب کیا کروں۔

شام تنہائی ڈس رہی ہے مجھے
درد کے بادلوں نے گھیرا ہے
لو چراغوں کی تیز تر کر دو
شہر دل میں بڑا اندھیرا ہے

جی قارئین یہ تھی پنڈی گھیپ میں اک سکول ٹیچر، روشنی مس روشنی کی کربناک، المناک اور زخمی زخمی لہو لہو اور ناقابل یقین آپ بیتی میں نے ایسی ہزاروں داستانوں کا ذکر سنا مگر کبھی لکھ نہ سکا کیونکہ ہمت ہی نہیں ہوتی تھی اتنی طاقت ہی نہ ہوتی تھی اس قسم کی سچائی اور حقیقت کو سننے کی اور سنانے کی اس سے پہلے نجانے کتنی ہی سٹوریاں آپ لوگوں کی سماعتوں کی نظر کر چکا ہوں مگر ایسی سٹوری نہیں امید ہے پہلے کی طرح آپ لوگ میری اس کاوش کو ضرور پڑھیں گے اور اپنی رائے سے ضرور نوازیں گے آپ جو بھی پیغام۔ نصیحت میں روشنی کو دینے چاہتے ہیں پلیز میں حاضر خدمت ہوں آپ میرے فون نمبر پر میسج یا کال کر سکتے ہو آپ کا ہر ایس ایم ایس مس روشنی تک پہنچے گا بس آپ لوگوں کے سامنے ہے روشنی کی زندگی، روشنی کو کیا کرنا چاہیے ہاشم کو کیا کرنا چاہیے ان ساری باتوں کے جواب کا منتظر رہوں گا آخر میں مس روشنی کا تمام قارئین سے اک سوال ہے سوال یہ ہے کہ مجھے لگتا ہے میرے ساتھ یہ جو ہوا یہ میرے لیے سزا ہے کم نہیں ہے کیونکہ میں نے گلفام سے بے وفائی کی تھی اس کی سچی محبت کو ٹھکرا دیا تھا اس کے ساتھ زیادتی کی تھی مجھے ایسا کبھی نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے راتوں کو جو نیند نہیں آتی...... چین نہیں آتا...... میری زندگی میں کوئی خوشی نہیں ہے کوئی ایک بھی خوشی کا لمحہ نہیں ہے اس میں میرا اپنا ہی ہاتھ ہے...... نہ میں گلفام سے بے وفائی کرتی اور نہ مجھے آج اس طرح زندگی گزارنا ہوتی کیونکہ یہ دنیا ہے اس میں انسان کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے...... کیونکہ یہ دنیا ہے اس میں انسان

کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو اس کے ساتھ بھی زیادتی ہو جاتی ہے جیسے میرے ساتھ ہوئی ہے۔ میں تمام دوستوں سے صرف اتنی گزارش کرتی ہوں کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کریں...... کسی کے سچے جذبات کی قدر کریں...... کسی کے پیار کو اک کھیل نہ سمجھیں...... چند دن کی زندگی نہ سمجھیں...... اگر پیار کریں تو سچے دل سے دلوں میں میل نہیں ہونا چاہیے...... ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ چند دن، پیار، محبت کے گیت گائے، اور پھر عمر بھر کے لیے کسی کو آنسوؤں کی سوغات دے دی...... پلیز خدا کے لیے کسی سے بے وفائی مت کرنا...... ورنہ آپ بس لوگوں کا حال بھی اللہ نہ کرے کبھی میرا جیسا ہو...... اس دنیا میں بہت سارے ایسے لوگ ہیں...... جو بہت جلدی بدل جاتے ہیں...... نئی محبت تلاش کر لیتے ہیں...... یہاں لوگوں کی ایک نئی محبت ہوتے ہوئے دیر نہیں ہوتی لوگوں کی 10,10 محبتیں ہیں امید ہے آپ میری باتوں کو سمجھ رہے ہیں باقی میں نے کافی تلاش کیا ہے گلفام کو مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں ہے معلوم نہیں وہ کہاں چلا گیا ہے بس اگر وہ میری یہ سٹوری پڑھے یا کوئی اس کا دوست پڑھے تو پلیز اسے صرف اتنا بتا دینا کہ میں تم سے ہاتھ جوڑ کے معافی مانگتی ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا تا کہ میں چین سے جی تو نہیں سکتی مگر چین سے مر تو سکوں گلفام تم جہاں بھی ہو خوش رہو مگر پلیز مجھے معاف کر دینا مجھے معاف کر دینا آپ کی مجرم مس روشنی گلفام میرا ضمیر مجھے سونے نہیں دیتا میں سمجھتی ہوں آپ سے کی ہوئی زیادتی اور بے وفائی نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے پہلے میرے ابو مجھ سے بچھڑ گئے پھر تم بچھڑ گئے پھر ہماری تمام عیش و عشرت جاتی رہی عزت، شہرت، گاڑیاں کوٹھی، سب کچھ پتہ نہیں مجھے گلفام نے بددعا دی تھی کہ مگر میں آج ایسی زندگی کی دلدل میں ہوں کہ نیچے سے نیچے چلی جا رہی ہوں برسات بھی ہو تو آنکھیں جلتی رہتی ہیں ساتھ بدنام بھی سلگتا رہتا ہے اس زندگی کو کیا نام دوں پلیز مجھے بتائے گا ضرور آخر میں تمام قارئین کی نظر چند اشعار کرتا ہوں اور ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

بات کھل جائے تو اک حشر بپا ہوتا ہے
سچ سنانے کا یہی وقت کڑا ہوتا ہے
گردش وقت بنا دیتی ہے اس کو چھوٹا
اپنے اندر کا تو انسان بڑا ہوتا ہے
اس کو سچ مان ہی لیتے ہیں بالآخر لوگ
وہ اک جھوٹ جو ہر بار گھڑا ہوتا ہے
حق تو اس کو بھی ہے آزاد فضاؤں میں جیئے
اپنے اندر کی گھٹن میں جو پڑا ہوتا ہے
سامنے آئے تو اک آہ نکل جاتی ہے
وہ جو چہرہ میرے ماضی سے جڑا ہوتا ہے

❀❀❀
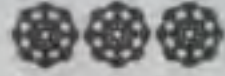
غزل

اس نے دل کا حال بتانا چھوڑ دیا
ہم نے بھی گہرائی میں جانا چھوڑ دیا
جب اس کو دوری کا احساس نہیں
ہم نے بھی احساس دلانا چھوڑ دیا
میں نے کہا راستے ہیں دشوار بہت
اس نے تب سے ساتھ نبھانا چھوڑ دیا
کچھ بھی ہو آخر تو میرا ہے
جھوٹ سے اب دل کو بہلانا چھوڑ دیا
جب یہ لگا کہ دن سے اچھی رات سہی
اس نے میرے خواب میں آنا چھوڑ دیا
جب یہ کہا کہ کرنا یاد دعاؤں میں صابر
اس نے اپنا ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا

(سپاہی وسیم سلطان صابر خٹک، مردان)

محبت انتہا میری

☑......تحریر: گڑیا باغ علی، سیالکوٹ

محترم شہزادہ التمش صاحب!

آداب! امید کرتی ہوں مزاج گرامی ٹھیک ہوں گے پہلی بار ایک کاوش لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوئی ہوں امید کرتی ہوں کہ میری اس کاوش کو قارئین ضرور پسند کریں گے۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

پیار کا احساس تم ہو بقا میری فنا میری

ہر پل میرے پاس تم ہو

جینے کی ایک آس تم ہو

شاید اسی لیے کچھ خاص تم ہو

اے میری زندگی کے ہمسفر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں تیری یاد کی رفاقت میں کبھی اکیلی رہی ہوں تو تو ہر دم میرے ساتھ ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا سو سو بار شکر ادا کرتی ہوں کہ اب فراق کے دن گزر گئے ہیں اب تمہاری قربت کے دن جاگ اٹھے ہیں یعنی جدائی کے دن اب وصال کی صورت میں ابھر آئے ہیں چشم تخیل میں تم میرے ساتھ ہو خواب دیکھتی ہوں تو تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوتا ہے......!

جس سے میں یہ اندازہ لگاتی ہوں کہ محبت کامگار ہے ناکام نہیں ہے بقول شاعر۔

محبت ابتدا میری

محبت انتہا میری

محبت ہی سے قائم ہے

جی قارئین اب آتے ہیں کہانی کی طرف جو میری کزن کی ہے تو آئیے میری کزن کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔ میرا نام رخسانہ شاہ ہے ہم تین بہنیں ہیں سب سے بڑی کوثر، مصباح اور میں رخسانہ دونوں بہنیں شادی شدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ خوش و خرم ہیں اللہ نے ان پر اولاد جیسی نعمت کا خاص تحفہ عطا فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اس خوشی سے نوازے آمین۔

میرے ابو پہلے فوج میں تھے فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد وہ ایک سکول میں ٹیچر کی جاب کرتے ہیں امی زیادہ پڑھی لکھی نہیں باقی ہر کام میں ماشاء اللہ ماہر ہیں اگر خاندان میں کوئی مقابلہ کرنا بھی چاہے تو مجھے امید ہے وہ ہار جائے گا۔

میں نے میٹرک کیا اس کے بعد زیادہ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ ملی اور میں نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا ابو سکول چلے جاتے میں اور امی گھر کے کام مل کر کرتے میری محلے میں بہت سی

فرینڈز تھیں مگر میں کبھی ان کے گھر بغیر کام کے نہیں گئی تھی کیونکہ امی کو زیادہ میرا باہر جانا پسند نہیں تھا امی کہتی تھی لڑکیوں کا گھر کا کام کرنا ہی ان کے لیے زیادہ بہتر ہے سلائی کڑھائی کا کام میں نے امی سے ہی سیکھ لیا زندگی اسی طرح بغیر کوئی پریشانی کے گزر رہی تھی۔

ایک دن ابو بغیر ناشتہ کیے سکول چلے گئے میری امی میرے ابو کا اتنا خیال رکھتی تھی کہ رات کو ان کے بغیر کھانا نہیں کھاتی تھی ابو سکول سے فارغ ہو کر ٹیوشن پڑھانے بچوں کو اکیڈمی جاتے تھے ان کا خیال تھا کہ اتنا ٹائم برباد میں کیوں کروں جب تک زندگی نے ساتھ دیا میں علم پھیلاتا رہوں گا یہ میرے ابو کہتے تھے۔

بہر حال جس ن ابو ناشتہ کیے بغیر گئے امی نے مجھے کہا رخسانہ تم جاؤ اور اپنے ابو کو ناشتہ دے کر جلدی گھر واپس آ جانا کیونکہ مجھے گھر میں سلائی کا کام کرنا ہے کام زیادہ اور وقت کم ہے میرے پاس کیونکہ ...... جٹ برادری سے کپڑے آئے تھے شادی کے ان کے گھر شادی میں صرف دو دن باقی تھے جب کہ کپڑے زیادہ ان دنوں میرا سلائی کے کام میں بالکل جی نہیں لگتا تھا وجہ کوئی بھی نہ تھی اس لیے میں نے امی کو کہا میں گھر کے کام اور آپ یہ کپڑے سلائی کر دینا امی نے کہا جیسے تمہاری مرضی پھر میں ابو کے لیے ناشتہ لے کر ان کے سکول گئی سکول محلے میں ہی تھا میں جب سکول گئی تھی تو میں کیا دیکھتی ہوں ایک سفید شلوار قمیض میں ملبوس نوجوان سکول میں بچوں کو پڑھا رہا ہے۔ جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی وہ بچوں کو پڑھانے کے بجائے میری طرف دیکھنے لگا......

پتہ نہیں ان کا دیکھنا مجھے بھی اچھا لگا۔ یہ میرے ساتھ پہلی بار ہی ہوا تھا کہ میں نے کبھی کسی نوجوان کو پہلی بار دیکھا تھا اس طرح۔

خواہش دل میں ہر چیز بھلا دیتی
بند آنکھوں میں سپنا سجا دیتی
سپنوں کی ایک دنیا رکھنا تم
کیونکہ حقیقت اکثر رلا دیتی

مجھے ہوش اس وقت آیا جب چوکیدار ... بیٹا خیر سے تم سکول آئی ہو میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا بابا میں ابو کے ناشتہ لے کر آئی تھی بابا نے کہا شاہ جی کام کے ... میں شہر گئے ہیں شام کو واپس آئیں گے میں ... بابا یہ ناشتہ آپ کر لینا۔ پھر میں خود کو سنبھالتی واپس آ گئی۔

امی نے کہا رخسانہ تم ٹھیک تو ہو بہت پریشان لگ رہی ہو میں نے کہا نہیں امی ایسا کچھ بھی ... پھر میں دوپہر کے کھانے کی تیاری کرنے ... نجانے کیوں بار بار اس کا ہی خیال آ رہا تھا پتہ ... وہ میرے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے ... طرح ان کو بھی اس طرح دیکھنا اچھا لگا بھی ہو ... نہیں؟

پتہ نہیں میں نے ایسا کیوں سوچا دن ... طرح گزر گیا جب ابو شام کو آئے تو انہوں نے آتے ہی کہا آج بیگم، رخسانہ کے کھانے کی ... تعریف ہوئی بابا اور ماسٹر زاہد بہت تعریف کر رہے تھے میں نے کہا تعریف کیوں نہ ہو بابا یعنی ابو آپ کی بیٹی جو ہوں...... بابا آئے دن تو ہمارے گھر آتے رہتے ہیں میرے سامنے بھی وہ ... طرح تعریف کرتے ہیں۔ میں بہت خوش ہوئی تھی ... اسی بہانے ماسٹر صاحب کا نام تو پتہ چل گیا۔

ہر راستہ ایک سفر چاہتا
ہر مسافر ایک ہمسفر چاہتا
جیسے چاہتی ہے چاندنی چاند
کوئی ہے جو آپ کو اس قدر چاہتا

بہر حال دن اسی طرح گزر رہے تھے ... میری محبت بغیر ان کو دیکھے گزر رہی تھی اور میں نے دل میں ان کے لیے پیار دیکھ کر خود پر حیرانگی سی ہوتی کیا کوئی ایک نظر میں اتنا اچھا اور اپنا سا لگنے لگتا ہے پھر کبھی خیال آتا کہ کہیں میری محبت یک طرفہ تو نہیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اچانک باجی کی طبیعت خراب ہو گئی امی اور ابو چلے گئے کیونکہ اتوار کا دن تھا ابو گھر پر ہی تھے۔ امی نے مجھ سے کہا کہ سامنے والی مائی سے کہنا وہ تمہارے پاس آ جائے۔

قارئین، تھوڑا سا میں آپ کو مائی کے بارے میں بتاتی چلوں کہ مائی کا اس دنیا میں کوئی نہ تھا مگر ان کا اخلاق اتنا اچھا تھا کہ پورا محلہ مائی کی عزت کرتا تھا اور ان کو مائی کے نام سے پکارا جاتا تھا مائی نے امی اور ابو کو جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ بغیر بلائے ہمارے گھر آ گئی مائی صحن میں سو گئی اور میں کام میں مصروف ہو گئی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی ... میں نے آواز سنی میں تو خوشی سے اس قدر پاگل ہو گئی تھی کہ مجھ سے کچھ بھی بولا نہ گیا۔ میں نے فون کو ہاتھ میں لے کر بند کر دیا پھر گھنٹی بجی میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی ہیلو کہہ دیا میں نہیں چاہتی تھی کہ مجھ سے کوئی غیر اخلاقی کام ہو جائے۔

کیونکہ میں زاہد سے اپنے سے بھی زیادہ محبت کرنے لگی تھی زاہد نے کہا آپ رخسانہ بات کر رہی ہو مجھے اس قدر حیرانگی ہوئی اپنا نام زاہد کے منہ سے سن کر میں نے کہا جی زاہد نے کہا سر شاہ جی اور آپ کی والدہ گھر پر تو نہیں میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا مجھے آپ سے یہی بات کرنی تھی۔ مجھے آپ کا نام بابا نے بتایا تھا میں رخسانہ آپ سے جب دن سے محبت کرنے لگا ہوں جب آپ سکول آئی تھی۔ نا جانے آپ مجھے پہلی ہی نظر میں اتنی اچھی لگی کہ میں نا چاہتے ہوئے بھی آپ سے بات کر رہا ہوں۔

کیونکہ مجھے نہیں پتہ کہ آپ مجھ سے محبت کرتی بھی ہو یا نہیں؟ میں نے بابا سے آپ کے گھر کا نمبر لیا بابا سے میں نے کہا کہ سر شاہ جی سے بہت ضروری کام ہے۔ کیا آپ کو برا تو نہیں لگا۔ مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ پتہ نہیں میرے منہ سے بھی یہ الفاظ نکل گئے کہ مجھے بھی آپ اتنے اچھے لگتے ہو اور مجھے بھی آپ سے محبت ہو گئی ہے مگر میں نے اس ڈر سے اظہار نہیں کیا کہیں آپ انکار نہ کر دیں اسی طرح میری اور زاہد کی فون پر بات ہوتی رہی زاہد نے ایک دن مجھے سکول کے بچے کے ہاتھ دو تین خط بھی لکھے جواب میں میں نے بھی خط لکھے۔

چلے بھی آؤ کہ تم بن گزارہ نہیں ہوتا
کوئی ایسا پل نہیں جب تم کو پکارا نہیں ہوتا
گزر جائے جو تیری یاد کے بغیر
قسم سے وہ دن ہمارا نہیں ہوتا

ایک دن اچانک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جس کو میں آج تک بھول نہیں پائی اور میری زندگی ایک شخص کے جانے سے رک گئی۔ صبح کے وقت جب زاہد سکول آ رہا تھا اچانک بائیک کے بریک فیل ہو گئے بائیک درخت سے جا لگی کاش اس دن بھی میں زاہد سے بات کر لیتی۔ زاہد نے دو تین بار فون کیا بھی تھا مگر امی سامنے تھی اس لیے میں بات نہیں کر پائی۔ ابو نے فون کر کے بتایا تھا کہ صبح 9 بجے ہسپتال میں زاہد نے دم توڑ دیا سر پر چوٹ لگی تھی میری تو یہ بات سنتے ہی جان نکل گئی۔ آج صبح ہی تو میں نے اپنے رب سے زاہد کے لیے دعا مانگی تھی مگر موت تو برحق ہے ہر کسی کو جانا ہی ہے پھر میں کیا۔

کچھ اس قدر ہے دکھ زندگی سے مانوس
خزاں گئی تو بہار میں دل نہیں لگتا

جب مجھے پتہ چلا کہ میری زندگی زاہد اس دنیا میں نہیں رہے تو میں اس قدر رونے لگی کہ میری امی

دوڑتی ہوئی باورچی خانے سے آئی۔ امی نے کہا رخسانہ میری بیٹی کیوں اتنا روتی ہو کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا میری زندگی میرا زاہد دنیا چھوڑ کر آج دنیا سے رخصت ہونے والا ہے امی مہربانی سے مجھے آج زاہد کے گھر جانا ہے ہے میں نے اپنے زاہد کو دیکھنا ہے دل میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کیا پتہ جھوٹ ہو۔ لیکن حقیقت کو کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا۔ امی نے مجھ سے کہا ایک شرط پر کہ تم وہاں روگی نہیں بیٹا میں دنیا کے سوالوں کے جواب نہیں دے سکتی۔

اور میں نے کہا ٹھیک ہے امی جن کے دل روتے ہیں میں صبر کرلوں گی میں نے اپنے ہمسفر کا آخری دیدار کیا روتی ہوئی گھر آ گئی امی نے مجھے سمجھایا اور زندگی پھر پہلے کی طرح شروع ہو گئی۔ آج میں اس سکول کی ٹیچر ہوں جہاں میرا زاہد بھی پڑھاتے تھے میں نے پرائیویٹ بی اے کرلیا۔ گھر والوں نے کہا شادی کرلو میں نے انکار کر دیا ابو بھی آج دنیا میں نہیں ہیں مگر میں آج بھی صرف زاہد کی یادوں سے دل کو بہلاتی ہوں اور مجھے آج بھی ایسا لگتا ہے زاہد آج بھی میرے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس امید کے ساتھ کہ دوسری دنیا میں ہم ضرور ملیں گے۔

ہم نہ اجنبی ہیں نہ پرائے
آپ ہی کے جسموں جان کے سائے ہیں
جب بھی جی چاہے محسوس کر لینا
ہم تو آپ ہی کی سانسوں میں سمائے ہیں

قارئین مجھے آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔

❁❁❁

غزل

دن رات ترسنے لگتے ہیں جب یاد تمہاری آتی ہے
ہم ٹوٹ کے بکھرنے لگتے ہیں جب یاد تمہاری آتی ہے
کچھ اپنی تم کو بتلائیں کیا حال ہمارا ہوتا ہے
ہم تنہا رونے لگتے ہیں جب یاد تمہاری آتی ہے
یہ سانسیں بھی تھم جاتی ہیں یہ دھڑکن بھی رک جاتی ہے
ہم جینے مرنے لگتے ہیں جب یاد تمہاری آتی ہے
جب تم کو بھولنے لگتے ہیں تو خود کو مردہ پاتے ہیں
ہم پھر سے جینے لگتے ہیں جب یاد تمہاری آتی ہے

(روبینہ نواز، راجن پور)

غزل

کیسے ہم اپنی محبت کو اس کے سامنے بیان کریں
وہ ہماری زندگی ہے یہ کہہ کر کیوں اسے حیران کریں
ہم تو اجڑ چکے ہیں محبت کی راہوں پہ چل کر
اب اس کی زندگی کو کیوں ہم ویران کریں
چھوڑ دیں گے اس کی دنیا کو اک دن ہمیشہ کے لیے
اسے کہہ دو کہ وہ نہ خود کو اتنا پریشان کرے

(روبینہ نواز، راجن پور)

غزل

حسرت بھری نگاہوں کو آرام تک نہیں
وہ یوں بدل گیا کہ اب سلام تک نہیں
جس کی طلب میں زندگی اپنی گزار دی
اس بے وفا کے لب پہ میرا نام تک نہیں
جو کہہ گئے تھے شام کو بتائیں گے آج پھر
کچھ سال ہو گئے کوئی پیغام تک نہیں
مدفون ہوں تیرے ہجر کی اک ایسی قبر میں
کتبے پہ جس کے آج کوئی نام تک نہیں
بے اختیار اٹھتے ہیں میرے قدم اُدھر
حالانکہ اس گلی میں مجھے کام تک نہیں

(روبینہ نواز، راجن پور)

غزل

نگاہیں راستہ دیکھیں تم لوٹ آؤ نہ
تمہارے بن نہیں ہوتا گزارا تم لوٹ آؤ نہ
بچھڑ کر یار تجھ سے زندگی پل پل تڑپتی ہے
کہ تم بن اب نہیں جینا گوارا تم لوٹ آؤ
مجھے ڈر ہے کہ ان تنہائی میں ٹوٹ نہ جاؤں
ہے بس تیری محبت کا سہارا تم لوٹ آؤ نہ
تم ہی تو زندگی ہو پیار ہو دنیا ہماری
سوا تیرے نہیں کوئی ہمارا تم لوٹ آؤ نہ
میری تقدیر تو ہے بس تمہارے ساتھ وابستہ صابر
کہیں بجھ نہ جائے قسمت کا ستارہ تم لوٹ آؤ نہ

(سپاہی وسیم سلطان صابر خٹک، مردان)

قطعہ

مجبور تھے ہم وفا اپنی جتا نہ سکے
کھائے دل پہ زخم کسی کو بتا نہ سکے
چاہتوں کی حد سے بڑھ کر چاہا تھا تم کو
صرف دل اپنا چیر کے دکھا نہ سکے

(سپاہی وسیم سلطان صابر خٹک، مردان)

غزل

واسطہ حسن سے یا شدت جذبات سے کیا
عشق کو تیرے قبیلے یا میری ذات سے کیا
میری معروف طبیعت بھی کہاں رک سکی
وہ تو یاد آتا ہے اس کو میرے دن رات سے کیا
پیاس دیکھوں یا کروں فکر کہ گھر کچا ہے
سوچ میں ہوں کہ میرا رشتہ ہے برسات سے کیا
جس کو خدشہ ہو کہ مر جائیں گے بھوکے بچے
سوچیں اس کو کسی اور کے حالات سے کیا
آج اسے فکر ہے کہ کیا لوگ کہیں گے عثمان
کل جو کہتا تھا مجھے رسم و روایات سے کیا

(عثمان غنی، پاکپتن شریف)

غزل

میرے سب جذبات صرف تم سے ہیں
دیکھو میری کائنات صرف تم سے ہیں
اوروں سے میں پوچھنے کا حق نہیں رکھتا
میرے سوالات میرے جوابات صرف تم سے ہیں
تم کو معلوم ہی نہیں میری تنہائی کا دکھ
میری سوچیں میرے خیالات صرف تم سے ہیں
تم ساتھ ہو تو مقدر پہ حکومت اپنی
میرے ہر رشتے کی سوغات صرف تم سے ہے
گر کبھی بکھر جاؤں تو سمیٹ لینا مجھ کو
ہے مکمل جو میری ذات وہ ذات صرف تم سے ہے

(عثمان غنی، پاکپتن شریف)

غزل

ہر دن تیرے خیال کے اجالوں میں کٹ گیا
ہر شب میرا دھیان تیرے خیالوں میں بٹ گیا
ہر گھڑی امید کی آمد میں ہو بسر
میرا ہر ایک خواب تیرے جمالوں میں سمٹ گیا
ہوئی ہیں جب کبھی تنہائی سے وحشتیں
میرا ہر ایک درد تیرے خیالوں سے لپٹ گیا
میرے نصیب کی بارشیں کہیں اور پہ نہ ہوں
میرا وجود ان ہی سوالوں میں بٹ گیا
اترے گی بن کے آنگن میں چاندنی کبھی
آکاش اک زمانہ یونہی سوچوں میں کٹ گیا

(پرنس عبدالرحمٰن گجر، گاؤں نین رانجھا)

لالچ کا نام ہے محبت

☑......تحریر: ایم وکیل عامر جٹ، ساہیوال | 0300-4859908

محترم شہزادہ التمش صاحب!

السلام علیکم! ماشاء اللہ اب پہلے سے بھی زیادہ مقبولیت اور ترقی حاصل کرنے والا مکمل ادبی جریدہ "جواب عرض" گھر کے ہر فرد کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ پاکستان کے تمام رسائل کا سردار ماہنامہ "جواب عرض" ہر طرح سے معیاری تحریروں اور اعلیٰ معیار و گیٹ اپ کے ساتھ کروڑوں خواتین و حضرات کی دلوں کی دھڑکن بن کر دکھی لوگوں کے لیے اعجازِ مسیحائی کا کردار ادا کر گیا ہے۔ خداوند کریم نظر بد سے بچائے اور ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار چمکتا دمکتا رہے۔ آمین

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

سیل فون مسلسل بج رہا تھا میں نے جلدی کال ریسیو کی تو دوسری طرف میرا دوست کاشف تھا میں نے ابھی ہیلو! ہی کہا کہ وہ مجھ پر برس پڑا یار عامر کدھر ہو جلدی کرو کورٹ کا ٹائم نکل رہا ہے میں نے کہا کاشف بھائی بس چند منٹ میں ابھی تیار ہو جاتا ہوں اس نے کہا بس پانچ منٹ میں ابھی گاڑی لے کر آ رہا ہوں میں نے کہا ٹھیک ہے اس نے کال ڈراپ کر دی۔

کاشف ایک پریس رپورٹر تھا اکثر اوقات جب اسے کام کے لیے کہیں جانا ہوتا تو مجھے ساتھ لے جاتا کیونکہ مجھے صحافت کا بہت شوق تھا اسی وقت گاڑی آ گئی اس نے ہارن بجانا شروع کر دیا میں نے جلدی سے بالوں میں کنگھی کی اور گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا کاشف نے کہا عامر یار کتنی دیر کر دی ہے پھر میں نے پوچھا کاشف بھائی آج کونسی خبریں لینے جانا ہے کاشف نے کہا کہ ایک عورت کا کیس ہے عدالت میں لگا ہے اس نے کہا تھا کہ اس کی مجھے رپورٹ چاہیے ہم عدالت میں پہنچ گئے ہم جلدی جلدی اندر پہنچ گئے چیئرز پر بیٹھ گئے کیس شروع ہو گیا دونوں ایڈووکیٹ سامنے آ گئے جرح شروع ہو گئی وہ کیس تھا ایک عورت مرد کا ان میں علیحدگی ہو گئی تھی اور ان کے تین بچے تھے عورت کہہ رہی تھی کہ بچے میں نے رکھنے ہیں اور مرد کہہ رہا تھا کہ میرے بچے مجھے چاہییں اس طرح دونوں ایڈووکیٹ جرح کرتے رہے آخر کیس کا اینڈ ہو گیا جج نے فیصلہ مرد کے حق میں دے دیا پولیس نے بچے مرد کے حوالے کر دیئے بچے چھوٹے چھوٹے تھے بڑی لڑکی پانچ سال کی اس سے چھوٹی دو سال کی سب سے چھوٹا لڑکا تھا چھ ماہ کا جب بچے مرد کے حوالے کیے تو بڑی دونوں بچیاں اپنی ماں کے لیے رو رہی تھیں اور ان کی ماں کا جو حال تھا وہ بیان سے باہر ہے پوری عدالت میں رونے کی آوازیں

گونج رہی تھیں سبھی لوگ رو رہے تھے جب مرد بچوں کو لے کر باہر نکل گیا تو عورت روتے روتے بے ہوش ہوگئی اسے جلدی سے اٹھا کر ہسپتال لے گئے یہ منظر مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ اے اللہ ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو کوئی حق نہیں جینے کا ہر جگہ ہر شہر ہر گاؤں میں ان کے ساتھ ظلم ہو رہے ہیں کیا ان کے ساتھ ظلم کرنے والوں کو کوئی نہیں روک سکتا پرانے زمانے میں لڑکیوں کو پسند ہوتے ہی دفنا دیا جاتا تھا تو آج کونسا دور ہے آج پھر وہی دور ہے۔ عورتوں کو مارا جاتا ہے سرعام گھسیٹا جاتا ہے بے وجہ طلاق دی جاتی ہے اور کشمیر میں تو آپ نے ہزاروں ایسے حالات دیکھے ہوں گے اور یہ بچوں کو حال دیکھ کر میں تڑپ اٹھا ان کمسن بچوں کا کیا گناہ تھا انہوں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا تھا اور چھ ماہ کوئی عمر ہے اس لے ماں کا سایہ چھین لیا کیا گناہ تھا ان کا میں یہی سوچ رہا تھا کاشف نے مجھے جھنجھوڑا کہ عامر چلیں میں نے آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں صاف کیں اور کاشف کی طرف دیکھا وہ بھی رو رہا تھا میں اٹھا اور ہم آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے سارا رستہ یہی ٹاپک رہا میں نے کہا کہ کاشف بھائی میں اس عورت کی سٹوری لکھنا چاہتا ہوں معاشرے کے حالات سامنے لانا چاہتا ہوں تاکہ پھر ایسی کوئی غلطی نہ کرے۔ کاشف نے کہا عامر بھائی ٹھیک ہے کل اتوار ہے مجھے بھی چھٹی ہے اور اس کے وکیل کو چھٹی ہے ہم اس وکیل سے اس عورت کا ایڈریس لے لیں گے میں نے کہا ٹھیک ہے کاشف بھائی یوں وہ مجھے ڈراپ کر کے چلا گیا۔

دوسرے دن ہم اس وکیل سے ملے اور اپنا مقصد بتایا وہ بھی خوش ہو گیا اس نے ہمیں ایڈریس دے دیا ہم سیدھے اس کے ایڈریس پر پہنچے وہاں سے اس کا پتہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ ابھی ہسپتال ہے ہم وہاں سے سیدھے ہسپتال گئے وہاں پر اس سے ملے اس کی خیریت دریافت کی اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھے اور واپس آ گئے کیونکہ اس کی طبیعت خراب تھی اس حالت میں پوچھنا اچھا نہ لگا اب میں روز جاتا اس کی خیریت دریافت کرتا مجھے جاتے ہوئے چھ سات دن ہو گئے اب اس کی طبیعت کچھ بہتر تھی ایک دن میں نے کہا میڈم میرا نام ایم وکیل عامر جٹ ہے اور میڈم جی میں اپنے ڈائجسٹ کے لیے آپ کی سٹوری لکھنا چاہتا ہوں اس دن عدالت میں میں نے ساری کارروائی دیکھی آخر آپ کے شوہر نے آپ کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا۔

اس مطلب کی دنیا میں کون کس کا ہوتا ہے
عامر کچھ غیروں کے زخم تھے کچھ اپنوں نے بھی حد کر دی

پھر کہنے لگی چھوڑیں آپ میری سٹوری لکھ کر کیا کرو گے۔ میں نے کہا دیکھیں میڈم جی آپ کی سٹوری سے شاید کوئی مرد یا عورت راہ راست پر آ جائے پھر وہ مان گئی اور کہا ٹھیک ہے میں صبح گھر جا رہی ہوں آپ وہاں پر آ جانا پھر میں اسے خدا حافظ کہہ کر واپس آ گیا دوسرے دن صبح نو بجے میں اس ایڈریس پر پہنچ گیا اس نے مجھے چائے پیش کی اور صوفے پر آ کر بیٹھ گئی اور پھر اپنے بارے میں بتانے لگی اس کی ظلم و ستم پر مشتمل سٹوری آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں تاکہ ہر کوئی دولت کی ہوس سے بچ جائے تو آیئے قارئین اس کی زبانی سنتے ہیں۔

اس پھول نے ہی ہمیں زخمی کر دیا عامر
جسے ہم پانی کی جگہ خون پلاتے تھے

میرا نام سحر ہے اور میں لاہور کے قریبی گاؤں میں رہتی ہوں میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی میرا کوئی بہن بھائی نہیں تھا اس لیے اکیلی ہونے کے ناطے سب مجھ سے بہت پیار کرتے تھے میرے چچا لوگ بھی مجھ سے بہت پیار کرتے تھے چچا لوگ اور ہم سبھی اکٹھے رہتے تھے پورا گاؤں میرے ابو کی بہت عزت کرتا تھا گاؤں میں ہماری اپنی کوٹھی تھی اور لاہور شہر میں ہماری کپڑے والی فیکٹری بھی تھی اس لیے ہمارے پاس بہت زیادہ پیسہ تھا ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں تھی پھر پانچ سال کی عمر میں مجھے سکول داخل کروا دیا گیا اور میں پڑھتے پڑھتے میٹرک تک آ گئی ایک دن میں اور میری سہیلی مہرین بیٹھی ہوئی تھیں کہ مہرین نے کہا سحر میرا بھائی جیل میں ہے اس پر قتل کا کیس ہے میں نے کہا مہرین یہ بات آپ نے پہلے تو کبھی نہیں بتائی مہرین نے کہا میں آپ کے سامنے شرمندگی محسوس کر رہی تھی میں نے کہا چھوڑیں مہرین اس میں آپ کا کیا قصور ہے پھر وہ مجھے کہنے لگی سحر آج تم بھی میرے ساتھ چلو بھائی سے ملاقات کرنے جانا ہے میں نے کہا نہیں مہرین مجھے وہاں وحشت ہوگی اس نے کہا سحر آپ کو میری قسم مجبوراً مجھے جانا پڑا جیل کا ماحول بہت ہی وحشت ناک تھا ہم نے ملاقات کی پرچی دی انہوں نے ہمیں آدھا گھنٹہ ویٹ کرنے کو کہا اور ہم وہاں پر بیٹھ گئیں مختلف قیدی آتے رہے کوئی کیسا تو کوئی کیسا اچانک مہرین کا بھائی آ گیا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس کا وہ سولہ سال کی عمر کے بچے پر قتل کا کیس؟ پھر وہ ہمارے پاس آیا مہرین اور وہ باتیں کرنے لگے اور میں پاس کھڑی رہی اچانک میں نے دیکھا ایک بہت ہی پیارا اور خوبصورت لڑکا جیل سے آ رہا تھا اور ایک بوڑھی عورت کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا وہ بوڑھی عورت جیل میں سے کبھی اس کا ماتھا اور کبھی سر چومنے کی کوشش کرتی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ عورت شاید اس کی ماں ہے پتہ نہیں اس لڑکے کو دیکھ کر میرا دل دھڑکنا کیوں شروع ہو گیا شاید مجھے اس سے پیار......!

...... نہیں...... نہیں...... ایک قیدی سے مجھے پیار نہیں ہو سکتا میری حالت خراب ہونے لگی میں نے مہرین کو جلدی چلنے کو کہا وہ بھی سوچنے لگی کہ پتہ نہیں مجھے کیا ہوا وہ میرے ساتھ آ گئی اور بار بار مجھے پوچھتی رہی کہ مجھے کیا ہوا ہے میں نے کہا مجھے وحشت ہوتی ہے اس طرح میں واپس گھر آ گئی اس کے بارے میں سوچتی رہی رات کو بھی اسی کے بارے میں ساری رات بھی یہی سوچتی رہی کہ مجھے اس سے پیار ہو گیا ہے کبھی اقرار کرتی تو کبھی انکار کرتی اسی طرح ساری رات مجھے نیند نہیں آئی دوسرے دن میں سکول نہیں گئی اور دس بجے اپنی امی کو یہ کہہ کر باہر آ گئی کہ امی جان میں سہیلی سے ملنے جا رہی ہوں اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی جیل کی طرف جا رہی تھی وہاں پر موجود پولیس اہلکار سے کہا کہ مجھے اس لڑکے سے ملاقات کرنی ہے جو کل یہاں کھڑا تھا اس نے کہا میڈم یہاں تو ہزاروں آتے ہیں اس طرح نہیں ملا سکتے میں نے اسے دو ہزار روپے دیئے کہ خدا کے لیے کچھ کرو تو اس نے کہا ٹھیک ہے میں کچھ کرتا ہوں پھر وہ مجھے ایک جالی کے پاس لے گیا کہ یہاں سے سبھی قیدی نظر آئیں گے ہم وہاں پر چلے گئے وہاں سے میں نے دیکھا کہ سب قیدی کام کر رہے تھے سب کو دیکھتی رہی تو میں نے دیکھا کہ وہی لڑکا دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تو میں نے پولیس والے کو وہ لڑکا دکھا دیا تو اس نے کہا ٹھیک ہے آپ ویٹنگ روم میں بیٹھو میں اسے لے کر آتا ہوں تو میں واپس آ گئی تو کچھ دیر بعد وہ لڑکا میرے سامنے تھا اس نے مجھے کہا کہ آپ کون ہو میں آپ کو نہیں جانتا تو میں نے کہا میرا نام سحر ہے تو میں نے کل آپ کو دیکھا تھا تو آپ کو دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے آپ سے ہمدردی ہو گئی ہے تو میں نے کہا پلیز آپ اپنے

بارے میں بتائیں کہ آپ جیل میں کیسے آ گئے اور آپ کا نام کیا ہے تو اس نے بتایا میرا نام فیصل ہے میں ایک کمپنی میں کام کرتا تھا وہاں پر ڈکیتی ہوئی تو پولیس نے اس کیس میں مجھے پکڑ لیا اور آج میں آپ کے سامنے ہوں میں نے کہا فیصل میں آپ کو یہاں سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی میں اپنے ابو سے بات کروں گی اس طرح میں نے اپنے بارے میں اسے سب کچھ بتا دیا اور دوسرے دن ملنے کا وعدہ کر کے واپس آ گئی اب روزانہ اس سے ملنا میرا معمول بن گیا پھر ایک دن اپنے ابو سے بات کی کہا ابو؟ میری سہیلی کا بھائی جیل میں ہوے چوری کے الزام میں اس نے چوری نہیں کی اس کی بہن بہت روتی ہے تو پلیز آپ اسے رہائی دلا دیں تو ابو نے کہا ٹھیک ہے میں کل وکیل سے بات کرتا ہوں دوسرے دن میں نے فیصل کو یہ خوشخبری سنائی تو وہ بہت خوش ہوا اس طرح تین دن کے بعد ابو نے اسے جیل سے چھوڑا دیا وہ بہت خوش تھا بار بار میرا شکریہ ادا کر رہا تھا تو میں نے کہا پلیز مجھے شرمندہ مت کریں اس طرح میرے میٹرک کے پیپر ہو گئے تھے اب میں نے کالج جانا تھا تو فیصل نے بھی میٹرک کی تھی میں نے اسے بھی کالج جوائن کرنے کو کہا تو اس نے کہا میرے پاس پڑھنے کے لیے پیسے نہیں ہیں میں نے کہا میں سب پیسے دیا کروں گی بس آپ پڑھو اس طرح وہ بھی کالج میں پڑھنا شروع ہو گیا۔ اب میں اس کی پڑھائی کا مکمل خرچہ اٹھاتی حتیٰ کہ کپڑے بھی لے کر دیتی اب ہم ایف اے میں تھے تو ایک دن فیصل نے کہا میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں اور آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں بہت خوش ہوئی میں نے کہا پیار تو میں بھی آپ سے بہت کرتی ہوں میں ابو سے بات کروں گی اب ہر دن میرے لیے خوشی کا دن تھا پر مجھے کیا پتہ تھا کہ فیصل صرف دولت کی خاطر مجھ سے شادی کر رہا ہے۔

ہر روز اس کی محبت کی دعا کی عامر
معلوم نہیں تھا وہ محبت کرے گا دولت کی خاطر

اس طرح ایک دن میں نے ابو سے بات کی تو ابو نے کہا بیٹا پہلے اچھی طرح اسے جان لو میں نے کہا ابو فیصل بہت اچھا ہے میں اسے جانتی ہوں تو ابو نے کہا ٹھیک ہے کل اسے مجھ سے ملنے کا کہنا تو میں نے کہا ابو جان آپ بہت اچھے ہو آئی لو یو ابو جان تو ابو نے کہا بیٹی مجھے آپ کی خوشی سے آگے کوئی چیز نہیں ہے اس طرح دوسرے دن وہ فیصل نے ابو سے ملنے آنا تھا میں نے اسے خوبصورت کپڑے لے کر دیئے جوتے بہت مہنگے گھڑی پرفیوم حتیٰ کہ سب کچھ کیوں کہ میں بہت خوش تھی کہ آج میرا پیار ہمیشہ کے لیے میرا ہونے والا ہے۔

تو وہ ابو سے ملنے آیا تو ابو نے اسے چند باتیں کیں اور منگنی کا اعلان کر دیا جب چچا لوگوں کو پتہ چلا تو انہوں نے بہت شور کیا اس طرح ابو کے آگے سبھی مجبور ہو گئے اب ہم کالج سے سیدھے گھر آتے وہ ہمارے ساتھ رہنے لگ گیا تھا میں سمجھتی تھی کہ میں دنیا کی سب سے خوش قسمت لڑکی ہوں پر مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں بدقسمت ہوں جس کے نصیب میں سوائے غموں کے کچھ نہیں۔

محبت کے تقاضے بدل لیے تم نے
ورنہ تم سے عزیز تو آج بھی کوئی نہیں

پھر ابو نے ہماری شادی کر دی میں بہت خوش تھی کہ مجھے میرا پیار مل گیا ہے اب ہم نے کالج بھی چھوڑ دیا ابو نے فیصل کو اپنی فیکٹری میں جنرل منیجر کی پوسٹ دی اس طرح ہمارے دن ہنسی خوشی گزرتے رہے ایک سال بعد اللہ نے ہیں خوبصورت سی بیٹی دی ہم بہت خوش تھے گھر میں ایک پارٹی کی گئی پھر دن اپنے معمول پر گزرتے

بعد ایک اور بیٹی دی ساتھ ساتھ فیصل میرے ابو کی دولت بھی سمیٹتے رہے۔

دن ہنسی خوشی گزرتے رہے کہا چانک وہ منحوس دن آ گیا میری امی اور ابو گاڑی میں کہیں جا رہے تھے تو ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ موقع پر فوت ہو گئے اب میری دنیا اجڑ چکی تھی انہی دنوں میں امید سے تھی اللہ نے مجھے چاند سا بیٹا دیا میرا بیٹا چار پانچ ماہ کا تھا کہ میرے چچا لوگوں نے فیکٹری اور گھر پر قبضہ کر لیا اور ہمیں گھر سے نکال دیا فیصل مجھے ایک اور گھر میں لے آئے اور بات بات پر مجھے طعنے دیتے اور مجھے مارتے پھر ایک دن تو انہوں نے حد کر دی مجھے بہت مارا میرے ابو کو بھی بہت گالیاں دیں۔

بڈھا! خود تو مر گیا اور کاروبار بھی اپنے بھائیوں کے نام کر گیا تو میں نے کہا کیا فیصل آپ نے دولت کی خاطر مجھ سے شادی کی تھی؟ اس نے کہا ہاں مجھے صرف تیری دولت سے پیار تھا اب مجھے تیری ضرورت نہیں رہی دفع ہو جا اس گھر سے میں تجھے طلاق دیتا ہوں میں نے بہت منتیں کیں اس نے دھکے مار کر گھر سے نکال دیا۔ بچوں کو اپنے ساتھ لے آئی دو دن بعد اس نے طلاق بھیج دی میں بہت روئی جی چاہا خودکشی کر لوں پھر ان بچوں کا خیال آ گیا مجھے ان کی خاطر جینا ہو گا اس سے اگلے دن وہ بچوں کو لینے آ گیا لیکن میں نے نہیں دیئے میری سہیلی نے مجھے کہا کہ میرا دوست ایک وکیل ہے میں اس سے بات کرتی ہوں۔ میں اسی اپنی سہیلی کے گھر میں رہتی تھی پھر اگلے دن ہمیں ایک نوٹس ملا اس نے بچوں کا کیس دائر کر دیا تھا۔ پھر کیس لگا ہمارے پاس پیسہ نہیں تھا کیس ہم ہار گئے اور وہ جیت گیا بچے ہمیشہ کے لیے لے گیا آگے سب آپ کے سامنے ہے پھر وہ زار و قطار رونے لگی میں نے اسے بہت سنبھالنے کی کوشش کی پر وہ ہچکیاں لیتے لیتے بے ہوش ہو گئی۔ ہم اسے ہسپتال لے گئے تو قارئین وہ آج بھی ہسپتال میں ہے۔

تو قارئین کیا یہی صلہ ملتا ہے پیار کا کسی کے ساتھ نیکی کرنے کا جیسا سحر کو ملا کیا گناہ تھا اس کا کیا نہیں کیا تھا اس نے محبت کی خاطر آخر کب تک عورت ذات سے ظلم ہوتے رہیں گے ان کو کوئی حق نہیں جینے کا اور یہ جو دولت کے پجاری ہیں بھی کچھ دولت کو سمجھ لیتے پلیز خدا سے ڈرو دولت ہی سب کچھ نہیں ہے اور ہماری حکومت سے اپیل ہے کہ اس طرح کے عورت کے ساتھ ظلم کرنے والوں کی روک تھام کے لیے کوئی قانون بنایا جائے جو رشوت سے پاک ہو۔

❁❁❁
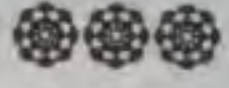
اپنی جان کے نام

اے جان جاں تو ہے کہاں
میں تنہا ہوں کب سے یہاں
تیری جب جب بھی خوشبو ملی ہے
میرے دل کی کلی یوں کھلی ہے
کھل اٹھے ہوں یہ دشت بیاباں
گھنی زلفوں کی چھاؤں کو ڈھونڈوں
دربدر ان وفاؤں کو ڈھونڈوں
لے گئیں جو میری دھڑکنیں جواں
میں تنہا ہوں کب سے یہاں
میری تنہائیوں کی تمہیں کیا خبر
اپنی تو دنیا ہے زیر و زبر
مجھ پر اب ہنستی ہے کہکشاں
میں تنہا ہوں کب سے یہاں
ہیں اداسیوں کے یہاں سائے گہرے
شادمانیوں پہ ہیں دکھوں کے پہرے
ہر سو لہریں ہیں درد کی بکھری یہاں
میں تنہا ہوں کب سے یہاں

(راشد لطیف، صبرے والا ملتان)

دیا جلائے رکھنا ہے

☑......تحریر: مس افشاں، ملتان روڈ لاہور

محترم شہزادہ التمش صاحب!

السلام علیکم! امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے بھائی آپ نے مئی 2013ء میں میری کہانی محبت چھوڑ دی ہم نے شائع کر کے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ بہت بہت شکریہ اس کرم نوازی پر اب جو کہانی لکھ کر بھیج رہی ہوں وہ بھی ایک لوسٹوری ہے اس کا نام ہے "دیا جلائے رکھنا ہے" فرق صرف اتنا ہے کہ یہ محبت وطن سے ہے، امید ہے کسی بھی قریبی شمارے میں جگہ دے کر شائع کر دیں آخر میں ادارے کے لیے دعا گو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ اس ادارے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

ثمر واش روم سے نہا کر سر پر تولیہ رگڑتے گنگناتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لینے لگا۔

واہ کیا خوب بنایا ہے بنانے والے نے کوئی بھی کمی نہیں ہے کیا روشن آنکھیں ہیں گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ موتیوں کی طرح چمکتے دانت، کیا مسکراہٹ ہے سفید گلابی رنگ، اوپر سے بالوں کا سٹائل سونے پہ سہاگہ، شجرہ نسب، بھول گئے، ڈاکٹر قمر، ڈاکٹر عادل، بھابیاں، ماؤں سے بھی بڑھ کر پیار کرنے والی، باپ شوگر ملز کا مالک ہے۔ جس کے بھائی ڈاکٹرز ہوں چھوٹے بھائی کو بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے پیسہ مل رہا ہے وہ لڑکا کیسے ناں خود پہ اترائے گا تو تم کان لگا کر میری ہم کلامی سن رہی تھی ثمر اچانک سے اپنی بڑی بہن کی آمد پہ چونک گیا۔

ثمرین نے کنگھا ثمر سے چھینتے ہوئے کہا، ثمر بائی داوے تمہیں شرم نہیں آتی اپنے منہ سے میاں مٹھو بنتے ہوئے اپنی تعریفیں خود ہی کر رہے ہو ثمر نے ثمرین سے کنگھا (ہیئر برش) پکڑ کے اپنے ہیئر سٹائل کو بناتے ہوئے بیٹا خوبصورت ہوں تو اپنی تعریف آئینہ دیکھ کر خود ہی منہ سے نکل رہی ہے۔ تم تو اپنی تعریف خود بھی نہیں کر سکتی آئینہ دیکھو تو اپنی شکل ہی نظر آتی ہے اب تم کسی بھینس کی تو تعریف کرنے سے رہی۔ بھائی؟ ثمرین نے بچوں کی طرح لاڈ دیکھاتے ہوئے ثمر کو پکارا۔

بھائی جائیں میں نہیں آپ سے بولتی تو میں کون سا تمہیں مجبور کر رہا ہوں بہناں پلیز میرے ساتھ بولو، میں تو تمہارے جیسوں کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا، ثمر نے چڑانے کے انداز میں کہا۔

اچھا تو یہ بات ہے ثمرین نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ میں ڈیڈی کو کہتی ہوں، تمہیں یونیورسٹی مت جانے دیں، جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا، اب ڈیڈی کے ساتھ کام سنبھالو۔ جب پڑھائی میں دھیان ہی نہیں تو پیسے ضائع کرنے کا فائدہ!

کیا، کیا، کہا تو نے پڑھائی میں دھیان نہیں ہے میرا، یہ سامنے الماری میں اتنی ساری ٹرافیاں نظر آ رہی ہیں، یہ کیا میں نے نسیم حمید کی طرح دوڑ کر مقابلے میں نہیں جیتی، بیٹا کالج یونیورسٹی سے ملی ہیں ہاں، ہاں جانتی ہوں ان ٹرافیاں کے پیچھے تمہاری بہت محنت شامل ہے سارا دن لیپ ٹاپ لے کر بیٹھے رہے سارے زمانے کی نیوز پڑھی اور مباحثہ میں حصہ لیا، اپنی بکواس سنائی اور ٹاپ کر لیا، بیٹا جی تقریر کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں، ایسے نہیں لوگوں کے دل جیتے جاتے۔

جب تقریر کرتا ہوں ناں تو پورے آڈیٹوریئن میں تالیوں اور سیٹیوں کی آواز جب میرے کانوں میں پڑتی ہے تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے ساری دنیا میرے سنگ چل رہی ہے پتہ ہے لاسٹ ٹائم یونیورسٹی میں تقریری مقابلہ ہوا تھا کامیابی تعلیم ہی کی بدولت ملتی ہے اور میں نے اس بات کو غلط ثابت کرنا تھا یہ بہت مشکل کام تھا لیکن وہ وہ دلیلیں پیش کی شہر کے نامور پروفیسر تالیاں بجانے پر مجبور ہو گئے تھے اور بیٹا سٹیج سے لے کر جہاں میری سیٹ تھی وہاں تک کا سفر میں نے تالیوں اور سیٹیوں کی گونج میں طے کیا اور تو اور میں سیٹ پر بیٹھ بھی گیا تو میرے لیے تالیاں بجتی رہیں اور پروفیسر راؤ خالد میرے لیے پتہ کیا جملہ بولتے ہیں یہ لڑکا ملک کی تقدیر بدل دے گا۔

اوہ اچھا تو تم ملک کی تقدیر بدل دو گے بیٹا ملک کی تقدیرا یسے نہیں بدلنے والی دروازے کو لاک لگا لیا اور ساری رات لڑکیوں سے فون پر گپیں مارنے لگے رہے۔ اور فون سے فارغ ہوئے فیس بک پہ شروع ہو گئے اور گھر والوں کے سامنے بہانہ پڑھائی کا بچے آج سے تو ڈیڈی کے ساتھ بزنس سنبھالے گا۔ بز، بزنس، ثمر بزنس کے نام پہ چونک گیا، نہ میری جان یہ ظلم مت کر ڈیڈی تو آگے یہی چاہتے ہیں میں ان کا ساتھ بزنس سنبھالوں اور پڑھائی چھوڑ دوں، پڑھائی تو خیر میں چھوڑ دوں، یار اتنی ساری دوستوں کو کیسے چھوڑوں، اور رہی بات فون پہ باتیں کرنے کی تو وہ میری بہنیں ہیں یار آج کے جدید دور میں کون کسی کے دکھ سنتا ہے وہ بیچاری مجھے اپنے دکھ درد سنا دیتی ہیں، یار میں ان کی کوئی مدد تو نہیں کرتا، لیکن دو بول محبت کے بولنے سے میرا کیا بگڑ جاتا ہے۔ اور اگر تم ڈیڈی کو بتاؤ کر میرے فون بند کراؤ گی تو کتنی مظلوموں کی آہ لگے گی تمہیں، مظلوم نہیں پاگل، ہیں وہ لڑکیاں جو تمہارے جیسے نکھے پر مرتی ہیں کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا۔ بیٹا یہ تو وقت بتائے گا کہ کام کا ہوں یا نہیں، وہ کہتے ہیں ناں

تر دامنی پہ شیخ ہمارے نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

سبحان اللہ زبان تو بڑی چلانی آتی ہے زبان کے ساتھ ساتھ تم لوگوں کو کچھ کر کے بھی دکھاؤں گا اور میں ڈیڈی سے کرتا ہوں تمہاری شادی کی بات۔ جب تک تمہاری شادی نہ ہوئی تب تک میں آزاد نہیں ہو سکتا۔

میں تمہارے سسرال والوں سے کہتا ہوں کہ پیسے مجھ سے لے لیں اور جلد از جلد تمہیں بیاہ کر لے جائیں، کہتے ہیں کہ پاکستان 14 اگست 1947ء کو آزاد ہوا اور میں تب آزاد ہوں گا جب تمہاری شادی ہو گی۔

بھائی ارے یہ کیا میری جان تو نے تو رونا شروع کر دیا میں تو مذاق کر رہا تھا بھائی مجھے شادی والا ٹاپک بالکل پسند نہیں چاہے بات سیریس ہو یا مذاق میں میری تو روح کانپ جاتی ہے جب میں آپ

بھائیوں اور ڈیڈی کو چھوڑ کر کسی اور گھر جانے کا تصور بھی کرتی ہوں ثمر نے ثمرین کی روتی ہوئی شکل دیکھ دیکھ کے کہا اس کا مطلب ہے تیر نشانے پہ جا کر لگا، نشانہ خطا نہیں ہوا ثمر نے ثمرین کی ٹھوڑی ہاتھ سے اوپر اٹھاتے ہوئے کہا ثمرین جب مجھے بھی کوئی یونیورسٹی چھوڑنے کا کہتا ہے ناں میری بھی تمہاری طرح روح ہی کانپ جاتی ہے چار دن کی زندگی ہے ہنسی خوشی گزار لو۔

اوہ نو، ٹائم ٹائم چڑیل دیکھو تو باتوں باتوں میں کتنا ٹائم ویسٹ کر دیا عامر وغیرہ نے تو میری جان نکال دینی ہے لیٹ جانے پہ کہاں جاتا ہے؟ کہیں بھی نہیں دوستوں نے کہیں گھومنے پھرنے کا پروگرام بنایا ہے دروازے پہ نوک کر کے کریم خان اندر آیا۔

صاحب جی نیچے کھانے کی میز پر بڑے صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں جلدی نیچے آ جائیں۔ اوکے میں آ رہا ہوں اوہ شٹ یار نیچے ڈیڈی ہیں ثمر نے اپنے تکیے کے نیچے سے ایک موبائل نکال کر ثمرین کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا میں جب نیچے جاؤں گا ناں تو تم اس نمبر سے قمر بھائی کے نمبر پہ کال کرنا اور جسٹ اتنا کہنا کہ ڈاکٹر قمر ہوسپٹل میں ایمرجنسی کیس آیا ہے جلدی آئیں، لیکن کیوں میں ایسا کیوں کروں، ثمر نے جیب سے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر ثمرین کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا بعد میں بتاؤں گا لیکن ثمر، قمر بھائی کی تو ڈیوٹی دوپہر 2 بجے شروع ہوتی ہے اور یہ نمبر اس نمبر کا قمر بھائی کو علم نہیں تم کال کرنے کے بعد موبائل آف کر دینا لیکن تمہیں یہ سب کرنے سے کیا فائدہ ہو گا مجھے یہ فائدہ ہو گا عادل بھائی اپنی گاڑی لے کے چلے گئے ہیں اور قمر بھائی کی گاڑی خراب ہے باہر میری اور ابو کی گاڑی کھڑی ہے ابو نے ابھی خود آفس جانا ہے اور قمر بھائی کی گاڑی بمشکل 12 بجے تک بن کر آئے گی اور آج ہفتہ کے دن ہے میری یونیورسٹی آف ہے اور مجھے ہر حال میں ابھی کے ابھی عامر لوگوں کے پاس پہنچنا ہے اور ابو نے مجھے انویسٹی گیشن کے بغیر جانے ہی نہیں دینا قمر بھائی ایمرجنسی میں میری گاڑی پر ہی جائیں گے اسی بہانے میں گھر سے نکل جاؤں گا اور ابو کے سوالوں سے بچ جاؤں گا اور ثمر قمر بھائی جس ہسپتال پہنچیں گے تو وہاں سٹاف کہے گا کہ ہم نے آپ کو فون نہیں کیا! پھر کیا ہو گا۔ ہونا کیا ہے بھائی یہی سمجھیں گے کہ کسی نے مذاق کیا ہے لیکن بھائی لیکن ویکن کچھ نہیں جو کہا وہی کرنا، ثمرین نے پانچ ہزار کا نوٹ لیا تھا اس معمولی سے کام کے لیے ثمر کی بات پہ چپ ہو گئی۔

ثمر نے شرٹ کے بٹن بند کیے اور جلدی سے نیچے چلا گیا۔

السلام علیکم ڈیڈی، السلام علیکم بھائی اینڈ بھابیز۔

وعلیکم السلام بیٹا جلدی اٹھا کرو، فجر کی نماز نہیں پڑھتے جی ڈیڈی پڑھتا ہوں کس ٹائم پڑھتے ہو سوئے ہوئے تو 9 بجے اٹھتے ہو ڈیڈ جی جی وہ نماز پڑھ کر سو جاتا ہوں تو رات کو جلدی سویا کرو ناں جی بھائی وہ رات کو لیٹ تک پڑھتا رہتا ہوں اس لیے آنکھ نہیں کھلتی ثمر نے قمر کو جواب دیا ایک ٹوسٹ پہ ابھی ثمر نے جیم لگایا ہی تھا کہ قمر کے موبائل کی رنگ ٹونز بجنے لگی قمر صاحب نے جیسے فون کان سے لگایا قمر صاحب جلدی ہسپتال پہنچیں ایمرجنسی کیس آیا ہے۔ اس کے بعد فون بند ہو گیا۔ قمر ہیلو، ہیلو کرتا رہا لیکن کوئی آواز نہ آئی۔ قمر نے وہیں ناشتہ چھوڑا اور اپنی بیوی کو اندر سے کوٹ لانے کو کہا۔ تب تک ثمر نے آدھا گلاس جوس پیا اور ایک پیس کھایا کہ قمر نے کہا اوہ شٹ گاڑی ورکشاپ پہ ہے اور عادیل بھی گاڑی لے گیا ہے اب میں کیسے جاؤں، بھائی کیا ہوا کہاں جانا ہے؟ یار ہسپتال سے کال آئی ہے جلدی آؤ ایمرجنسی ہو گئی ہے قمر بیٹا کتنی بار کہا ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے موبائل آف رکھا کرو کھانا تو سکون سے کھایا کرو۔ ڈیڈی اب کیا کروں؟ بھائی میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں، ثمر

نے میز سے چابی پکڑی اور جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ چلیں بھائی۔ بیٹا پہلے ناشتہ تو کر لو ڈیڈی آ کے کر لوں گا۔ ہمارے ناشتے سے زیادہ ضروری قمر بھائی کا ہسپتال پہنچنا زیادہ ضروری ہے ثمر، قمر سے بھی جلدی سب کو خدا حافظ کہتے ہوئے باہر نکل گیا۔ قمر کو ہسپتال ڈراپ کیا اور خود آگے چلا گیا۔

ثمر یار اتنی لیٹ، یار تو بالکل بھی وقت کی پابندی نہیں کرتا۔ ہم کب سے تیرا انتظار کر رہے ہیں لاسٹ ٹائم بھی تو ہی لیٹ ہوا تھا وہ تو شکر ہے کام کر لیا تھا ہم نے ورنہ ایک دو منٹ کی اور تاخیر ہو جاتی تو کام بگڑ جانا تھا شاہد بولا، ثمر تیرے جیسے نوجوان کے سر پہ پاکستان کا سہرہ رکھا جائے تو پاکستان کو کل ڈاؤن کرنا آج کرے۔

یار میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا تو ادھر آ گیا ہوں، اللہ ہمیں ہمارے مشن میں کامیاب کرے پھر پی سی ہوٹل میں کھانا کھائیں گے پیسے عامر دے گا، امیر باپ کی اولاد ثمر ہے اور پیسے عامر دے، واہ کیا بات ہے چلو جیسے آپ لوگوں کی مرضی یار ثمر اگر ہم سب بچ گئے تو تم ہمیں شاپنگ کراؤ گے اوکے ڈن سب دوستوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ رکھ کر عہد کیا آج ظالموں کو ان کے مشن میں کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔

یار کہیں یہ افواہ جھوٹی نہ ہو یار جس ایجنسی میں ہم کام کرتے ہیں اس میں نوے فیصد خبریں سچی ہی ملتی ہیں اور افواہ ہو تو اچھی بات ہے سارے دوست اپنی بائیک جس ایجنسی میں کام کرتے تھے وہاں کھڑی کر کے سر سے ضروری ہدایت لی اور ثمر کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

سارے دوست آپس میں باتیں کرتے ہوئے سفر پہ روانہ ہو گئے عامر تو اپنے گھر والوں کو کہا بتایا یار مجھے تو امی آنے ہی نہیں دے رہی تھی یار پتہ نہیں آج گھر سے نکلتے ہوئے میرا دل گھبرا رہا تھا نومی بولا یار میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے خیر اللہ ... ہے ثمر یار تو گھر پہ کیا بتا کے آیا ہے میں ٹھیک لیٹر کر ... میں چھوڑ آیا ہوں اگر کچھ ہو گیا تو خود ہی پڑھ ... گے۔ ڈیڈ کو بس سلام کہا تھا صبح اور قمر بھائی کے ... کچھ باتیں کی ہیں رستے میں۔

یار اگر آج ہماری وجہ سے کسی کی جان بچ جا ... تو کتنی خوشی کی بات ہے کہتے ہیں ناں جس نے ایک انسان کا خون کیا اس نے پوری انسانیت کا خون ... اور جس نے ایک انسان کو بچا لیا اس نے سا ... انسانیت کو بچا لیا۔ ہمارے ہوتے ہوئے تو ہمار ... ملک پہ آنچ بھی نہیں آئے گی۔ بم یار (صحیح) نہیں ... انڈیا کو دیکھو بمبئی میں بم بلاسٹ ہوا ابھی تک انوی ... گیشن ہو رہی ہے اور ایک ہم ہیں سوائے مذم ... کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے عامر لقمہ دیتے ہو ... بولا ادھر بم بلاسٹ میں اتنے لوگ جاں بحق ہو جا ... ہیں گھروں کے واحد کفیل اس دھماکے کی نظر ہو جا ... ہیں ہمارے لیڈر صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس واقعے ... شدید مذمت کی ہے خیر کبھی تو ہدایت ملے گی ان کو ... وہ سامنے والی مارکیٹ ہے گل خان مارکیٹ و ... گاڑی روکنی ہے ثمر نے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے شا ... ہاتھ کے اشارے سے بتاتے ہوئے کہا اور یہ ... کرتے ہوئے گاڑی سے نکلے کہ ہم میں سے ... دوست بھی میدان چھوڑ کے نہیں بھاگے گا۔ ہم ایک ... دوسرے کا مرتے دم تک ساتھ دیں گے۔ انشاء اللہ ... اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین ثم آمین

گاڑی گل مارکیٹ کے سامنے جا رکی فرنٹ ... سیٹ سے ثمر پھر شاید عامر نومی وغیرہ اترے یہ ملک ... کے سجیلے جوانوں نے جب دھرتی پہ قدم رکھا تو ا ... لگ رہا تھا جیسے دھرتی سلام پیش کر رہی ہو کہ تمہار ... ہوتے ہوئے مجھ پہ کسی بے قصور کا خون نہیں گر ... ثمر جلدی سے آگے بڑھا اور براؤن کلر کے پینٹ ... دکان پہ جا رکا اور ذہن پہ زور ڈالتے ہوئے کہا یہ ...

... کئی دفعہ خواب میں دیکھ چکا ہوں یار ٹائم کیا ہوا ہے ... نے 12 اور برانے 11 یار ایک منٹ خاموش ہو جاؤ ثمر نے آنکھیں بند کیں اور منہ میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا ہونٹ ہلنے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو یا اللہ ہماری مدد فرما۔

اور دوسرے دوستوں کو اشارہ دیا یہ یہ جگہ کھودنا شروع کر دو بم یہاں کہیں نسب ہے سب دوستوں نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا ارد گرد کی ہر جگہ چھان ماری لیکن وہ بکس کہیں نظر نہ آیا جس کی اطلاع دی گئی تھی ایک گھنٹہ گزرنے کو تھا 2 بجے کا ٹائم دیا گیا تھا لڑکوں کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا یار عامر تو مارکیٹ پہ جا کر یہ خبر دے دے کہ ٹھیک ایک بجے یہاں بم بلاسٹ ہونے کی خبر دی گئی ہے جلدی سے مارکیٹ خالی کر دو۔ یہ خبر دینی تھی کہ لوگوں میں افراتفری مچ گئی۔ ادھر ثمر نے بم نکال لیا ٹائمنگ بم تھا جو ایک پانچ پہ بلاسٹ ہونے والا تھا ثمر کے قریب سب دوست آ گئے ثمر ایسے کرو ویران جگہ پہ لے کے جاتے ہیں اسے ناکام بنانا تو ہمیں اتا ہی ہے شاید تو ان سب کو لے کے گاڑی میں بیٹھ میں ابھی آیا۔

لیکن یار۔ ثمر نے ہونٹوں پہ انگلی رکھتے ہوئے شاہد کو خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔ لیکن یار یہ پھٹ جائے گا۔ ثمر کی نظر سامنے لگی بائیک پر پڑی۔ خوش قسمتی سے چابی ساتھ لگی تھی شاہد جس کی بائیک ہے وہ ادھر ہی ہوگا اگر بالفرض یہ بائیک نہ بچی اسے ڈیڈی سے پیسے لے دینا۔ لیکن میں تمہارے ساتھ جاؤں گا شاہد پلیز میرا سر نہ کھاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے ثمر نے بائیک بہت سپیڈ سے چلائی ثمر کے منہ سے یہی الفاظ نکل رہے تھے یا اللہ میری مدد۔ یا اللہ میری مدد۔

بم بلاسٹ ہونے میں صرف 7 منٹ رہ گئے تھے ثمر شہر سے کافی دور نکل چکا تھا اور یہ کیا ہوا ثمر کی بائیک سلپ ہو گئی ثمر نیچے گر گیا ثمر نے جلدی سے خود کو سنبھالا اب صرف 3 منٹ رہ گئے تھے ثمر نے بکس پکڑا اور بائیک کو سٹینڈ پہ لگایا اور بکس پھینکنے لگا تھا کہ پھینکتے پھینکتے بم بلاسٹ ہو گیا بم تو نیچے بنجر زمین پہ جا گرا لیکن دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ ثمر کے ہاتھ کا سارا گوشت اڑ چکا تھا اور منہ کالا سیاہ ہو گیا تھا شکل تو نظر ہی نہیں آ رہی تھی بائیک پرزے پرزے ہو گئے تھے۔

ادھر ان دوستوں نے لوگوں کے خوف کو کم کیا کہ بم یہاں سے نکال لیا گیا ہے آپ لوگ بے فکر ہو جائیں اور خود ثمر کی تلاش میں نکل پڑے وہاں چند ایک لوگ ثمر کے قریب کھڑے تھے ان میں سے کسی ایک نے ریسکیو کو کال ملا دی چند منٹوں میں ریسکیو پہنچ گئی اور دوست بھی وہاں آ پہنچے ثمر بے ہوش حالت میں ہسپتال پڑا تھا 3 گھنٹے گزر گئے ڈاکٹر وقفے وقفے سے ثمر کے کمرے سے نکلتے رہے اور ہمارے پوچھنے پر یہی کہتے بس دعا کریں خون بہت ضائع ہو چکا ہے ابھی جان خطرے میں ہے ثمر نے اپنے سامنے اپنے ہاتھ سے گوشت کو اڑتے دیکھا کم عمری کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکا اور ثمر کے دل پہ اثر ہوا چکر آنے کی وجہ سے گر گیا اور شاید سر پتھر پہ جا لگا ہے۔ اور سر سے بہت خون بہہ گیا ہے ہم لوگ پوری کوشش کر رہے ہیں آپ لوگ بلڈ کا انتظام کریں۔

بی پازیٹو بلڈ گروپ ہے بھائی میرا بلڈ گروپ بی پازیٹو ہے عامر نے کہا ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ چلیں ڈاکٹر نے عامر سے کہا شاہد نے یونیورسٹی کے دوسرے دوستوں کو بھی بلا لیا علی اور حمزہ کا بلڈ گروپ بی پازیٹو تھا خون کا تو بندوبست ہو گیا اتنے میں ڈاکٹر نے کہا کہ تین لاکھ روپے کا بندوبست کریں آپ اس لڑکے کے کیا لگتے ہیں ہم اس کے دوست ہیں چلیں آپ اس کے گھر والوں کو اطلاع کر دیں ڈاکٹر نے لڑکوں کو کہا ڈاکٹر پھر آپ جلدی بندوبست کریں ورنہ آپ اپنے عزیز کی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ شاہد ایجنسی کے سر کو فون کروائے تو ہم نے بتایا ہی نہیں وہ پیسوں کا بھی بندوبست کر لیں گے۔ ہم سب

دوست ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ قمر، ثمر کا بھائی ڈاکٹر قمر آئی سی یو میں جاتے ہوئے ہمیں دیکھ کر رک گیا تم سب یہاں کیا کر رہے ہو تفتیشی انداز میں پوچھا بھائی وہ وہ ثمر ثمر، ثمر کیا ہوا ثمر کو قمر نے شاہد کو جھنجھلاتے ہوئے پوچھا بھائی وہ ثمر آئی سی یو میں ہے کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ اور اندر میرا ثمر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے قمر نے زور سے دروازے کو دھکا دیتے ہوئے دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو گیا ثمر تو پہچانا ہی نہیں جا رہا تھا ڈاکٹر قمر نے فرط جذبات میں ثمر کے سینے سے لپٹ گیا ڈاکٹر قمر نے پورے ہسپتال میں ہلچل مچا دی ہم لوگ ابھی وہاں ہسپتال میں کھڑے ثمر کی زندگی کی رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے ثمر کی حالت ابھی تک نہیں سنبھلی تھی جب ہم لوگ ہوسپٹل پہنچے تو ثمر کی پوری فیملی ہوسپٹل میں موجود تھی بہن اور بھابیاں رو رو کر ثمر کی زندگی کی دعا کر رہی تھی۔ ڈاکٹر قمر کی وجہ سے پورے ہوسپٹل میں ہلچل مچ گئی تھی، تمام سینئر ڈاکٹر آئی سی یو میں راؤنڈ لگا رہے تھے کچھ دیر تک ہماری ایجنسی کے بھی آفیسر آ گئے ثمر کا باپ تو رو رو کر ہلکان ہو رہا تھا۔ ہمیں بھی ان کی حالت پہ ترس آ رہا تھا دل میں عجیب طرح کے وسوسے آ رہے تھے کہیں ہم ثمر جیسا دوست کھو نہ دیں تین سے چار گھنٹے گزر گئے تھے ثمر کو ابھی تک ہوش نہ آیا تھا ثمر کے گھر والوں نے ثمر کے صدقے میں بہت سی چیزیں دیں، زندگی میں کبھی اتنی پریشانی نہیں دیکھی تھی آج جتنی پریشانی دیکھی تھی۔ کلیجہ یوں لگ رہا تھا جیسے یوں ابھی کہ ابھی پھٹ جائے گا، نومی اور علی نے اپنے گھر والوں کو اطلاع دے دی۔

کہ وہ خیر و عافیت سے ہیں، بس ثمر کی زندگی کے لیے دعا کی جائے عامر کو تو ہم نے زبردستی گھر بھیج دیا کہ وہ گھر جا کر آرام کرے بہت ہی نازک سچوایشن تھی پوری قوم اپنے اس بہادر بیٹے کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی جس بہادر بیٹے نے خود جان پہ کھیل کر ہزاروں لوگوں کے گھروں میں صف ماتم بچھنے سے بچا لیا تھا ہزاروں ماؤں کی کوکھ اجڑنے سے بچالی تھی ثمر جیسے ایک نہیں لاکھوں جگروں کی ضرورت ہے تب کہیں جا کر ملک کی تقدیر بدلے گی۔ بہادروں کی ضرورت ہے جن کے ہوتے ہوئے ہمارے ملک کی طرف دشمن میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے 1965ء کی جنگ میں جن بہادروں نے جنگ لڑ کر پاکستان بچایا ایسے بہادروں کی ضرورت ہے۔ اب سوچنا ہے کہ ملک کو بچانا کیسے ہے؟ قائد نے پاکستان بنا کر دیا ڈاکٹر عبدالقدیر نے اسے محفوظ کیا۔ اس ایٹمی صورت میں ایسا ہتھیار دیا جس سے ہمیں تحفظ محسوس ہوتا ہے ثمر اکثر اپنی تقریروں میں یہ اشعار پڑھتا تھا۔

خدا کرے کہ میری ارض پاک پہ اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے صدیوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اُگے وہ ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
گھنی گھٹائیں یہاں ایسی بارش برسائیں
کہ پتھروں سے بھی روئیدگی محال نہ ہو
خدا کرے کہ نہ خم ہو سر وقار وطن
اور اس کے حسن کو تشویش ماہ و سال نہ ہو
ہر اک فرد ہو تہذیب وطن کا اوج کمال
کوئی ملول نہ ہو کوئی خستہ حال نہ ہو
خدا کرے میرے اک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو
خدا کرے مری ارض پاک پہ اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو

سر سچ کہتے تھے ثمر کی آنکھوں میں اک عجیب چمک ہے ثمر ملک کی تقدیر بدلے گا ہم ثمر کو مذاق کرتے تھے کہ لگتا ہے شہزادے کشمیر تو نے ہی آزاد کروانا ہے، میرے واعظ عمر فاروق کو تیرے جیسے بہادر کی ضرورت ہے آج جب ثمر اس حالت میں ہوسپٹل میں تھا تو دل ڈوبے جا رہا تھا اس شہزادے نے ہمیشہ کی طرح اب بھی خود جان پہ کھیل کے ہمیں ہلکی سی خراش آنے سے بھی بچا لیا تھا ایک بار پھر احسانوں کے بوجھ تلے دبا گیا تھا۔

ہم لوگ ڈاکٹر سے اجازت لے کر ثمر کے روم میں گئے ثمر کے چہرے کو صاف کر کے ڈاکٹروں نے سر پہ پٹی باندھ دی تھی ہاتھ پہ بھی پٹی بندھی ہوئی تھی آکسیجن لگا ہوا تھا ہم لوگوں کو یہ دکھ ہو رہا تھا کہ ہم کو کوئی آنچ بھی نہیں آئی اور ثمر کس قدر زخمی حالت میں پڑا تھا۔ ثمر یار آنکھیں کھول دیکھ ہم سب تیری خاطر کتنے پریشان ہیں تو تو کسی غیر کو پریشان حال میں نہیں دیکھ سکتا ہم تو تیرے جگری یار ہیں ثمر پلیز ہمیں بھی چھوڑ نا، تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا ناں کبھی کسی کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے پلیز ثمر خود کو سنبھالو ہم تینوں دوستوں کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے ڈاکٹر نے ہمیں باہر جانے کو کہا۔ ہم جب باہر نکلے تو ثمر کی بہن جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی بھائی میرے بھائی کو ہوش آیا ہم سے کچھ بھی جواب میں نہ کہا گیا بولنے کی سکت ہی نہیں تھی ہم میں ایک دن اور ایک رات یونہی گزر گئی اگلے روز یونیورسٹی کے کتنے دوست ثمر کی عیادت کے لیے آئے لیکن ثمر کو کسی کی بھی خبر نہ تھی ڈاکٹروں نے کہا اگر تیسرے روز تک بھی ثمر کو ہوش نہ آیا تو جان جانے کا خطرہ ہے منڈے کو ہم لوگوں نے کلاسز کا بائیکاٹ کر کے قرآن خوانی کروائی اور ثمر کی زندگی کے لیے دعا کروائی۔

آخر سب چاہنے والوں کی دعاؤں سے ثمر کو ہوش آ ہی گیا ثمر کو ڈاکٹروں نے سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے زیادہ بات چیت کرنے سے منع کیا تھا۔ ہم دوستوں کی تو خوشی کی انتہا ہی نہ تھی ہم سارے گروپ والے ثمر کے پاس کھڑے تھے ہم نے ثمر کا کمرہ پھولوں سے بھر دیا تھا۔ ثمر کی فیملی بھی بہت خوش تھی ثمر نے ہوش میں آنے کے بعد ابھی تک کوئی بات نہیں کی تھی صرف مسکراہٹ سے اور سر ہلانے پہ اکتفا کر رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے اسے نئی زندگی پہ یقین ہی نہیں ہو رہا تھا۔

سر راؤ خالد نے آج بھی آتے ہی پھولوں کا گلدستہ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے کہا کہ یہ لڑکا ملک کی تقدیر بدل دے گا ثمر مسکرا دیا۔ سر نے کہا بیٹا ویل ڈن شاباش تم سب لڑکوں نے ہی بہت اچھا کام کیا اسی اثناء میں ثمر کی فیملی والے اندر کمرے میں داخل ہوئے ہم لوگ سائیڈ پہ پڑے صوفے پر بیٹھ گئے ثمر کی بہن نے آتے ہی ثمر سے کہا، پاگل پتہ ہے تو نے ہمیں کتنا پریشان کیا! بہت روئی ہوں میں تیرے لیے آج کے بعد نہ ایسے تنگ نہ کرنا، ہوش میں آنے کے بعد ثمر کا پہلا جملہ تھا اب تو مان گئی کہ میں کام کا ہوں اور جب تک سانس چلے گی تب تک ملک کو جب ضرورت پڑی تو یونہی جان نچھاور کرتے رہیں گے۔ ہم سب نے مل کر کہا انشاء اللہ عامر گنگناتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

ہم کو آواز دے تو پھر چاہے جان لے لو
تجھ پہ ہی مٹ جائیں گے
تجھ پہ ہی مٹ جائیں گے

ثمر کی صحت یابی پہ اک جشن کا سماں تھا ثمر کے ٹھیک ہونے کے بعد سے اب تک جب جب ہماری ارض پاک کو ہماری ضرورت پڑتی ہے ہم ملک و قوم کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں جب تک سانس ہے یونہی دیا جلائے رکھنا ہے۔ چاہے کسی بھی میدان میں ملک کو ضرورت پڑی دل و جان سے ملک کے لیے جان دینے کو تیار ہیں کیونکہ یہ دھرتی ہماری محبوبہ ہے اور اس محبوبہ کے لیے تو تن، من، دھن بھی قربان۔

❁❁❁

پیار کے اُس پار

☑......تحریر: مجید احمد جائی، ملتان | 0301-7472712

محترم شہزادہ صاحب!

مزاج گرامی اینڈ سلام محبت، ایک دفعہ پھر چاہتوں، محبتوں کے ساتھ ایک داستان لیکر آیا ہوں جس کا نام میں نے "پیار کے اُس پار" رکھا ہے کیسا زمانہ آ گیا ہے کہ جسے ہم اپنا تن من دھن پیش کر دیتے ہیں وہی ہزاروں غم آنسو ہمارے نام کر کے رنگینیوں میں کھو جاتا ہے دوسروں کی زندگیاں برباد کرنے والے کیسے جیتے ہوں گے ایمان نے بھی کسی کو چاہا جس کی خاطر اس نے سب سے مقابلہ کیا مگر وہی بے وفا نکلا اس کے ہزاروں غم اس کے نام کر دیئے ایمان آج بھی زندگی کی سانسیں پوری کر رہی ہے امید ہے آپ اس کہانی سے سبق حاصل کریں گے۔ صرف والدین ہی سچے ہیں اس کے علاوہ کوئی رشتہ سچا نہیں ہے جہاں سے دو بول پیار کے ملیں ہنسی خوشی سمیٹ لیجئے اور خوشیاں تقسیم کیجئے جواب عرض کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ وہ میرے غموں کو صفحہ قرطاس پر شائع کرتا ہے۔ تمام دوستوں کو میری طرف سے سلام نام نہ لکھنے کی وجہ سے معذرت چاہتا ہوں جواب عرض کے صفحات کم ہونے کی وجہ سے نام نہ لکھ سکا۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات،سب فرضی ھیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ھو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

اولاد، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم تحفہ ہے پیاری سی نعمت، خوبصورت دولت، اولاد سے گھر کی رونق اور خوشیاں دوبالا ہو جاتی ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ اولاد جیسی دولت سے نوازتا ہے وہ بے قدرے اس دولت کی قدر نہیں کر پاتے۔ کچھ وہ ہیں جو منتیں، مرادیں مانتے ہیں، درباروں، مزاروں پر چادریں چڑھاتے ہیں پیروں فقیروں کے در و دولت کے چکر کاٹتے پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہیں لیکن پھر بھی اولاد جیسی دولت سے محروم رہتے ہیں اولاد ان کے نصیب میں نہیں ہوتی۔ جن کو تعالیٰ اس دولت سے نوازتا ہے نجانے وہ اس کی قدر نہیں کر پاتے۔ کبھی بچوں کو ایک پیار نہیں دیتے۔ جس سے بچے احساس کمتر شکار ہو کر غلط راہوں کا انتخاب کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے اقدام اٹھاتے ہیں کہ روح کانپ اٹھتی کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے۔ کوئی چور، ڈاکو بن جاتا کوئی تنہائی، اداسی، بے بسی کی تصویر بن جاتا

اللہ تعالیٰ نے گھر کی رونق بچوں کے دم سے بخشی ہے۔ ہمیں ان کی مکمل نگہداشت کرنی چاہیے ان کی ہر ضرورت پوری نہ سہی، کم از کم حق سے محروم تو نہ رکھا جائے۔ انہیں احساس کمتری کا شکار نہ ہونے دیں تا کہ ہمارے بچے مستقبل میں غلط راہوں کا انتخاب نہ کریں۔ اسی طرح کی ایک داستان آپ کی خدمت میں لے کر آیا ہوں۔ میں تو اس کہانی سے اتفاق نہیں کرتا لیکن میرا فرض بنتا ہے کہ انہوں نے محنت سے مجھے ارسال کی ہے سو نوک جھوک کر کے آپ کے روبرو حاضر کر رہا ہوں فیصلہ آپ نے کرنا ہے کس کا قصور تھا، کون مجرم تھا اور کون بے گناہ تھا؟

یہ کہانی رانیہ علی نے گوجرانوالہ سے ارسال کی ہے اسے اس کے اپنوں نے رسوا کر دیا۔ محرومی، اداسی اس کا مقدر بن گئی۔ ماں باپ سے وہ پیار نہ مل سکا جس کی طلبگار تھی جب تنہائی، مایوسی، ناامیدی نے ڈیرے جما لیے تو اس نے وہ راہ اختیار کی بتاتے ہوئے میرا قلم خون کی ندی میں نہا رہا ہے۔ دماغ ماؤف ہونے کو ہے روح کپکپی میں ہے۔ جس کا انگ انگ تڑپ رہا ہے۔ انسان اپنے مفاد کی خاطر اس قدر گر جاتا ہے کہ خود اپنے آپ کو اذیت دینے سے گریز نہیں کرتا۔ حسد کی آگ اسے کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ اس آگ میں خود تو جلتا ہی ہے مگر دوسروں کو بھی شامل کر لیتا ہے رانیہ علی نے اپنا پیار پانے کے لیے اپنا سب کچھ گنوا دیا اپنی عصمت تک نیلام کر بیٹھی پھر بھی اس کی کشتی سمندر کے بھنور میں اٹکی ہے رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔ گھر والوں نے طعنے دینے شروع کر دیئے۔ جب انسان کسی سے بہت سی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے تو اس طرح کے واقعات جنم لیتے ہیں عورت کی عزت اس کا قیمتی زیور ہوتا ہے جب وہ اپنی عزت گنوا بیٹھتی ہے تو مجبوراً اسے وہ بھی کرنا پڑتا ہے جو وہ نہیں کرنا چاہتی۔ خوشیاں پانے کی خاطر بدنامی سے بچنے کی غرض سے وہ گناہ پر گناہ کرتی جاتی ہے اور پھر قصور وار دوسروں کو ٹھہراتی ہے۔ حالانکہ قصور اسی کا ہوتا ہے جب صبر کا دامن چھوٹ جائے تو رسوائیاں مقدر بن جایا کرتی ہیں۔

جو بات دل میں ہے وہ بتا کیوں نہیں دیتے
الجھنوں کا بوجھ میرے سینے سے ہٹا کیوں نہیں دیتے
بڑھ جائیں انا کی فصلیں تو گھٹتی ہی نہیں
ایسی ان دیکھی دیواروں کو گرا کیوں نہیں دیتے

میری رانیہ علی جیسی ہر اس لڑکی سے گزارش ہے کہ خدارا پیار کے جھوٹے جال میں پھنسنے سے پہلے لمحہ بھر کے لیے سوچ لیجئے۔ اپنی اور اپنی گھر والوں کی عزت کا خیال رکھئے۔ اس باپ کا سوچئے جو تمہاری خاطر پائی پائی اکٹھی کرتا رہتا ہے کہ میری بیٹی اپنے گھر میں سکون کی زندگی بسر کر سکے۔ اس بوڑھی ماں کے سفید چاندی جیسے بالوں کو دیکھ لیجئے۔ جو لمحہ بہ لمحہ تمہاری خوشی کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر تمہارے لیے خوشیاں خریدنا چاہتی ہے۔ اس بھائی کا سوچئے جس کی تم شان ہو۔ جس کی تم عزت ہو۔ جب تم اپنی عزت، اپنی عصمت کو نیلام کرتی ہو اس باپ اس ماں اس بھائی کی کیا حالت ہوگی۔ ان کے سر شرم سے جب جھکتے ہوں گے۔ زمانے والے جب جینا حرام کر دیتے ہیں ندامت سے سر جھک جاتے ہیں قسم سے وہ جیتے جی مر جاتے ہیں۔ رسوائی بدنامی ان کی جان لے لیتی ہے اس گھر آنگن کی رونق مانند پڑ جاتی ہوگی تم دھوکے میں آ کر پیار کے جھوٹے جال میں پھنس کر عزت سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہو، تم تو مر ہی جاؤ گی۔ خودکشی کر لو گی۔ لیکن تمہارے ساتھ جن لوگوں کی زندگیاں وابستہ ہیں وہ کیسے جی پائیں گے؟ خدارا اپنی خوشیوں کی خاطر اپنے سے وابستہ لوگوں کی عزت تو خاک میں نہ ملاؤ تمہاری وجہ سے ان کے سر ندامت سے نہ جھک جائیں۔ یہ نہ ہو کہ دور جاہلیت کی طرح بیٹی کو پیدا ہوتے ہیں باپ زندہ زمین میں دفن کر دے۔ اپنا مقام، اپنی عزت اپنے ہی ہاتھوں برباد مت کیجئے۔ ماں باپ اگر تمہیں آزادی دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ تم تمام حدیں عبور کر کے ان کی عزت، آبرو کا جنازہ نکال دو۔ ان کے سر جھکا دو۔ اگر ایسا ہوتا رہا تو کوئی بھائی، باپ اپنی بہن، بیٹی کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرے گا۔ انہیں گھر میں قید کر کے رکھے گا۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنی ہی گردنیں مت کٹواؤ یہ نہ ہو بھائی بہن کی جان لے لے۔ پردے کو اپنے اوپر لازم و ملزوم کر لو۔ پردہ ہی باعث نجات ہے ننگے سر، بے دریغ فیشن جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اپنے آپ کو محفوظ رکھئے۔ پلیز

قارئین میں کچھ زیادہ ہی جذبات کی رو میں بہہ گیا ہوں۔ آنکھیں چھم چھم برس رہی ہیں۔ یہ تو روز کا معمول ہے ارد گرد کے حالات واقعات دیکھتے ہوئے آنکھیں شرمندہ ہیں کاش میں کچھ کر پاتا۔ بس اسے کمینے بندے کیلئے دعاؤں کے چند بول چند الفاظ رب کے حضور پیش کیجئے گا۔ نجانے کس کے لب کھلیں اور میری زندگی سہل ہو جائے آیئے رانیہ علی کی کہانی کی طرف چلتے ہیں رانیہ علی نے میری کہانی ''غریب محبت'' پڑھ کر رابطہ کیا اور اپنی کہانی ارسال کی ہے۔ جو اس کی زبانی پیش خدمت ہے۔

لپٹے کبھی شانوں سے، کبھی زلف سے الجھے
کیوں ڈھونڈتا رہتا ہے سہارے ترا آنچل

میرا نام رانیہ علی ہے۔ میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئی۔ ہم چار بھائی، بہنیں ہیں۔ تیسرا نمبر میرا ہے میری پیدائش پر میرے والدین انتہائی افسردہ تھے کیونکہ ان کی خواہش تھی کہ اس بار بیٹا ہو لیکن میں بدنصیب پیدا ہو گئی۔ اس میں میرا کیا قصور تھا۔ رب تعالیٰ کی مرضی جس کو جو عطا کرے۔ اس کے راز اسے ہی پتہ ہیں نجانے والدین ہمیشہ بیٹوں کے خواہشمند کیوں ہوتے ہیں۔ جبکہ بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے ہم اہل مسلم ہو کر بھی بیٹی کو رحمت کی بجائے زحمت سمجھتے ہیں۔ بیٹی کو وہ مقام وہ عزت نہیں دیتے جس کی وہ حق دار ہوتی ہے بیٹے کو ترجیح دے کر بیٹی کی حق تلفی کی جاتی ہے۔

مجھ سے پہلے بھی ایک بہن تھی میری پیدائش پر رشتے داروں کے ساتھ ساتھ والدین بھی افسردہ تھے مجھے بدنصیب، منحوس کا لقب دیا گیا کوئی خوشی نہیں منائی گئی کسی کے چہرے پر پھول نہیں کھلے۔ کسی کے لبوں پر مسکراہٹ کے پھول نہ کھل سکے۔ دنیا میں منحوس وجود لے کر آتے ہی نفرت کی شکار ہو گئی نفرت کے انبار لگائے گئے منحوس بدصورت کے لقب ملے اسی اثناء میں کون خدا کا بندہ تھا جو مجھ سے پیار کرتا سبھی میرے بھائی سے محبت کرتے تھے کیونکہ دستور زمانہ ہے اولاد میں زیادہ اہمیت بیٹوں کو ملتی ہے۔ کیونکہ بیٹے جائیداد کے وارث جو ہوتے ہیں بیٹیاں تو پرایا دھن ہوتی ہیں بچپن نفرتوں کے انبار تلے دب کر رہ گیا میرے بعد میرا بھائی اس دنیا میں جلوہ گر ہوا سبھی کی آنکھوں کا تارا سبھی اسے پیار کرتے تھے والدین آخری بچے سے حد سے زیادہ پیار کرتے ہیں میں حسد نہیں کرتی اتنا کہتی ہوں سبھی بچوں کا برابر حق ہوتا ہے لیکن میرے نصیب میں ماں باپ کا پیار نہیں تھا میں شروع سے تنہائی پسند بن گئی۔ مجھ میں غصہ بہت تھا۔ بس میں ہوتی میری تنہائی ہوتی آنسو ہوتے اور میرا دامن ہوتا میرے والدین کو میری فکر ہی کب تھی بچپن انہی نفرتوں کی نذر ہو کر رہ گیا میرے جذبات احساسات اندر ہی اندر دفن ہو کر

رہ گئے۔ بھولے سے کوئی فرمائش کر بیٹھتی تو اتنی سزا ملتی کہ خدا کی پناہ اسی وجہ سے میں اظہار ہی نہ کرتی۔ کہیں ڈانٹ ہی نہ پڑ جائے دوسروں کی بیٹیوں کو دیکھتی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتیں۔ حسرت بھری نگاہوں سے تکتی رہتی اور اپنے آپ کو کوستی رہتی۔

وقت وہ کوہ گراں ہے کہ جس کے ملبے تلے صرف انسان ہی نہیں خواب بھی دب جاتے ہیں

ایک دفعہ مجھے یاد ہے بھولے سے ابو جان سے فرمائش کر بیٹھی۔ جس کی مجھے اتنی بڑی سزا ملی کہ بیان نہیں کر سکتی ابا جان کے وہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونجتے ہیں جیسے کل کی بات ہو۔ میرے ابو جان چاہے پیار نہ کرتے میری فرمائش پوری نہ کرتے۔ کوئی غم نہ تھا لیکن یہ تو نہ کہتے کہ رانیہ تم میری بیٹی نہیں ہو۔ میں تم سے نفرت کرتا ہوں تم صرف ایک بوجھ ہو میں تمہیں اپنی بیٹی تسلیم نہیں کرتا اگر میں اس کی بیٹی نہیں تھی تو پیدا ہوتے ہی میرا گلہ دبا کر ہمیشہ کیلئے سلا دیتے مگر یہ الفاظ نہ کہتے کیونکہ زبان کے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے۔ یہ لحہ بہ لحہ روح تک گھائل کرتے رہتے ہیں اور ان سے خون کی بوندیں ٹپکتی رہتی ہیں۔ جو نظر تو نہیں آتیں مگر دل کو افسردہ روح کو بے چین اندر زخمی کرتی رہتی ہیں۔ میں اپنے باپ کی اولاد نہیں تھی تو کس ایک کی تھی؟ یہ تو میرے رب تعالیٰ یا میری ماں کو پتہ تھا کہ میں کس نطفے سے پیدا ہوئی ہوں۔ میرا باپ کون ہے؟ وہ دن اور ہر آنے والا دن میرے لیے اذیت ناک، دردناک ہوتا ہے میرے ساتھ ساتھ کیا سلوک ہوا؟ مت پوچھئے بس میں بے درد دنیا میں زندہ نہیں رہنا چاہتی سو جو اذیت غم دکھ درد میرے مقدر میں تھے میں سہتی رہی زندگی کی گاڑی اپنی منزل کی طرف گامزن تھی اگر ماں باپ ہی اپنے بچوں کو اپنا تسلیم کرنا چھوڑ دیں تو اس سے بڑا دکھ دنیا میں اور کیا ہوگا؟ غیروں کے سہارے تو جنازے اٹھا کرتے ہیں میرا دل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ کانچ کی گڑیا جیسا دل کرچی کرچی ہو کر رہ گیا۔ میں روتی رہی تڑپتی رہی دو دن میں نے کچھ نہ کھایا۔ بس آنسو تھے میں تھی میرا مقدر تھا اپنی قسمت کو کوستی رہی اب اس میں میرا کیا قصور تھا؟ صرف اتنا کہ میں بیٹی تھی کیا بیٹیاں بدنامی کیلئے پیدا ہوتی ہیں کوئی تو مجھے بتائے؟

میرے ابو نے مجھ سے بولنا ترک کر دیا۔ میں احساس کمتری کا شکار ہوتی گئی میں نے اپنے آپ سے سمجھوتہ کر لیا اپنی الگ دنیا بسا لی کوئی کچھ کہتا مجھے پرواہ نہیں تھی سنی ان سنی کر دیتی کم بولتی، مسکراہٹ تو جیسے ہمیشہ کیلئے روٹھ گئی تھی بس آنسو آنکھوں سے بغاوت کر کے رخساروں کو چومتے ہوئے دامن گیر ہوتے رہے۔

کیا ہی باندھی ہے تیرے چشم نے اشکوں کی جھڑی
کبھی ایسا نہ برستے ہوئے ساون دیکھا

زمانے میں ناک نہ کٹ جائے مجھے بھی دوسرے بہن بھائیوں کے ساتھ اسکول داخل کروایا گیا جب سکول ہوتی پھیکی مسکراہٹ میرے لبوں پر ہوتی۔ خوشیاں ہوتیں میرے چہرے پر پھول کھلتے تھے جیسے ہی گھر میں قدم رکھتی دردناک عذاب میرا منتظر ہوتا آنسو آنکھوں میں مچلتے تھے لبوں پر قفل لگ جاتے چہرے پر اداسی کے بادل چھا جاتے کوئی دن ایسا نہیں تھا جس دن میں نہ روئی ہوں روتے دھوتے میں نے مڈل پاس کر لیا اپنے سبھی بہن بھائیوں سے ذہین اور لائق تھی ہمیشہ فسٹ پوزیشن حاصل کرتی وہ بھی بنا ٹیوشن کے میرے دوسرے بہن بھائی ٹیوشن پڑھنے اکیڈمی جاتے اور میں بدنصیب گھر کا کام کاج کرتی یہ ننھے ہاتھ اور ستم گر کام کرتے کرتے ہاتھوں پر آبلے پڑ جاتے میں نے قرآن مجید پڑھ لیا۔ اس دوران

نویں کلاس بھی اعلیٰ نمبروں سے پاس کر لی اس وقت میری عمر سولہ برس تھی پڑھائی کے ساتھ ساتھ سلائی کڑھائی کا کام سیکھتی رہی تھوڑے ہی عرصے میں سلائی پر عبور حاصل کر لیا سارے گھر کے کپڑے میں ہی سلائی کرتی تھی اسی دوران میٹرک بھی پاس کر لیا جیسے تیسے کر کے کالج تک رسائی حاصل کر لی کیونکہ کالج ہمارے گھر کے قریب ہی تھا کالج میں میری بہت سی فرینڈز بن گئیں موبائل کا زمانہ تھا میں نے اپنی جمع پونجی سے ایک موبائل خرید لیا یہاں سے میری زندگی نے اپنا رخ بدل لیا۔ سہیلیوں کے ساتھ ہنستی مسکراتی باتیں کرتی اور انجوائے کرتی گھر قدم رکھتے ہی میری تمام ہنسی مسکراہٹ صابن کی جاگ کی طرح رفو چکر ہو جاتی اداسی مایوسی چہرے سے ٹپکنے لگتی تھی۔

میری تائی امی جو لاہور میں رہتی تھی اسے پتہ تھا کہ رانیہ کے پاس موبائل ہے۔ ایک دن انہوں نے کال کی۔ رانیہ اپنے ابو کا نمبر سینڈ کرو۔ میں نے ضروری بات کرنی ہے میں نے کہا تائی اماں آپ کال بند کریں میں ابھی میسج پر سینڈ کرتی ہوں پھر میں نے کال بند ہوتے ہی ابو کا نمبر سینڈ کر دیا آگے سے ری پلائی تھینکس لیکن میں نے جواب نہ دیا۔ پھر کافی میسج آئے۔ میں نے کوئی ریپلائی نہ کیا میری تائی کا بیٹا تھا جس کا نام محسن تھا وہی میسج کر رہا تھا میرا نمبر ملتے ہی جیسے اسے الہ دین کا چراغ مل گیا ہو محسن میسج کرتا رہا محسن مجھ سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا اور نہ ہی اس نے مجھے دیکھا تھا پھر لفٹ کیسے کراتی؟

محسن نے ایف اے کیا ہوا تھا لاہور میں ہی اچھی جاب کرتا تھا میری صرف میسج پر بات ہونے لگی پھر یہ سلسلہ چل نکلا کبھی کال پر بات نہیں ہوئی تھی نہ ہی محسن نے اصرار کیا تھا میری مرضی میں راضی تھا اس میں صرف ایک بری عادت تھی وہ لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کرتا تھا انہیں دھوکے دیتا اور اپنی راہیں بدل لیتا کھلتی کلی کا رس چوسنا اس کا کام تھا مجھے اس کی یہ عادت بہت بری لگتی تھی محسن ہی مجھے ہر بات بتاتا تھا ہر بات مجھ سے شیئر کرتا۔

پھر ایک دن میں نے محسن سے کہا محسن وعدہ کرو اگر مجھے دوست سمجھتے ہو۔ مجھ سے دوستی قائم رکھنا چاہتا ہو تو یہ عادت چھوڑنی ہوگی میری خاطر اس نے سبھی لڑکیوں کو چھوڑ دیا میری بات مان لی اسی طرح ہماری دوستی پکی ہوگئی۔ ہماری دوستی کے پودے کی عمر ابھی سات ماہ ہوئی تھی محسن نے مجھ سے اصرار کیا کہ رانیہ مجھ سے فون پر بات کرو۔ میں تمہاری آواز سننے کیلئے بے تاب ہوں لیکن مجھ ڈر لگتا تھا کیونکہ کسی لڑکے کے ساتھ پہلے کبھی بات نہیں کی تھی اس کے بار بار اصرار پر میں ہار گئی۔ میں نے حامی بھر لی محسن جیت گیا میں ہار گئی پھر محسن کی کال آنے لگی میں نے کال پک تو کر لی مگر خاموش رہی۔ میں تھر تھر کانپ رہی تھی کیا بات کروں؟ کیا کہوں؟ اسی کشمکش میں تھی کہ محسن نے میری مشکل حل کر دی۔ محسن نے سب سے پہلے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا رانیہ کیسی ہو؟ محسن میں ٹھیک ہوں محسن کی آواز میٹھی شیریں تھی ایسا لگتا تھا جیسے گلشن میں بلبل بیٹھی گیت گا رہی ہو جیسے گلشن میں پھول بکھر گئے ہوں آسمان پر تارے جگمگا رہے ہوں۔

حال احوال ہوا میں نے چند سوالوں کا جواب دے کر کال بند کر دی کیونکہ مجھے ڈر لگ رہا تھا میری ٹانگیں میرا ساتھ نہیں دے رہی تھیں پسینے سے پورا جسم شرابور تھا حالانکہ نہ گرمی کا موسم تھا نہ ہی دوپہر تھی شام کے سائے گہرے ہو گئے تھے جب محسن نے کال کی تھی میں نے خود کو بڑی مشکل سے سنبھالا محسن کو یہ کہہ کر کال بند کر دی کہ امی آ رہی

ہے او کے اللہ حافظ حالانکہ امی کو خبر نہ تھی کہ رانیہ علی کسی سے بات کر رہی ہے جب سے میں نے محسن کی آواز سنی تھی اسی کی دیوانی ہو گئی تھی بے چین رہنے لگی بے قراری حد سے بڑھ گئی اسی کا انتظار تھا اپنے آپ میں گم سم رہنے والی کسی کے خواب دیکھنے لگی تھی۔

پیڑوں کی طرح حسن کی بارش میں نہا لوں
بادلوں کی طرح جھوم کے گھر آؤ کسی دن
گزریں جو مرے گھر سے تو رک جائیں ستارے
اس طرح مری رات کو چمکاؤ کسی دن

میں محسن کا انتظار کرنے لگی تھی۔ نجانے مجھے کیا ہو گیا تھا میں خود ہی نہیں جانتی تھی شاید محبت اسی کو کہتے ہیں جو من میں کسی کو بسا لے آنکھوں میں خود بخود کسی کی تصویر آویزاں ہو جائے دل کسی کو چاہنے لگے اسی کو تو محبت کہتے ہیں شاید مجھے بھی محسن سے محبت ہو گئی تھی میری کتابوں میں محسن ہی نظر آتا کہیں بھی نظر اٹھتی تو محسن ہی محسن نظر آتا تھا ہماری فرینڈ شپ کو ایک سال ہی ہوا تھا کہ میرے کزن کے گھر کے سامنے گھر میں ایک لڑکی کرایہ دار آ کر رہنے لگی۔

اس کا ایک بھائی تھا اور ساتھ والدین تھے اس لڑکی کا کمرہ میرے کزن کے روم کے بالکل سامنے تھا وہ بہت خوبصورت سندر تھی ایف اے پاس تھی میرا کزن اس پہ دل ہار بیٹھا میرا کزن خوبصورتی پر مرتا تھا خوبصورت اس کی کمزوری تھی میں نے اسے بہت روکا لیکن اس نے میری ایک نہ سنی بلکہ مجھے اس کی باتیں سناتا تھا مجھے یہ سب بڑا عجیب محسوس ہوتا میں حسد کی آگ میں جلنے لگی مگر اپنے کزن کو کہہ نہ سکی۔ ایک لڑکی کب چاہتی ہے کہ اس کا محبوب کسی اور کی زلفوں کا اسیر بنے میں خوبصورت نہیں تھی سانولی رنگت عام سا قد کاٹھ جب میں خود کو آئینے کے سامنے کھڑا کرتی تو اپنے آپ کو کوسنے لگتی اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی میں بھی خوبصورت ہوتی مجھ پر بھی حسن مرتا نجانے اللہ تعالیٰ نے مجھے خوبصورت کیوں نہیں بنایا مجھے وہ لڑکی زہر لگتی دل کرتا ابھی جا کر اس کا گلا دبا دوں اور اپنے راستے کا پتھر ہٹا دوں وہ ظالم میری رقیب بن کر آئی تھی میں نے اس لڑکی کو ناکام کرنے کی کوشش کی۔

برسات میں تالاب تو ہو جاتے ہیں کم ظرف
باہر کبھی آپے سے سمندر نہیں ہوتے

پھر میرے کزن محسن نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی میں اپنے محبوب کو کھونا نہیں چاہتی تھی گھر سے پیار نہیں ملا تھا ایک کزن ہی تھا وہ بھی راہیں بدل لیتا تو میں جیتے جی مر جاتی میں نے ملنے کی حامی بھر لی۔ کسی دن اس کے گھر آؤں گی پھر میں دادی امی کے ساتھ لاہور چلی گئی کیونکہ دادی انہیں دنوں لاہور جانے کیلئے تیاری کر رہی تھی مجھے بھی ساتھ لے گئی میں محسن کو سرپرائز دینا چاہتی تھی قسمت مجھ پر مہربان ہوئی کہ ان دنوں میرے کزن کی اس لڑکی سے ان بن ہو گئی تھی دادی اماں اور میں صبح سویرے لاہور کیلئے روانہ ہوئیں اور شام تک اپنے محبوب کے گھر پہنچ گئیں۔ اتنا لمبا سفر میں نے کبھی نہیں کیا تھا اور نہ کرتی لیکن محبوب کے دیدار کی حسرت دل میں تھی سو دشوار راستے بھی پھول بن گئے مجھے کانٹوں پر چل کر بھی جانا پڑتا میں جاتی میں ہر حال میں محبوب کو پانا چاہتی تھی اسے دیکھنا چاہتی تھی اس کی ہونا چاہتی تھی شام کے سائے ڈھل چکے تھے میں محبوب کے گھر بیٹھ کر محبوب کو میسج کر رہی تھی اسے کیا پتہ تھا کہ رانیہ اس کے گھر میں موجود ہے میں تو محسن کو سرپرائز دینا چاہتی تھی میرے تایا ابو اور محسن اکٹھے کام کرتے تھے شام کو دونوں اکٹھے گھر آئے میں سب سے ملی سبھی بہت خوش تھے خوش ہوتے بھی کیوں نہ پورے آٹھ سال بعد تایا جان کے گھر گئی تھی بچپن سے جوانی کا سفر کر چکی تھی سبھی خوشی خوشی گپ شپ کر رہے تھے لیکن میری نظریں صرف اور صرف اپنے محبوب محسن کو ڈھونڈ رہی تھیں دل زور زور سے دھڑک رہا تھا ایسا کیوں ہو رہا تھا سمجھ سے بالاتر تھا محسن باہر گلی میں نکل گیا تھا میں اپنی کزن کے پاس بیٹھی تھی اسے مہندی لگانے کا بڑا شوق تھا اس نے مجھے کہا رانیہ علی مجھے مہندی لگا دو میں اسے مہندی لگانے بیٹھ گئی اتنے میں میرے دل کا قرار میری زندگی کا چین و سکون میرا محبوب محسن اندر انٹر ہوا مجھے غور سے دیکھنے لگا۔

خزاں بہار ہو چاہے رت ساون کی
موسم پیار میں سارے اچھے لگتے ہیں

جب میری کزن عالیہ، رانیہ کہہ کر پکار رہی تھی محسن میری طرف متوجہ ہوا۔ میں شرم کے مارے ان سے نظریں نہیں ملا رہی تھی محسن مجھے مسلسل گھورے جا رہا تھا مجھے عجیب سا لگ رہا تھا میں نے ان کو سلام کیا وہ بھی دیکھتے ہی رہ گئے کیونکہ اس وقت میری عمر صرف سولہ سال تھی چڑھتی جوانی حسن شباب جوبن پر تھا ایک کلی کھلنے لگی تھی گلشن کی رونق، بہاروں کی برسائی بارش کی طرح حسن کی رعنائیاں برس رہی تھیں لمبے گھنے سیاہ بال پیاری پیاری دلکش موٹی موٹی آنکھیں ستواں ناک سرخ لال گال گلابوں کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ ہاتھوں میں لگی مہندی بہت پیاری لگ رہی تھی کالا اور گلابی سوٹ زیب تن کر رکھا تھا کالا لباس ویسے بھی قیامت لگتا ہے مجھ پر کالا لباس بہت سوٹ کرتا تھا۔

میں حسن کی شہزادی تھی تو محسن بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ خوبصورت سفید گوری چٹی رنگت، لمبا قد سمارٹ جسم بالکل ہیرو لگتا تھا گھنے سیاہ بال، پینٹ شرٹ میں اور بھی قیامت لگتا تھا سب سے بڑھ کر نشیلی آنکھیں جن میں ڈوب جانے کو دل کرتا تھا حسن کا عظیم شاہکار تھا اسی لیے تو ہر لڑکی پہلی نظر میں دل ہار بیٹھتی تھی ہماری نظروں کا تصادم ہوا دل سے دل ملے محبوب کا دیدار ہوا دل کی ویرانہ تمنا پوری ہوئی آنکھوں نے پیاس بجھائی لبوں پر مسکراہٹ پھیلی دل و روح میں جلترنگ ہونے لگی۔ جذبات انگیں سر اٹھانے لگے شام کے سائے ڈھل گئے سبھی لوگ کھانا کھانے کے بعد سونے کی تیاری کرنے لگے۔ محسن مجھ سے میسج پر بات کر رہا تھا سب کے سامنے کھل کر باتیں نہیں کر سکتے تھے اگر ایسا کرتے تو سبھی شک کرتے پھر زمانے والے تو ازل سے پیار کے دشمن رہے ہیں وقت گزرتا رہا رات نے اپنے پر پھیلا دیئے سبھی محو خرگوش ہوئے میں بھی اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی کہ اچانک رات کے دو بجے محسن کے دل میں نجانے کیا خیالات جنم لینے لگے۔ اس نے کہہ دیا کہ میں آپ کے پاس آ کر باتیں کرنا چاہتا ہوں میں بھی کروٹیں بدلتی رہی نیند مجھے بھی نہیں آ ر... رات کے دو بج چکے تھے سبھی مزے کی نیند کر رہے تھے اور محسن تھا کہ مجھے بلا رہا تھا میں ڈر رہی تھی میری ٹانگیں تھر تھر کانپ رہی تھیں جیسے ابھی بخار ہو جائے گا لیکن محسن اپنی ضد پر قائم رہا میں نے بھی محبوب کو راضی کرنے کے لیے حامی بھر لی اس کی میٹھی شیریں باتوں میں آ گئی میرے قدم اس کی طرف اٹھ گئے ہم دونوں چھت پر جا کر دنیا سے بے خبر بیٹھ گئے۔ چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چاندنی پھیلا رہا تھا ستارے ایک دوسرے کے ساتھ آنکھ مچولی کا کھیل کھیل رہے تھے میں بالکل خاموش تھی محسن میرے پاس آیا اتنا قریب کے سانس لینا بھی دشوار ہو گیا اس کی گرم گرم سانسیں مجھے محسوس ہو رہی تھیں محسن میرے قریب ہوتا گیا اور میں چپ چاپ کھڑی رہی نجانے میں کیوں محسن کو روک نہ سکی۔ محسن نے

مجھے کس کر دی اور پھر سینے سے لگا لیا میں خاموش رہی اور سب کچھ ہو گیا۔

درد کو اشک بنانے کی ضرورت کیا تھی
تھا جو اس دل میں دکھانے کی ضرورت کیا تھی
ایسے لگتا ہے کہ کمزور بہت ہو تم بھی
جیت کر جشن منانے کی ضرورت کی تھی

مجھے محسن سے بے پناہ محبت تھی۔ میں اسے ٹوٹ کر چاہنے لگی تھی ہم اتنے گم ہوئے کہ مجھے خبر تک نہ رہی اور اپنی عصمت گنوا بیٹھی۔ ہوش تب آیا جب سب کچھ لٹ چکا تھا پیار کا نشہ اتر چکا تھا۔ میں محسن سے الگ ہو گئی محسن یہ تو نے کیا کیا اپنے ہاتھوں محبوب کا گلہ گھونٹ دیا۔ میں ندامت کے آنسو بہاتی محسن سے الگ ہو گئی اور بھاگتی ہوئی نیچے چلی گئی میں اپنی قسمت پر آنسو بہاتی رہی اپنی نادانی پر روتی رہی مگر کیا کرتی محبت کی ترسی تھی دھوکہ کھا بیٹھی پیار کی متلاشی تھی محسن کے روپ میں چاہنے والا ملا تھا میں محسن کو کھونا نہیں چاہتی تھی حد سے زیادہ پیار کرتی تھی میں اسے بتانا چاہتی تھی کہ محسن میں اپنی جان سے بڑھ کر تمہیں چاہتی ہوں میرا سب کچھ تم پر قربان ہے میں اس کی بانہوں میں ہمیشہ کیلئے رہنا چاہتی تھی مگر میرے پیار کا خمار اس وقت ٹوٹا جب خیال آیا رانیہ تو نے یہ کیا کیا محسن تو کسی اور کو چاہتا ہے اور میں اندھے اعتبار میں اپنا سب کچھ تجھ پر نچھاور کر بیٹھی اسی خیال نے میرا جینا دشوار کر دیا ساری رات آنسوؤں میں گزر گئی میں رات بھر آنسو بہاتی رہی محسن مجھے بار بار سوری کے میسج کرتا رہا مگر میں نے ریپلائی تک نہ کیا۔

آج ان آنکھوں میں نفرت کی آگ دیکھی
کبھی جو آنکھیں مجھے محبت سے دیکھتی تھیں

صبح ہمیں آنٹی کے گھر جانا تھا جب سبھی گھر والے جاگ گئے میری آنکھیں دیکھ کر کہنے لگے رانیہ خیریت تو ہے تمہاری آنکھیں لال سرخ، انگاروں کی طرح ہو رہی ہیں اب ان کو کیا بتاتی کہ رات میں کس کرب ناک لمحوں سے گزری ہوں صبح سویرے دادی امی کے پاس بیٹھی تھی سبھی پوچھ رہے تھے میں ٹال مٹول کر گئی تب بے درد بے رحم محسن بھی وہاں آ کر ہمارے ساتھ بیٹھ گیا میں غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی محسن کو پتہ تھا کہ میں سخت ناراض ہوں محسن بار بار معافی مانگتا رہا لیکن میرا اس سے یہی سوال تھا کہ آخر آپ نے مجھے کس حق سے ہاتھ لگایا ہے میرے جسم کو چھوا ہے۔

اس کا میرا صرف دوستی کا رشتہ تھا بس اور کچھ نہیں تھا لیکن یہ سب کیسے ہو گیا بہکاوے میں کیسے آ گئے۔ محسن التجائی نظروں سے کہہ رہا تھا رانیہ تمہیں دیکھ کر میں خود پر کنٹرول نہ کر سکا۔ شیطانی بہکاوے میں آ گیا یہ سب انجانے میں ہو گیا مجھے معاف کر دو۔

میں منہ لٹکائے غصے میں آنٹی کے گھر چلی گئی دن بھر وہاں رہی۔ شام کو تایا ابو کے ہاں واپس آ گئی اس دوران محسن سے کوئی بات نہ ہوئی گھر آ کر چند لقمے زہر مار کیے اور سو گئی میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر پائی تھی پچھلی رات کے خیالات اور وسوسے پردہ سکرین پر فلم کی طرح گردش کر رہے تھے۔

دوسرے دن ہم نے واپس گھر گوجرانوالہ آنا تھا۔ سو صبح سویرے دادی اماں کے ساتھ محو سفر ہوئی رخصت ہوتے ہو وقت میں نے محسن کو ایک آنکھ بھی نہیں دیکھا تھا عزت کا دشمن مجھے کیسے بھاتا۔ مگر کسی حد تک قصور میرا بھی تھا مجھے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا دل چاہا کہ خودکشی کر لوں مگر رب تعالیٰ کی عطا کی گئی زندگی یوں ختم نہیں کرنا چاہتی تھی روتے دھوتے ندامت کے آنسو بہاتی مردہ دل کے ساتھ گھر واپس آ گئی کئی بار محسن نے بار بار سوری سوری کے میسج کیے پھر میں نے نا چاہتے ہوئے بھی معاف کر دیا اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتی تھی جو خطا سرزد ہوئی تھی اس پہ بہت آنسو بہا لیے تھے پھر آخر غلطیاں انسان سے ہی ہوتی ہیں اگر انسان خطا کا پتلا نہ ہوتا تو شیطان کے بہکاوے میں کیوں آتا؟ یہ فرشتہ ہوتا میں بھی انسان تھی سو غلطی کر بیٹھی رب سے گناہوں کی معافی مانگی آئندہ گناہ نہ کرنے کی قسم کھالی۔ توبہ کی مجھے یقین تھا رب العزت ضرور معاف کر دے گا جو بندہ گناہ سرزد ہونے پر ندامت کرتا ہے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے معاف فرما دیتا ہے رب تعالیٰ سے معافی مانگ کر دلی طور پر مطمئن ہو گئی۔

دل میں یقین رکھ کے تو صدق و صفا سے مانگ
جو کچھ بھی مانگنا ہے تو اپنے خدا سے مانگ

میں پیار کو ترستی تھی محبت کی پیاسی اپنوں کی ٹھکرائی پیار کے دو بول کیلئے ترس رہی تھی میں نے محسن کو دل و جان سے معاف کر دیا تین چار دن کے غصے کے بعد ہماری بات پھر سے ہونے لگی پھر ماہ رمضان بھی آ گیا میں نے خوب عبادت کی رب تعالیٰ سے معافی مانگی محسن میرے ساتھ ساتھ اپنی لور سے دوبارہ رابطہ کر چکا تھا نجانے اس چڑیل نے کیسا جادو کیا کہ محسن نے مجھے اگنور کر دیا چھ ماہ سے مسلسل محسن اس لڑکی سے رابطہ رکھے ہوئے تھا اسے چاہنے لگا تھا اس پر مرمٹا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں زیادہ دور نہیں رہتے تھے کمرے کے ساتھ کمرہ تھا روزان کی ملاقاتیں ہوتی تھیں میں تو محسن سے کوسوں دور تھی میں محسن کیلئے تڑپتی تھی اس لڑکی نے مجھ سے بات تک کرنے سے منع کر دیا اور محسن واقعی مجھے اگنور کر کے اسی کے جلوؤں میں پاگل ہو گیا مجھے بھول گیا ایسا بھولا کہ مڑ کر نہ دیکھا۔ لیکن میں اس کے لیے دن رات تڑپتی سسکتی رہی میں اور میری بے رونق زندگی اس بے رحم کی یادوں میں بسر ہو رہی تھی نہ دن کو چین تھا نہ رات کو قرار دن رات تڑپنا سسکنا اپنے مقدر میں تھا میں محسن کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی تھی اور محسن اس مہ جبیں کے گن گاتا تھا مجھے وہ لڑکی زہر لگتی تھی مجھے اس سے شدید نفرت تھی جس نے میری مسکراہٹ چھین لی میرے غموں میں اضافہ کر دیا وہی تو میری رقیب تھی میرے اور محسن کے درمیان رکاوٹ تھی کالج میں اگر اس نام کی لڑکی میرے سامنے سے بھی گزرتی تو میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔ میں پاگل سی ہو جاتی اس سے لڑنے لگتی ایک محسن تھا جس کو پرواہ نہیں تھی۔

بچپن سے جوانی تک آنسو بہاتی آئی تھی اب سہارا محسن کی صورت ملا تھا زندگی پھولوں کے گلشن میں بسر کرنے لگی تھی مگر اس چڑیل نے میری تمام خوشیاں چھین لیں میں نے محسن کیلئے بہت آنسو بہائے مگر محسن تھا کہ بے پروائی کرتا جاتا اسے ذرا بھی ترس نہ آتا بھی کیسے...... اس کا مطلب ہوس پورا ہو چکا تھا اسے اب میری پرواہ نہیں تھی میں ہی پاگل تھی جو اسے حد سے زیادہ پیار کر بیٹھی۔

اب کے ساون میں بھی زردی نہ گئی چہروں کی
ایسے موسم میں تو جنگل بھی ہرا لگتا ہے

میرے اور محسن کے درمیان کیا رشتہ تھا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ تھی کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا محسن کو حد سے زیادہ چاہتی ہوں اس پر مرتی ہوں میں ٹوٹ کر رونا چاہتی تھی بے بس مجبور تھی اجڑی زندگی کہاں لے جاتی مایوسی میرے انگ انگ سے ٹپکتی تھی پھر رب تعالیٰ کی ذات نے میرا پردہ رکھ دیا۔ ایک امید کی کرن پھوٹی میرے اور محسن کے گھر والوں نے ہمیں زندگی کے حسین بندھن میں باندھنے کے پروگرام بنانے لگے۔

تائی جان کو محسن اور لڑکی کے معشوقے کا علم ہو چکا تھا تائی محسن کی جان اس چڑیل سے چھڑوانا

چاہتی تھی محسن اس کے نشے میں پاگل تھا اسے صرف اور صرف اس لڑکی سے غرض تھی اس کی نظر میں سب کچھ وہی تھی اس نشے میں اپنے پرائے ہونے لگے جب میرے تک خبر پہنچی کہ میرے اور محسن کے رشتے کی باتیں ہونے لگی ہیں میں نے موبائل دوبارہ لے لیا جو محسن کی بے رخی کی وجہ سے سم اور موبائل توڑ چکی تھی جب سے خبر سنی تھی دل خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا میں نے موبائل دوبارہ لے لیا تاکہ محسن سے رابطہ کیا جائے پھر میں ایسا ہی کیا لیکن محسن کا دل نہیں تھا مجھ سے بات کرنے کو۔ اس نے وہی بے رخی اپنائی میرا دل جلتا تھا وہ خوش ہوتا تھا انہوں نے مجھے اپنانے سے انکار کر دیا کہنے لگا میں صرف اور صرف اس لڑکی سے شادی کروں گا وہ نہیں تو کوئی نہیں یہ سن کر مجھے بہت غصہ آیا دل کر رہا تھا ابھی جا کر اس حسینہ کو جان سے مار دوں مگر بے بس تھی ایسا کر بھی نہیں سکتی تھی بس خاموش رہی۔

وقت بے لگام گھوڑے کی طرف محو سفر رہا دادا جان کی برسی آ گئی جو کہ ہر سال ہم مناتے تھے سبھی رشتے دار جمع ہوتے تھے دعوت ہوتی ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کی جاتی اس سال بھی جہاں اور رشتے دار آئے ہاں تایا جان تائی اماں بھی ہمارے گھر تشریف لائے مگر جان کا دشمن محسن نہ آیا مجھے شدت سے اس کا انتظار تھا نظروں کی پیاس بجھ جاتی مگر سبھی امیدیں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں وہ نہ آیا میرا محسن نہ آیا۔

نجانے اس لڑکی نے کیسا جادو کر رکھا تھا میرے پاس آنے سے محسن کو منع کرتی تھی رات کو کام کاج ختم کر کے میں نے میسج کیا۔ محسن میری جان سب آئے ہیں آپ کیوں نہیں آئے میں آپ کا انتظار کرتی رہی انہوں نے بے دلی سے جواب دیا میرا وہاں کیا کام تھا میں نے کیا کرنے آنا تھا یہ سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی میں ٹوٹ کے بکھرنے لگی کیسا بے رحم تھا اسے احساس تک نہ تھا میں تڑپ کے رہ گئی کہنے لگا میرا پیچھا چھوڑ دو میں اس لڑکی سے شادی کر رہا ہوں ہم دونوں جلد ہی اس بندھن میں بندھ جائیں گے میں نے جذبات میں آ کر شرط لگا دی کہ آپ کی شادی اس سے نہیں ہو سکتی اگر ایسا ہوا تو میں سب کچھ تیرے حوالے کر کے خودکشی کر لوں گی۔

غصے میں کیے گئے فیصلے نقصان دہ ہوتے ہیں میں نے موبائل سے جان چھڑوائی اور دنیا اور دنیا کی رنگینیوں سے الگ اپنی بنائی دنیا میں مگن ہو گئی پھر سے سٹڈی شروع کر دی لیکن محسن کی یادیں اس کی باتیں لحہ بہ لحہ اذیت دیتی تھیں آنسو تھے کہ تھمتے نہیں تھے اس دوران میری آنٹی جو لاہور رہتی تھی بیمار ہو گئیں ان کی طبیعت بہت خراب ہوئی تو انہوں نے اپنے پاس بلوا لیا میرے والدین کو فون کیا کہ رانیہ کو بھیج دو۔ امی ابو راضی ہو گئے لیکن میرا دل نہیں چاہ رہا تھا لاہور کا نام آتے ہی اداسی میرا طواف کرنے لگتی پرانے زخم ہرے ہونے لگتے ایسا لگتا تھا زخموں سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگی ہیں جیسے کسی ظالم نے خنجر سے سینہ چاک کر دیا ہو۔ لیکن میری ایک نہ سنی گئی اور زبردستی لاہور آنٹی کے پاس بھیج دیا گیا۔ نانی اماں مجھے لینے آ گئی پھر نا چاہتے ہوئے بھی ان کے ساتھ چلی گئی وہاں پہنچی سبھی خوش تھے میں نے گھر کا چارج سنبھال لیا نانی اماں کا موبائل زیادہ تر میرے پاس رہتا مجھے لاہور گئے دو دن نہیں ہوئے تھے کہ اس بے رحم کی یاد شدت اختیار کر گئی میں نا چاہتے ہوئے بھی میسج کر دیا میری جان آپ کو شادی مبارک ہو شادی ہو گئی اس مہ جبیں سے۔

حیرت کی بات تھی کہ محسن کا ریپلائی آ گیا وہ بہت افسردہ تھا وہ مہ جبیں جس پہ جان وارتا تھا ب کی بے یار و مددگار چھوڑ کر جا چکی تھی وہ تو کسی اور کے آنگن کی رونق بن گئی تھی محسن کو بے جان کر گئی اداسی مایوسی اس کا طواف کرنے لگی محسن ٹوٹ گیا تھا بالکل تن تنہا نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا ہوش تنہائی تھی وہ تھا دن کٹ رہے تھے اب اسے احساس ہوا تھا اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اسے کتنا چاہتی ہوں شاید خوبصورت چہرے سے ٹھوکر کھا چکا تھا میں بھی بہت خوش تھی کہ میرا محسن میرے پاس لوٹ آیا تھا مجھے برا کہنے والی خود برائی کی دلدل میں پھنس گئی تھی میرے اجڑے گلشن میں ہریالی آ گئی تھی پھول کھل اٹھے تھے پھر دن رات ان سے باتیں ہونے لگیں سارا دن گھر کے کام کاج کرتی کسی کو شکایت کا موقع نہ دیتی وہاں جا کر سارے گھر کا انتظام سنبھال لیا تھا سبھی خوش تھے محسن سے بات ہو جاتی دل خوش ہو جاتا بہت اچھے دن گزر رہے تھے زندگی میں بہار آنے لگی تھی جیسے اجڑے گلشن میں پھول کھل اٹھے ہوں اس کی بھینی بھینی خوشبو پھیل رہی ہو۔

اس دوران اپنی کزنوں کے ساتھ مال روڈ پر رات گئے گھومنے گئے۔ لیکن محسن کو نہ بتایا جب گھر آئے تو اسے بتایا وہ ناراض ہونے لگے محسن کا گھر آنٹی کے گھر سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھا محسن کہنے لگا رانیہ مجھے بتا دیتی ہم بھی ادھر آ نکلتے دیدار ہو جاتا اسی طرح میں وہاں دس دن رہی لیکن محسن سے نہ ملی۔ محسن نے بہت اصرار کیا پھر آخری دفعہ میں اچھرہ شاپنگ کرنے گئی تب بھی موبائل گھر چھوڑ گئی تب بھی محسن کو نہ بتایا جب واپس آ گئے تو محسن کو آگاہ کیا وہ ناراض ہو گئے میں نے اسی رات واپس گوجرانوالہ بھی آنا تھا میں نے محسن سے معافی مانگی پھر لاہور کو الوداع کہنے کا وقت آ گیا سب گھر والوں کو الوداع کیا آنٹی مکمل طور پر ٹھیک ہو گئی تھیں اسی طرح میں واپس اپنے گھر گوجرانوالہ آ گئی تب میرے پاس موبائل نہیں تھا محسن کی خاطر موبائل لینا پڑا۔ موبائل لیا اور محسن سے بات کرنے لگی عشق و محبت کی کشتی سمندر میں سیر کرتی رہی ساتھ ساتھ میں پڑھتی رہی تین ماہ ہو گئے ہم ٹوٹ کر چاہنے لگے محسن کہنے لگا رانیہ میں تمہیں بہت چاہنے لگا ہوں میں نے مذاقاً کہا محسن میں تو خوبصورت نہیں ہوں اور تمہیں تو خوبصورت لڑکیاں پسند ہیں رانیہ طنز کے تیر نہ چلاؤ رانیہ علی پہلے تو مجھے تمہاری رنگت سے اعتراض تھا پر اب نہیں شکل و صورت میں کچھ نہیں رکھا میں جان گیا ہوں خوبصورت چہرے بے وفا ہوتے ہیں اسی طرح ہماری محبت پروان چڑھتی گئی۔

فقط تیرے عشق کی غلامی کا احساس ہے مجھے ورنہ
یہ دل کئی زمانے تک نواب رہا ہے

قدرت کی دیوی مہربان ہوئی میں اور محسن ازدواجی زندگی کے بندھن میں بندھ گئے محسن اور میرا نکاح ہو گیا میں بہت خوش تھی مجھے میرا محبوب مل گیا تھا جسے چاہا تھا وہ مل گیا تھا جس کے سپنے دیکھے تھے اسے حاصل کر لیا تھا مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ محسن اور میرا نکاح ہو گیا ہے میں اس کی محبوبہ سے بیوی بن گئی محسن نے مجھے تسلیم کر لیا تھا نادانی میں جو کچھ ہوا تھا اس کا ازالہ ہو گیا تھا ہم ہمسفر بن گئے سب غم دکھ رخصت ہو گئے تھے بہاریں لوٹ آئیں اس دن مجھے خوب سجایا گیا میں خود کو نہیں پہچان رہی تھی کہ میں ہی رانیہ ہوں دلہن کے روپ میں محسن کا انتظار کر رہی تھی محسن بھی بہت سندر، سج دھج رہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے چاند زمین پر اتر آیا ہو واقعی محسن چاند کا ٹکڑا تھا وہ ہے بھی میرا چاند رانیہ علی کا چاند میں آج بھی اسے چاند ہی کہہ کر پکارتی ہوں میرے اور محسن کے نکاح پر بھی رشتے دار برادری والے خوشی خوشی شریک ہوئے تھے ابھی صرف نکاح ہوا تھا رخصتی تین چار سال بعد

قرار پائی تھی محسن مجھ سے چار سال بڑے تھے میری عمر اٹھارہ سال تھی۔

نکاح کے بعد میں نے بی اے بھی کر لیا جاب کرنا چاہتی تھی مگر اجازت نہ ملی میں نے ٹائم پاس کرنے کے لیے ٹیچنگ شروع کر دی جو کہ ابھی بھی کر رہی ہوں نکاح کے کچھ عرصے بعد ایک قیامت برپا ہوئی میرے سسرال والے بدل گئے ان کے دل میں نجانے کیوں نفرت پیدا ہو گئی محسن کی ماں میری تائی بہت تیز اور شاطر عورت تھی مجھ سے نفرت کرنے لگی وہ چاہتی تھی کہ یہ رشتہ ٹوٹ جائے محسن رانیہ کو طلاق دے دے لیکن محسن مجھ سے حد سے زیادہ پیار کرنے لگا تھا وہ میرا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن میری ساس مجھ پر الزام لگاتی ہے کہ میں نے محسن پر تعویذ کر دیئے ہیں۔ لیکن...... کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ کوئی اپنے محبوب کے ساتھ ایسا بھی کرتا ہے جو میں کروں اب میرے نکاح کو دو سال بیت گئے ہیں محسن مجھے جلد اپنے پاس لے جانا چاہتا ہے میں بھی اسی کے آنگن کی رونق بننے کو بے تاب ہوں مجھے امید ہے میری رخصتی بڑی عید کے بعد ہو جائے گی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے میرے ساتھ کیا ہونا ہے اور کیا نہیں میں اور محسن ایک ہو جائیں گے یا نہیں...... میں تو اسی آس پر زندہ ہوں کہ ایک نہ ایک دن محسن کی ہو جاؤں گی اسی امید پر زندگی گزر رہی ہے لیکن جو میرے حالات ہیں جو میرے ساتھ بیت رہی ہے جو میرے اپنے گھر والے کر رہے ہیں دل مر جانے کو کرتا ہے زندگی کا خاتمہ چاہتا ہے میرے گھر والے مجھ سے شاید نفرت کرتے ہیں کہتے ہیں وہ دن کب آئے گا جب ہماری جان چھوڑ جاؤں گی آپ ہی بتایئے میں اپنے گھر سے ایسے کیسے چلی جاؤں جب تک محسن بارات کے ہمراہ ڈھول کی تال پر لینے نہیں آتے۔

آج تک زندگی قربانیاں دیتی آئی ہے میں نے اپنے گھر والوں پر جان تک واری ہے بہت قربانیاں دی ہیں لیکن گھر والے کہاں مانتے ہیں اپنے ماں باپ کا دل جیتنا چاہا مگر ناکام رہی نجانے ایسا کیا کرنا تھا جو میں نہ کر پائی ہر طرف سے غم ہی میرے نام ہوتے ہیں میں اتنی بری تو نہیں ہوں جو میرے گھر والے مجھ سے نفرت آمیز سلوک کرتے ہیں میرے سسرال والے نفرت کرتے ہیں۔

کیا عورت ہونا گناہ ہے عورت کی اپنی کوئی زندگی نہیں ہے کیا عورت صرف اور صرف نفرت کیلئے پیدا ہوئی ہے سسرال والے کہتے ہیں رانیہ بہت بری ہے محسن پر تعویذ کرائے ہیں جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے میری ساس مجھ پر شک کرتی ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں تو کہتی ہے میرے بیٹے پر وظیفے کرتی ہے اس میں میرا کیا قصور ہے نماز پڑھنا جرم تو نہیں ہے۔

مجھے سمجھ نہیں آتی یہ لوگ کیا چاہتے ہیں میری ساس بھی کسی کی بہو تھی ہمیشہ عورت ہی عورت کی دشمن کیوں رہی ہے آج تک ماں باپ کا پیار نہیں ملا زمانے والے کیا پیار کرتے؟ مطلبی زمانہ مطلبی لوگ کب خلوص دل سے کسی کو چاہتے ہیں لیکن میرے والدین کو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے انہیں تو مجھ پر ترس کھا لینا چاہیے کیونکہ تین چار ماہ تک میری رخصتی ہو جانی ہے نجانے ایسے ہی دکھوں کی گھڑی اٹھائے یہاں سے رخصت ہونا پڑے گا۔ پیار کے چند بول نصیب ہوں گے۔

کیا دنیا بھر کے والدین ایسے ہوتے ہیں اگر ایسے ہوتے ہیں تو اولاد کے طلب گار کیوں ہیں درباروں، مزاروں پر چلنے کیوں کاٹتے ہیں منتیں مرادے کیوں مانتے ہیں کیا بھی والدین میرے والدین جیسے ہوتے ہیں کیا بھی والدین اپنی اولاد کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔

بچوں کا بھی حق ہے بچوں کی وہ تمام ضروریات پوری کریں جن کے وہ حقدار ہیں میں بھی نہیں سنا جس بیٹی کو اپنے والدین کا پیار نہ ملے اسے سسرال میں جا کر ملا ہو اسے عزت نہ سسرال میں نفرت سے دیکھا جاتا ہے دھتکارا جاتا ہے جیسے میرے ساتھ ہو رہا ہے سوائے محسن کے کوئی مجھ سے پیار نہیں کرتا کوئی میری فکر نہیں کرتا۔ کریں بھی تو کیسے میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں محسن میری جان آئی لو یو میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور مرتے دم تک کرتی رہوں گی آپ صرف اور صرف رانیہ علی کے ہو آپ کو مجھ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا ابھی تک زندہ ہوں تو صرف اور صرف آپ کے لیے آپ کے سہارے تمہارے سوا میرا کوئی بھی نہیں آپ نے اگر ساتھ چھوڑ دیا تو خدا کی قسم جس نے پوری کائنات کو تخلیق کیا ہے۔ جس نے پیدا کیا ہے رانیہ علی اسی وقت جان دے دے گی۔ اسی وقت مر جائے گی محسن میں جانتی ہوں آپ بھی مجھ سے بے پناہ پیار کرتے ہو۔ لیکن میں ڈرتی ہوں وقت کا تیز لہروں کے ساتھ کہیں تم بھی بدل نہ جاؤ کیونکہ مرد موسم کی طرح بدلتے ہیں مرد تو عورت کو اپنی جوتی سمجھتے ہیں لباس کی طرح تبدیل کرتے ہیں آخر عورت کا بھی دل ہوتا ہے اس کا جینے کا حق ہے عورت کو اس کے حقوق ملنے چاہیے۔

ہاں محسن تم دوسرے مردوں کی طرح نہ بننا۔ تمہیں پیار کی قسم میرے ساتھ رہنا میرا ساتھ دینا تمہارے سوا اس دنیا میں میرا کوئی بھی نہیں ہے میں تمہاری غلام بن کر رہوں گی۔ تمہاری خدمت کروں گی بس مجھے چھوڑنا نہیں ہاں چھوڑنا نہیں سن رہے ہو محسن ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گی ہاں مر جاؤں گی ـــــ ساتھ ہی رانیہ علی آنسوؤں کی ندی میں نہانے چلی گئی۔

ہاں تو قارئین یہ تھی رانیہ علی کی داستان زندگی دعا کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے اور محسن کا ساتھ اس کے نصیب میں ہو زندگی نے وفا کی تو نئے موضوع نئی داستان کے ساتھ پھر ملیں گے۔ اس وقت تک اس غزل کے ساتھ اجازت دیں۔

غزل

عجب کشمکش میں آ کر ٹھہر گئی میری زندگی
میری ابتداء دیکھو یہی ہے انتہا میری
سمندر میں ڈوب کر بھی امید کا سہارا ہے
خوش فہمی کے جھولے میں پڑی ہے داستاں میری
پر نور ہوتے چہروں پر مایوسیوں کے سائے
کبھی نہ آ کر ٹھہریں یہی ہے التجا میری
تھرتھراتی راتوں میں سنسناتی گلیوں میں
وجود لا پتہ میرا لاش گمشدہ میری
زیست میں چہار سو بس دکھوں کا بسیرا ہے
میرا مقدر تو دیکھو قسمت آبلہ پا میری
میری حالت پہ کیوں مجید سب حیران ہوتے ہیں
میرا نقصان لا محدود چاہت گمشدہ میری

❁❁❁

غزل

وہ چہرہ چاند جیسا ہے وہ زلفیں شام کی صورت
وہ لب پھولوں جیسے ہیں وہ آنکھیں جام کی صورت
اسی کی یاد کا دریا ہمارے گرد بکھرا ہے
ہمیں آلام کی صورت ہمیں آرام کی صورت
میں جب کچھ لکھنا چاہوں تو میری غزلوں میں نظموں میں
اتر آتی ہے وہ لڑکی کسی الہام کی صورت
کوئی اک شخص بتلا دو جو اتنا خوبصورت ہو
وفا کو ڈھونڈنے نکلے حسین چہروں کے اندر ہم
تو ظاہر ہے کہ لوٹیں گے کسی ناکام کی صورت
(پرنس عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

خاموش محبتیں

☑......تحریر: اے آر راحیلہ منظر، جھمرہ ٹی، فیصل آباد

آنٹی کیا آپ نے آبان کو سچے دل سے معاف کر دیا ہے، ہاں اسماء بیٹا جب ماھم کی خوشی اسی میں ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں، مگر انٹی ماھم اور مسکان ایک ساتھ کیسے رھیں گی، ھاں بڑی امی مما ٹھیک کھہ رھی ھیں کیا آبان ماھم کو اور مسکان کو ایک ساتھ وہ خوشیاں دے پائے گا جو ان کا حق ہے جو دونوں کو ملنی چاھیں...... ابان نے یہ سھاری باتیں سن لیں وہ بولا بڑی امی میں جانتا ھوں اپ کیا سوچ رھی ھیں بڑی امی شاید یہ میرے کرنے والی بات نھیں ھے بڑی امی اب تو اپ سب جان گئے ھوں گے کہ ماھم اور عاشر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور کرتے ھیں، بڑی امی میں نے ماھم سے شادی ضرور کی ھے مگر خدا گواہ ھے ھمارے درمیان اج تک وہ رشتہ قائم نھیں ھوا جو ایک میاں اور بیوی کے درمیان ھوتا ھے بڑی امی میں نے کبھی ماھم کو اس نگاہ سے دیکھا ھی نھیں تھا اس لیے میں نے سوچا ھے میں ماھم کوازاد کر دوں گاتاکہ وہ عاشر اور ماھم پھر سے ایک ھو پائیں، یہ کیا کھہ رھے ھو ابان تم؟

قسط 7

پلیز دادا ابو، ابو جان امی جان مجھے معاف کر دیں آبان ہاتھ جوڑ کر سب سے معافی مانگ رہا تھا...... آبان کی امی نے ماہم کا ہاتھ پکڑا اور آبان کے سامنے اسے کھڑے کرتے ہوئے بولی تو اس میں اس بیچاری کا کیا قصور ہے اس کو کس جرم کی سزا دی تم نے بولو آبان، ہاں امی جان میں مانتا ہوں میں نے ماہم اور عاشر کے ساتھ بہت برا کیا ہے عاشر کا نام سب کو حیران کر گیا، کیا مطلب ماہم اور عاشر کی کیا کیا تم نے عاشر کے ساتھ، رانیہ بولی میں بتاتی ہوں آنٹی یہ کیا بولے گا آنٹی، نانا ابو عاشر بھائی اور ماہم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے آج سے نہیں تب سے جب ہم لوگ کالج میں تھے اور آبان یہ سب جانتا تھا اس نے صرف ماہم سے اپنا بدلہ لینے کی غرض سے شادی کی، آپ کو یاد ہے نانا ابو ماہم ازمان بھائی کی شادی میں آئی تھی تو اس رات آبان نے ماہم کے ساتھ بدتمیزی کی ماہم نے اس بدتمیزی کے جواب میں آبان کو ایک تھپڑ مار دیا تو صرف اسی کا بدلہ لینے کے لیے آبان نے ماہم سے شادی کی اور تو اور نانا ابو ایک بار عاشر بھائی کو ابان نے بہت بری طرح سے

تھا سڑک پر توسب کو وہ واقعہ یاد آگیا تب عاشر بھائی زندہ نہ بچتے اگر ماہم کا بلڈ گروپ عاشر بھائی کے بلڈ
کے ساتھ میچ نہ کرتا، کیا آبان یہ میں کیا سن رہا ہوں تم نے تو تب صاف انکار کر دیا تھا کہ تم نے کسی کو نہیں بچایا
ر، آبان بولا ہاں دادا ابو وہ غلطی مجھ سے ہی ہوئی تھی...... آبان کی امی رو پڑی اور بولی آبان مجھے شرم آ رہی
پر تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے کتنا فرق ہے تم میں اور ازمان اور نعمان میں میں ہی غلط تھی جو ہمیشہ تمہاری غلطی
پردہ ڈالتی رہی کاش اگر میں ایسا نہ کرتی تو آج مجھے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا پلیز امی جان ایسا مت کہیے
آپ سمجھائیں نہ امی جان کو میں تو آپ دونوں کا لاڈلہ بیٹا ہوں، ہاں آبان ہمارے اسی لاڈ پیار نے تمہیں
دن دکھانا نصیب کیا ہے۔ بہزاد احمد نے بھی آبان سے منہ پھیر لیا جبکہ ابان سب سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ
آبان تم نے وہ کیا ہے جو آج تک احمد خاندان میں کسی نے نہیں کیا تھا تم نے ایک طوائف سے شادی کر
خاندان کی عزت کو مٹی میں ملا دیا آبان تمہاری اس غلطی کی کوئی معافی نہیں ہے آبان تم نے سوچا ہے جب
بہو کو اس بات کا علم ہوگا تو کیا ہوگا جب رضا کو پتہ چلے گا کہ تم نے اس کی بہن کے کیا کیا ہے تو کتنا بڑا طوفان
گا...... ہاں دادا ابو اسی لیے تو میں ماہم کو آزاد کرنا چاہتا ہوں میں ماہم کو طلاق دے دوں گا پھر آپ سب
شادی عاشر سے کر دیں ایک زوردار تھپڑ پھر سے آبان کے گال پر پڑا جو کہ اس کی امی نے مارا تھا بولی تمہاری
کیسے ہوئی ایسی بات کرنے کی کہ تم ماہم کو طلاق دو گے پہلے تم نے ہماری ناک کٹوا دی ہے کسی کو منہ دکھانے
قابل نہیں چھوڑا۔ الٹا اپنی غلطی کو سدھارنے کی بجائے ایک اور غلطی کرنے کی بات کر رہے ہو، دور ہو جاؤ
نظروں کے سامنے سے امی پلیز آپ لوگ مجھے جو سزا دیں گے مجھے منظور ہوگی مگر آپ سب لوگ مجھے مو
دیں آبان تم نے جو غلطی کی ہے اس کی صرف ایک ہی سزا ہے کہ اس گھر میں اب تمہاری کوئی جگہ نہیں ہم
ہمیشہ کیلئے ہر رشتہ توڑتے ہیں آج کے بعد گھر کا کوئی بھی فرض آبان سے کوئی رشتہ نہیں رکھے گا آج سے
میرے دو ہی پوتے ہیں نثار احمد اپنا آخری فیصلہ سنا کر اپنے کمرے میں چلے گئے آبان کتنی دیر تک اپنی غلطی
ندامت کے آنسو بہاتا رہا......

دی پلیز مجھے دیکھنے دیں نجانے آبان کس حال میں ہوگا وہ جیسے بھی ہیں وہ میرے شوہر ہیں ماہم
کمرے میں آ گئی تھی رانیہ آبان کی امی اور نعمان اس کے پاس تھے آبان کی امی بولی ماہم بیٹی تم اب بھی
سائیڈ لے رہی ہو جس نے تمہارے ساتھ اتنا برا کیا ہے آنٹی اس نے میرے ساتھ برا ضرور کیا ہے مگر آپ
یقین کریں آبان اب بدل گیا ہے میں اتنے دنوں اس کے ساتھ ایک کمرے میں رہی ہوں اس آبان نے
وقت آوارہ گردی کرتا تھا جو لڑکیوں کو تنگ کرتا تھا جس آبان نے شادی کی پہلی رات میرے ساتھ جانوروں
بدتر سلوک کیا تھا اس آبان میں اور آج کے آبان میں بہت فرق ہے یقین کریں آبان بدل گیا ہے ماہم
ہو آبان سے شادی کر کے اس گھر میں جبکہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے میری گود میں کھیل کر جواب
شروع سے ہی ایسا ہے ہاں ماہم امی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں وہ ایسا ہی ہے ہر کسی کی آنکھوں میں دھول جھونکنا
کا مشغلہ رہا ہے پلیز نعمان بھائی ایسا مت کہیے آبان سچ میں بدل گیا ہے بس اس سے ایک غلطی ہو گئی ہے
بنا اجازت دوسری شادی کر لی اور ماہم اس کی یہ غلطی معافی کے قابل نہیں ہے اتنا کہہ کر آبان کی امی کا
ان نے باہر دیکھا تو آبان نہیں تھا پھر وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور پھر وہ تنہائی میں پھوٹ پھوٹ کر رو دی
یہ تم نے کیا کر دیا تم نے ہمیں کسی کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا میں نے ہمیشہ تمہارا ساتھ
نے ایک بار اپنی ماں کو بتایا ہوتا مگر آبان میں چاہ کر بھی اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی کیونکہ تم نے بہت

کی ہے بیٹا تم نے ایک بار بھی نہیں سوچا تمہاری ماں کا کیا ہوگا وہ آبان کی جدائی میں بلک بلک کر رو رہی تھی آخر وہ
ایک ماں تھی وہ اپنے بیٹوں کو خود سے دور جاتا کیسے دیکھ سکتی تھی اور آبان تو تھا بھی اس کا اور گھر بھر کا لاڈلہ۔ اچانک
کمرے میں آبان کے ابو داخل ہوئے تو وہ بولے خبردار اگر اس کے لیے آنسو بہائے اس نے آج ہمیں کہیں کا
نہیں چھوڑا سارا تمہارے ہی لاڈ پیار کا نتیجہ ہے اگر پہلے اس پر کنٹرول کیا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا
اور اگر تمہیں رونا ہے تو تم بھی اس گھر سے باہر جا سکتی ہو اپنے بیٹے کے ساتھ...... پھر آبان کی امی چپ کر گئی......
ادھر نثار احمد گھبرے پریشان تھے کہ نجانے جب عالیہ بہو کو پتہ چلے گا تو کیا ہوگا نجانے کل کو اس گھر میں کیسا طوفان
آئے گا شاید جب اسے پتہ چلے گا تو شاید صدیوں بعد ملے رشتے پھر سے بچھڑ جائیں۔ اے خدا بس تیرا ہی سہارا
ہے جو بھی کرنا ٹھیک کرنا اور مجھے ہمت دینا کہ میں عالیہ بہو سے نگاہیں ملا پاؤں کیونکہ میں نے ہی اسے مجبور کیا تھا
اس رشتے کو جوڑنے پر۔

آبان بیٹے کیا بات ہے تم اور اس وقت آج کیسے؟ جمال کی امی نے دروازہ کھولا بیٹے آج اتنی رات کو تمہیں
تو اس وقت گھر پر ہونا چاہیے تھا مگر آبان بغیر کوئی جواب دیئے اندر داخل ہو گیا...... پھر آبان نے بتایا آنٹی گھر
والوں کو سب پتہ چل گیا ہے انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے کیا آبان یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہاں آنٹی میں سچ
کہہ رہا ہوں آبان کی آواز سن کے مسکان اور آبان کا دوست بھی جاگ گیا...... مسکان تھوڑا حیران ہوئی آبان کو
دیکھ کر پھر وہ پاس آئی اور بولی آبان تم اس وقت یہاں اور وہ بھی اس حلیے میں مسکان نے آبان کی حالت کو دیکھتے
ہوئے کہا...... آبان بولا مسکان تم ہی بتاؤ مجھ سے آخر کیا غلطی ہو گئی جو گھر والوں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے وہ
گھر والے جو میرے اپنے تھے جو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے وہ مجھے اتنی بڑی سزا دیں گے ایک شادی ہی تو کی
ہے میں نے۔ ایک نہیں آبان دو دو شادیاں کی ہیں تم نے ایک دھوکے سے اور دوسری گھر والوں سے چھپ کے
اس کے لیے تمہارے گھر والوں نے جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے آنٹی کیا یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ہاں آبان میں ٹھیک کہہ
رہی ہوں تمہارے گھر والوں کا غصہ جائز ہے تم نے کوئی چھوٹی غلطیاں نہیں کیں جو تمہیں اتنی جلدی معافی مل
جائے تھوڑا وقت لگے گا گھر والوں کو تمہیں معاف کرنے میں مگر تم اپنی کوشش جاری رکھنا ناامید مت ہونا ایک دن
سب ٹھیک ہو جائے گا ہاں آبان تم فکر مت کرو تمہارے گھر والے ضرور معاف کر دیں گے تمہیں ابھی انہیں بہت
غصہ ہوگا تم پر اسی لیے انہوں نے تمہیں گھر چھوڑنے کا کہہ دیا ہوگا مگر کون ماں باپ ہوتا ہے جو اپنی اولاد کو یوں گھر
سے بے دخل کرے گا مگر مسکان تم نہیں جانتی میرے دادا ابو کے غصے کو کوئی بات نہیں آبان میں ملوں گی سب سے
ماہم سے میں بات کروں گی وہ میری بات ضرور مان جائیں گے مسکان کوئی فائدہ نہیں وہ کبھی بھی نہیں مانیں گے
میں اپنے گھر والوں کو اچھی طرح جانتا ہوں کیوں نہیں مانیں گے آبان آخر تم ان کا اپنا خون ہو کوئی غیر تھوڑی ہو
اور اپنی اولاد سے کوئی بھی زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتا چلو ابھی اٹھو اور ہاتھ منہ دھو لو دیکھو کیا حالت بنا رکھی
ہے تم نے اپنی پھر مسکان آبان کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئی۔

***

صبح کو سب کو پتہ چل گیا سب نثار احمد کے گھر پر جمع تھے، عالیہ بیگم، زویا، رضی، شرمین وجیہہ سب جمع تھے
جب وجیہہ کو ساری صورتحال کا علم ہوا تو اس سے بھی رہا نہ گیا اس نے ماہم کو معاف کر دیا اور اسے پیار سے گلے لگا
لیا اور دل ہی دل میں آبان کو کوسنے لگی کہ کیوں ماہم کی شادی آبان سے ہو گئی کاش وہ وقت رہتے ماہم کا ہاتھ
عاشر کیلئے مانگ لیتی تو آج شاید ماہم کی آنکھوں میں آنسو نہ ہوتے۔ اتنی سی جان پر آبان کتنے ظلم کرتا رہا ہے اس

نے ماہم کے آنسو صاف کیے...... ادھر عالیہ بیگم ایک منٹ بھی تیار نہیں تھی ماہم کو اس گھر میں چھوڑنے کو بولی نہیں بھائی صاحب میں اب ایک منٹ بھی اپنی بچی کو اس گھر میں نہیں چھوڑوں گی پہلے کیا کم دکھ ملے ہیں اسے اس گھر میں جواب اور سہنے کے لیے چھوڑوں نہیں میں جا رہی ہوں ماہم کو یہاں سے لیکر شرمین اور رضی جاؤ تم دونوں ماہم کو لے جا کر گاڑی میں بٹھاؤ میں آتی ہوں...... بھائی صاحب میں نے آپ کی بات مان کر آپ کے بھروسے ماہم کا رشتہ آبان کے ساتھ جوڑا تھا مگر آپ لوگوں نے جو سلوک میری بچی کے ساتھ کیا ہے اس کے لیے میں کبھی بھی آپ لوگوں کو معاف نہیں کروں گی میری بات سنو عالیہ بہو تمہیں کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے ہمیں کب علم تھا اس بات کا ہمیں تو خود کل پتہ چلا ہے کاش ماہم بیٹی ہمیں پہلے دن ہی بتا دیتی تو آج یہ نوبت نہ آتی نہیں بھائی صاحب مجھے کوئی بھی غلط فہمی نہیں ہوئی ہم آپ کے کبھی تھے ہی نہیں اگر ہوتے تو آج یہ سلوک نہ ہوتا۔ برسوں پہلے میرے ساتھ اور آج میری بیٹی کے ساتھ...... نثار احمد نے عالیہ بیگم کو بہت سمجھایا مگر وہ سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھی وہ جانے لگی تو اس کی نظر زویا پر پڑی جو ابھی تک وہاں ہی کھڑی تھی بولی زویا تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو تمہیں نہیں چلنا کیا زویا نے اپنے امی ابو اور نثار احمد کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو زویا کی امی بولی ہاں بیٹی جاؤ ماہم کو تمہاری ضرورت ہو گی اور پھر کسی کی غلطی کی سزا میری بیٹی کو کیوں ملے۔ پھر زویا بھی عالیہ بیگم کے ساتھ ہی چلی گئی......

تھوڑی دیر بعد آبان گھر داخل ہوا اس نے دیکھا سب حال میں ہی جمع تھے جیسے ہی نثار احمد نے آبان کو دیکھا تو وہی کھڑے بولے رک جاؤ ایک قدم بھی آگے مت بڑھانا، تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس گھر کی دہلیز کے اندر قدم رکھنے کی اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد تم پھر آ گئے تمہاری وجہ سے آج اس گھر میں وہ ہو گیا جو آج تک نہیں ہوا تھا آج مجھے تمہاری وجہ سے عالیہ بہو کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا آج تم نے مجھے پھر سے یہ احساس دلا دیا کہ نثار احمد نے پھر سے ایک غلط فیصلہ کیا تھا اور آج پھر اس غلط فیصلے کی وجہ سے ایک معصوم لڑکی کی زندگی تباہ ہو گئی اور جب باہر لوگوں کو پتہ چلے گا کہ نثار احمد کے پوتے نے ایک طوائف سے شادی کی ہے تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا آبان آج سے تمہارے لیے اس گھر کے دروازے ہمیشہ کیلئے بند نثار احمد نے آگے بڑھ کر گھر کا دروازہ بند کر دیا اور بولے خبردار اگر کسی نے میری اجازت کے بغیر آبان سے ملنے کی کوشش بھی کی اور اگر کسی کو آبان کا ساتھ دینا ہے تو اس کا بھی اس گھر سے ناطہ ختم، نثار احمد نے یہ بات آبان کی ماں کو مخاطب کر کے کہی اور اپنے کمرے میں چلے گئے...... سب آبان کی ماں کو دلاسہ دے رہے تھے پھر بہزاد احمد اسے کمرے میں لے گئے بہزاد یہ کیسے ہو گیا، بہزاد آبان ہمارا ہی بیٹا ہے پھر وہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے وہ آبان جو سب کی آنکھوں کا تارا تھا وہ ایسا نکلے گا کبھی سوچا بھی نہیں تھا بہزاد ہمارا خون اتنا گندا کیسے ہو سکتا ہے آبان کی ماں سنبھالو اپنے آپ کو تمہاری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے بہزاد جس کا بیٹا اس سے جدا ہوا ہو وہ کیسے سنبھالے اپنے آپ کو بہزاد کیا ہمارا بیٹا اب کبھی بھی واپس نہیں آئے گا کیا تمہارے ابا اسے کبھی بھی معاف نہیں کریں گے کیوں نہیں آبان کی ماں تم صبر کرو وہ معاف کریں گے آخر آبان ہمارا خون ہے بھلا اپنے خون سے کوئی زیادہ دیر ناراض رہ سکتا ہے ابھی ابو جان بہت غصے میں ہیں جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ معاف کر دیں گے تم زیادہ ٹینشن مت لو۔ کیسے نہ لوں ٹینشن نجانے آبان کس حال میں ہو گا پتہ نہیں وہ رات بھر سویا بھی ہو گا کہ نہیں پتہ نہیں اس نے کچھ کھایا بھی ہو گا کہ نہیں...... پھر بڑی مشکل سے بہزاد نے آبان کی امی کو سمجھایا......

***

بڑی امی آپ کیوں لے آئی مجھے یہاں، آپ نے ہی تو کہا تھا کہ اب میرا گھر وہی ہے جو میرے شوہر کا ہے تو پھر آپ کو مجھے یہاں لے کر نہیں آنا چاہیے تھا...... چپ کرو ماہم کیسی باتیں کر رہی ہو کونسا گھر۔ کیسا گھر اور کونسا شوہر، جب اس گھر میں تمہارے شوہر ہی نہیں رہے تو وہ گھر بھی اب تمہارا نہیں اور خبردار اگر دوبارہ وہاں جانے کی اور آبان کا نام بھی لینے کی کوشش کی شرمین سمجھا دو اسے...... عالیہ بیگم نے شرمین سے کہا تو ماہم بولی کیوں نہ لوں میں نام آبان کا پہلے میری زبردستی شادی کروا دی آبان سے اور اب زبردستی اس سے رشتہ توڑ رہی ہیں آج پہلی بار ماہم اپنی بڑی امی کے سامنے بولی تھی...... ماہم یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہو تو اپنی بڑی امی سے اسماء نے ماہم کو ڈانٹا ہاں مما میں ٹھیک کہہ رہی ہوں میری بھی کوئی زندگی ہے جیسے مجھے اپنی مرضی سے جینے کا پورا پورا حق ہے...... ایک منٹ اسماء بولنے دو اسے یہ کیا بولنا چاہ رہی ہے عالیہ بیگم نے اسماء کو روک دیا...... پھر وہ ماہم سے بولی کیا مطلب ہے تمہارے کہنے کا ماہم کہ میں نے زبردستی شادی کی تھی تمہاری آبان سے مگر تم نے اپنی مرضی سے ہاں کی تھی اس شادی کیلئے ہاں میں جانتی تھی کہ تمہیں آبان پسند نہیں ہے مگر تم نے اپنی مرضی سے اپنی خوشی سے آبان سے شادی کا فیصلہ کیا تھا...... نہیں بڑی امی میں نے اپنی خوشی کیلئے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا مجھے آبان پسند نہیں تھا اور میں اس سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ میں عاشر سے محبت کرتی تھی میں نے صرف اپنوں کی خوشی اور اس خاندان کی خوشی کیلئے ہاں کی اس شادی کیلئے...... ماہم کے منہ سے عاشر کا نام سن کر سب شوک رہ گئے عالیہ بیگم اسماء رضی جبکہ شرمین تو سب پہلے ہی جانتی تھی...... پھر ماہم بولی مگر اب میں خوش ہوں اس شادی سے میں نے اسے اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا تھا تو کیا ہوا آبان نے دوسری شادی کر لی میں خوش تھی اس کے ساتھ مگر کسی کو میری خوشی راس نہیں آئی اور مجھے زبردستی یہاں لے آئے۔ ماہم روتے ہوئے اپنے کمرے میں بھاگ گئی اور اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا ماہم پلیز دروازہ کھولو شرمین اور زویا مسلسل دروازہ پیٹ رہی تھیں نہیں دی میں دروازہ نہیں کھولوں گی چلے جائیں سب مجھے کسی سے کوئی بھی بات نہیں کرنی ادھر عالیہ بیگم کو چکر آ گیا اس سے پہلے کہ وہ گرتی رضی اور شاذل نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا آپ ٹھیک تو ہیں بڑی امی، اسماء اور شرمین نے اسے سہارا دے کر بٹھایا رضی ڈاکٹر کو فون کرو اسماء نے عالیہ بیگم کو پانی پلاتے ہوئے کہا نہیں نہیں رضی رہنے دو ڈاکٹر کو میں ٹھیک ہوں نہیں آنٹی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں نے کہا نا اسماء بیٹا کہ میری طبیعت ٹھیک ہے کوئی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر کو بلانے کی اب کی بار عالیہ بیگم کا لہجہ بھی ذرا تلخ ہو گیا تھا وہ اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی گئی...... رخسار بہو تم نے مجھے جاتے وقت ذمہ داری سونپی تھی مجھے لگا تھا کہ میں وہ ذمہ داری نبھانے میں کامیاب ہو گئی ہوں لیکن نہیں میں غلط تھی آج ماہم کی باتوں نے مجھے احساس دلا دیا کہ میں اپنی ذمہ داری نبھانے میں کامیاب نہیں ہوئی شرمین اور رضی دوڑ کر عالیہ بیگم سے لپٹ گئے نہیں بڑی امی آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں آپ نے اپنی ذمہ داری بہت اچھے سے نبھائی ہے آپ نے صرف ہمیں ایک ماں بلکہ باپ بن کر بھی پالا ہے شرمین نے عالیہ بیگم کے آنسو صاف کیے بڑی امی ماہم تو پاگل تھی جو وہ ایسی باتیں بول رہی تھی میں سمجھاؤں گی اسے بڑی امی ماہم غصے میں تھی اس لیے وہ یوں بول رہی تھی آپ اس سے ناراض مت ہوں نہیں شرمین میں اس سے ناراض کیا ہوں میں جانتی ہوں وہ غصے میں تھی زندگی نے اس کے ساتھ کھیل بھی تو اتنا بڑا کھیلا ہے کوستی ہوں میں اس دن کو جب میں نے ماہم کو اس رشتے کیلئے ہاں کرنے کیلئے کہا تھا نہ میں ماہم کو مجبور کیا ہوتا اور نہ آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا...... ادھر زویا بھی پاس ہی کھڑی تھی اس کے دل میں آبان کیلئے جو نفرت تھی وہ پھر سے جاگ اٹھی...... پھر عالیہ بیگم بولی شرمین ماہم کیا کہہ رہی تھی کہ وہ عاشر سے محبت کرتی تھی ہاں بڑی امی یہ سچ ہے پھر زویا اور شرمین نے شروع سے لیکر اینڈ تک ساری بات عالیہ بیگم کو بتائی تو تم لوگوں نے مجھے اس وقت

کیوں نہ بتایا، ماہم نے منع کیا تھا بڑی امی اور بڑی امی کیا بتاتی تب ماہم آپ کو کہ وہ عاشر سے محبت کرتی ہے ہاں وہ دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے تھے مگر دونوں نے کبھی ایک دوسرے سے اظہار نہیں کیا تھا اسی لیے ماہم نے ہمیں آپ کو بتانے سے منع کر دیا کہ اس نے کونسا ابھی عاشر سے اپنے دل کی بات کہی ہے سو اس نے ہم بڑوں کی خوشی کیلئے اپنی خاموش محبت کو دل میں چھپا لیا اور عاشر پھر شرمین نے بتایا کہ ہاں بڑی امی رانیہ نے بتایا تھا کہ عاشر بھی ماہم سے محبت کرتا تھا وہ اس انتظار میں تھا کہ کب ماہم کا کالج ختم ہو اور وہ سب گھر والوں سے رشتے کی بات کرے مگر وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ ایک دن ایسا بھی ہو جائے گا بس عاشر اس بات کو برداشت نہیں کر پایا اور وہ واپس امریکہ چلا گیا اور یہ بات وجیہہ اور مزمل بھی جانتے ہیں...... بس مجھے ہی اس بات سے بے خبر رکھا گیا کاش تم سب مجھے پہلے بتا دیتے تو آج عاشر اور ماہم ایک ساتھ ہوتے کاش تم لوگوں نے مجھے یہ بات چھپائی نہ ہوتی...... کاش......

جب ماہم کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو اس نے کمرے کا دروازہ کھول دیا جبکہ عالیہ بیگم ابھی تک کمرے سے باہر نہیں آئی تھیں ماہم نے باہر آ کر پوچھا بڑی امی کہاں ہیں تو زویا نے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں ہیں ماہی جب سے تم نے بڑی امی کے ساتھ یوں تلخ لہجے میں بات کی ہے وہ تب سے کمرے میں ہی ہیں وہ بہت اپ سیٹ ہیں وہ سمجھنے لگی ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری نبھانے میں کامیاب نہیں ہوئی ہیں، پھر شرمین دی اور رضی نے سمجھایا تب جا کے بڑی امی کو کچھ حوصلہ ہوا ہے اور دی کہاں ہے اب وہ ذرا گھر گئی ہیں بس آتی ہی ہوں گی...... ماہم جانے لگی تو زویا بولی ماہی ایک بات پوچھوں، ماہی تم اتنا سب کچھ کیسے برداشت کرتی رہی ہو کیسے سہتی رہی ہو آبان کے ظلم کو تم نے ایک بار مجھے تو بتایا ہوتا کیا میں تمہاری دوست نہیں تھی جب آج تک ہم ہر ایک بات ایک دوسرے سے شیئر کرتی آئی ہیں تو تم نے یہ بات کیوں چھپائی مجھ سے۔ کیا اتنی پرائی ہو گئی تھی میں تم سے...... نہیں زویا ایسا مت کہو تم تو میری دوست ہو میری سب سے اچھی دوست ایک تم ہی تو ہو جیسے میں اپنے دل کی بات کہہ سکتی ہوں، تو کیوں نہیں کی اپنے دل کی بات مجھ سے جب آبان بھائی تمہیں اتنا ٹارچر کرتا رہا ہے میں کیا کرتی زویا میں مجبور تھی میں پھر سے دونوں گھروں میں پرابلم کری ایٹ نہیں کرنا چاہتی تھی اگر میں بتا دیتی تو دادا ابو اور بڑی امی کے درمیان پھر سے ناراضگی پیدا ہو جاتی تو اب بھی تو وہی ہوا ہے ماہی اگر تم پہلے بتا دیتی تو شاید اتنی پرابلم نہ ہوتی شاید آبان بھائی دوسری شادی نہ کرتے...... مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا...... ایک بات پوچھوں ماہی سچ سچ بتاؤ گی ماہم نے ہاں میں سر ہلایا تو زویا بولی ماہی کیا تم آبان بھائی کے ساتھ سچ میں خوش ہو کیا تم سچ میں آبان بھائی کے ساتھ رہنا چاہتی ہو...... ماہم کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی ماہم میں خوش رہوں یا نہ رہوں اس سے کیا فرق پڑتا ہے مگر اب وہ میرے شوہر ہیں میرا نکاح ہوا ہے اس سے میں نے اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر سمجھوتہ کر لیا تھا مگر یہ نہیں پتہ تھا کہ آبان کسی اور کو پسند کرتا ہے اور وہ اس سے شادی بھی کرے گا...... اور اب کیا فیصلہ ہے تمہارا پتہ نہیں زویا، جی تو چاہتا ہے کہ خود کو ختم کر لوں۔ پلیز ماہی ایسی باتیں نہیں کرتے تو کیسی باتیں کروں زویا تم ہی بتاؤ تم فکر مت کرو ماہم سب ٹھیک ہو جائے گا اگر تم آبان کے ساتھ رہنا چاہو گی تو تمہیں کوئی مجبور نہیں کرے گا اس سے علیحدہ ہونے پر اور اگر تم نہیں رہنا چاہتی تو بھی تمہارا اپنا فیصلہ ہو گا فی الحال تو سب غصے میں ہیں آبان پر ذرا معاملے کو ٹھنڈا ہونے دو پھر سب مل کر اس مسئلے کا حل ضرور نکالیں گے تم بیٹھو میں چائے بنا کر لاتی ہوں زویا چائے بنانے چلی گئی جب وہ چائے بنا کر واپس لوٹی تو ماہم وہاں پر نہیں تھی جب زویا نے آواز دی تو وہ عالیہ بیگم کے کمرے میں تھی......

جب ماہم اندر داخل ہوئی تو عالیہ بیگم آنکھیں بند کر کے لیٹی ہوئی تھی اس نے اپنے سینے پر رضا اور رخسار کی تصویر رکھی ہوئی تھی عالیہ بیگم نے اپنے پاؤں پر نمی محسوس کی جب اس نے آنکھیں کھولیں تو ماہم رو رہی تھی عالیہ بیگم فوراً اٹھی اور اس نے ماہم کو بٹھایا اور پوچھا کیا ہوا ماہی تم رو کیوں رہی ہو...... پلیز بڑی امی مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے ساتھ بہت بدتمیزی کے ساتھ بات کی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا پلیز مجھے معاف کر دیں کوئی بات نہیں ماہی میں نے تمہاری بات کا برا نہیں منایا میں نے تمہاری بات کو دل پر نہیں لیا میں جانتی ہوں تو اس وقت غصے میں تھی اچھا اب تم یہ رونا بند کرو کیونکہ تمہاری آنکھوں میں آنسو بالکل بھی اچھے نہیں لگتے اور دیکھو تمہارے ممی پاپا بھی دیکھ رہے ہیں وہ کیا سوچیں گے کہ میں ان کی بیٹی کو رولا رہی ہوں پھر ماہم ہنس پڑی...... ہاں یہ ہوئی ناں بات ایسے ہی مسکراتی رہا کرو اچھی لگتی ہو اور ماہی معافی تو مجھے مانگنی چاہیے تم سے میں نے تمہیں مجبور کیا تھا اس رشتے کیلئے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا نہیں بڑی امی آپ ایسا کیوں بول رہی ہیں آپ لوگ بڑے تھے آپ لوگوں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ ٹھیک تھا کیونکہ یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا کہ آبان ایسا کرے گا تم فکر مت کرو ماہی میں سب ٹھیک کر دوں گی جس آبان کو خود میں نے تمہارے لیے چنا تھا اب میں ہی اسے یہ مزہ چکھاؤں گی کہ طلاق کیا ہوتی ہے جس کی وہ تمہیں دھمکی دے کر ٹارچر کرتا رہا ہے اب وہی طلاق ہم خود لیں گے اس سے بس تم حوصلہ رکھو...... کیا بڑی امی طلاق مگر میں ایسا نہیں چاہتی کیوں ماہی، کیونکہ بڑی امی آبان اب سچ میں بدل گئے ہیں اب آبان وہ پہلے والے آبان نہیں رہے اور اس نے مجھ سے اپنے رویے کی معافی بھی مانگی تھی مگر پھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے ماہی وہ پھر سے تمہیں دھوکہ دے رہا ہو نہیں بڑی امی اب کی بار آبان نے مجھے دھوکہ نہیں دیا اب کی بار تو خود آبان کی قسمت نے اسے دھوکہ دیا ہے بڑی امی آبان سے یہ غلطی ضرور ہوئی ہے اس نے شادی کر لی تو کیا ہوا بڑی امی آبان نے بتایا تھا کہ وہ مسکان سے محبت کرتے ہیں تو کیا ہوا اس نے اپنی محبت کو اپنا لیا مگر ماہم وہ ایک طوائف ہے اور اسے کبھی بھی گھر والے نہیں اپنائیں گے کیوں بڑی امی مسکان ایک طوائف ہے تو کیا ہوا اس میں اس کی کیا غلطی ہے وہ کوئی پیشے سے طوائف تھوڑی ہے وہ تو کسی کے دھوکے کی وجہ سے اس غلاظت تک پہنچ گئی مگر وہ ایک بہت اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہے ہاں ماہم یہ تم کہہ رہی ہو مگر یہ بات نثار احمد کو کون سمجھائے گا اور ہاں بڑی امی میں اس سے ملی بھی تھی وہ بہت اچھی ہے مگر ماہم میں نثار احمد کو جانتی ہوں وہ کبھی بھی نہیں اپنائے گا مسکان کو...... ہاں بڑی امی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں یہ آواز آبان کی تھی جو کچھ دیر پہلے کمرے میں داخل ہوا تھا...... تم یہاں! عالیہ بیگم نے آبان کی طرف غصے سے دیکھتے ہوئے بولا تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی، نکل جاؤ یہاں سے، ہاں بڑی امی نکال دیں آپ بھی پہلے بھی تو سب گھر والے نکال چکے ہیں اب امی آپ میری بات ایک بار سن لیں آبان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے بڑی امی میں مانتا ہوں میں نے سب کو بہت دھوکہ دیا ہے مگر میں کیا کرتا میں نے بدلے کی آگ میں ایسا غلط قدم اٹھا لیا اس وقت اگر کوئی مجھے سمجھانے والا ہوتا تو شاید ایسا نہ ہوتا میں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں آپ سے اور ماہم سے میں آپ دونوں کا گنہگار ہوں آپ دونوں جو چاہیں مجھے سزا دیں مجھے منظور ہو گی مگر ایک بار مسکان سے مل لیں ایک بار میری بات سن لیں۔ ہاں بڑی امی آپ ایک بار آبان کی بات تو سن لیں...... زویا تم ہی سمجھاؤ بڑی امی کو کہ آبان کی بات سن لیں، پھر آبان نے عالیہ بیگم کو مسکان کی ساری حقیقت بتائی۔ ہاں بڑی امی مجھ سے ایک غلطی ضرور ہوئی ہے جو میں نے بنا بتائے شادی کر لی کم از کم مجھے ماہم کو بتانا چاہیے تھا کیونکہ ماہم کا حق تھا سب جاننا مگر میں نے ماہم کو بھی نہیں بتایا۔ بڑی امی میں ضرور بتا دیتا مگر اس وقت میں ماہم سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتا تھا اس لیے نہیں بتا پایا اور ہاں تب حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ مجھے جلد شادی کرنا پڑی ورنہ ایک لڑکی کی زندگی تباہ ہو جاتی ایسے حالات میں آپ ہی بتائیں میں کیا

کرتا اگر آپ سب کو بتا دیتا تو آپ مجھے کبھی بھی اجازت نہ دیتے شادی کی...... کیا بڑی امی میں نے مسکان کے ساتھ شادی کر کے اسے اس دلدل سے نکال کے کوئی غلط کام کیا ہے بتائیں ناں بڑی امی ادھر زویا آبان کی باتیں سن کر حیران ہو رہی تھی کہ آبان ایسی باتیں بھی کر سکتا ہے آبان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر زویا کو بھی یقین ہو گیا کہ آبان اب بالکل بدل گیا ہے......

آبان پھر بولا! آپ چپ کیوں ہیں بڑی امی بتائیں میں نے کیا غلط کیا ہے...... تب عالیہ بیگم کے پاس آبان کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا...... اچانک رضا کے ساتھ کوئی لڑکی داخل ہوئی نجانے یہ کون ہے جب میں آیا تو یہ اپنے گیٹ کے باہر بیٹھی رو رہی تھی...... رضی نے جیسے ہی آبان کو دیکھا تو اسے گریبان سے پکڑ لیا بولا تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس گھر میں داخل ہونے کی پھر عالیہ بیگم نے ساری صورتحال سے آگاہ کیا پھر عالیہ بیگم نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا آبان اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ مسکان ہے ہاں بڑی امی یہ مسکان ہے اور مسکان ماہم سے مل کر اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی کیونکہ اس غلطی میں ہم دونوں برابر کے شریک ہیں......

عالیہ بیگم نے مسکان کا سر سے لیکر پاؤں تک جائزہ لیا ڈھیلے ڈھالے شلوار قمیض اور سلیقے سے لیے سر پر دوپٹے سے تو مسکان کہیں سے طوائف نہیں لگ رہی تھی مسکان کو دیکھنے کے بعد عالیہ بیگم نے کوئی بھی جواب نہ دیا مگر آبان نے مسکان کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ ہاں، پھر مسکان بولی بڑی امی میں آپ سے پہلی بار مل رہی ہوں مگر آبان کے منہ سے ہر روز آپ کی تعریف سن چکی ہوں مجھے ایسا لگتا ہے بڑی امی کہ جیسے میں بہت پہلے سے آپ کو جانتی ہوں، بڑی امی میں جانتی ہوں کہ آپ کو، سب کو یہ حقیقت جان کے بہت دکھ ہوا ہو گا لیکن آپ ہی بتائیں اس میں غلط کیا ہے اگر آبان نے ایک لڑکی کو اس دلدل سے نکالا جس میں نجانے کتنی لڑکیاں دھوکے سے آ پہنچتی ہیں تو کیا غلط کیا آبان نے جو ایک لڑکی کو نئی زندگی دی اگر آبان نے مجھے عزت دی ہے تو اس میں غلط کیا ہے مسکان کی باتوں کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا بڑی امی اگر یہ غلط نہیں ہے تو کیوں آبان کو اتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے نجانے آپ لوگ کیسے لوگ ہیں مسکان نجانے کیا کیا بولتی گئی مسکان کی باتیں سن کے ماہم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اچھا تو بڑی امی اگر آپ کو لگتا ہے کہ یہ غلط ہے آبان نے غلط کیا مجھ سے شادی کر کے تو سزا بھی مجھے ہی ملے گی نا کہ کسی اور کو، آبان کو میری وجہ سے گھر سے نکالا گیا ہے تو میں ہی چلی جاتی ہوں ہمیشہ کیلئے ہر رشتہ توڑ کر میں چلی جاتی ہوں واپس آپ سب کی زندگی سے آبان تم ماہم کو ساتھ گھر لے جا کر سب سے معافی مانگ لینا مجھے امید ہے جب انہیں پتہ چلے گا کہ تم نے مجھ سے ہر رشتہ توڑ لیا ہے تو وہ سب تمہیں معاف کر دیں گے سارے فساد کی جڑ میں ہی ہوں مگر تم کہاں جاؤ گی مسکان یہ آواز ماہم کی تھی...... اور کہاں ماہم جہاں سے آئی تھی وہاں ہی واپس چلی جاؤں گی میں نے تو سوچا تھا اس غلاظت سے نکل کر چین کی زندگی جیوں گی مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ ایسا میری قسمت میں نہیں لکھا ہے ایک ماں باپ کا دل جو دکھایا ہے اس کی سزا تو مجھے ملے گی...... اتنا کہہ کر مسکان کے قدم باہر کی طرف اٹھنے لگے آبان بولا رکو مسکان میں بھی چلوں گا تمہارے ساتھ اب جب سب گھر والوں نے مجھ سے ہر رشتہ توڑ ہی لیا ہے تو میں یہاں رہ کر کیا کروں گا...... میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں آبان نے آگے بڑھ کر مسکان کا ہاتھ تھام لیا اور دونوں جانے لگے۔

ماہم نے کہا پلیز بڑی امی روک لیں انہیں وہ جا رہے ہیں پلیز بڑی امی میری خوشی کیلئے پلیز بڑی امی...... اب کی بار زویا نے بھی ہاتھ جوڑ کر ریکویسٹ کی آخر عالیہ بیگم ایک انسان تھی سو اس کا دل بھی موم ہو گیا۔ وہ کیسے ایک معصوم لڑکی کی زندگی کو تباہ کر سکتی تھی...... بولی رک جاؤ آبان اور مسکان تم دونوں کہیں نہیں جا رہے ہو جب

عالیہ بیگم کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تو دونوں کے بڑھتے قدم رک گئے، ہاں تم دونوں کہیں نہیں جا رہے ہو تم دونوں یہیں رک جاؤ ہمارے ساتھ...... عالیہ بیگم نے بانہیں پھیلا کر مسکان کو گلے سے لگا لیا رضی نے بھی آگے بڑھ کر آبان کو گلے سے لگا لیا سب کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر اب شاید خوشی کے آنسو تھے جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے اچانک وہاں شرمین شاذل اور اسماء بھی آ گئے جب انہیں ساری صورتحال کا پتہ چلا تو وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ شاذل نے بھی آبان کو گلے لگایا پھر شرمین اور اسماء نے بھی مسکان کو گلے لگایا اور پیار کیا...... مسکان بہت خوش تھی اس کی خوشی اس کے چہرے اور آنکھوں سے صاف جھلک رہی تھی اب یونہی روتی رہو گی کہ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتاؤ بھی گی۔ پھر زویا اور ماہم مسکان کو اپنے کمرے میں لے گئیں۔

آنٹی کیا آپ نے آبان کو سچے دل سے معاف کر دیا ہے، ہاں اسماء بیٹا جب ماہم کی خوشی اسی میں ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں، مگر آنٹی ماہم اور مسکان ایک ساتھ کیسے رہیں گی، ہاں بڑی امی مما ٹھیک کہہ رہی ہیں کیا آبان ماہم کو اور مسکان کو ایک ساتھ وہ خوشیاں دے پائے گا جو ان کا حق ہے جو دونوں کو ملنی چاہیں...... آبان نے یہ ساری باتیں سن لیں وہ بولا بڑی امی میں جانتا ہوں آپ کیا سوچ رہی ہیں بڑی امی شاید یہ میرے کرنے والی بات نہیں ہے بڑی امی اب تو آپ سب جان گئے ہوں گے کہ ماہم اور عاشر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور کرتے ہیں، بڑی امی میں نے ماہم سے شادی ضرور کی ہے مگر خدا گواہ ہے ہمارے درمیان آج تک وہ رشتہ قائم نہیں ہوا جو ایک میاں اور بیوی کے درمیان ہوتا ہے بڑی امی میں نے کبھی ماہم کو اس نگاہ سے دیکھا ہی نہیں تھا اس لیے میں نے سوچا ہے میں ماہم کو آزاد کر دوں گا تا کہ وہ عاشر اور ماہم پھر سے ایک ہو پائیں، یہ کیا کہہ رہے ہو آبان تم؟ ہاں بڑی امی میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مگر آبان کیا ماہم مانے گی اور اگر ماہم مان بھی گئی تو کیا بھائی صاحب مانیں گے وہ تمہیں اس بات کی اجازت دیں گے تو پھر بڑی امی اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی تو نہیں ہے اور ہاں اگر ماہم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں دونوں کو ایک سی خوشیاں دوں گا آبان کی بات سن کر عالیہ بیگم گہری سوچ میں ڈوب گئی کیونکہ وہ ماہم کا جواب جان چکی تھی وہ آبان کے ساتھ رہنا چاہتی تھی نا کہ عاشر کے ساتھ...... پھر وہ بولی آبان یہ بعد کی بات ہے مگر پہلے تو یہ مشکل حل کرنی ہے کہ تمہارے دادا ابو کو کیسے منایا جائے، کیونکہ ہم چاہے لاکھ پلان بنا لیں مسئلہ تو پھر وہیں کا وہیں ہے پھر عالیہ بیگم نے آبان کو یقین دلایا کہ وہ بھائی صاحب سے بات کریں گی وہ اس کی بات ضرور مان جائیں گے عالیہ بیگم اور پھر اسماء اور سب نے آبان کو دلاسہ دیا کہ وہ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا...... ان سب کی باتیں سن کر آبان کے لبوں پر ایک پھیکی سی مسکان پھیل گئی مگر وہ جانتا تھا کہ یہ سب اتنا آسان نہیں ہے شاید......!

رات کو سب کھانے کے بعد چھت پر جمع تھے سب مسکان کی باتیں سن رہے تھے اور اسے اپنے بارے میں بتا رہے تھے باتیں کرتے کرتے رات کے 10 بج گئے تو شاذل بولا شرمین گھر نہیں چلنا کیا مما اور پاپا انتظار کر رہے ہوں گے اور اگر تم یہاں رہنا چاہتی ہو تو میں چلا جاتا ہوں تم کل کو آ جانا نہیں شاذل میں بھی چلتی ہوں پاس ہی تو گھر ہے کونسا دور ہے صبح کو پھر آ جائیں گے پھر شاذل اور شرمین چلے گئے پھر رضی بولا بھئی مجھے بھی نیند آ رہی ہے پھر وہ بھی اٹھ کر چلا گیا تمہیں پتہ ہے ماہم جب آبان مجھ سے تم سب کی باتیں کرتا تھا تو میرے دل میں کتنی حسرت جاگتی تھی تم سب سے ملنے کی میں دل ہی دل میں دعا کرتی تھی کہ تم سب سے ملوں اور آج دیکھو میری دعائیں خدا نے سن لی ہیں اور میں تم سب کے ساتھ ہوں پھر وہ بولی میں بہت خوش قسمت ہوں جو مجھے آبان کا ساتھ ملا۔ آپ کو پتہ ہے مسکان دی آبان کے کارناموں کے بارے میں انہوں نے تو آپ کو بتایا نہیں ہو گا میں

بتاتی ہوں پھر زویا نے مسکان کو آبان کی باتیں بتانا شروع کر دیں...... ماہم اٹھ کر تھوڑی دور جا کر کھڑی ہوئی اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے ان گنت تاروں کو دیکھنے لگی آبان کب سے انتظار میں تھا کہ اس کی ماہم سے اکیلے میں بات ہو اور وہ اس کا شکریہ ادا کر سکے زویا اور مسکان باتوں میں بزی تھے تو آبان اٹھ کر ماہم کے پاس آ کھڑا ہوا اور بولا کبھی کبھی کتنی پیاری لگتی ہے ناں یہ تاروں بھری رات، مسکان نے جب دونوں کو بات کرتے دیکھا تو وہ بولی زویا آؤ ہم چلتے ہیں مجھے نیند آ رہی ہے پھر وہ دونوں نیچے چلی گئیں دراصل مسکان دونوں کو بات کرنے کا موقع دینا چاہتی تھی کیونکہ اس نے نوٹ کیا تھا کہ آبان مسکان سے بات کرنا چاہ رہا ہے اور اسے موقع نہیں مل رہا تھا......!

ماہم بولی ہاں بہت پیاری لگتی ہے مگر کبھی کبھی ان تاروں بھری راتوں سے ایسی یادیں منسلک ہوتی ہیں جو بہت تکلیف دہ ہوتی ہیں پھر آبان بولا ماہم میں تمہارا کس طرح شکریہ ادا کروں تم نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں نے تمہارے ساتھ کتنا برا سلوک کیا ہے پھر بھی تم نے میرا ساتھ دیا اس وقت بھی جب سب لوگ میرے خلاف ہو گئے تھے میں تمہارا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں تو ماہم بولی اٹس اوکے آبان یہ تو میرا فرض تھا اور مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا کہ میں تم سب کے ساتھ ہوں بڑی امی نے مجھے معاف کر دیا ہے میں اس کے لیے تم سب کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے آبان مجھے تم پر یقین تھا کہ تم اب سچ میں بدل گئے ہو ہاں ماہم یہ تمہارا یقین ہی تو ہے جو میں آج تمہارے سامنے کھڑا ہوں ورنہ میں کہاں اس قابل تھا...... پھر آبان بولا ماہم نیچے بڑی امی کہہ رہی تھی...... آبان کہتے کہتے رک گیا کیا بات ہے آبان کھل کر کہو کیا بات ہے ماہم سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے کہوں...... ماہم میں تمہیں اس رشتے سے آزاد کرنا چاہتا ہوں ماہم پلیز مجھے غلط مت سمجھنا میں جانتا ہوں کہ تم اور عاشر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو اور تم دونوں شادی کرنا چاہتے تھے ماہم تم مجھ سے علیحدہ ہو کر عاشر سے شادی کر لینا کیونکہ میں جانتا ہوں تمہاری خوشی عاشر کے ساتھ ہے...... آبان کے منہ سے یہ باتیں سن کے ماہم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بولی آبان تم سے کس نے کہا کہ میری خوشی عاشر کے ساتھ ہے کیونکہ تم عاشر سے محبت کرتی ہو ماہم، ہاں عاشر میں عاشر سے محبت کرتی ہوں مگر آبان میری خوشی کل کس کے ساتھ تھی یہ کسی نے جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اور آج میں کس کے ساتھ خوش ہوں یہ بھی کوئی جاننے کی کوشش نہیں کر رہا باقی آبان جیسا تم سمجھو، جو تمہیں بہتر لگے تم کرو جو بڑوں کا فیصلہ ہو گا مجھے منظور ہو گا مگر ماہم تمہاری بھی تو کوئی زندگی ہے تمہیں بھی تو حق ہے اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا...... اور ماہم اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو تم بیشک رہ سکتی ہو اگر تمہاری خوشی میرے ساتھ ہے تم میرے ساتھ خوش ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں تم سے میں تم دونوں کو برابر کی خوشیاں دوں گا اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے آبان کے منہ سے یہ بات سن کر نجانے کیوں ماہم کے لبوں پر مسکان پھیل گئی وہ مسکرا کر نیچے اتر گئی مگر آبان کو مزید الجھن میں ڈال گئی......

جب وہ نیچے گئی تو سب اپنے اپنے کمروں میں تھے فون کی بیل بجی اس وقت کس کا فون ہو سکتا ہے ماہم نے کال ریسیو کی بولی ہیلو کون ہے دوسری طرف سے رانیہ بولی ماہم میں رانیہ، ہاں رانیہ دی کیسی ہو آپ اور گھر پر سب کیسے ہیں ماہم گھر پر تو ٹھیک نہیں ہے یہی بتانے کے لیے کال کی ہے کیا مطلب دی ماہم نجانے نانا ابو کو کیا ہو گیا ہے سب اسے ہوس پٹل لے کر گئے ہیں وٹ ماہم کے منہ سے بے اختیار نکلا مگر کیسے دی یہ سب کیسے ہوا ماہم نہیں کیسے ہوا جب آنٹی نانا ابو کے کمرے میں چائے دینے گئیں تو نانا ابو بے ہوش تھے اب سب ہوس پٹل گئے ہیں میں چنگی، بڑی بھابی گھر پر ہیں۔ اچھا اوکے دی آپ زیادہ ٹینشن مت لینا اس حالت میں سب ٹھیک ہو جائے

بو کچھ نہیں ہو گا دادا ابو کو...... کیا ہوا ماہی کس کا فون تھا ماہم نے سب کو بتایا کہ دادا ابو ہوس پٹل میں ہیں سب حیران رہ گئے عالیہ بیگم بولی رضی جلدی گاڑی نکالو بڑی امی میں بھی چلوں گی آپ سب کے ساتھ پلیز بڑی امی پھر عالیہ بیگم نے اجازت دے دی اور سب ہوس پٹل پہنچ گئے...... عالیہ بیگم نے سب کو حوصلہ دیا جیسے ہی آبان پر اس کے امی ابو کی نظر پڑی تو وہ بولے تم یہاں کیا لینے آئے ہو سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے آبان آج تمہاری وجہ سے دادا ابو جان کی زندگی خطرے میں ہے اگر آبان تمہاری وجہ سے ابو جان کو کچھ ہو گیا تو میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گا اتنا کہہ کر آبان کے ابو نے اس سے منہ پھیر لیا بہزاد احمد نے اسے حوصلہ دیا یہ تمہارے ساتھ کون ہے جب آبان کی امی نے مسکان کو دیکھا تو پوچھا پھر سب نے اس کے بارے میں پوچھا تو آبان بولا امی جان یہ مسکان ہے تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس لڑکی کو ہمارے سامنے لانے کی دور ہو جاؤ اسے لے کر ہماری نظروں کے سامنے سے کہیں یہ نہ ہو کہ ابو جان کو ہوش آئے اور وہ اسے دیکھ کر پھر سے ان کی طبیعت بگڑ جائے اس سے پہلے چلے جاؤ یہاں سے مگر پلیز مجھے ایک بار دادا ابو کو دیکھ لینے دیں کہ وہ کیسے ہیں...... پھر ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر آیا اور اس نے مبارکباد دی کہ اب مریض خطرے سے باہر ہے مگر ڈاکٹر صاحب انہیں ہوا کیا تھا زیادہ کچھ نہیں بس ٹینشن کی وجہ سے ان کا بی پی بہت ہائی ہو گیا تھا اگر تھوڑی دیر اور ہو جاتی تو کچھ بھی ہو سکتا تھا پر اب وہ نارمل حالت میں ہیں ہی از ویری فائن تھوڑی دیر بعد انہیں ہوش آ جائے گا مگر ہوش میں آنے کے بعد دھیان رکھے گا کہ انہیں کسی بات کی ٹینشن نہ ہو اور باقی یہ سب تو آپ لوگ جانتے ہیں ہوں گے کہ اس ایج میں انسان زیادہ ٹینشن برداشت نہیں کر پاتا اوکے ڈاکٹر ہم آگے سے دھیان رکھیں گے کہ انہیں زیادہ ٹینشن نہ ہو گڈ آئیے میرے ساتھ میں اب کچھ میڈیسن لکھ دوں ازمان ڈاکٹر کے ساتھ چلا گیا...... پھر تھوڑی دیر بعد وہاں پر وجیہہ اور مزمل بھی آ گئے سب آبان کو برا بھلا کہہ رہے تھے کہ اس کی وجہ سے نثار احمد کی یہ حالت ہوئی ہے جبکہ آبان سر جھکائے کھڑا تھا تم گئے نہیں ابھی تک، جیسے ہی آبان کے ابو کی نظر اس پر پڑی تو وہ پھر سے چلا اٹھا، ابو جان کے ہوش میں آنے سے پہلے چلے جاؤ یہاں سے اگر انہوں نے تمہیں یہاں دیکھ لیا اور ان کی طبیعت پھر سے خراب ہوئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا آبان میں بھول جاؤں گا کہ تم میرے بیٹے ہو اور میں تمہارا باپ ہوں مگر ابو جان...... اتنے میں نثار احمد کو ہوش آ گیا جب نثار احمد ہوش میں آئے تو اس کے ہونٹوں سے پہلے الفاظ یہی نکلے پلیز ماہم بیٹی مجھے معاف کر دو تمہارے دادا ابو خود نہیں جانتے تھے کہ آبان ایسا کر سکتا ہے میں تو سمجھا تھا کہ آبان سدھر گیا ہے پلیز ماہم مجھے معاف کر دو اور واپس آ جاؤ اس گھر میں نثار احمد نے بیہوشی کی حالت میں ہاتھ جوڑ لیے ماہم نے جلدی سے نثار احمد کے ہاتھوں کو تھام لیا اور بولی دادا ابو میں ہی ہوں آپ کے پاس میں کہیں نہیں جاؤں گی اب میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گی پھر تھوڑی دیر بعد نثار احمد نے مکمل طور پر آنکھیں کھول دیں نثار احمد بولے ماہم تم آ گئی ماہم تم وعدہ کرو مجھ سے تم کبھی اس گھر کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گی چاہے آبان کے ساتھ تمہارا کوئی رشتہ رہے یا نہ رہے ہاں دادا ابو میں آپ سب کے ساتھ ہی رہوں گی میں کہیں نہیں جاؤں گی سب کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر خوشی کے آبان اور مسکان بھی نثار احمد کو دیکھنے کے بعد گھر چلے گئے مگر وہ نثار احمد کے سامنے نہیں آئے۔

اچانک وجیہہ کے موبائل پر رنگ ہوئی اس نے جلدی سے کال دیکھی تو عاشر کی کال تھی وجیہہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کال ریسیو کرے یا نہ کرے اگر عاشر نے کچھ پوچھ لیا تو وہ کیا کہے گی مزمل حسین نے وجیہہ کے ہاتھ سے موبائل لیتے ہوئے کہا لاؤ میں بات کرتا ہوں ابھی مزمل حسین نے کال ریسیو نہیں کی تھی ماہم بولی پلیز انکل

عاشر کو کچھ مت بتایئے گا اگر دادا ابو کے بارے میں اسے پتہ چل گیا کہ وہ ہوس پٹل میں ہیں تو وہ اس کی وجہ جاننے کی کوشش کرے گا اور انکل میں نہیں چاہتی کہ عاشر کو میرے بارے میں سب پتہ چلے وہ پریشان ہوگا مزمل حسین نے ماہم کی فیلنگ کو سمجھتے ہوئے کہا اوکے ماہم بیٹی تم فکر مت کرو میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا پھر مزمل نے عاشر سے بات کی اس نے وجیہہ سے بات کرنا چاہی تو وہ بولے بیٹا وجیہہ تو اس وقت سو رہی ہیں اوکے پاپا میں مما سے پھر بات کرلوں گا اور باقی سب لوگ تو ٹھیک ہیں ناں ازمان کیسا ہے اور آفس کا کام کیسا چل رہا ہے بیٹا سب ٹھیک ہے پاپا جس دن سے گیا ہوں نانا ابو سے بھی بات نہیں ہوئی۔ نانا ابو کیسے ہیں۔ ہاں بیٹا وہ بھی ٹھیک ہیں میں کل کو بات کروں گا نانا ابو سے، اوکے بیٹا کر لینا مگر بیٹا کیا ضرورت ہے اتنی دور سے کال کرنے کی تمہیں پیسے خرچ کرنے کی میں نے بتا دیا ہے ناں کہ وہ ٹھیک ہیں ڈونٹ وری پاپا میں کروں گا...... اچھا بیٹا اپنا خیال رکھنا اب میں فون رکھتا ہوں پھر مزمل نے وجیہہ کو بتایا کہ وہ کل کو کال کرے گا نثار احمد نے یہ بات سن لی اور بولے کیا عاشر بیٹے کا فون تھا میری بات تو کراؤ اس سے وجیہہ بولی دراصل ابو جان میں نے اس لیے آپ سے بات نہیں کروائی جب اس کو اس بارے میں پتہ چلے گا تو وہ بہت پریشان ہو جائے گا اس نے کہا ہے وہ کل کو بات کرے گا آپ سے مگر پلیز ابو جان آپ عاشر کو کچھ مت بتایئے گا اوکے وجیہہ بیٹی میں تمہاری پریشانی کو سمجھتا ہوں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا پھر نثار احمد کے منہ سے یہ بات سن کر ماہم کی پریشانی کم ہوئی...... پھر صبح کو نثار احمد کو ڈسچارج کر کے گھر لے گئے سب نثار احمد کے گھر جمع تھے دلاور کی فیملی بھی وہ سب بھی نثار احمد کی خیریت معلوم کرنے آئے تھے ماہم نے عالیہ بیگم سے پوچھا بڑی امی آبان اور مسکان نہیں آئے ان سے کہا تو تھا آنے کو ہاں ماہم کہا تھا مگر انہوں نے کہا تھا کہ تھوڑی دیر تک آ جائیں گے اچھا تم ایسا کرو ماہی تم کال کر کے پوچھ لو کہ وہ نکلے ہیں یا نہیں مگر ماہم مجھے لگتا ہے ہمیں آبان اور مسکان کے آنے سے پہلے سب گھر والوں کو بتا دینا چاہیے نہیں بڑی امی نہیں اگر پہلے بتا دیا تو ہو سکتا ہے دادا ابو آبان کو معاف تو دور کی بات انہیں گھر کے اندر بھی داخل نہیں ہونے دیں گے...... پھر سب ہال میں جمع تھے تو آبان اور مسکان آ گئے سب یوں گھر کے اندر آبان اور مسکان کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے جیسے ہی نثار احمد کی نظر آبان پر پڑی تو وہ یک دم غصے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جو پہلے لیٹا ہوا تھا ڈاکٹر نے اسے ریسٹ کرنے کو کہا تھا پلیز ابا جان آپ لیٹئے شہزاد احمد نے نثار احمد کو پکڑ کر لٹانا چاہا مگر نثار احمد بولا اس کی ہمت کیسے ہوئی اس لڑکی کے ساتھ گھر میں داخل ہونے کی میں نے اس سے کہا تھا کہ اس گھر کی دہلیز پر کبھی قدم نہیں رکھنا تو اس نے گھر کی دہلیز پار کیسے کی...... آبان نے نثار احمد کے قدموں میں سر رکھ دیا بولا پلیز دادا ابو مجھے معاف کر دیں میں جانتا ہوں میری غلطی معافی کے قابل نہیں ہے پھر کافی کوشش کے بعد نثار احمد نے آبان کو معاف کر دیا آخر وہ کیا کرتا اس کا اپنا خون تھا کتنی دیر اس سے ناراض رہتا نثار احمد بولے میں تمہیں صرف اس شرط پر معاف کروں گا کہ تم ماہم کو نہیں چھوڑو گے بلکہ تم ماہم اور مسکان کو ایک ساتھ بیوی کا درجہ دو گے دونوں کو ایک سی خوشیاں دو گے اور آبان شاید میں تمہیں کبھی بھی معاف نہ کرتا اگر ماہم بیٹی نے نہ کہا ہوتا میں نے صرف ماہم کے کہنے پر تمہیں معاف کیا ہے میں نے ماہم کی خوشی کیلئے تمہیں معاف کیا ہے کیونکہ ماہم کی خوشی تمہارے ساتھ ہے خدا کی قسم آبان اگر ماہم نہ کہتی تو میں تمہیں کبھی بھی معاف نہ کرتا پھر سب نے آبان کو معاف کر دیا سب نے اسے گلے سے لگایا اور پھر مسکان کو بھی سب نے دل سے قبول کر لیا...... ماہم نے بھی آگے بڑھ کر مسکان کو گلے سے لگایا مگر دوسرے ہی پل مسکان کو چکر آیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر گئی کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا ہوا ہے مسکان کیوں بیہوش ہوئی ہے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر آیا اس نے چیک اپ کیا اور اس نے بتایا کہ مبارک ہو سب کو مسکان ماں

[بچے والی ہے] ڈاکٹر کے منہ سے یہ بات سنکر کچھ پل کیلئے تو سب کو حیرانی ہوئی پھر سب خوش ہو گئے سب کی خوشی کی [انتہا نہ رہی سب] نے ایک بار پھر سے آبان کو گلے سے لگالیا اور مسکان کو مبارکباد دی...... نثار احمد بولے اس خوشی [کے موقع پر سب] کا منہ تو میٹھا کراؤ اوکے دادا ابو ابھی لائی ماہم مٹھائی لینے گئی مگر ماہم نے جب میٹھا دیکھا تو کچن [میں میٹھا ختم] تھا تو ماہم بولی میٹھا تو گھر میں ختم ہے تو نثار احمد بولے بھئی اس خوشی کے موقع پر گھر پر میٹھا ختم ہے تو [دادا ابو] آبان بولا دادا ابو میں لے کر آتا ہوں وہ اتنا خوش تھا کہ جلدی جلدی کار ڈرائیور کرتے ہوئے باہر نکل [گیا] ایک گھنٹہ ہو گیا تھا مگر آبان اب تک نہیں لوٹا تھا......

دلاور بولا اچھا دوست اب ہم اجازت چاہتے ہیں پھر ملاقات ہوگی مگر منہ تو میٹھا کرتے جایئے وہ بھی پھر کبھی سہی آپ اپنی صحت کا خیال رکھئے گا زیادہ ٹینشن مت لیں تو نثار احمد بولے اب کس بات کی ٹینشن بھئی اب تو ساری ٹینشن ختم ہو گئی ہیں اتنی دیر میں شاذل نے باہر گاڑی نکال لی، راستے میں انہیں رکنا پڑا کیونکہ آگے سے ساری ٹریفک رکی ہوئی تھی اور آس پاس پولیس تھی شاذل نے وجہ جانی تو پتہ چلا کہ کسی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اسی وجہ سے ساری ٹریفک بند ہے دلاور نے کہا خدا خیر کرے نجانے کون ہوگا جس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے جاؤ شاذل ذرا پتہ کرو کیا صورتحال ہے کب تک ٹریفک سٹارٹ ہوگی...... اوکے دادا ابو میں ابھی پتہ کرتا ہوں اتنا کہہ کر شاذل گاڑی سے اترا اور ایکسیڈنٹ پوائنٹ کی طرف گیا جہاں پر کافی رش تھا پولیس سب کو ایکسیڈنٹ پوائنٹ کی طرف جانے سے منع کر رہی تھی کیونکہ ابھی تشویش جاری تھی...... شاذل لوٹنے لگا تو اچانک اس کی نگاہ گاڑی پر پڑی جس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کیونکہ یہ گاڑی ازمان کی تھی اس کے ذہن میں خیال آیا کہ ازمان تو گھر پر تھا پھر اسے خیال آیا ضرور یہ گاڑی آبان لے کر آیا ہوگا شاذل بھاگ کر پولیس کے پاس گیا بولا پلیز مجھے گاڑی تک جانے دیں...... بڑی مشکل سے شاذل گاڑی تک پہنچا اس نے جو دیکھا اسے اپنے سر پر آسمان گھومتا ہوا محسوس ہوا گاڑی میں مٹھائی ادھر ادھر بکھری ہوئی تھی مٹھائی کا ڈبہ کھلا ہوا تھا...... پولیس والوں نے شاذل کو گاڑی کے پاس سے ہٹنے کو کہا شاذل نے خود پر کنٹرول کیا اور ہمت سے پوچھا کہ انسپکٹر صاحب اس میں جو آدمی تھا وہ کہاں ہے. جی اسے ہوس پٹل لے کر گئے ہیں گاڑی میں موجود آدمی بہت زخمی تھا شاید بچ نہ پائے ہم اس کے گھر والوں سے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کیا آپ جانتے تھے اسے اور کیا آپ اس گاڑی کو پہنچاتے ہیں تو شاذل بولا جی انسپکٹر صاحب میں جانتا ہوں آپ پلیز مجھے ہوس پٹل کا ایڈریس بتایئے کونسے ہوس پٹل میں ہے پھر انسپکٹر نے شاذل کو ہوس پٹل کا نام و ایڈریس بتایا پھر وہ دوڑ کر اپنی گاڑی کے پاس آیا، کیا ہوا شاذل تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو...... و دادا ابو وہ ایکسیڈنٹ...... کیا بات ہے شاذل کچھ بولو بھی مما وہ ایکسیڈنٹ ازمان کی گاڑی کا ہوا ہے جسے کچھ دیر پہلے آبان گھر سے لے کر نکلا تھا...... کیا سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ مما پولیس والے بتا رہے تھے کہ آبان کی حالت بہت سیریس ہے شاید شاید...... اتنا کہہ کر شاذل نے گاڑی سٹارٹ کر دی وہ جلد از جلد ہوس پٹل پہنچنا چاہتے تھے مما آپ سب کو اطلاع کر دیں...... شرمین نے موبائل اٹھایا تو بولی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں شرمین ریلکس سنبھالو اپنے آپ کو لاؤ میں کرتی ہوں۔ اسماء نے شرمین کے ہاتھ سے موبائل لیا اور پہلا نمبر عالیہ بیگم کا تھا اسنے عالیہ بیگم کا نمبر ڈائل کر [دیا] اسماء نے عالیہ بیگم کو یہ خبر سنائی تو عالیہ بیگم کے ہاتھوں سے موبائل گر گیا...... پھر ہمت کر کے عالیہ بیگم [نے] سب کو یہ خبر سنائی تو آبان کی ماں اور مسکان کی چیخ نکل گئی مسکان وہیں گر کر بے ہوش ہو گئی جہاں پر کچھ

دیر پہلے خوشیوں کی محفل تھی وہاں ماتم چھا گیا تھا سب رانیہ کو مسکان کے پاس چھوڑ کر ہوس پٹل پہنچے جہاں پر سب پہلے ہی موجود تھے شاذل نے بتایا کہ آبان آئی سی یو میں ہے اور اس کا آپریشن چل رہا ہے سب کے ہاتھ ایک ساتھ بارگاہ الٰہی کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے مگر کہتے ہیں کبھی کبھی دعا بھی جلد فرش تک نہیں پہنچتی تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر باہر آئے ان کے چہرے سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی بری خبر ہے پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا آئی ایم سوری ہم نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی مگر ہم انہیں بچا نہیں پائے دراصل چوٹ ان کے برین میں آئی تھی جس کی وجہ سے کافی خون بہہ چکا تھا آئی ایم سوری اتنا کہہ کر ڈاکٹر چلا گیا...... ماہم اور آبان کی امی نے جب یہ سنا تو وہ دونوں بے ہوش ہو گئیں باقی سب لوگوں کی حالت بھی ان سے کم نہ تھی تھوڑی دیر بعد ہوس پٹل کی فارمیلٹی پوری کرنے کے بعد آبان کی میت کو گھر لے آئے...... کسی کو کیا خبر تھی تھوڑی دیر پہلے جو انسان ہنستا مسکراتا گھر سے نکلا تھا وہ کچھ گھنٹوں بعد یوں سفید کپڑے میں لپٹ کر گھر واپس آئے گا پھر کچھ دیر بعد مسکان کو ہوش آ گیا جب اسے ہوش آیا تو اس نے سب سے پہلا یہ سوال کیا۔ آبان آ گیا ہے کتنی دیر ہو گئی ہے وہ مٹھائی لے کر نہیں آیا سب کا منہ میٹھا کروانا ہے وہ پاپا جو بننے والا ہے مگر وہ ابھی تک نہیں آیا میں ابھی باہر دیکھ کر آتی ہوں جب اس کی نظر چارپائی کے گرد بیٹھے روتے ہوئے لوگوں پر پڑی تو وہ ماہم سے بولی ماہم یہ سب کیوں رو رہے ہیں اور تم تم بھی کیوں رو رہی ہو کوئی مر گیا ہے کیا، پھر ماہم اور زویا اسے پکڑ کر آبان کے پاس لے کر گئی انہوں نے آبان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا جب مسکان کی نظر آبان پر پڑی تو وہ زور سے ہنس پڑی اور بولی ماہم یہ دیکھو آبان تو یہاں سویا ہوا ہے اور ہم مٹھائی کا انتظار کر رہے ہیں وہ آبان کے پاس بیٹھ گئی اور بولی آبان اٹھو مٹھائی لے کر آؤ سب کا منہ میٹھا نہیں کروانا کیا۔ اٹھو آبان تم سو کیوں رہے ہو کیا تمہیں باپ بننے کی ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی اچھا ماہم تم یہاں دھیان رکھو کہ آبان کو کوئی جگائے نہ میں خود لے کر آتی ہوں اور پھر سب مل کر منہ میٹھا کریں گے کیونکہ آبان پاپا بننے والا ہے اتنا کہہ کر مسکان اٹھ کھڑی ہوئی...... آبان کی امی سے یہ سب برداشت نہ ہوا وہ اٹھی اور اس نے مسکان کے منہ پر دو تھپڑ لگائے اور بولی منحوس لڑکی تم نے میرے بیٹے کی جان لے لی تم اور تمہارے ہونے والا بچہ دونوں منحوس ہو میرے آبان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور کر دیا...... مگر آنٹی آبان تو سو رہا ہے ناں میں نے کب چھینا ہے اسے آپ سے پھر بولی ہاں تم سب لوگ تو ناراض تھے ناں ہم سے آبان سے کیا تم لوگوں نے معاف کر دیا تھا میرے آبان کو...... پھر وہ خود ہی بولی ہاں مجھے یاد آیا تم سب نے تو اسے معاف کر دیا تھا اور وہ مٹھائی لینے گئے تھے اور یہاں آ کر سو گئے آنٹی آپ آہستہ بولیں آبان جاگ جائے گا آبان کو شور بالکل بھی پسند نہیں ہے ورنہ وہ ناراض ہو جاتے ہیں...... جب سب لوگ چپ نہ کیے تو مسکان چیخ پڑی اور زور سے بولی چپ کریں سب لوگ آپ کتنا شور مچاتے ہیں میں نے کہا ناں آبان کو شور بالکل بھی پسند نہیں ہے...... وہ پھر سے بے ہوش ہو گئی...... سب مسکان کو سنبھالنے لگے پھر ڈاکٹر کی تھوڑی کوشش کے بعد مسکان کو ہوش آ گیا مسکان کے ہوش میں آنے کے بعد لگ رہا تھا جیسے وہ اب نارمل ہے پھر ڈاکٹر نے بھی بتا دیا کہ وہ اب بالکل ٹھیک ہے...... ڈاکٹر نے عالیہ بیگم کو ساتھ تھوڑی دور لے جا کر بتایا...... جو ڈاکٹر نے عالیہ بیگم کو بتایا وہ سن کر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ڈاکٹر نے بتایا کہ شاید ڈلیوری کے وقت ماں کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے اگر آپ ماں کی زندگی چاہتے ہیں تو آپ اس بچے کو...... آپ سمجھ رہی ہیں ناں کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں ہاں ڈاکٹر میں سمجھ گئی...... ڈاکٹر کی سب باتیں سن کے عالیہ کی آنکھوں کے سامنے اس کا ماضی آ گیا بالکل ویسا ہی

جیسا آج سے کچھ سال پہلے اس کے گھر پر تھا آج رضا احمد کی جگہ آبان احمد تھا اور رخسار کی جگہ مسکان تھی اب گھر سجاد احمد کا تھا اور وہ خود اپنے جوان بیٹے کی میت کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے میت کی شکل میں اور آج گھر ... احمد کا تھا جس کی آنکھوں کے سامنے اس کے پوتے کی میت پڑی تھی اور کل ایک بھائی کے گھر پر قیامت کا پہاڑ ٹوٹا اور آج دوسرے بھائی کے گھر پر...... ماضی پھر سے خود کو دہرا رہا تھا ماضی میں وہ تنہا تھی اس نے تنہا ہی خود اکیلے سب کا مقابلہ کیا تھا اور شاید اس کی جگہ ماہم ہے مگر ماہم کے ساتھ تو اس کے بہت سے اپنے ہیں اس کے ساتھ تو کوئی بھی نہیں تھا...... عالیہ بیگم کی حالت خراب ہونے لگی تو شرمین اور اسماء اسے کمرے میں لے گئیں......

***

رانیہ کے موبائل پر عاشر کی کال آئی اور عاشر نے جب نثار احمد سے بات کرنا چاہی تو رانیہ نے روتے ہوئے عاشر کو سب بتایا وٹ رانیہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو گھر پر اتنا کچھ ہو گیا اور کسی نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا...... پھر عاشر بولا میری ممی سے بات کراؤ پھر رانیہ نے عاشر کی بات وجیہہ سے کروائی تو وجیہہ روتے ہوئے بولی عاشر بیٹا کہاں ہو تم کیسے ہو؟ ہاں مما میں بالکل ٹھیک ہوں تمہیں پتہ ہے عاشر بیٹے اس گھر پر کونسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے ہاں مما مجھے رانیہ نے بتایا ابھی مگر مما یہ سب کیسے ہو گیا؟ بیٹا پتہ نہیں یہ سب کیسے ہو گیا بیٹا تم واپس لوٹ آؤ میں تمہیں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں ہاں مما آپ فکر مت کریں بس میں آ رہا ہوں پاکستان بس آپ حوصلہ رکھیے...... عاشر نے عمیر کو بتایا اور بولا مجھے جلد از جلد پاکستان پہنچنا ہے تو عمیر حیرانگی کے ساتھ بولا عاشر یہ تم کیا کہہ رہے ہو...... مگر تم کیسے پاکستان جا سکتے ہو اور کیسے بھئی جہاز سے میں پیکنگ شروع کرتا ہوں اور تم کال کر کے میری ٹکٹ کنفرم کراؤ اگلی پاکستان کی جو بھی فلائٹ ہے اس کی مگر عاشر تم میرے کہنے کا مطلب نہیں سمجھے عاشر تم پاکستان نہیں جا سکتے مگر کیوں عمیر، عاشر کو نیکٹ کے مطابق جب تک تم یہاں جوب کے 5 سال پورے نہیں کرتے تم پاکستان نہیں جا سکتے عاشر تم نے کیا وہ کونیکٹ پیپر نہیں پڑھا تھا جسے تم نے سائن کیا تھا اس میں سب لکھا تھا مجھے تو لگا تم سب جانتے ہو اور سب جاننے کے بعد ہی تم نے وہ پیپر سائن کیے ہوں گے مگر عمیر نہیں میں تو ایسا کچھ بھی نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے وہ پیپر پڑھے تھے مجھے تو جوب ملنے کی خوشی ہی اتنی تھی کہ میں وہ پیپر سائن کر دیئے بنا ریڈ کیے تو اب عاشر تم 5 سال پورے کرنے کے بعد ہی جوب چھوڑ سکتے ہو اس سے پہلے نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے عمیر میں بوس سے بات کرتا ہوں کوئی فائدہ نہیں عاشر تم صرف 5 سال بعد ہی پاکستان جا پاؤ گے اور اگر تم نے چوری چھپے جانے کی کوشش کی تو تم بہت بڑی مصیبت میں پھنس سکتے ہو مگر یہ سب کیوں عمیر نہیں معلوم عاشر کیوں جہاں تک میں نے سنا ہے بوس نے یہ اصول ہر ورکر کے لیے لاگو کر رکھا ہے جہاں تک میں نے سنا ہے ایک ورکر نے اس اصول کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کی اور وہ چوری اپنے ملک چلا گیا وہ انڈین تھا مگر بوس نے اسے ڈھونڈ کر پولیس کے حوالے کر دیا وہ بھی امریکی پولیس کے حوالے اور تم امریکہ کی پولیس کو تو جانتے ہی ہو...... عاشر، عمیر کی باتیں سن کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا بولا عمیر میں پھر بھی بوس سے بات کرتا ہوں...... ہاں عاشر کر لینا تم اپنی تسلی کیلئے مگر میں جانتا ہوں کوئی فائدہ نہیں......

***

... کی موت کے بعد...... کیا عاشر جلد از جلد پاکستان آ سکے گا؟ یہ سب جاننے کیلئے اگلی قسط ضرور پڑھیں

پیار کی بھول

☑ ......تحریر: مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں | 0334-0321464

محترم شہزادہ صاحب! سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں جناب شہزادہ صاحب اور اس کے بعد جواب عرض کے سٹاف کا کہ وہ ہماری تحریروں کو جواب عرض میں جگہ دیتے ہیں پہلے کی طرح اس بار بھی میں ایک سٹوری لے کر حاضر ہو رہا ہوں جس کا نام "پیار کی بھول" رکھا ہے اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ آپ میری اس سٹوری کو جواب عرض میں ضرور جگہ دیں گے اس کے بعد میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن دوستوں نے میری سٹوری کو پسند کرتے ہوئے فون کال بھی کیں اور میسج وغیرہ بھی کیے ان دوستوں میں سے میں چند دوستوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، ایم اشفاق بٹ، اللہ دتہ مخلص، منظور اکبر تبسم، راشد لطیف صبرے والا، ریاض حسین تبسم، ندیم عباس ڈھکو، مجید احمد جائی، نثار احمد حسرت، سپاہی تنویر احمد، بہت مہربانی میرے پیارے دوستو یہ سب آپ بھائیوں کی دعا ہے اس کے علاوہ انور ساجد صاحب کا بھی بہت شکریہ جو کم از کم ہماری فون کال تو اٹینڈ کرتے ہیں انور ساجد صاحب بہت مہربانی آپ کی۔ سدا خوش رہو آخر پر جواب عرض کے تمام سٹاف کو بہت بہت خلوص اور محبت بھرا اسلام۔

اب تجھے روز یاد نہ کروں تو جسم ٹوٹ سا جاتا ہے دوست
اک عمر ہو گئی تیری یاد کا نشہ کرتے کرتے!!!

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

عشق کرنے کے بھی کچھ آداب ہوا کرتے ہیں
جاگتی آنکھوں میں بھی کچھ خواب ہوا کرتے ہیں
ہر کوئی رو کر دکھائے یہ ضروری تو نہیں
خشک آنکھوں میں بھی سیلاب ہوا کرتے ہیں

وقت اپنی تیز رفتار سے گزرتا رہا کہ آنکھ جھپکتے ہی انسان کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے آج مجھے ماضی کی ہت یادیں ستا رہی ہیں جب انسان اپنے ماضی کو یاد کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ مجھے سکول جانے کا بے حد شوق ہوتا تھا صبح صبح ہی سکول جانے کیلئے تیار ہو جاتا تھا اتنا بڑا بستہ میرے کندھے پر لٹکا ہوا ہوتا تھا میں اپنے بھائی اور چند دوستوں کے ساتھ سکول جایا کرتا تھا جب سکول سے لیٹ ہو جاتے تھے تو استاد ہمیں سزا دیا کرتا تھا اور جب استاد مجھے کبھی کبھار ڈنڈے مارتا تو میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ راستے ہی میں ہوتے تھے چپڑاسی سکول کی گھنٹی بجا دیتا تھا اور ہم لوگ راستے

ہی سے دوڑ لگا لیتے تھے اس لیے کہ کہیں سکول سے لیٹ نہ ہو جائیں اور ہم لوگ اس لیے اکثر لیٹ ہو جاتے تھے کہ گھر سے سکول تقریباً سات آٹھ کلومیٹر دور تھا کم از کم پیدل جانے کا راستہ گھنٹہ ڈیڑھ لگ جاتا تھا اور پھر ہم لوگ سکول بھی لیٹ جایا کرتے تھے خیر یہ تو تھا میرا کچھ سکول کا دور پرائمری تک میں نے گاؤں ہی میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد مجھے شہر کے ہائی سکول میں داخل کروایا گیا اس طرح وقت گزرتا رہا میں آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کر کے نویں کلاس میں آ گیا اس وقت جوانی کی منزل پر قدم رکھ چکا تھا سکول سے جب میں شام کو واپس آتا تو کھانا وغیرہ کھا کر سو جاتا اور شام کے وقت ہاتھ میں کتاب لیے کھیتوں کی طرف چلا جاتا اس طرح وقت کا بے لگام گھوڑا اپنی رفتار سے چلتا رہا کھیتوں کی طرف پڑھنے کے لیے جانا میرا روز کا معمول تھا ایک دن میں انگریزی کی کتاب لیے پڑھ رہا تھا لیکن پڑھنے کیلئے موڈ نہیں بن رہا تھا کتاب میں نے بند کی اور دل ہی دل میں انڈیا کا یہ گانا گنگنانے لگا وہ گیت کچھ اس طرح تھا۔

تم کرو وعدہ دل نہ توڑو گے
پیار کی خاطر دنیا چھوڑو گے

گانا میں نے ختم ہی کیا تھا اور اسی راستے آہستہ آہستہ گھر کو جانے لگا کیونکہ شام ہونے والی تھی جب میں تقریباً تھوڑا ہی آگے گیا ہوں تو مجھے ایک سفید کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی نظر آئی اور ہاتھ میں ایک برتن تھا میرا خیال ہے کہ اس میں دودھ ہی ہوگا جب میں نے اسے دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا جھیل سی آنکھیں رنگت گوری چھوٹا قد موتی جیسے دانت یعنی کہ اس کی کیا تعریف کروں مختصر سی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت ہی خوبصورت بنایا تھا اس اجنبی لڑکی نے بھی میری طرف دیکھا اور میں تو پہلے ہی اس پر نظریں جمائے ہوئے تھا جب چار نظریں آپس میں ملیں تو ایک عجیب سانحہ پیش آیا اس لڑکی نے میری طرف گھور کر دیکھا اور مجھ سے آگے نکل گئی اس کا گھر بھی اسی گاؤں میں تھا جس گاؤں میں میرا گھر تھا لیکن مجھے اس کے گھر کا پتہ نہیں تھا جب رات کو اپنے کمرے میں گیا پڑھنے کو کتاب کھولی تو اجنبی لڑکی کی تصویر آنکھوں میں آ جاتی آخر کار میں نے کتاب بند کر دی اور سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن نیند تو میری آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی رات کے پچھلے پہر نیند کی دیوی نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا جب میری آنکھ کھلی تو اس وقت سورج کی کرنیں کھڑکی سے اندر کی طرف آ رہی تھیں کلاک کی طرف دیکھا تو اس وقت نو بج رہے تھے سکول سے بھی لیٹ ہو چکا تھا امی نے ناشتہ تیار کیا جب میں نے ناشتہ کر لیا تو اس وقت امی نے مجھے سکول کیلئے کہا تو میں نے امی کو جواب دیا کہ امی جان سکول سے تو میں لیٹ ہو گیا ہوں امی نے مجھ سے پوچھا کیا تم رات کو جاگتے رہے ہو کیونکہ صبح تم لیٹ اٹھے ہو میں نے امی جان سے جھوٹ بولا کہ امی جان رات کو کچھ صحت ٹھیک نہیں تھی خیر ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اپنے کمرے میں چلا گیا اور جاتے ہی میں نے ڈیک آن کیا اور گانا سننے لگا وہ گانا کچھ اس طرح تھا!

ہم یار ہیں تمہارے دلدار ہیں تمہارے
ہم سے ملا کرو ہم سے ملا کرو
کوئی شکوہ اگر ہو کوئی شکایت
ہم سے گلہ کرو ہم سے گلہ

گانا ڈیک پر لگا ہوا تھا اور میں نہ جانے اس وقت کن خیالوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک بجلی آف ہوئی تو میں نے جلدی سے ڈیک کا سوئچ بورڈ میں سے اتار دیا آج میں بڑی شدت سے شام ہونے کا انتظار کر رہا تھا کہ اللہ کرے شام ہو جائے اور وہ اجنبی چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آئے آخر کار شام کے سائے ڈھلنے لگے میں بھی آہستہ آہستہ کھیتوں کی طرف چلنے لگا کچھ دیر میں وہاں بیٹھا رہا اس وقت پڑھنے کو تو بالکل جی نہیں چاہ رہا تھا بس اس وقت تو اس اجنبی لڑکی کا انتظار تھا کہ کب وہ میری آنکھوں کے سامنے آئے اور میری ترستی ہوئی آنکھوں کی پیاس بجھائے اسی خیال کے ساتھ ہی میں نے یہ شعر پڑھا۔

ترستی ہوئی نگاہیں تجھے سلام کہتی ہیں
کہ دیکھے ہوئے بہت دن گزر گئے

اس لیے دوستو محبت جو ہوتی ہے وہ کسی سے کی نہیں جاتی بلکہ خود بخود ہو جاتی ہے محبت رنگ روپ شکل نسل ذات پات کو نہیں دیکھتی بس جس پر دل آ جائے دراصل وہ اجنبی لڑکی پہلی ہی نظر میں میرے دل میں سما گئی تھی یعنی کہ میں اسے دل دے بیٹھا تھا خیر میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں اور وہ اجنبی حسینہ دور سے ہی مجھے نظر آئی میں اس وقت تیز تیز قدموں کے ساتھ اس راستے پر پہنچ گیا جس راستے سے اس کو گزرنا تھا جونہی وہ میرے نزدیک آ رہی تھی میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی جونہی وہ میرے پاس سے گزری تو میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور آگے چلی گئی بات وغیرہ اس نے میرے ساتھ نہیں کی اور نہ ہی میں نے بات کرنے کی کوشش کی خیر اس دن بھی وہ چلی گئی میرے دل کو اتنی تسلی ضرور ہوئی کہ وہ مسکرائی ہے چلو اس کا موڈ تو ٹھیک ہوا میں بھی شام کو تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ گھر پہنچا کھانا وغیرہ کھایا اور اپنے کمرے میں چلا گیا کمرے میں بیٹھا اس اجنبی حسینہ کے بارے میں سوچنے لگا کہ اس کو اپنی محبت کے بارے میں کیسے بتایا جائے خیر کچھ دیر کے بعد میں نے ایک کاغذ پنسل لی اور اس کو لیٹر لکھنے لگا لیٹر لکھنے سے پہلے یہ بھی سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں وہ میرے خط کا جواب محبت میں دے گی یا پھر میرا دل توڑ دے گی! خیر میں لیٹر لکھنے بیٹھ گیا اس کی تحریر کچھ یوں تھی!

کیا سنائے گا یہ کاغذ کا ٹکڑا میرے دل کی داستان
مزہ تو تب ہے اسے لگ جائے زباں میری

میرے خوابوں کی شہزادی میرے دل کی دھڑکن پھولوں کی ملکہ سلام محبت سدا خوش رہو اے اجنبی حسینہ جس دن سے آپ کو دیکھا ہے اس دن سے ہی نہ رات کو چین ہے اور نہ دن کو سکون ہے آج میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کاغذ قلم کا سہارا لے رہا ہوں خدا کیلئے میرا دل مت توڑنا اور محبت کا جواب محبت ہی میں دینا ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گا اور دوسرا آپ یہ بتائیں کہ آپ کا نام کیا ہے اور روزانہ آپ کھیتوں کی طرف کس لیے جاتی ہو اور آپ کا گھر کس گلی میں ہے پلیز یہ چیزیں مجھے لیٹر کے ذریعے ضرور بضرور بتاؤ آپ کی مہربانی ہوگی کل میں آپ کے لیٹر کا انتظار کروں گا۔

فقط والسلام آپ کا پیارا کامران!

لیٹر میں نے لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا صبح جلدی اٹھا ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد سکول چلا گیا سکول جا کر بھی میں نے ٹائم گزارا اس دن جمعہ کا دن تھا جلدی چھٹی ہوئی گھر آیا اور کھانا وغیرہ کھا کر سو گیا شام کو میری آنکھ کھلی کلاک پر نظر گھمائی تو اس وقت پانچ بج رہے تھے آج میں اپنے ٹائم کے مطابق لیٹ ہو چکا تھا جلدی جلدی تیار ہو کر اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ گیا چند منٹ انتظار کرنے کے بعد اس اجنبی حسینہ کے راستے پر جا بیٹھا جب وہ میرے نزدیک آئی اور ابھی نزدیک آ رہی تھی تو میں نے دل کو مضبوط کر کے اس کو ہیلو کر کے مخاطب کیا اور اسے وہ کاغذ یعنی کہ وہ لیٹر جو میرے پاس تھا اسے دے دیا اس نے بھی کانپتے ہاتھوں وہ میرا لیٹر قبول کر لیا اور پھر تیز تیز آگے چلی گئی آج میں بہت خوش

تھا کہ میرے محبوب نے آج میرا لیٹر قبول کرلیا ہے اور تھوڑا ڈر بھی رہا تھا کہ وہ لیٹر کہیں میرے ابو کو نہ دے دے خیر اسی کشمکش میں رات گزری۔

کون کہتا ہے کہ تیری چاہت سے بے خبر ہوں میں
بستر کی ہر ایک شکن سے پوچھ کیسے گزرتی ہے رات میری

دوسرے دن سکول سے واپس آکر میں اپنے ٹائم کے مطابق وہاں پر چلا گیا آج میں نے اس اجنبی لڑکی کا بہت انتظار کیا لیکن وہ نہ آئی جب شام ہوئی تو پریشان ہو کر واپس گھر آ گیا اور رات بھر سوچتا رہا کہ پتہ نہیں آج وہ کیوں نہیں آئی شاید وہ کہیں بیمار نہ ہو گئی ہو بس کچھ اس طرح سے دل میں وسوسے پیدا ہونے لگے خیر رات بھر صحیح طریقے سے سو بھی نہ سکا صبح ہوئی اس دن اتوار کا دن تھا سردیوں کا موسم تھا اور میں باہر دھوپ میں بیٹھک کے سامنے کرسی لگائے ڈیک سن رہا تھا اور پریشان بھی تھا گانے کے بول کچھ یوں تھے۔

اک بار چلے آؤ! پھر آ کے چلے جانا!
صورت تو دکھا جاؤ! پھر آ کے چلے جانا!

مہدی حسن کا یہ گانا تھا جونہی گانا ختم ہوا تو میرے پاس ایک چھوٹا سا بچہ آیا انکل انکل یہ خط لو میری باجی نے دیا ہے میں نے وہ لیٹر بچے سے پکڑ کر اپنی جیب میں ڈال لیا اور اس بچے کو پانچ روپے کا نوٹ دے دیا اور وہ بچہ بڑی خوشی سے دوڑتا ہوا واپس چلا گیا میں نے بیٹھک کا دروازہ بند کیا اور لیٹر پڑھنے لگا اس کی تحریر کچھ اس طرح تھی۔

رستوں پہ نہ بیٹھو ہوا تنگ کرے گی
اجڑے ہوئے لوگوں کی صدا تنگ کرے گی
مت ٹوٹ کے چاہو آغاز سفر میں اتنا
بچھڑے گا تو ایک ایک ادا تنگ کرے گی

سلام محبت کامران صاحب جتنی محبت آپ مجھ سے کرتے ہو اس سے بھی زیادہ محبت میں تم سے کرتی ہوں لیکن کیا کروں زمانے سے ڈرتی ہوں کہ لوگ کیا کہیں گے باقی آپ نے میرے بارے میں پو... ہے میرا نام شبانہ ہے اور میں آپ کے گھر سے تیر... گلی میں رہتی ہوں اور ادھر کھیتوں میں ایک ڈیرہ... میں وہاں سے روزانہ دودھ لینے کیلئے جاتی ہوں... نے حال ہی میں میٹرک کیا ہے اور آگے مجھے... والے پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے میرا یہ لیٹر پڑھ... پھاڑ دینا کیونکہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو قیامت برپا ہو جائے گی باقی پلیز میرے ساتھ دھوکہ کبھی نہ کرنا ورنہ میں مر جاؤں گی ابھی اجازت چاہتی ہوں۔

فقط والسلام آپ کی اپنی شبانہ کامران!

خط میں پڑھ کر بہت خوش ہوا آج تو ایسے معلوم ہو رہا تھا مجھے میری کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہو مختصر سی بات کہ میں اس دن بہت خوش تھا اس طرح ہماری محبت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہم ایک دوسرے کو لیٹر وغیرہ لکھتے رہے اور ہماری محبت پروان چڑھتی گئی اس دن تو مجھے ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے مجھے میری کھوئی ہوئی دولت مل گئی ہو پیار محبت کی قسمیں کھاتے رہے وہ روزانہ دودھ لینے کیلئے جاتی تو وہاں ہم دونوں بیٹھ کر رات گئے تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہتے معمول کے مطابق آج شام کو جب میں شبانہ سے ملا تو شبانہ بہت ہی پریشان تھی میں نے شبانہ سے پریشانی کی وجہ معلوم کی تو شبانہ نے مجھے بتایا کہ کامران شاید آج کے بعد میں آپ کو اس جگہ دوبارہ نہ مل سکوں میں بھی پریشان ہو گیا اور اس سے نہ ملنے کی وجہ دریافت کرنے لگا تو اس وقت پھر شبانہ نے مجھے بتایا کہ کل میں آپ سے جدا ہو جاؤں گی اور یہ بھی پتہ نہیں کہ دوبارہ کب ملاقات ہو گی تو میں نے پوچھا کہ آخر آپ کہاں جا رہی ہو جو مجھے مل نہیں پاؤ گی تو اس وقت شبانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور قارئین یقین کریں کہ شبانہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میری بھی آنکھیں برسات کی طرح برسنے لگیں۔ جب دو... کرنے والے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں...

...وقت نہ جانے کیسا منظر نظر آتا ہے شبانہ نے مجھے ...لاہور سے میری خالہ آئی ہے اور اس نے امی ...ہے کہ فرزانہ کو سکول سے چھٹیاں ہیں اور وہ ...گھر میں رہتی ہے تو میں نے سوچا کہ چلو شبانہ کو ساتھ گھر لے جاتی ہوں ایک تو یہ کپڑوں کی سلائی کا کام سیکھ لے گی اور دوسری بات کہ فرزانہ سے بھی مل لے گی اس بات پر میری امی نے ہاں کر دی ہے اس لیے مجھے اب مجبوراً کل لاہور جانا ہو گا اس شام کو ہم دونوں کافی دیر کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور ساتھ یہ بھی وعدہ کیا کہ ایک دوسرے کو لیٹر وغیرہ لکھتے رہیں گے اس شام کو میں شبانہ سے جدا ہو گا اور گھر آ کر بھی بہت پریشان رہا امی نے پریشانی کی وجہ معلوم کی تو میں نے طبیعت خراب کا بہانہ بنایا پوری رات شبانہ کے خیالوں میں کھویا رہا جب صبح اٹھا تو آنکھیں نیند نہ آنے کی وجہ سے سرخ تھیں اس بات پر مجھے ایک شعر یاد آ رہا ہے۔

اتنا اداس تھا کہ سویا نہ رات بھر!
پلکوں سے لکھ رہا تھا تیرا نام چاند پر!

خیر ناشتہ وغیرہ کیا نہ کیے جانے کے برابر اور اداس قدموں کے ساتھ اس اڈے پر پہنچ گیا جس اڈے سے شبانہ اور اس کی خالہ نے لاہور کیلئے جانا تھا میں کچھ دیر اس بس سٹاپ پر ان کا انتظار کرتا رہا پندرہ بیس منٹ گزرنے کے بعد شبانہ مجھے دور سے نظر آئی آخر کار وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس بس سٹاپ پر پہنچ گئی اور مجھے بڑی الوداعی نظروں سے دیکھنے لگی اس کی خالہ مجھے گھور گھور کر دیکھ رہی تھی کیونکہ میں شبانہ کی طرف نظریں جمائے ہوئے تھا آخر کار تھوڑا انتظار کرنے کے بعد سٹاپ پر ایک بس رکی اور میری شبانہ اور اس کی خالہ دونوں سوار ہو گئیں شبانہ کھڑکی میں سے ہاتھ ہلا کر مجھے بائے بائے کر رہی تھی اور اس وقت میری آنکھیں برسات کی طرح برس رہی تھیں تو اس موقع پر مجھے ایک شعر یاد آیا جو کہ میں نے اپنے آپ کو سنایا۔

آنکھوں میں انتظار کے لمحات سونپ کر
کوئی نیندیں بھی لے گیا اپنے سفر کے ساتھ

اس کے بعد شبانہ کو روانہ کر کے میں بوجھل قدموں کے ساتھ گھر واپس آ گیا اور پریشان رہنا میری عادت بن گئی تھی کچھ دنوں کے بعد میرے میٹرک کے امتحانات بھی ہونے والے تھے تیاری بھی بالکل نہیں تھی میں تو پیار محبت کے چکروں میں تھا تعلیم کے بارے میں تو میں نے کبھی دھیان ہی نہیں رہا تھا آخر کار وہ دن بھی آ گیا جس دن میرا ریاضی کا پیپر تھا کچھ دن کے بعد میرے امتحانات ختم ہو گئے اور میں مکمل طور پر فارغ ہو چکا تھا اب مجھے رزلٹ کا انتظار تھا شبانہ کو بھی لاہور گئے ہوئے ایک ماہ گزر چکا تھا اس کا بھی کوئی لیٹر وغیرہ نہ آیا اسی وجہ سے میں بہت پریشان تھا کہ پتہ نہیں شبانہ میری جان کا لیٹر کیوں نہیں آیا ایک دن میں اپنے کمرے میں بہت اداس غمگین گانے سن رہا تھا بلکہ رو بھی رہا تھا میں زیادہ تر مہدی حسن کو پسند کرتا ہوں خیر میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں کہ اچانک میرے گھر کی بیل نے ہارن بجایا میں جلدی سے باہر گیا تو ڈاکیا دروازے پر موجود تھا اور اس نے مجھے ایک لیٹر دیا جو کہ لاہور سے شبانہ نے میری طرف ارسال کیا تھا لیٹر دیکھ کر میں بہت ہی خوش ہوا اب اس لیٹر کو میں بیٹھک میں بیٹھ کر پڑھنے لگا اس لیٹر کی تحریر کچھ اس طرح تھی۔

سلام محبت!

سدا خوش رہو میری جان کامران صاحب میں خیر خیریت سے لاہور پہنچ گئی تھی آپ کی یادیں مجھے ستاتی رہیں کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یقین کرو رات دن آپ کی یادیں میری ساتھ ساتھ ہیں میرے خوابوں کے شہزادے میں بالکل آپ کو نہیں بھولی لیٹر لکھنے میں ذرا دیر ہو گئی جس کی میں آپ سے معذرت خواہ ہوں میرا ادھر بالکل دل نہیں لگتا آپ

پریشان نہ ہونا میں بہت جلد واپس آجاؤں گی میرے اس لیٹر کا جواب ضرور دینا میں آپ کے خط کا انتظار کروگی ابھی اجازت چاہتی ہوں۔

فقط والسلام، آپ کی خیر اندیش شبانہ کامران

خط پڑھ کر میں بہت خوش ہوا دوسرے دن میں نے اس کا جواب لیٹر لکھ کر پوسٹ کردیا اس طرح ہماری خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا وقت گزرتا رہا ایک دن میں بازار کسی کام کی غرض سے گیا تو وہاں مجھے میرا ایک دوست ملا اور اس نے مجھے بتایا کہ کامران دو تین دن کے بعد میٹرک کا رزلٹ آؤٹ ہورہا ہے میں نے کہا چلو ٹھیک ہے پتہ چل جائے گا تیسرے دن ہمارا رزلٹ آگیا کتابوں والی دکان پر رش ہی رش لڑکے اپنے رزلٹ کا پتہ کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے خیر اپنے نمبر آنے پر میں نے بھی اپنا رول نمبر لکھ کر آگے دیا تو میں پاس ہوگیا میٹرک میں سے میرے سائنس کے ساتھ 485 نمبر آئے اور میں پاس ہوگیا خوشی خوشی گھر پہنچا گھر والوں کو یہ خبر سنائی گھر والے بھی بہت خوش ہوئے اور دوسرے دن میں نے شبانہ کو بھی لیٹر لکھا جس میں میں نے اپنے پاس ہونے کی خوشخبری بھی لکھی اس کے بعد میں مکمل طور پر فارغ ہوگیا گھر والوں نے تو مجھے آگے پڑھنے کیلئے کہا لیکن مجھے خود ہی پڑھنے کا شوق نہیں تھا میں نے آگے تعلیم حاصل نہ کی اور کھیتی باڑی میں مصروف ہوگیا ایک دن میں اپنے کھیتوں کو پانی لگائے ہوئے تھا تو وہاں میرا ایک دوست جس کا نام ارشاد ہے اس نے مجھے وہاں جاکر ایک لیٹر دیا میں وہیں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر لیٹر پڑھنے لگا وہ لیٹر شبانہ کا تھا اور شبانہ نے اس لیٹر میں لکھا تھا کہ میں بہت جلد واپس آرہی ہوں کیونکہ چھٹیاں ابھی ختم ہونے والی ہیں اس دن خط پڑھ کر میں بہت خوش ہوا کہ چلو میری شبانہ واپس تو آرہی ہے اس طرح وقت گزرتا رہا ایک دن میں ڈیک لگائے ہوئے بہت پریشان تھا اور مہدی حسن کا ایک گیت سن رہا تھا۔

عشق سچا ہے تو پھر وعدہ نبھانا ہوگا
تجھ کو آنا ہوگا تجھ کو آنا ہوگا

یہ گانا بھی سن رہا تھا اور شبانہ کی یادوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک میرے گھر کی بیل بجی میں نے جلدی سے دروازہ کھولا تو سامنے اپنے دوست ارشاد کو دیکھا ارشاد نے مجھے آتے ہی خوشخبری سنائی ارشاد میرا دوست ہی نہیں تھا بلکہ میرا کزن بھی تھا اور بہت اچھا رازدان بھی تھا ارشاد نے مجھے آتے ہی کہا کامران تمہاری شبانہ واپس آگئی ہے میں نے اسے اپنے گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے میں نے یہ بات سنی تو خوشی سے کود پڑا اس وقت میں بہت ہی خوش تھا اب میں اپنی محبوبہ کو ملنے کیلئے تڑپ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس کا دیدار کیا جائے۔

میری زندگی کے مالک میرے دل پہ ہاتھ رکھ لے
تیرے آنے کی خوشی میرا دم نکل نہ جائے

میں نے اسی وقت ایک چھوٹے بچے کو پیغام دے کر بھیجا کہ شبانہ کو کہنا کہ جتنا جلدی ہوسکے وہ مجھ سے ملاقات کرے واپسی جواب پر بچے نے کہا کہ انکل شبانہ کہہ رہی ہے کہ میں آپ کو رات کو ہر حالت میں ملوں گی اب میں رات کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے آخر کار رات بھی ہوگئی شبانہ گھر سے بہانہ بنا کر باہر آئی اور ساتھ ہی کپاس کے کھیت تھے میں وہاں پہلے ہی سے اس کا انتظار کر رہا تھا جب میں نے شبانہ کو دیکھا تو خوشی سے پاگل ہوتا جارہا تھا ایکدم میں نے اپنی دونوں بازو شبانہ کے گلے میں ڈال دیے اور دیر تک اس کے گلے سے لگا رہا اور وہ بھی میرے گلے لگی رہی جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو شبانہ کی آنکھوں میں

مجھے تیرتے ہوئے آنسو نظر آئے تو میں نے شبانہ سے وجہ دریافت کی کہ شبانہ کیا میرا ملنا تجھے اچھا نہیں لگا تو اس وقت شبانہ مسکراتے ہوئے بولی نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے کامران یہ تو خوشی کے آنسو ہیں خیر دیر تک ہم ایک دوسرے سے پیار محبت کی باتیں کرتے رہے شبانہ نے مجھے پاس ہونے کی مبارک باد بھی دی اس طرح ہماری تقریباً دو گھنٹے کی ملاقات ہوئی اس کے بعد شبانہ نے مجھ سے اجازت مانگی اور دوسرے دن ملنے کا وعدہ کیا اور گھر چلی گئی اس طرح دوبارہ ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا ایک دن میں نے شبانہ سے کہا کہ اب شبانہ میں تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں یعنی مختصر سی بات ہے میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں جب میں نے شبانہ سے یہ بات کی تو اس وقت شبانہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے میں نے حیران ہو کر پوچھا کیا شبانہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو کیا تم مجھ سے شادی نہیں کروگی تو اس وقت شبانہ نے مجھے بتایا کہ کامران صاحب ایسی تو کوئی بات نہیں ہے لیکن ہمارا ایک ہونا بہت مشکل ہے میں نے کہا آخر کون سی ایسی دیوار ہے جو ہم دونوں کے درمیان میں کھڑی ہوگئی ہے تو شبانہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے کہا کہ اگر ہمت رکھتے ہو تو پھر سنو میری بچپن ہی سے منگنی میرے گھر والوں نے میری خالہ کے بیٹے سے کردی تھی جو اس وقت امریکہ سے اپنی تعلیم حاصل کرکے واپس آگیا ہے اور اب وہ لوگ شادی کیلئے کہہ رہے ہیں جب میں نے یہ بات سنی تو میرا دل پھٹنے لگا اور آنکھوں میں بے اختیار آنے لگے اور ابھی بھی میری آنکھوں میں آنسو جاری ہیں تو اس وقت میری زبان سے یہ شعر نکلا۔

تجھ سے بچھڑ کے نہ کسی کا اچھا لگا ملاپ مجھے
شجر پہ بیٹھے ہوئے پرندے بھی اڑا دیئے میں نے

کئی دفعہ ہم دونوں نے گھر سے بھاگ جانے کا منصوبہ بنایا لیکن اس ظالم سماج سے ڈرتے رہے کہ یہ لوگ ہمیں بعد میں نہیں جینے دیں گے آخر کار میں نے اپنی امی سے نہ چاہتے ہوئے بھی بات کردی کہ امی جان آپ شبانہ کے والدین سے شبانہ کے رشتے کی بات کرو تو امی جان نے کہا بیٹا ہم غریب لوگ ہیں اور وہ ہمیں رشتہ نہیں دیں گے لیکن میں پھر بھی آپ کی خوشی کی خاطر چلی جاتی ہوں امی جان ان کے گھر گئی تو شبانہ کے گھر والوں نے امی جان کی بہت عزت کی جب رشتے کی بات ہوئی تو شبانہ کے امی ابو نے کہا کہ شبانہ کا رشتہ ہم لوگ شبانہ کی خالہ کے بیٹے کے ساتھ کر چکے ہیں لہٰذا یہ رشتہ ہم لوگ آپ کو کیسے دیں جب امی نے یہ بات سنی تو واپس آگئی میں نے امی سے پوچھا کہ امی جان شبانہ کے والدین نے کیا کہا ہے تو اس وقت امی نے مجھے بتایا کہ بیٹا انہوں نے کہا ہے کہ ہم لوگ بچپن ہی سے شبانہ کا رشتہ اس کی خالہ کے گھر طے کر چکے ہیں لہٰذا یہ رشتہ اب نہیں ہوسکتا جب میں نے یہ بات سنی تو آنکھوں میں بے اختیار آنسو آنا شروع ہوگئے جب امی نے مجھے دیکھا کہ کامران کی آنکھوں میں آنسو ہیں تو امی جان کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے امی جان مجھے کہتی ہے کامران بیٹا میں جانتی ہوں کہ تم شبانہ سے بہت محبت کرتے ہو لیکن اب ہم کیا کرسکتے ہیں اب ہم لوگ مجبور ہیں اس لیے دل پر پتھر رکھ لو اور اسے اپنے دل سے نکال دو میری اس محبت کے بارے میں سب کو پتہ چل چکا تھا دن گزرتے رہے اور ہماری کبھی کبھار ملاقات بھی ہوجاتی لیکن میری جب بھی شبانہ کے ساتھ ملاقات ہوتی میرے دل میں یہی بات جنم لیتی کہ شبانہ تو کسی اور کی امانت ہے لیکن پھر بھی میں تم سے محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا شبانہ اگر تمہاری شادی بھی ہوگئی تو پھر بھی

میں تم سے محبت کرتا رہوں گا شبانہ مجھے اس بات کا بہت دکھ ہے کہ آپ نے مجھے آج تک یہ بات نہیں بتائی کہ میں کسی اور کی امانت ہوں اور میری منگنی بچپن ہی سے ہو چکی ہے شبانہ یہ آپ نے مجھے بہت بڑا دھوکہ دیا ہے تو اس وقت شبانہ نے مجھے بتایا کہ میرے سپنوں کے راجہ کامران صاحب مجھے بھی اس بات کا اس وقت علم ہوا جب میں خالہ کے ساتھ لاہور گئی تھی تو ایک دن مجھے میری خالہ کی بیٹی فرزانہ نے بتایا کہ شبانہ تم تو میری بھابی ہو تو اس وقت میں نے کہا کہ فرزانہ یہ تم کیسی بات کر رہی ہو میں آپ کی بھابی نہیں بن سکتی تو اس وقت مجھے فرزانہ نے کہا شاید شبانہ آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ آپ کی منگنی بچپن ہی سے میرے بھائی ریاض سے ہو چکی ہے جب میں نے یہ بات سنی تو یقین کرو کامران میرے پاؤں سے زمین نکل گئی تو اس وقت میرا دل پاش پاش ہو گیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

جب وقت پڑا گلشن پہ تو خون ہم نے دیا
جب بہار آئی تو کہتے ہیں تیرا کام نہیں

کیہ میں تو ایک معصوم انسان کامران سے محبت کرتی ہوں اس کا کیا بنے گا جب اس کو اس بات کا پتہ چلے گا اس کے دل پر کیا گزرے گی جب یہ ساری باتیں مجھے شبانہ نے بتائیں تو اس میں شبانہ بھی بے قصور تھی ایک دن میں نے شبانہ کو ملاقات کرنے کیلئے رات کا ٹائم دیا شبانہ اپنے ٹائم کے مطابق مجھے ملنے کیلئے وہاں آ گئی ابھی شبانہ کو میرے پاس آئے ہوئے تقریباً دس منٹ ہوئے تھے کہ پیچھے سے اچانک اس کا بھائی آ گیا اس نے شبانہ کو میرے ساتھ دیکھا تو شبانہ کو مارتا پیٹتا ہوا اسے گھر لے گیا اور گھر جا کر بھی کافی مارا اور اس پر پابندیاں لگا دیں کہ تم آج کے بعد گھر سے باہر نہیں نکلو گی اور مجھے بھی دھمکی دی کہ میں نے اگر آج کے بعد کامران صاحب کو اگر اپنی گلی میں دیکھا تو ٹانگیں توڑ دوں گا اب شبانہ پر پابندیاں عائد ہو گئیں پہلے تو کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی تھی اب شبانہ سے ملاقات کیلئے تقریباً کوئی دو ماہ گزر گئے لیکن شبانہ سے میری ملاقات نہ ہو سکی حالانکہ میں اپنی جان شبانہ سے نہ ملے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اب میری یہ حالت بن گئی تھی کہ مجھے لوگ دیوانہ اور نہ جانے کن کن القاب سے پکارتے تھے۔

کیا حال پوچھتے ہو دوستو میرے کاروبار کا
میں تو اندھوں کے شہر میں آئینے بیچتا ہوں

نہ کوئی کھانے کا ہوش نہ نہانے کا ہوش بس ہر وقت زبان پہ یہی الفاظ رہتے ہائے شبانہ میری جان تو کہاں ہے جب امی جان نے میری یہ حالت دیکھی تو رونے بیٹھ گئی بیٹا کامران مجھ سے آپ کی یہ حالت نہیں دیکھی جا سکتی آپ خدا کیلئے اس شبانہ کی بچی کو بھول جاؤ۔

تمنا وہ تمنا کیا جو دل کی دل میں رہ جائے
جو مر کر بھی نہ پوری ہو اسے ارمان کہتے ہیں
اب وہ تمہیں نہیں ملے گی وہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے

امی جان لگاتار باتیں کر رہی تھی اور میں نہ جانے اس وقت کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک میری حالت اتنی خراب ہوئی کہ مجھے ہسپتال لے گئے میں بے ہوش ہو چکا تھا گھر والوں نے ڈاکٹر سے بے ہوشی کی وجہ دریافت کی تو ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اسے بہت دلی صدمہ ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ بے ہوش ہو گیا تھا اور اب یہ تمہارا بیٹا احساس کمتری کا شکار ہو چکا ہے آپ نے اسے کون سا ایسا دلی صدمہ دیا ہے جس کی وجہ سے اس نے یہ حالت بنا رکھی ہے تو اس وقت امی نے تمام صورتحال سے ڈاکٹر صاحب کو آگاہ کیا تو اس وقت ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ممکن حد تک اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرو ورنہ یہ لڑکا پاگل ہو جائے

گا جب میرے ہسپتال کی خبر شبانہ کو ملی تو شبانہ گھر سے فرار ہو کر اپنی کسی سہیلی کے ساتھ ہسپتال پہنچ گئی جب شبانہ نے میری یہ حالت دیکھی تو اس وقت زارو قطار رونے لگی کامران یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔

ان کے آنے سے جو منہ پر آ جاتی ہے رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

جب امی جان کو پتہ چلا کہ شبانہ گھر سے فرار ہو کر یہاں ہسپتال میں آئی ہے تو اس وقت امی جان نے کہا بیٹی شبانہ خدا کیلئے یہاں سے آپ چلی جائیں ورنہ آپ کے گھر والے میرے بیٹے کو مار ڈالیں گے لیکن شبانہ نے بڑی تسلی سے کہا انٹی کوئی بات نہیں ہے بدنام تو میں ویسے بھی ہو چکی ہوں لیکن میں آخری سانس تک اپنے محبوب کامران کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی اگر ساتھ چھوڑ دیا تو تو لوگ کیا کہیں گے اس لیے اب جو قیامت آئے گی اسے روک لیا جائے گا شبانہ اپنی سہیلی کے ساتھ وہاں بیٹھی رہی اور میرے بارے میں پوچھتی رہی کہ آپ کیسے ہسپتال میں آئے تو اس وقت میں نے وہ تمام تر تفصیل شبانہ کو بتائی مجھے آج ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے میں شبانہ سے صدیوں کے بعد ملا ہوں ادھر گاؤں میں تو ہر طرف ہنگامہ ہو گیا کہ شبانہ اپنے محبوب کے ساتھ فرار ہو گئی ہے آخر کار کسی نہ کسی طرح اس کے بھائی کو پتہ چل گیا کہ وہ یقیناً ہسپتال میں کامران کے پاس گئی ہو گی ابھی شبانہ میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی کہ وہاں پر شبانہ کا وہی بھائی جس نے ہمیں پہلے دیکھا تھا وہاں پہنچ گیا اور آتے ہی شبانہ کی بچی تم ادھر کیوں آئی ہو اور ساتھ ہی اس کا بازو پکڑا اور اسے ساتھ لے گیا میں تو بس دیکھتا ہی رہ گیا پھر دوبارہ شبانہ کو مارا پیٹا گیا شبانہ میری جان کو یہ مار صرف اور صرف میری وجہ سے پڑی مجھے اس چیز کا انتہائی دکھ ہے مگر میں کر ہی کیا سکتا۔

خیر اس کے بعد ساتھ ہی شبانہ کی شادی کی تاریخ مقرر کر دی میری بھی ہسپتال سے ٹھیک ہو کر گھر آ گیا تھا جب شبانہ کی دوسرے دن بارات آئی تھی تو اس رات میری شبانہ سے پھر ملاقات ہوئی جو کہ ہماری آخری ملاقات تھی اس کے بعد دوسرے دن شبانہ کی بارات آئی بڑی شنائیاں بج رہی تھیں ابھی شبانہ کی رخصتی نہیں ہوئی تھی تو میں اپنے کمرے میں ڈیک پر یہ گانا سن رہا تھا اور آنکھیں پانی کی بجائے خون بہا رہی تھیں۔

مبارک یہ شادی تمہاری
سدا خوش رہو یہ دعا ہے ہماری

آخر کار میری شبانہ کو دلہن بنا کر وہ لوگ ساتھ لے گئے۔

جن سے برسوں سے ملنے کی دید تھی وہ راہ میں ملے تو یوں ملے
میں نظر ملا کے تڑپ گیا اور وہ نظر جھکا کے چلے گئے

اب میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ کامران تو کتنا پاگل تھا کہ تو نے شبانہ سے کیوں محبت کی تھی کاش مجھے اس بات کا علم ہوتا تو میں کبھی بھی محبت نہ کرتا دوستو اب جی بھی رہا ہوں لیکن نہ جینے کے برابر اب شبانہ کی شادی کو پورے دو سال کا عرصہ ہونے والا ہے اس کا ایک بیٹا بھی ہے لیکن میری اس سے ملاقات نہیں ہو سکی دوستو یہ ظالم دنیا انسان کو کسی حال پر نہیں چھوڑتی کاش کہ شبانہ کے گھر والے مان جاتے کاش شبانہ کی منگنی نہ ہوئی ہوتی قارئین آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس میں قصوروار کون ہے؟

اپنے کردار سے عاری ہوں میرے ساتھ نہ چل
میں خود آپ پہ بھاری ہوں میرے ساتھ نہ چل
میں تو شعلوں کا پجاری ہوں میرے ساتھ نہ چل
بیچ دیتا ہوں اک روز یہ دنیا رند بلوچ
میں تو ایسا لاپرواہ بیوپاری ہوں میرے ساتھ نہ چل
اپنے کردار سے عاری ہوں میرے ساتھ نہ چل

❀❀❀

اے دلِ نادان

☑ ...... تحریر: پریا دُعا، اٹک

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم سدا خوش رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی عطا کرے آمین کافی عرصہ کے بعد آج دوبارہ اس خوبصورت بزم میں شرکت کر رہی ہوں امید ہے کہ ضرور جگہ دیں گے ایک دکھی لڑکی کی سچی کہانی ''اے دلِ نادان'' لیکر حاضر ہوئی ہوں امید ہے آپ سب کو پسند آئے گی۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

بین کرتی ہوئی آنکھیں
یہ پریشان زلفیں......
اور کیا چاہتے ہو
اس سے محبت کر کے!

کون بھول پاتا ہے پیار میں گزرے پل؟؟؟ پیار و محبت میں بیتے شب و روز بھلانا کسی کے بس میں نہیں ہوتا اگر کوئی بھول بھی سکتا ہے تو ہمیں بھلا کیا غرض...... بات تو ہمارے دل نادان کی ہے جو تمہیں بھلا کے بھی نہ بھول پایا...... بھلاتے بھی تو کیسے؟؟ جانتے ہو ناں...... خود کو خودی سے جدا کر کے تمہیں خود میں بسایا تھا...... روح کو تمہاری محبت سے معطر کیا تھا...... سپنوں کی حسین دنیا چھوڑی تھی...... کس کیلئے؟ صرف اور صرف تمہارے لیے...... کیا کہیں اب ہم...... وہ احساس کیسا تھا تم سے ہمدردی ہو چلی تھی؟ یا اس نگاہ کی بھول تھی؟؟ یا پھر تمہاری نظر کا کمال؟؟؟

نجانے اک نگاہ میں کیا لے گیا کوئی
میری تو زندگی بھی...... چرا لے گیا کوئی......!

اوہ...... کہیں غلطی ہے...... مگر کہاں؟؟ ارے ہاں یاد آیا...... غلطی تو یہ ہے کہ آپ کو تم کہہ رہے ہیں ہم...... ہم بھی کتنے پاگل ہیں ناں! اور ہم سے بڑھ کر پاگل ہمارا دل...... یاد تو ہوگا آپ کو کہ آپ سے تم پہ ہمیں آپ لائے تھے......

اور آج پھر ''تم'' سے ''آپ'' پہ لانے والے آپ ہو...... لیکن پیارے تب ''آپ'' سے ''تم'' پہ آنا اچھا لگا تھا دل مسرتوں سے کھل اٹھا تھا! آپ کا وہ کہنا کہ مجھے تم کہہ کے بلایا کرو...... سکون دے گیا تھا۔ آپ سے تم کا سفر خوشگوار تھا آسان تھا...... آنکھ جھپکتے ہی گزر گیا تھا۔ مگر...... تم سے آپ تک کیسے لائے ہم کو......؟؟ چکنا چور کیا میرا ہر سپنا...... روح کو چھلنی کر ڈالا...... دل کو بے دردی نے ایسا توڑا کہ سمیٹ ہی نہ پائے ہم...... پھر ہمیں تم سے آپ پہ لے آئے بے درد اور میرے بے درد سچ مانو تم سے آپ تک کا سفر بہت کٹھن نکلا...... معلوم ہے کیوں؟؟ کیونکہ رہتے

کانٹوں سے سجے تھے...... ٹوٹے دل کے ٹکڑے چنتے ہاتھوں کو زخمی کر بیٹھی اور آنکھیں بھی برسنے لگی تھیں...... کسی تنہا، تڑپتے زخمی مسافر کی سی حالت تھی اپنی...... ٹوٹے سپنے، بکھرے ارمان کیا ہوا حاصل بے بسی کا چھایا عالم کیا کرے یہ دل......!

وہ بناوٹی دکھ سجا رکھا تھا آپ نے اپنے چہرے پہ کہ آپ کزن کو بہت چاہتے تھے مگر اس نے آپ سے بے وفائی کی...... پھر کیا تھا دل تو ہمارا پہلے ہی بہت نرم تھا...... اک ہمدردی جاگی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی پھلکی بات کر لی...... مگر اب تک گم ہم اس بچپن کے سپنے میں تھے۔ دو دن ہی گزرے بات کیے کہ آپ نے پیار و محبت کا ذکر چھیڑ دیا اگر آپ میرا ساتھ دیں تو میں ہر دکھ بھول سکتا ہوں اور اس بے وفا کزن کی مہندی پہ ہی آپ کو دیکھا تو جیسے اس کی بے وفائی بھی بھول گیا اک آپ ہی تو ہو جسے دیکھ کے خود کو بھی بھول بیٹھا ہوں مجھے آپ سے بے پناہ پیار ہو چکا ہے اگر آپ نے ساتھ نہ دیا تو میں کبھی خوش نہ رہ پاؤں گا...... اور ہم ٹھہرے معصوم ذہن والے...... یاد تو ہوگا آپ کو کیا کہا تھا ہم نے......! یہ کیا بات کر رہیں ہیں آپ...... ایسا نہیں ہو سکتا...... بھلا مجھ سے پیار کیوں اور پھر آپ تو واقف ہیں میری گھریلو پرابلمز سے...... مگر ضد کے آپ بھی پکے تھے میری ایک دو سنتے اور کہا کہ چلو سوچنے دو...... پھر کیا تھا...... ہار بیٹھے دل...... آپ کو ذکھی جان کر ٹھان لی ساتھ بیٹھا کے لی ...... خوب وعدے قسمیں اور اقرار و اظہار ہوئے......

اپنا سپنا بھی چھوڑ دیا...... سوچا کسی گرے ہوئے کو تھامنا قدرے خوش نصیبی ہے اپنا سپنا پورا کرنے سے اور پھر...... چل پڑے ہم آپ کا ہاتھ تھامے محبت کی راہوں پہ...... بتایا تھا نہ آپ کو کہ کبھی ہم سے جھوٹ مت بولنا اگر غلط فہمی ہو جائے تو بتا دینا مگر جھوٹ، دھوکہ نہیں...... ماضی کے متعلق بھی آپ سے پوچھا...... کچھ تو آپ نے بتایا مگر اصل باتیں آپ چھپا گئے اور جب ہمیں اوروں کی زبانی معلوم ہوئیں تو من ہوا مر جائیں...... مگر پھر بھی آپ کی نادانی جان کر چپ کر گئے...... مگر آپ نادان کب تھے؟؟ آپ تو فریبی تھے، جھوٹے تھے اور کمال کے ستم گر تھے۔ آپ تو بس ہمیں رلانا ہی چاہتے تھے...... سو گر تا نہ کبھی درد کی منجدھار میں ساتھی ہو جاتے میرے ناؤ کے پتوار اگر تم...... اور ہمارا دیوانہ پن بھی عروج پر تھا...... ہم ہر بار آپ کو معاف کر دیتے اور بھروسہ کر لیتے آپ پر...... چوبیس گھنٹوں میں سے پانچ یا چھ گھنٹے ہی بات نہ ہوتی تھی جب نیند کی آغوش میں ہوتے تھے مگر اپنی تو سکون بھری نیند بھی کھو چکی تھی...... آنکھ بند کرتے ہی ایسے سپنے آتے کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں گے اگلی صبح آپ کو کہتی کہ آپ چھوڑ جاؤ گے مجھے مگر آپ مسکرا دیتے رو دیتے یا ڈانٹ دیتے کہ تمہارا وہم ہے...... اور ہم بھی چپ سادھ لیتے...... روز چار، پانچ بار اک دوجے کو دیکھ نہ لیتے تو چین نہ آتا...... شب و روز گزرنے لگے مستقبل کے خواب بننے میں مگر اک خوف جدائی ہر وقت اس دل نادان پہ مسلسل رہتا...... وہ کیا سلسلہ تھا...... نگاہوں کا نگاہوں سے...... دل کا دل سے اور روح کا روح سے...... اور یہ سلسلہ ڈیڑھ سال ہی رہا شاید! پھر وہی ہوا جو خوف تھا...... بدل گئے آپ...... مگر کیوں بدلے آپ...... شاید آپ پاکیزہ محبت سے تنگ آ چکے تھے یا پھر برے دوستوں کی صحبت میں برے ہو چکے تھے حد سے بڑھ کر مجھے رلایا، دھوکے دیئے اور بے انتہا جھوٹ بولے...... ختم کر دیا سب کچھ...... رابطے بھی ٹوٹ گئے...... سب آپ نے خود کیا...... ہم تو موت کی دہلیز سے لوٹے پھر بھی آپ کو پرواہ نہ ہوئی ہماری......

میں اس کی چاہت سمیٹنے میں
کچھ اس طرح سے مگن ہوئی
کہ جیسے چڑیا اناج دیکھے
زمین پر اترے

اپنا کو چگنے میں یوں مگن ہو
ذات کو بھی بھلا کے رکھ دے
اک شکاری......
خاموشی سے اس کو
میں قید کرے......
اس کی چاہت کو
دانہ ہی چگ رہی تھی
وہ شکار
مجھے بھی پنجرے میں قید کر کے
محبتوں کا اناج دے کے
اور اک پیالی میں
آس و امید کا آب رکھ کے
چلا گیا ہے......

سب بھول گئے آپ...... سب کچھ...... وہ ہر دکھ وہ ہر درد وہ ہر ستم جو ہم نے آپ کی خاطر سہا سب بھلا دیا آپ نے...... کیسے بھولے آپ وہ سب کچھ وہ بھی اتنی جلدی...... پیارے اک بات ہے کہ بہت جلد بھولے ہو...... مگر جب یاد آئی تو ایسی آؤں گی کہ آپ کا سانس لینا بھی دشوار ہوگا مجھ بن مگر تب...... بلکہ تب کیا؟؟ اب ہی ہم دور جا چکے ہیں آپ سے...... درد میں جینا سیکھ لیا ہم نے...... دل کو درد سے آشنا کر دیا...... آپ کیلئے آج میں اور آنے والے کل میں فرق اتنا ہے کہ آج آپ کو اتنی پرواہ نہیں مگر...... آنے والے کل میں آپ ہماری جھلک کو ترسو گے یہ ہمارا وعدہ ہے آپ سے...... تب یاد آئیں گی آپ کو ہماری وفائیں...... مگر ہم بھی یاد رکھیں گے آپ کے ظلم و ستم، بے وفائیاں، بے پروائیاں نہیں بھول پاؤ گے آپ قطعاً نہیں بھول گے...... ہم آپ کا دن تھے آپ کی رات تھے...... آپ کا لمحہ تھے...... آپ کا ہر پل تھے...... تڑپو گے...... سسکو گے...... کون سنے گا مگر بے آواز فریادیں......

جانتے ہو ہم یہ دعوے کے ساتھ کیوں کہہ رہے ہیں؟؟ کیونکہ آج ہمارے ساتھ ایسا ہوا ہے...... اور گزار چکے ہم وہ بے درد موسم...... اب آپ کو ان موسموں کے نذر ہونا ہے ویسے بھی خودی پوچھو خود سے کہ کیا کیا بھولو گے...... وہ تپتی دوپہریں جن تپتی دوپہروں میں آپ کے کہنے پہ ہم دروازے پہ آیا کرتے تھے دوڑ کے ننگے پیروں اور آپ کو منتظر پاتے تھے ہم گلی میں...... ایک جھلک دیکھتے اور اپنی اپنی جانب چل دیتے نہیں میرے بے وفا ساجن...... آج جتنی بے پرواہی کر لو مگر تم بھول نہیں پاؤ گے...... برساتیں جب جب ہوں گی تمہارا تن تو گھلو جائیں گی مگر تمہارا من جلائیں گی ان برساتوں سے بھی تو یادیں وابستہ ہیں یاد ہے وہ برسات جب آپ گلی میں کھڑے بھیگ رہے تھے مجھے دیکھنے کی غرض سے...... اور ہم بھی دیوار پہ بازو رکھے آپ کو دیکھنے میں مگن تھے......

اور کچھ بھی نہیں ہوتا
تو بھری بارش میں
تجھ سے بچھڑے ہوئے
رستوں پہ سفر کرتا ہوں......

سنو! آپ ہر برسات بھول جانا...... مت تڑپانا خود کو...... اک کام کرو مجھے یاد بھی مت کرنا مگر اک برسات نہ تم بھول پاؤ گے اور نہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بھول جاؤ...... آپ کی چاہت میں بہت زخم کھائے تھے...... پاکیزگی اپنی بلاوجہ بدنام ہوگئی...... خود کو خود سے چھپا کے رکھا...... پاکیزہ سے پاکیزہ تر رہے اب تک...... آپ کی محبت میں روح پہ گھاؤ کھائے اور تن پہ بھی زخم کھائے...... بے گناہ ہو کر بھی گناہگار بن گئے...... وہ شام کا وقت...... اس یادگار جگہ پہ آمنا سامنا ہوا...... ہلکی پھلکی بارش تھی...... آپ کی نظریں ان زخموں پہ پڑیں جو آپ کی چاہت میں کھائے...... نیناں برس پڑے اب اور کیا بولیں...... توڑ دیا آپ نے ہمیں اب مزید کیا کہیں ہم...... کیا لکھیں؟؟؟

کچھ نہ بھول پاؤ گے آپ...... مگر کیا کہیں...... ہوسکتا ہے بھلا بھی دو گے وہ سب...... جینا تو اپنا محال ہے...... دل پہ اتنے ستم کیے آپ نے جیتے جی ہی مار ڈالا آپ نے ہمیں...... ہماری ہر خواہش، ہر خواب یہاں تک کہ جینے کی امنگ بھی ختم کر ڈالی...... اک سانس کا بندھن ہے جو ہر حال میں نبھانا ہے...... آپ سے کیا توقع...... بھول گئے پہلے بھی...... آگے بھی بھول جاؤ گے...... بھلا سکتے ہو آپ افسوس تو اس دل نادان کا ہے جو بھلا کر بھی بھول نہ پائے گا...... مگر یہ بھی سچ ہے کہ اب آپ کے منتظر بھی نہیں...... بہت دور جا چکے ہیں ہم......

آپ کی دعاؤں کی طلبگار آراء کی منتظر

میں نے اس دل سے کچھ سوال کیے؟؟
دل نے مجھ سے کہا میرے معصوم
چاند دن میں نہیں نکل سکتا
رات میں کام کیا ہے سورج کا
دور تک بے کراں سمندر کا
چلتا پانی رکا نہیں کرتا
کوئی صحرا بہا نہیں کرتا
تم تو شاعر ہو کچھ بھی کہہ لو مگر
تتلیاں رات میں چمکتی نہیں
دن میں جگنو کھلا نہیں کرتے
خار کو خار بن کے رہنا ہے
اک آزار بن کے رہنا ہے
ریت میں پھول کھل نہیں سکتے
کوئی بادل جلا نہیں کرتا
دھند میں روشنی نہیں ہوتی
دشت میں رستہ نہیں ملتا
میں نے لیکچر طویل سن کے وہی
پھر کبھی دل سے یہ نہیں پوچھا
وہ تجھے یاد کیوں نہیں کرتا
تو اسے بھول کیوں نہیں جاتا

وہ تجھے یاد کیوں نہیں کرتا؟؟
تو اسے بھول کیوں نہیں جاتا؟؟

❀❀❀

غزل

پیار میں جب کچھ لوگ مسکرا کے ملے ہیں
تیری یادوں کے کیا کیا پھول کھلے ہیں
یہ انداز وفا کا یہ تیرے بدلے ہوئے تیور
کانٹوں سے بھی اے مہرباں کہیں زخم سلے ہیں
میرے لیے تو سب کچھ تیرے حسن کی دولت سہی
تجھ کو تو میری بے رخی کے پھر سے گلے ہیں
خاموش احباب تمنا پہ نہ ہم کبھی مسکرائیں گے
دل میں تو بہت کچھ سہی مگر ہونٹ سلے ہیں
سنتے ہیں کہ اس بار بھی آئی تھیں بہاریں
تیرے گلشن میں اس بار بھی کچھ پھول کھلے ہیں
آیا ہے بہت یاد جاوید پھر سے ان کا تبسم
جب بھی بہت گہرے داغ زمانے سے ملے ہیں
(محمد اسلم جاوید، فیصل آباد)

غزل

آج کچھ وقت کے لیے میرے پاس کاش تم آ جاؤ
بہت تنہا ہوں میں آج کاش تم آ جاؤ
کبھی خود کو اتنا کمزور نہ ہونے دیا میں نے
آج بکھر رہی میری ذات کاش تم آ جاؤ
کتنا عرصہ ہوا تنہا تم بن جیتے ہوئے مجھے
آج ستا رہی ہی بہت یاد کاش تم آ جاؤ
وقت کی رفتار جیسے تھم سی گئی ہے
آج صدیوں سے لمبی ہے رات کاش تم آ جاؤ
نجانے کیوں دل آج گھبرا رہا ہے اتنا آمنہ
رک جائیں نہ اب کہیں سانسیں کاش تم آ جاؤ
(آمنہ، راولپنڈی)

غزل

گئے زمانے بدل گئے
دوست برسوں پرانے بدل گئے
جو میری محبت کی چھاؤں میں
دھوپ ڈھلتے ہی ٹھکانے بدل گئے
لفظ لفظ میں چاہت تھی پیار تھا
آج ان لبوں کے ترانے بدل گئے
کیا گیا میرا شہر چھوڑ کر
کے سارے ڈھنگ بہانے بدل گئے
وہ وہ نہ رہا میں میں نہ رہا
ہی زندگی کے فسانے بدل گئے
(آمنہ، راولپنڈی)

غزل

کر وہ مجھ کو روانہ ہوا
پل میں وہ مجھ سے بیگانہ ہوا
آج صورت مجھ سے چھپانے لگا
کبھی اسے میں دیوانہ ہوا
ہوئے جیسے لگے کئی برس
جب اس نے تو ایک نشانہ ہوا
ٹوٹا ہے ہمارا تو اسے کیا
کا تو صرف ایک بہانہ ہوا
تھا پیار میں ہم نے ایک گھر
اس گھر کو ہاتھوں سے جلانا ہوا
بے وفائی کو لے کے ہم جاتے کہاں
کی دہلیز ہمارا ٹھکانہ ہوا
بات اس نے یہ کی راشد
محبت کو بھلائے ایک زمانہ ہوا
(راشد لطیف، صبرے والا ملتان)

جنازہ

جب جنازہ ہمارا اٹھایا جائے گا
ہزاروں کی بھیڑ میں کوئی ایک مسکرائے گا
لے کر آگ نفرت کی دل میں وہ
پھول ہمارے کفن پر چھڑکائے گا
ہمیں کر دیا جائے گا مٹی کے سپرد
وہ جھوٹ موٹھ کے دو آنسو بہائے گا
ہمارے گھر میں چھایا ہو گا اس وقت ماتم
وہ اپنے گھر میں محفلیں سجائے گا
جب کبھی ہو گی اسے قدرت ہماری
پھر دوڑتا ہوا ہماری قبر پر آئے گا
اپنے ملنے کی تمنا میں وہ نہ کبھی
کسی ہنستے ہوئے کو رلائے گا
ہماری موت سے چلو ان کو بزنجو
اتنا تو سبق مل جائے گا
(عبدالرشید بزنجو گڈانی، لسبیلہ)

اشاروں سے سمجھنا صرف آپ کے نام

میں راہ عشق میں منزل کا راستہ بھول جاتا ہوں
تمہارے نام دہراتا ہوں چہرہ بھول جاتا ہوں
سنانے کو تمہیں کتنے ہی افسانے بناتا ہوں
مگر تم سامنے آؤ تو کہنا بھول جاتا ہوں جان
غم ہجراں تھا کتنا جان لیوا بھول جاتا ہوں
وفا دشمن دلاتا ہوں وفاؤں کا یقین جب بھی
اپنے دل میں اٹھتا ہے درد سارا بھول جاتا ہوں
تیری ہر جھوٹ کو سچ سمجھ کر مان لیتا ہوں
تیری نظروں سے جو کھایا تھا دھوکہ بھول جاتا ہوں
منانے کا اسے دل میں بہت ارمان رکھتا ہوں ناز
تیری نظروں سے جو کھایا تھا دھوکہ بھول جاتا ہوں
(عبدالرشید بزنجو گڈانی، لسبیلہ)

نہلے پہ دہلا

☑.....تحریر: دوست محمد خان وٹو، لیہ | 0335-6943674

جناب محترم شہزادہ التمش صاحب!

السلام علیکم! شہرہ آفاق ماہنامہ جواب عرض کیلئے ایک کڑوی کسیلی تحری بعنوان ...... نہلے پہ دہلا...... ارسال خدمت ہے امید ہے قریبی اشاعت میں چھاپ کر شکریہ کا موقع دیں گے آج کے جدید دور میں موبائل فون کی وجہ سے کیسے کیسے واقعات رونما ہو رہے ہیں ہمارے معاشرہ میں ادیب اور شاعر کسی تعارف کے محتاج نہی ہیں...... شاعر اور ادیب حضرات روزمرہ کی زندگی میں اپنے اردگرد جو کچھ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں انہیں حالات اور واقعات کو لفظوں کا روپ دے کر قارئین کی عدالت میں پیش کر دیتے ہیں تا کہ پڑھنے والے ان واقعات اور حالات سے سبق حاصل کریں۔

اسے کہنا ہے یہ دنیا ہے...... یہاں ہر موڑ پر کچھ ایسے لوگ ملتے ہیں...... جو ازل سے ابد تک ساتھ رہنے کی اکٹھے درد سہنے کی ہمیشہ بات کرتے ہیں، اسے کہنا یہ دنیا ہے...... یہاں ہر شخص مطلب کی حدوں تک ساتھ چلتا ہے جوں ہی موسم بدلتا ہے...... سبھی قسمیں سبھی دعویٰ اچانک ٹوٹ جاتے ہیں...... اسے کہنا یہ دنیا ہے۔ شہزادہ جی...... محبت ایک لازوال جذبہ ہے مگر جب محبت کرنے والوں کے درمیان مطلب پرستی کا عنصر عود کر آئے تو محبت میں نفرت کی دراڑیں پڑ جایا کرتی ہیں...... یہی کچھ میرے لکھنے کا مقصد ہے......

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ھیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی.

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

وہ سردیوں کی ایک سرد ترین رات تھی جب اس کے موبائل پر ایک مس کال آئی جب اس نے اوکے والے بٹن کو دبایا تو کال کٹ گئی یہ سلسلہ کافی دیر تک یوں ہی چلتا رہا آخر تنگ آ کر اس نے موبائل فون آف کر دیا اور آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن کئی گھنٹوں بعد جب اس نے دوبارہ اپنے موبائل فون کو آن کیا تو ایک اجنبی نمبر کی ایک مس کالز اسکا منہ چڑا رہی تھیں...... اس نے دوبارہ موبائل فون کا سوئچ آف کر دیا اور دل دل میں قیاس کرنے لگا نہ جانے یہ کون ہے جو تنگ کر رہا ہے لیکن وہ جاننے کے باوجود اپنے مسئلے کا حل تلاش نہ کر سکا اس کا نام سلیم تھا مگر حلقہ احباب میں وہ چھیما کباڑیہ کے نام سے جانا جاتا تھا چھیما کا باپ فروٹ کی ریڑھی لگا کر اہل وعیال کی گزر بسر بہت تنگدستی کے ساتھ کر چھیما کے باپ نے بیٹے کو پڑھانے کیلئے بہت

کیے تھے مگر چھیما کوڑھ دماغ ثابت ہوا تھا اس لیے پانچ جماعتیں پاس کرنے کے بعد چھیما کے باپ نے اسے کاٹھ کباڑ کی دکان بنادی تھی مگر یہاں بھی سارا سارا دن چھیما کے آوارہ گرد دوستوں کا جمگھٹا رہتا تھا کاروبار کی بجائے یہ چھیما کے دوستوں کی بیٹھک تھی...... چھیما صبح جب اپنے کاروبار پر پہنچا تو رات والی کئی ایک مس کالز بری طرح اس کے دماغ پر مسلط تھیں وہ بار بار اپنے موبائل کی ونڈ سکرین پر نظریں دوڑاتا مگر وہاں پر مکمل سکون طاری تھا......

سیانے لوگ کہتے ہیں جو چیز سائنسدانوں نے ایجاد کی ہے اس کا ایک مقصد ہوتا ہے مگر اس چیز کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے جیسا کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں جسے دیکھو موبائل مافیا میں مبتلا ہے چلتے پھرتے...... اٹھتے بیٹھتے...... سوتے جاگتے...... ڈرائیونگ کرتے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے موبائل فون کان سے لگا ہوا ہے......

موبائل فون کا استعمال اگر صحیح طریقہ سے کیا جائے تو یہ کئی لحاظ سے مفید اور کارگر ہے مگر یہی موبائل فون کبھی کبھار دردسر بن جاتا ہے اور اس کی آواز سے بڑی کوفت محسوس ہوتی ہے خاص کر جب آپ مسجد میں عبادت میں مصروف ہیں کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگتی ہے اور فحش گانوں کی ٹون سنائی دینے لگتی ہے تو دوسرے لوگ جو عبادت میں مشغول ہوتے ہیں ان سب کو بڑی کوفت محسوس ہوتی ہے، جب آپ کسی جنازہ میں شامل ہو کر قبرستان میں تجہیز و تکفین میں مصروف ہوتے ہیں کہ اچانک موبائل گنگنانے لگ جاتا ہے مگر آجکل تو موبال فون کی کرم فرمائیاں عروج پر ہیں خاص کر نئی نسل کے نوجوان آپ کو سڑک کے کنارے کسی گلی کی نکڑ یا پھر سائیکل اور موٹر سائیکل چلاتے ہوئے موبائل فون کی خرمستیوں میں آپ کو مست غرق نظر آئیں گے اور آج کل زیادہ تر ایکسیڈنٹ اسی وجہ سے ہو رہے ہیں کیونکہ ہم موبائل کی دنیا میں احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں......

سوچا تھا پڑھ لکھ کر پائلٹ بنیں گے مگر دوستوں کی محفلوں نے جہاز

چھیما سارا دن کاروبار اور دوستوں کی میں گم رہا لیکن جب وہ رات کو اپنی اکلوتی کھاٹ پر اینٹھنے لگا تو یکبارگی اس کے ذہن جھماکا سا ہوا اور گزری شب والی مس کالز پر چھائیاں اس کے کھردرے ذہن کے دریچوں ناچنے لگیں وہ ندیدے بچے کی طرح ٹکر ٹکر بھینسے کی طرح موبائل فون کی ونڈ سکرین کو دیکھ وہ کافی دیر تک آس و نراس کی سولی پر لٹکتا رہا اچانک موبائل فون چیخ اٹھا چھیما نے ذ بکرے کی مانند پش بٹن او کے کر کے ہیلو کہا...... صاحب دوسری طرف سے ایک سریلی آواز سماعت سے ٹکرائی ...... میں سلیم خان بول ہوں......؟

چھیما نے اپنے جذبات پر قابو پاتے بڑے مودبانہ انداز میں جواب دیا...... خان صاحب ...... آپ کس شہر سے بول ہیں...... وہ سریلی آواز دوبارہ چھیما کباڑ کانوں میں رس گھول گئی میڈم صاحب میں نارتھ سے بول رہا ہوں آپ کس شہر سے بول ہیں چھیما کباڑیہ نے وارفتگی کے عالم میں پوچھ خان صاحب...... میں اسلام آباد سے بول ہوں ...... خان صاحب کا نام کسی نوجوان کے منہ سے سن کر چھیما تو اپنے آپ کو ہواؤں سنگ اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا...... کافی دیر کے درمیان باتوں کا سلسلہ جاری رہا اس عروش بتایا تھا اور چھیما یہ ماڈرن سا نام نروس ہو گیا تھا پھر اچانک رابطہ منقطع ہو قسمت اس رات چھیما کے موبائل فون میں

نہیں تھا ورنہ وہ خود کال کر لیتا وہ دل ہی دل میں اپنی کنجوس فطرت پر لعنت ملامت کرنے لگا اگر بیلنس ہوتا تو وہ میڈم صاحبہ کو خود کال کر لیتا اور میڈم صاحبہ کی سریلی آواز سے مزید لطف اندوز ہوتا مگر وہ ایسا نہ کر سکا اس نے اپنا موبائل فون اپنے تکیہ کے قریب رکھ دیا اس امید پر کہ شاید دوبارہ کال آجائے مگر طویل انتظار کے بعد اسے ناکامی کے علاوہ کچھ نہ مل سکا۔

سنگ مرمر سے تراشا خدا نے اس کے بدن کو
باقی جو پتھر بچا اس سے اس کا دل بنا دیا

وہ کافی دیر تک ہذیانی کیفیت میں مبتلا ہو کر میڈم صاحبہ کے فون کے انتظار میں پگھلتا رہا مگر اس کی یہ آرزو تشنہ لب رہی ...... وہ آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرتا تو اس کی سریلی آواز اس کی سماعت پر ہتھوڑے برسانے لگ جاتی تھی کیا کسی لڑکی کی اتنی کھنک دار آواز بھی ہو سکتی ہے کیونکہ عروش کی سحر انگیز آواز نے اس کے اجڑے گلشن میں امیدوں کے پھول کھلا دیے تھے وہ دل ہی دل میں قیاس کرنے لگا اس کی آواز اتنی سریلی ہے تو اس کی من موہنی صورت کیسی ہو گی خوبصورت آواز کی طرح وہ خود بھی حور شمائلہ ہو گی عروش کے بارے سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا وہ تمام رات بان کی کھردری کھاٹ پر کروٹیں ہی بدلتا رہا کیونکہ نیند کی نیلم پری اس کی آنکھوں سے کوسوں دور رہی تھی صبح جب وہ چارپائی سے اٹھا تو اس کی آنکھیں سرخ انگارہ کی مانند دہک رہی تھیں ...... چھیما کی ماں اپنے لال کی یہ دگرگوں حالت دیکھ کر اسے اپنے پاس بلا کر متفکرانہ لہجے میں پوچھنے لگی ...... ماں صدقے تے واری جائے میرے لال تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا......؟ کیا مسئلہ ہے پتر مجھے سچ سچ بتا دو......!!! نہیں ماں بس ذرا کاروباری پریشانی کی وجہ سے نیند نہیں آئی تھی وہ کباڑ کا ٹرک دینا ہے ناں سیٹھ چونے والے کو بس اسی وجہ سے تمام رات کروٹیں ہی بدلتا رہا ہوں کیونکہ سیٹھ چونے والا بہت کرخت آدمی ہے اگر بروقت مال نہ دے سکا تو وہ تمہارے بیٹے کی ...... بہرحال چھوڑو ...... یہ تمہارے بیٹے کا مسئلہ ہے ماں ...... لیکن وہ بھی چھیما کباڑیے کی ماں تھی وہ بیٹے کی ایسی باتیں سن کر کہاں خاموش رہنے والی تھی اسی لیے تو وہ تنک کر بولی دیکھ لوں گی میں اس دو ٹکے کے سیٹھ چونے والے کو اگر اس نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی تو اسے اتنی سناؤں گی کہ وہ پھر تمہیں منہ نہیں لگائے گا...... آج ہی میں تمہارے ابا سے بات کرتی ہوں تمہاری سب پریشانیاں دور ہو جائیں گی...... نہیں ماں...... ابا سے کچھ نہ کہنا سب ٹھیک ہو جائے گا تم بس دعا کرنا آج کل جس کاروبار کی طرف میرا دھیان ہے میں اس میں کامیاب ہو جاؤں......؟ ہاں ہاں کیوں نہیں میرے لال میں تو دن میں ہر وقت تمہارے لیے کامیابی کی دعائیں ہی مانگوں اپنے سوہنے رب سے کہ میرے بیٹے کو ہر نعمت سے مالا مال کر دے اور میرا بیٹا بھی سیٹھ کباڑ والا بن جائے...... اس کی ماں نہ جانے کیسے کیسے سندر سپنے بیٹے کے متعلق دیکھ رہی تھی لیکن چھیما کباڑیہ کے دل پر عروش کی کھنکتی آواز نے جادو کر رکھا تھا...... اس دن جب وہ اپنی دکان پر پہنچا تو شیدے پنواڑی سے ایک سو روپے کا بیلنس ڈلوایا شیدا پنواڑی حیرت زدہ ہو کر پوچھنے لگا کیوں ڑے چھیمے آج کوئی خاص بات ہے جو تم صبح صبح دولت کو آگ لگا رہے ہو...... نہیں یار آج کل کاروبار کے سلسلہ میں کال کرنی پڑتی ہے اسی لیے تمہارے چرنوں میں پورے ایک سو روپے نچھاور کر دیے ہیں چھیما کباڑیہ نے بڑی لاپرواہی سے شیدا پنواڑی پر دھونس جمانے کی کوشش کی مگر وہ بھی بڑا کائیاں قسم کا پنواڑی تھا...... واہ ڑے حاتم طائی کی اولاد سگریٹ تو تم مانگ کے پیتے ہے بلونگڑے یہ

شوخی کسی اور کے آگے بگھارنا...... شیدا تو تمہارے پوتڑوں کا واقف ہے گھسیارے کی اولاد شیدا پنواڑی کے آخری جملہ نے تو چھیما کباڑیہ کو کچی لسی سے بھی زیادہ پتلا کر کے رکھ دیا تھا مگر وہ دل پر جبر کر کے اپنی دکان پر آ گیا ابھی وہ دکان کھول کر بیٹھا ہی تھا کہ اس کے آوارہ گرد دوستوں کا ٹولہ آن دھمکا...... فیقا کانا نے آتے ہی ایک زوردار دھپ چھیما کے کاندھے پر لگا کر اس کا حال احوال پوچھا فیقا کانا ہمیشہ اسے دھپ مار کر اور گالی دے کر اس سے بات کرتا تھا جبکہ دوسرے دوست صابو قصائی...... لڑو دو تیلی اور رنگو حجام دور کھڑے ہوئے مسکراتے رہتے تھے لیکن آج چھیمے کباڑیے کو اپنے یہ دوست زہر لگ رہے تھے کیونکہ اس نے صبح ہی صبح جو ایزی لوڈ کرایا تھا دراصل وہ میڈم صاحبہ سے بات کرنا چاہتا تھا مگر یہ نانہجار بن بلائے دوستوں کا ٹولہ اس کا مہمان بن گیا تھا وہ دل ہی دل میں ان سب پر لعنت ملامت بھیج رہا تھا...... اور دل میں قیاس کر رہا تھا یہ لفنگے کب یہاں سے دفعان ہوں گے اور وہ اپنے سپنوں کی رانی کی سریلی آواز سن سکے گا...... مگر اس کے برعکس چھیمے کے دوست اپنی خوش گپیوں میں مشغول تھے مگر چھیما میڈم صاحبہ کے خیالوں سے دست و گریباں تھا کیونکہ اس کے دل پر میڈم صاحبہ کی کھنکتی آواز نے جادو کر رکھا تھا اس کی نگاہیں بار بار موبائل فون کی ونڈ سکرین کی جانب اٹھتیں مگر وہاں قبرستان جیسی خاموشی تھی...... فیقا کانا اور چھیمے کے دوست کئی گھنٹوں تک اس کا دماغ چاٹتے رہے اور پھر فیقا کانا اٹھ کھڑا ہوا یہ سب دوستوں کیلئے جانے کا اشارہ تھا جب وہ چلے گئے تو چھیمے نے سکون سا محسوس کیا اور اسے معلوم ہونے لگا ابھی موبائل کی گھنٹی بجنے گی اور جب میں ہیلو میڈم صاحبہ کہوں گا تو دوسری طرف سے میڈم صاحبہ کی خوبصورت آواز میرے کانوں میں رس گھول دے گی...... لیکن سارا دن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا بلکہ چھیما اس دن صحیح طریقہ سے کاروبار بھی نہیں کر سکا تھا...... وہ سارا دن انتظار کی سولی پر لٹکتا رہا تھا......

بہت روکتا ہوں خود کو تمہیں یاد کرنے سے
لیکن نادان دل نافرمان بہت ہے

رات کا کھانا کھا کر وہ بہت جلد سونے چلا گیا تھا اور بار بار موبائل پر نظریں دوڑا رہا مگر وہ کم بخت بالکل خاموش تھا رات دھیرے دھیرے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھی...... مگر اس کے دل کا سفر نامکمل اور ابھی تک ادھورا تھا نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی انتظار کرتے کرتے اور موبائل پر نظریں جمائے اس کا سر دکھنے اور دماغ پھٹنے لگ گیا تھا اف میری توبہ انتظار کے لمحے کتنے سنگدل اور سفاک ہوا کرتے ہیں اس نے دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہو کر قیاس کیا...... عین اسی لمحہ موبائل چیخ اٹھا...... اس نے وارفتگی کے عالم میں سکرین پر دیکھا تو میڈم صاحبہ کا نمبر تھا چھیما نے بے خودی کی حالت میں بٹن دبا دیا مگر کال ڈراپ ہو گئی وہ پاگلوں کی طرح ونڈ سکرین کو دیکھ رہا تھا مگر اس کی امیدوں کے کنول مرجھائے ہی رہے کسی کے ساتھ دل لگی کرنا ایک اور بات ہے مگر محبت کوئی کاغذی جذبہ نہیں ہے لیکن یہ کانچ کی گڑیا کی طرح نرم و ملائم ضرور ہے...... طویل انتظار کے بعد اس نے میڈم صاحبہ کا نمبر ڈائل کر دیا...... دوسری طرف میڈم صاحبہ کی مترنم آواز اس کے کانوں میں رس گھولنے لگی کون......؟ میں سلیم خان بول رہا ہوں میم صاحب...... اوہ خان صاحب...... کیسے مزاج ہیں آپ کے...... میں ٹھیک ہوں میڈم صاحبہ چھیمے نے بتیسی نکالتے ہوئے بڑے معززانہ انداز میں جواب دیا...... آپ کیسی ہیں...... میں ایک دم ٹھیک ٹھاک ہوں...... میڈم نے شرارتاً اور مسکراتے ہوئے جواب دیا...... میم صاحبہ آج میں پورا دن آپ کی کال کا انتظار کرتا رہا مگر آپ نے کال نہ کی تو مایوس ہی ہو گیا تھا...... چھیما نے ایک ہی سانس میں سب کچھ میڈم صاحبہ کے گوش گزار کر دیا...... اوہ مائی گاڈ خان صاحب...... دراصل میں یونیورسٹی جاتی ہوں اس لیے فون بند رہتا ہے...... رات کو سٹڈی کرنے بیٹھتی ہوں تو فون پر باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ وہ تو ٹھیک ہے میم صاحبہ لیکن کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے آپ دن میں میرے ساتھ ایک مرتبہ بات کر لیا کریں...... دراصل میں آپ کی سریلی آواز سننے کیلئے دن بھر بے تاب رہتا ہوں چھیما نے بڑی چاپلوسی سے کہا...... واؤ...... میں وعدہ نہیں کرتی مگر تمہاری یہ خواہش پوری کرنے کی کوشش کروں گی لیکن آپ شادی شدہ ہیں یا پھر غیر شادی شدہ...... غیر ارادی طور پر چھیما کے منہ سے نکل گیا میڈم میں شادی شدہ ہوں حالانکہ وہ خالصتاً کنوارہ تھا لیکن میڈم شادی شدہ کا نام سن کر تیخ پا ہو گئی تھی وہ جل بھن کر بولی تمہیں شرم نہیں آتی کنواری لڑکیوں کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو...... نان سینس...... ایڈیٹ...... خبردار جو آئندہ میرا ٹائم ضائع کرنے کی کوشش کی...... اور پھر موبائل فون بند ہو گیا وہ اپنی اتنی تذلیل سن کر پھر بھی ہونقوں کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر موبائل فون کو دیکھ رہا تھا اس نے کئی ایک مس کالز کیں مگر میڈم صاحبہ نے موبائل آف کر دیا تھا...... چند لمحے جو اس کا دل خوشی کے ہنڈولے میں جھول رہا تھا اب وہ غموں کی آماجگاہ بن چکا تھا اس نے کیسے کیسے خیالی پلاؤ پکائے تھے مگر اس کے سندر سپنوں کی تعبیر بھیانک نکلی تھی وہ رات اس پر کوہ گراں بن کر گزری اور صبح ہوتے ہی وہ کام پر چلا گیا تھا اس نے یہ کہہ کر دل ناتواں کو تسلی دے لی تھی کہ زندگی نام ہی نشیب و فراز کا ہے کہیں زندگی کا پرندہ خوشی سے سرشار ہو کر ناچ رہا ہے اور کہیں پر زندگی آہوں اور سسکیوں میں ڈوب کر تڑپ رہی ہے لیکن امید پر دنیا قائم ہے وہ روزانہ میڈم صاحبہ کی کال کا انتظار کرتا رہا مگر وہ تو اپنی دنیا میں مگن ہو کر اسے بھول چکی تھی وہ کئی دنوں تک اس کی سریلی آواز سننے کیلئے تڑپتا رہا مگر وہ پتھر کی مورتی بن کر خاموشی کی چادر لپیٹ کر اپنی دنیا میں مگن رہی...... مگر چھیمے کباڑیے کی زندگی تلپٹ ہو کر رہ گئی تھی...... پھر ایک رات چھیمے نے میڈم صاحبہ کا نمبر ڈائل کر دیا وہ بار بار نمبر ڈائل کرتا رہا آخر تنگ آ کر میڈم نے نمبر اوکے کر دیا اور بڑے بھونڈے انداز میں بولی...... کون ہو اور تمہیں کیا پرابلم ہے بلیڈی مین...... میں سلیم خان بول رہا ہوں اس نے بہت عاجزی سے کہا تو پھر میں کیا کروں مجنوں کی اولاد...... وہ غصہ میں بولی چھیما نے ہمت کر کے کہا دراصل میں نے آپ سے یوں ہی مذاق سے کہہ دیا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں میڈم میں سو فیصد کنوارہ اور آئیڈیل کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں میں کافی دنوں سے پریشان تھا کہ آپ کے دل میں جو غلط فہمی کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں انہیں کیسے ختم کروں کیونکہ غلط فہمی وہ کڑوی گولی ہے جو اچھے بھلے دوست کو دوست سے جدا کر دیتی ہے میڈم میں تو محبتوں کے بٹوارہ میں تہی دست ہوں اس لیے تمہاری ذات کو اپنا سب کچھ سمجھ لیا تھا طویل دلائل دے کر اس نے سانس خارج کرتے ہوئے سکون سا محسوس کیا...... واؤ میڈم کی سریلی آواز چھیما کی سماعت سے ٹکرائی...... اچھا تو آپ آئیڈیل کی تلاش میں ہو......؟ تمہاری تعلیم کتنی ہے اور کیا جاب کرتے ہو...... میڈم نے بات ختم کی تو چھیما نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے رٹی رٹائی کہانی سنا دی میڈم...... ہمارے علاقے میں تعلیم کا کوئی خاص رواج نہیں ہے کیونکہ ہم پشت در پشت زمیندار لوگ ہیں میرے بابا کی اپنے علاقے میں بہت بڑی جاگیر ہے جس کا میں اکیلا وارث ہوں

اور زمین پر ہمارے مزارع کام کرتے ہیں...... جی میڈم صاحبہ کی درمیان میں ورطہ حیرت میں ڈوبی آواز بھرائی...... کیونکہ میڈم چھیما کی بے پر کی باتیں سن کر کافی نرم ہو چکی تھی اس لیے اس سے مزید بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی...... اس رات کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور چھیما کباڑیہ بھی بڑھ چڑھ کر میڈم کو سبز باغ دکھاتا رہا پھر بڑے پیار سے میڈم نے اسے گڈ نائٹ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا تھا اور وہ خوشی کے مارے کافی دیر تک اپنی آنکھوں میں خوشی کے سندر سپنے دیکھتا رہا تھا جیسے اسے قارون کا خزانہ مل گیا تھا وہ صبح سارا دن ہشاش بشاش کام کرتا رہا تھا لیکن رات کی چادر جوں ہی آسمان پر تنی وہ خاموشی سے کھانا زہر مار کر کے اپنے اکلوتے کمرہ میں آ گیا تھا وہ لیٹا تو چارپائی پر تھا مگر اس کی آنکھیں موبائل فون کی ونڈ سکرین پر جمی ہوئی تھیں کسی چیز کا انتظار بہت اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوا کرتا ہے لیکن اگر ہماری زندگی میں لفظ انتظار ختم ہو جائے تو وقت پھر کچھ معنی نہیں رکھتا...... انتظار کو دوسرے لفظوں میں آس اور امید کہتے ہیں آس اور امید ایک کچے دھاگے کی مانند ہوا کرتی ہے جب انتظار ہی ختم ہو جائے تو پھر ہر آس اور امید دم توڑ دیا کرتی ہے انسان کی زندگی کا شیرازہ ریت کے ذروں کی طرح بکھر جایا کرتا ہے لیکن آس اور امید ایک زندہ رہنے کا بہانہ بھی ہے...... انتظار کے لمحات حسین بھی ہوا کرتے ہیں اور کبھی کبھار یہ جان لیوا بھی بن جایا کرتے ہیں لیکن چھیما کی کیفیت حسین لمحات والی تھی کیونکہ اسے کسی کی فون کال کا انتظار تھا بہت ہی سریلی اور کھنکتی ہوئی آواز سننے کی آس اور امید تھی وہ انتظار کے ان ہی گداز اور پر کیف لمحات سے دست و گریباں تھا۔

کہاں ہے تو کہ تیرے انتظار میں اے دوست
تمام رات سلگتے ہیں دل کے ویرانے

کہ اچانک اس کے موبائل پر بیل آئی وارفتگی کے عالم میں چھیما نے سکرین پر نگاہ ڈالی تو سکرین پر میڈم کا نمبر تھا اس نے ندیدے بچے کی طرح جا موبائل کان سے لگا کر ہیلو...... السلام علیکم کہا تو دوسری جانب عروش کی سریلی آواز نے اس کے کانوں میں رس گھولنا شروع کر دیا...... خان صاحب کیسے ہیں آپ......؟ میں ٹھیک ہوں میم صاحبہ آپ کی یادوں کے سہارے اس نے بڑے مودبانہ طریقہ سے جواب دیا...... کافی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر چھیما نے بڑے پیار سے کہا میم صاحبہ...... میں آپ کو گفٹ کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی امپورٹڈ مالا...... واؤ...... خان صاحب...... آپ کا شکریہ...... عروش نے للچاتے ہوئے کہا...... نہیں میم صاحبہ دراصل میرا ایک دوست جرمنی رہتا ہے میں نے اس سے کہہ کر آپ کیلئے گفٹ منگوائے ہیں...... نہیں خان صاحب...... دوستوں سے اتنے مہنگے تحفے لینا اچھی بات نہیں ہے میم صاحبہ نے نروس ہوتے ہوئے جواباً کہا لیکن چھیما قیاس کر رہا تھا کہ وہ امپورٹڈ تحائف کا سن کر حواس باختہ ہو گئی تھی کیونکہ اس کی آواز سے صاف عیاں ہو رہا تھا اچھا میم صاحبہ...... آپ کی مرضی ورنہ اِن تحفے تحائف دینے سے میرے اوپر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ دنیا کی ہر آسائش میرے پاس موجود ہے چھیما نے ایک اور ترپ کا پتہ میم صاحبہ کی طرف پھینکا...... چھیما کی باتیں سن کر وہ سناٹے میں آ گئی تھی کیونکہ چھیما نے اپنی دانست میں ایک خوبصورت چال چلی تھی جس سے وہ چاروں شانے چت ہو گئی تھی خان صاحب...... کیا آپ میرے معاملہ میں سنجیدہ ہو......؟ اس نے مریل سی آواز میں پوچھا...... کیوں نہیں میم صاحبہ...... میں تو پہلے دن سے ہی آپ کی من موہنی آواز سن کر دیوانہ ہو گیا تھا چھیما نے چاپلوسی کے انداز میں جواب دیا حالانکہ وہ دونوں جانتے تھے کہ

وقت گزاری کیلئے وہ ایک دوسرے کے ساتھ بلائینڈ کھیل رہے تھے...... اس رات بہت دیر تک وہ ایک دوسرے کو بیوقوف بناتے رہے تھے پھر بڑے دلبرانہ انداز سے میم صاحبہ نے چھیما کو گڈ نائٹ کہا تھا اپنا بہت خیال رکھئے گا میم صاحبہ چھیما نے ایک اور نیازی وار کر کے رابطہ منقطع کر دیا تھا ان کی موبائل دوستی عروج پر تھی اور وہ چھیما کے خیالوں کی وسعتوں پر چھائی ہوئی تھی چھیما اس کی آواز سن کر پاگل ہو جایا کرتا تھا...... ایک رات چھیما نے جب یہ پوچھا کہ میم صاحبہ میرے موبائل کا نمبر آپ کو کہاں سے ملا تھا......؟ میم صاحبہ کہنے لگی میرے چھوٹے بھائی کو بازار سے ایک موبائل سم ملی تھی جس میں کافی نمبر تھے میں نے کئی ایک نمبروں پر ٹرائی کی کسی نمبر پر کوئی عورت بول رہی تھی اور کسی پر کوئی بوڑھا شخص آپ کے نمبر پر ڈائل کیا تو آپ کی آواز سن کر میں نے اندازہ لگایا آپ نوجوان ہیں اور پھر جب آپ سے گفتگو ہوئی تو میرا شک یقین میں تبدیل ہو گیا اور ہمارے درمیان رابطے بڑھتے چلے گئے کیونکہ میل ملاپ سے محبتیں بڑھتی ہیں اور فاصلے گھٹتے ہیں دوریاں...... نزدیکیاں بن جایا کرتی ہیں...... میم صاحبہ کی باتیں سن چھیما کو یقین تو نہ آیا تھا مگر جو کچھ بھی تھا ہوا کے دوش پر گمشدہ موبائل سم ملاقاتوں کا ذریعہ بن گئی تھی ان کی موبائل دوستی جاری رہی اور چھیما کی زندگی کے دن حسین اور جوان بن گئے تھے بلکہ اب اسے اپنے آوارہ منش دوستوں سے نفرت ہو گئی تھی اور وہ دل ہی دل میں قیا کر رہا تھا کہ اگر کسی طریقہ سے میم صاحبہ سے شادی ہو جائے تو اس کے غریب خانہ میں خوشیوں کی برسات آ جائے گی مگر پھر وہ اپنے احمقانہ خیال کو دبا دیتا اور دل ہی دل میں قیاس کرنے لگتا ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے وہ اعلیٰ سوسائٹی میں رہنے والی ایک مہذب لڑکی اور میں کاٹھ کباڑ کرنے والا ایک بے کار نوجوان نہ جس کی شکل اور نہ ہی عقل یہ سوچتے ہی اس کے دل سے اک ہوک سے اٹھتی اور اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگتیں اور وہ اپنی خالی خولی زندگی پر اشک شوئی کرنے لگتا آخر ایک دن اس نے میم صاحبہ سے کہہ دیا...... میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور ان گزرے خوبصورت لمحات کو چند گھنٹے آپ کی رفاقت میں رہ کر امر کر دینا چاہتا ہوں لیکن اس سے پیشتر میں کچھ تحائف بھیج کر اپنی اس محبت کو نیا رنگ دے کر دل ناتواں کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تحفے تحائف دینے سے محبتوں میں شدتیں آ جایا کرتی ہیں میل ملاقات سے زندگی کا ثبوت ملتا ہے اور تحفے رشتوں کو مزید مضبوط بنا دیا کرتے ہیں واؤ ٹھیک ہے خان صاحب میم صاحبہ نے بہت پیار سے چھیما کی باتوں کا جواب دیا تھا......

کس قدر قحط وفا ہے میری دنیا میں عدیم
جو ذرا ہنس کے ملے اس کو مسیحا سمجھوں

ان کی موبائل دوستی قائم رہی اور لمحوں کا کاروان لمحہ بہ لمحہ آگے کی طرف بڑھتا رہا عید کی آمد آمد تھی چھیما نے اپنی محبت کا ثبوت دینے کی خاطر ایک کڑھائی والا قیمتی سوٹ خوبصورت چادر اور ایک آرٹی فیشل سیٹ بھیجا جب چھیما کے تحائف اسے ملے تو اس نے شکریہ ادا کیا مگر چھیما زمین پر رہتے ہوئے آسمانوں کے خواب دیکھنے لگا اس کے دل میں اس سے ملنے کی تمنا انگڑائی لے کر جاگ پڑی وہ قیاس کرنے لگا وہ کیسی ہو گی کیونکہ عروش ہر لمحہ پونم کے چاند کی طرح اس کے ذہن پر مسلط ہونے لگی اس کا رنگ و روپ کیسا ہو گا...... سیاہ لہراتی زلفیں...... آنکھوں میں کاجل...... ستواں ناک...... رخسار گلاب کی کچی کلیوں کی طرح ہوں گے...... ہائے میں مر جاؤں اتنی سوہنی کڑی چھیما کباڑیے کے مقدر میں آنے والی ہے بس ہر وقت

چھیما کے سر پر ایک ہی دھن سوار تھی حسن کی اس مونا لیزا سے بالمشافہ ملاقات کی جائے لیکن چھیما جب بھی اس سے ملاقات کی خواہش کرتا وہ بڑی خوبصورتی سے ٹال جایا کرتی ہر بار اس کا نیا بہانہ ہوتا تھا لیکن جب چھیمے کا اصرار بڑھنے لگا تو آخرکار ایک رات عروش نے وعدہ کر لیا کہ تم اتوار کے دن ڈیلائیٹ ٹاؤن آجانا وہاں پہنچ کر مجھے کال کرنا پھر ہم کسی نزدیکی پارک میں جا کر اپنی موبائل دوستی کو حقیقت کا روپ دے کر آئندہ لائحہ عمل پر غور وخوض کریں گے...... اس نے ملنے کا وعدہ جب کیا تو چھیما کا دل خوشی سے جھوم اٹھا...... چھیما کباڑیہ نے دوسرے دن سیٹھ چونے والا سے پانچ ہزار روپے قرض لیا اور اعلیٰ کوالٹی کا کپڑا لے کر بہت مہنگے ٹیلر ماسٹر سے اپنے لیے سوٹ سلوایا کلائی پر باندھنے کیلئے رولیکس گھڑی خریدی سروس کمپنی سے جوتے خریدے پھر وارفتگی کے عالم میں مقررہ دن کا انتظار کرنے لگا اس کے دل میں ایک ترنگ تھی...... ایک آرزو...... ایک لہر مچل رہی تھی پھر اتوار کا دن قریب آگیا وہ ہفتہ کی رات بس کے ذریعے علی الصبح عروش کے شہر پہنچ گیا حمام پر نہا دھو کر شیو بنوائی نئے کپڑے پہن کر ایک خاص قسم کا کپڑوں پر سپرے کیا اور دل میں مچلتی تڑپتی ہزاروں خواہشیں لے کر عروش کے دیئے ہوئے ایڈریس کی جانب روانہ ہو گیا جب وہ مطلوبہ مقام پر پہنچا تو صبح کے دس بج چکے تھے یہ ایک پوش علاقہ تھا اور سڑک کی دونوں جانب خوبصورت گھر تھے اور گھروں کے آگے سبزہ زار پلاٹ اور کئی ایک پھلوں کے درخت عجیب سماں دکھا رہے تھے اس نے عروش سے بات کرنا چاہی مگر عروش کا موبائل فون آف تھا...... اس نے بہت ٹرائی کی مگر ہر بار کمپیوٹر کی جانب سے جواب ملتا پاور آف ہے چند لمحے پہلے جو زمانے بھر کی خوشیاں اس کے دل کے آنگن میں محو رقصاں تھیں

اب وہ پریشانی کی گرداب سے دست وگریباں ہونے لگی تھیں جس طرح سوہنی کو دریا میں اترنے سے پہلے کچے گھڑے کی خبر نہیں تھی اسی طرح اسے بھی صنف نازک کی بے وفائی کا علم نہیں تھا چھیما تو اس کے دل میں اپنی محبتیں دیکھ کر یہاں تک پہنچا تھا مگر اس نے بے رخی اختیار کر لی تھی چھیما کئی چکر لگاتا رہا مطلوبہ مقام کے اور اسے کال کرتا رہا مگر موبائل اس نے بند کر دیا تھا جب وہ چکر لگا رہا تھا تو وہاں پر موجود سیکورٹی گارڈ کو شک گزرا اور پوچھنے لگا میں کافی دیر سے تمہیں چکر لگاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں آپ نے کس سے ملنا ہے اور کہاں سے تشریف لائے ہو......؟ ہمیں بتلائیں ہم آپ کی مدد کریں گے لیکن چھیما سیکورٹی گارڈ کو کیا بتلاتا جب چھیما سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو سیکورٹی گارڈ کہنے لگا آپ ہمیں مشکوک لگ رہے ہو میں ابھی پولیس کو کال کرتا ہوں پھر وہ لوگ سب تفتیش کر لیں گے کیوں ہم آپ کو صبح سے شتر بے مہار کی طرح اس جگہ پر چکر لگاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں...... پولیس کا نام سن کر چھیما کباڑیہ کے ہوش اڑ گئے تھے کیونکہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے چھیما نے سیکورٹی گارڈ کی منت سماجت کی اور اس سے کہا میرے ایک دوست نے مجھے یہاں پر ملنا تھا لیکن وہ نہ جانے کیوں نہیں پہنچا...... میں بس اس کے انتظار میں پریشان ہوں میں کوئی آوارہ گرد یا پھر چور اچکا نہیں بلکہ شریف شہری ہوں اور یہ میرا شناختی کارڈ رہا جس پر سیکورٹی گارڈ کہنے لگا برائے مہربانی آپ یہاں سے چلے جائیں ورنہ میں پولیس کو...... با دل نخواستہ چھیما دل گرفتہ ہو کر وہاں سے چل پڑا قریبی ہوٹل میں بیٹھ کر اس نے چائے پی یہاں بھی اس نے میڈم صاحبہ کو کافی کالز کیں مگر پاور آف تھی...... اس کا دل صدمے سے نڈھال تھا اس نے بھی میڈم کو پھانسنے کیلئے ترپ کے کئی ایک پتوں کی

چال چلی تھی لیکن میڈم نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ آخری چال چل کر چھیما کو اپنی اوقات یاد دلا دی تھی...... اور آسمان کی وسعتوں سے اٹھا کر اسے زمین کی پستی پر پھینک دیا تھا خلوص کی بنیادوں پر استوار کیے ہوئے رشتے نازک اور مقدس ہوا کرتے ہیں مگر آج کے مادی اور جدید دور میں انسان لالچ کا غلام بن کر دوسروں کو سبز باغ دکھلا کر اپنا الو سیدھا کرنے کے چکر میں رہتا ہے...... چھیما کے دل میں ہمکتی تمنائیں اپنی موت آپ مر گئی تھیں اور جذبات کا منہ زور طوفان میڈم کی بے رخی دیکھ کر تھم گیا تھا وہ لہولہان گرداب میں الجھا نہ جانے کیسے گھر پہنچا یہ اس کا دل ہی جانتا ہے یا پھر وہ انسان جو اس کیفیت سے گزرا ہو اس نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ جس سے میں بلائینڈ کھیل رہا ہوں وہ مجھ سے بڑی کھلاڑی ہوگی مگر دنیا کے بازار میں بہت کچھ ہوتا ہے۔

❀❀❀

غزل

اپنی شاعری میں تیرا ذکر بار بار کریں گے
تیری چاہت سے نہ ہم انکار کریں گے
کوئی سلسلہ نہیں ہے تم سے ملنے کا
تصویر تیری دیکھ کر تیرا دیدار کریں گے
اب بھی نہ آؤ گے پہلے وعدوں کی طرح
پھر بھی تیرے آنے کا انتظار کریں گے
جب ہم نہ ہوں گے زمانے میں اے کنول
سب سے ذکر میرا وہ بار بار کریں گے
(میاں عمر زمان، ساہیوال)

غزل

میری زندگی کو ایک تماشہ بنا دیا اس نے
میری محفل میں تنہا بٹھا دیا اس نے
ایسی کیا تھی نفرت اس معصوم دل سے
خوشیاں چرا کر غم تھما دیا اس نے
بہت ناز تھا اس کی وفا پر ہمیں بھی
مجھ کو ہی میری نظروں میں گرا دیا اس نے
خود بے وفا تھی میری وفا کی کیا قدر کرتی
انمول تھا میں خاک میں ملا دیا اس نے
(جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

ریاض احمد کے نام

تجھ سے ملنے کو کبھی ہم جو مچل جاتے ہیں
بہت دور خیالوں میں نکل جاتے ہیں
تیری یاد کے نشے میں جب سے ہوں ڈوبا
لڑکھڑاتے ہیں قدم اور سنبھل جاتے ہیں
تجھ سے روٹھنے کا جب خیال آتا ہے
اشک رخسار پر آنکھوں سے پھسل جاتے ہیں
دوستی میں ایک ہی موسم ہے بہاروں کا ریاض
لوگ موسم کی طرح کیسے بدل جاتے ہیں
(جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

تیری یاد کا موسم

جاناں تمہیں گئے ہوئے کتنے
سال ہوئے اس سے پہلے کہ میں
تڑپ تڑپ کر مر جاؤں اور تجھے
دیکھ بھی نہ پاؤں ہاں جاناں
میں انتظار میں ہوں لوٹ
آؤ کہ پھر سے لوٹ آیا ہے نیا
سال اور جنوری کی سرد رات
تیری یاد کا موسم
(شاعر جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

یہ یاد بھی کیا یاد ہے
کہ ہر یاد میں تو یاد ہے
میں یاد میں تو یاد نہیں جاناں
وہ یاد بھی کوئی یاد ہے
(جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

کیسی قسمت

تحریر: شگفتہ ناز، آزاد کشمیر

محترم شہزادہ التمش صاحب!

السلام علیکم سدا خوش رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی عطا کرے آمین کافی عرصہ کے بعد آج دوبارہ اس خوبصورت بزم میں شرکت کر رہی ہوں امید ہے کہ ضرور جگہ دیں گے ایک دکھی لڑکی کی سچی کہانی ''کیسی قسمت''، لیکر حاضر ہوئی ہوں امید ہے آپ سب کو پسند آئے گی۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

معزز قارئین کافی عرصہ کے بعد ایک دُکھی لڑکی کی داستان لیکر حاضر ہوئی ہوں آیئے نادیہ کی زبانی داستان سنیں۔

میرا نام نادیہ ہے اور میں نے ایک درمیانے درجے کے گھر میں جنم لیا ہم صرف تین بہنیں ہیں اللہ تعالیٰ نے بھائی جیسی نعمت سے محروم رکھا مجھ سے ایک بہن چھوٹی اور ایک بڑی ہے یعنی میں دوسرے نمبر پر ہوں چھوٹی کی پیدائش کے کچھ دنوں بعد امی ہم بہنوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملی اور ہم بدنصیب ماں جیسے مقدس رشتے سے محروم ہو گئی امی کی وفات کے وقت میری بڑی بہن رابعہ کی عمر آٹھ سال اور میں پانچ برس کی تھی کچھ عرصہ تک تو مہمانوں کی گھر میں آمد و رفت رہی اور ہم بھی بھولی رہی اس کے بعد میں امی کو یاد کر کے بہت روتی ابو ہمیں تسلی دیتے ہمارا خیال رکھتے مگر کب تک ابو بھی روزگار کے سلسلے میں دریا غیر یعنی دبئی چلے گئے اور ہمیں دادی کے پاس چھوڑ گئے پہلے ہم علیحدہ گھر میں رہتے تھے امی کی وفات کے بعد ہم بہنیں اکیلے نہیں رہ سکتی تھیں دادا میری پیدائش سے پہلے انتقال کر گئے تھے ایک چچا تھے جو اپنی فیملی کے ساتھ شہر میں رہائش پذیر تھے یعنی کہ میری چچی شہری عورت تھی اسے دیہات کا ماحول پسند نہیں تھا اس لیے چچا کو شہر شفٹ ہونا پڑا وہ بھی کبھار ہی گاؤں کا چکر لگاتے تھے میری ایک پھوپھو جن کو شادی کے ایک سال بعد طلاق ہو گئی تھی وہ بھی ہمارے پاس رہتی تھی میری چھوٹی بہن کی پرورش وہ کرنے لگی ہم دونوں بہنیں سکول جانے لگیں وقت گزرتا گیا اور میں نے پانچ جماعتیں پاس کر لیں ابو فون کر کے ہماری خیریت معلوم کر لیتے اور خرچے کیلئے پیسے بھی بھیج دیتے ہم بہنیں اصرار کرتی کہ ابو گھر آئیں مگر ہر بار ٹال دیتے کہ ایک سال بعد آؤں گا اسی طرح کئی برس گزر

گئے ابو نے پلٹ کر بھی ہماری خبر نہ لی میری پھوپھو گھر کے سارے کام مجھ سے کرواتی میں شروع ہی سے بہت حساس لڑکی ہوں یعنی بہت بزدل اور کمزور دل کی ہوں میرے مقابلے میں میری بڑی بہن مجھ سے زیادہ ہوشیار ہے اگر پھوپھو اسے کو کچھ کہتی تو وہ آگے سے پھوپھو کا مقابلہ کرتی اور اپنی بات پر ڈٹ جاتی پھر پھوپھو باجی کا غصہ بھی مجھ پر نکالتی میں ہر تکلیف کو صبر سے برداشت کرتی اگر شکایت بھی کرتی تو کس سے ماں زندہ نہ تھی باپ دیار غیر چلا گیا کون میرا حوصلہ بڑھاتا خیر باجی نے میٹرک کر لیا تو اس کی شادی ہو گئی وہ اپنے گھر میں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگی کبھی کبھی ہم سے ملنے بھی آ جاتی اب پھوپھو کہتی کہ تم سکول چھوڑ دو پڑھ کر کیا کرو گی مگر میں پھوپھو کی منتیں کرتی کہ میں سکول پڑھوں گی اور گھر کے سارے کام بھی کروں گی دادی بھی پھوپھو کی ہر بات مانتی میں صبح سویرے اٹھتی ناشتہ بناتی برتن دھوتی گھر کی صفائی کرتی اور پھر چھوٹی بہن کو لیکر سکول جاتی گھر آ کر اپنے لیے کھانا بھی خود بناتی پھوپھو نے بہت سے لڑکوں کے ساتھ دوستی کر رکھی تھی وہ ان کے ساتھ گھومتی کبھی گھر میں لڑکوں کو دعوتیں دیتی اور میں کبھی کھانا بناتا اور کبھی چائے رات کو پڑھنے کیلئے بیٹھتی تو بھی پھوپھو منع کرتی کہ لائٹ بند کرو سونے نہیں دیتی میں پھر رو دھو کر خاموش ہو جاتی ابو کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے وہاں شادی کر لی ہے وہ ہماری طرف سے بالکل ہی بے خبر ہو گئے میں ہر ستم کو قسمت کا لکھا سمجھ کر خاموش رہتی چچا کبھی کبھی آتے اور گھر کا خرچہ دے جاتے میں نے میٹرک کلیئر کر لیا اب تو پھوپھو نے سختی سے منع کر دیا کہ آگے نہیں پڑھو گی میں نے بہت منتیں کیں حتیٰ کہ پھوپھو کے پاؤں بھی پکڑے پھر بڑے مشکل سے چچا نے کالج میں میرا ایڈمیشن کروا دیا اور میں کالج جانے لگی دوران کالج مجھے ایک لڑکے سے پیار ہو گیا جس کا نام عدیل تھا وہ بھی کالج جاتا تھا عدیل ایک اچھا لڑکا تھا وہ میری بہت حوصلہ افزائی کرتا وہ ویسے بھی میرے دور کا رشتے دار تھا کبھی کبھی وہ میرے گھر بھی آتا مگر پھوپھو کو بہت برا لگتا میں نے عدیل کو گھر آنے سے منع کر دیا میں نہیں چاہتی تھی کہ عدیل کو کوئی برا بھلا کہے ہم کبھی کبھی باہر مل لیتے ہماری محبت پاک اور سمندر کے پانی کی طرح شفاف تھی عدیل مجھے کہتا کہ نادشہ تم فکر نہ کیا کرو میں تمہیں بہت جلد اس جہنم سے نکال لوں گا اور میں بھی اسی آس میں رہتی کہ کبھی تو میرے نصیب میں خوشیاں ہوں گی میں نے ایف اے کر لیا اور ایک پرائیویٹ سکول میں جاب کر لی عدیل نے کئی بار اپنے گھر والوں کو میرے رشتے کیلئے بھیجا مگر ہر بار ان لوگوں کو مایوس لوٹا دیا جاتا عدیل نے کئی بار مجھ سے کہا کہ نادیہ تم میرا ساتھ دو اور ہم کورٹ میرج کر لیں مگر میں انکار کر دیتی کہ میں اپنے والدین کی عزت کو خاک میں نہیں ملا سکتی عدیل کہتا کہ نادیہ خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے مگر میں بغاوت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی جاب کے ساتھ ساتھ میں نے اپنی تعلیم کو بھی جاری رکھا اور پرائیویٹ بی اے کر لیا مجھے جو تنخواہ ملتی وہ بھی پھوپھو لے لیتی میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی کہ پھوپھو کو کسی بھی طرح سے راضی کر لوں کہ میری شادی عدیل سے کر دیں مگر پھوپھو کی یہی ضد تھی کہ تمہاری شادی میں اپنی مرضی سے کروں گی۔ میرے پاس سوائے آنسو کے اور کچھ بھی نہ تھا عدیل نے ہر ممکن پھوپھو کو راضی کرنے کی کوشش کی کہ جو کچھ آپ کو

وہ مجھ سے لے لیں اور نادیہ مجھے دے دیں پھوپھو اسے برا بھلا کہتی اور مجھے مارتی کہ یہ تمہارے کہنے پر کرتا ہے حالانکہ میں نے کئی بار عدیل کو منع بھی کیا کہ میرے لیے اتنی ذلت نہیں اٹھاؤ میرے نصیب میں تو ہمیشہ کیلئے دکھ ہیں عدیل کہتا کہ نادیہ میں تم سے پیار کرتا ہوں اور تمہارے بغیر کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا ادھر پھوپھو کا چکر تو کئی لڑکوں سے تھا مگر ایک عارف نامی شخص سے کچھ زیادہ تھا انہوں نے میری مرضی کے خلاف اس کے چھوٹے بھائی سے میرا رشتہ طے کر دیا میں بہت روئی باجی نے بھی پھوپھو کو بہت سمجھایا مگر اس عورت نے کہا کہ میں نے جو کرنا تھا وہ کر دیا ہے بہت جلد نادیہ کی شادی کر دی جائے گی لہٰذا تم بھی شادی کی تیاری کرو خیر میں نے خاموشی اختیار کر لی اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتی تھی عدیل نے بہت کوشش کی کہ میں کورٹ میرج کر لوں مگر میں نے پھر انکار کر دیا نہایت سادگی سے میری شادی ایک لنگڑے اور ایک آنکھ سے اندھے شخص سے ہو گئی اس بار میں اپنی قسمت پر دل کھول کر روئی اور خدا سے بہت شکوے کیے میرا شوہر مجھے کہتا کہ تم جیسی لڑکی کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا مگر دیکھو میں کتنا لکی ہوں واقعی وہ درست کہتا ہے بدنصیب تو شاید اس دنیا میں صرف میں ہی ہوں اگر میں خوش نصیب ہوتی تو عدیل کی بات مان لیتی اور خوشیاں حاصل کرتی مگر کیسے اللہ نے ہر دکھ اور ہر ستم میرے نصیب میں ڈالا ہے عدیل پلیز مجھے معاف کر دینا میری وجہ سے تمہیں بھی بہت دکھ ملے ہیں میں بدنصیب تمہیں کوئی خوشی نہیں دے سکی تم بہت اچھے انسان ہو عدیل میری شادی کے دو ماہ بعد سعودی عرب چلا گیا آج میری شادی کو چار سال بیت چکے ہیں میں اب بھی جاب کر کے اپنا گھر چلاتی ہوں اتنے عرصے میں عدیل نے ایک بار بھی اپنے گاؤں کی خبر نہیں لی وہ کہتا ہے کہ اب میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ عدیل میں تم سے ریکویسٹ کرتی ہوں کہ ایک بار آ جاؤ اور کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر شادی کر لو میرے لیے کیوں اپنی زندگی برباد کرتے ہو میں نے تو تمہیں دکھوں اور جدائیوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیا مگر عدیل ہم نے تو سچا پیار کیا ہے ہم اگلے جہان میں ضرور ملیں گے میں اپنی زندگی تمہاری یادوں کے سہارے گزار رہی ہوں تم مجھے مجبور سمجھو یا بے وفا کیونکہ یہ تمہارا رائٹ بنتا ہے پلیز ایک بار پھر تم سے معافی مانگتی ہوں پلیز مجھے معاف کر دینا۔

مجھے پتہ ہے کہ تم جواب عرض پڑھتے ہو اس لیے میں نے اپنی یہ داستان غم جواب عرض میں لکھوائی ہے کئی بار سوچتی ہوں کہ خودکشی کر لوں مگر پھر یہ سوچ کر خاموش ہو جاتی ہوں کہ خودکشی حرام ہے دنیا میں تو کبھی سکون ملا ہی نہیں شاید آخرت میں تھوڑا سا مل جائے قارئین یہ تھی ایک دکھی لڑکی کی داستان دعا کریں کہ نادیہ کو بھی اللہ تعالیٰ سکون اور خوشیاں عطا کرے۔ آمین آپ سب کی آراء کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ایک قطعہ کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں اگر زندگی نے وفا کی تو انشاء اللہ نئی سٹوری کے ساتھ خوبصورت بزم میں شرکت کروں گی۔ جواب عرض کی ترقی کیلئے دعاگو ہوں۔

نہ کوئی دوست ہے نہ رقیب ہے
تیرا شہر کتنا عجیب ہے
میں کس کو کہوں کہ میرے ساتھ چل
یہاں کون اتنے قریب ہے
وہ جو عشق تھا وہ جنون تھا
اب ہجر ہے یہی اپنا نصیب ہے

❀❀❀

تحریر: ایم شفیع تنہا، گجرات 0346-6207338

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم! اللہ آپ کو سدا سلامت رکھے اور آپ تا قیامت جواب عرض کی دکھی نگری میں چمکتے رہیں جناب میں نے عرصہ دراز کے بعد جب دوبارہ جواب عرض پڑھنا شروع کیا تو آپ نے میری بھرپور حوصلہ افزائی کی اس کے لیے میں آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں اس بار اک نئی تحریر لیے حاضر ہوں جس کا نام ''تنہائی'' رکھا ہے امید کرتا ہوں آپ اس کو جلد کسی قریبی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں گے اور جواب عرض کی معرفت سے جن دوستوں نے میرے حوصلہ افزائی اور تحریروں کو پسند کیا ہے ان کا نام ضرور لکھوں گا۔ سب سے پہلے ایم اشفاق بٹ لالہ موسیٰ، جناب میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ ناچیز کو ہر موقع اور اپنے لیٹر میں یاد رکھا آپ جیسے دوست قسمت والوں کو ملتے ہیں اس کے بعد نور جمال کے نثار احمد حسرت سے کہنا چاہوں گا کہ وہ اتنے دکھی ہو کر مت لکھا کریں اور مجھے روزانہ فون کال کر کے ڈھیروں باتیں کرنے کا تہہ دل سے شکریہ اس کے علاوہ مدیحہ فیصل آباد، کشور کرن پتوکی، کریم بگٹی، جواد احمد آکاش جنڈ اور عندلیب منڈی بہاؤالدین کا شکریہ کہ وہ میری تحریروں کو بے حد پسند کرتی ہیں۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

بارش جب بھی ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے آسمان رو رہا ہے اور یہی سوچ کر میری آنکھوں میں بھی آنسو آ جاتے ہیں اور میری لاکھ کوشش کے باوجود بھی آنسوؤں کو بہنے سے نہیں روک سکتی کیونکہ یہ بارش مجھے میرے سجاد کی یاد دلا دیتی ہے شاہد کی محبت ہی تو میری زندگی کا اثاثہ ہے اب تو یادوں کے سہارے ہی زندگی گزارنا ہے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی تو میری جان ہی لے لیتی ہے بس یوں سمجھ لیجئے جب بھی بارش ہوتی ہے میں ماضی میں کھو جاتی ہوں۔

میں نے ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی میری پیدائش پر ماں باپ نے بیٹوں سے بھی زیادہ خوشیاں منائیں کیونکہ ابو کی شادی کے دس سال بعد میری پیدائش ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ میں بہت زیادہ لاڈلی تھی میں جس چیز کی بھی خواہش کرتی وہ فوراً مجھ کو لا کر دیتے میرے ابو ایک سرکاری ملازم تھے ان کی تنخواہ سے بہت اچھا گزارہ ہو رہا تھا میں جب پانچ برس کی ہوئی تو گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیا گیا اور انہی دنوں میرے ابو کی طبیعت خراب

رہنے لگی ڈاکٹر صاحب کو چیک اپ کروایا تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے ابو کے دل کا وال، بند ہے جس کے لیے آپ کو باقاعدگی سے علاج کروانا پڑے گا کیونکہ دل کی بیماری جان لیوا بیماری بھی ہوسکتی ہے ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق ہم نے ابو کا علاج اچھے طریقے سے ۔وانا شروع کردیا ہمارے پاس جو بھی جمع پونجی تھی و۔ ابو کے علاج پر خرچ کردی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ دن بدن ان کی طبیعت بگڑتی گئی۔

آخر وہ منحوس دن بھی آ گیا جب ابو ہم سب کو روتا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے ابو کی وفات کے بعد گھر سونا سونا لگنے لگا ابو زندہ تھے تو ہمیں کسی چیز کی کوئی فکر نہ تھی مگر اب تو راتوں کو اکثر میں ڈر جاتی تھی کیونکہ ہمارے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا میں امی اور ایک میری سوتیلی بڑی بہن عافیہ تھی جو سوتے میں ڈر جاتی تو امی کے ساتھ سو جاتی اور خود کو محفوظ سمجھنے لگتی موت اور زندگی تو قدرت کا قانون ہے اور اس کا حکم کون ٹال سکتا ہے اس کا ہر فیصلہ بڑا اٹل ہو جاتا ہے۔

ہمارے سر سے ایک شفیق بات کا سایہ اٹھ گیا تھا اور ابو کی وفات کے بعد سب رشتہ داروں نے آہستہ آہستہ ہم سے منہ موڑ لیا جو ہماری بلائیں لیتے نہ تھکتے تھے اب ہم سے سیدھے منہ بات نہ کرتے تھے اب نوبت فاقوں پر آن پہنچی تھی وہ تو بھلا ہو ہمارے محلے میں رہنے والے سیٹھ ابرار کا جنہوں نے ہماری مالی مدد کی ابراہ صاحب بہت ہی نیک دل اور خدا ترس بندے تھے اور غریبوں کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور ابراہ صاحب نے ہی ہمارے والد کی وفات پر مہمانوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری لی تھی آخریوں کب تک نظام چلتا پیٹ پالنے کے لیے کچھ تو کرنا پڑتا ہے سو امی جان نے سیٹھ ابرار ہی کے گھر میں کام کاج کرنا شروع کردیا جس کے عوض وہ ہر ماہ ہمیں اک معقول رقم دے دیتے تھے جس سے ہماری زندگی کی گاڑی چل رہی تھی اس طرح وقت کا پنچھی پر لگائے اڑتا رہا اور میں نے میٹرک کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کر لیا اب میں جوانی کی دہلیز پر پہنچ چکی تھی اور مجھے اپنی ماں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے نوکری کی تلاش تھی یوں تو ہمارے معاشرے میں عورت کو گھر سے باہر کام کرنے کے لیے منع کیا گیا ہے مگر حالات ایسے تھے کہ صرف امی کے پیسوں سے گزارہ کرنا مشکل ہو گیا تھا اور پھر مہنگائی بھی تو بڑھ گئی ہے صرف دو آدمی کی ہنڈیا پکانی ہو تو کم از کم دو سو روپے لگ جاتے ہیں آخر ہم غریب لوگ جائیں تو آخر کدھر جائیں پتہ نہیں ہماری حکومت کا غربت مکاؤ پروگرام ہے یا غریب مکاؤ پروگرام۔

خیر چھوڑیے۔ سیٹھ ابرار نے میری خواہش پر ایک پرائیویٹ سکول میں بحیثیت ٹیچر مجھے نوکری دلوا دی اب میں روزانہ پیدل سکول اور سکول سے واپس آتی تھی سکول زیادہ دور نہ تھا جس کی وجہ سے مجھے کوئی پریشانی نہ تھی اب مجھے ٹیچنگ کرتے ہوئے چھ ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا اور ہماری گلی کا ایک لڑکا جس کا نام شاہد تھا وہ بھی روزانہ اپنی چھوٹی بہن کو اس میرے والے سکول میں چھوڑنے آتا تھا میرا کبھی کبھی راستہ میں اس سے ٹکراؤ ہو جاتا تھا کچھ دنوں سے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ شاہد میری طرف دھیان سے دیکھتا تھا اور کچھ کہنے کی بھی کوشش کرتا تھا مگر بول نہیں پاتا تھا آج بھی اس کی چھوٹی بہن خلاف معمول اکیلی سکول جا رہی تھی چونکہ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی تو میں نے پوچھ لیا آج تمہارے بھائی کہاں ہیں اس نے بتایا ان کو سخت بخار ہے اس لیے ساتھ نہیں آسکے اور انہوں نے یہ لیٹر مجھے دیا ہے اور کہا ہے کہ اپنی ٹیچر کو دے دینا۔

میں نے وہ خط اس سے لے کر بیگ میں رکھ لیا شام کو جب گھر آئی تو کمرے میں آ کر وہ خط کھولا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

سلام محبت!

جان سے پیاری عالیہ!

امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہوگی ڈیئر عالیہ جس دن سے آپ کو دیکھا ہے میں آپ کا دیوانہ ہو گیا ہوں نہ دن کو سکون آتا ہے نہ رات کو نیند آتی ہے میرا دل اب آپ کے نام سے دھڑکنے لگا ہے مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے پلیز عالیہ جان میری محبت کا جواب محبت سے دینا اور مجھے یقین ہے کہ آپ میرے خط کا جواب محبت سے دو گی اس شعر کے ساتھ اجازت۔

کبھی پوچھ کر دیکھو مجھ سے اپنی یادوں کا عالم
ساری ساری رات ستاروں سے تیرا ذکر کیا کرتے ہیں

فقط والسلام آپ کی محبت کا طلبگار، شاہد

خط پڑھ کر میں عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہو گئی میں نے آج تک کبھی کسی کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا شاہد کو کیا جواب دوں یہی سوچ کر ساری رات جاگتی رہی آخر اک اٹل فیصلہ کر لیا کہ محبت کا جواب محبت سے ہی دینا چاہیے کاغذ قلم لیا اور لیٹر لکھنے بیٹھ گئی۔

ڈیئر شاہد جان!

السلام وعلیکم میں ٹھیک ہوں امید ہے آپ بھی ٹھیک ہوگے آپ کا محبت نامہ ملا پڑھ کر خوشی ہوئی کہ ہمارا بھی کوئی چاہنے والا ہے اس محبت میں بہت سے مشکل راستے بھی آتے ہیں محبت کی خاطر جان تک لٹانا پڑتی ہے اور مجھے امید ہے کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو اور میری خاطر جان بھی دے سکتے ہو اب مجھے بھی آپ اچھے لگنے لگے ہو اور شاہد جانو آئی لو یو اب مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا ورنہ میں اس دنیا میں تنہا رہ جاؤں گی اور یہ تنہائی مجھے بھی مار دے گی۔

والسلام آپ کی اپنی عالیہ۔

دوسرے دن وہ لیٹر میں نے اس کی بہن کو دے دیا اور کہا کہ اپنے بھائی شاہد کو دے دینا یوں ہماری خط و کتابت کا سلسلہ چل نکلا اور ہماری محبت دن بدن بڑھتی چلی گئی ابھی تک ہماری محبت صرف خط کی حد تک تھی ابھی ملاقات نہیں ہوئی تھی ایک دن شاہد جان نے اپنے محبت بھرے خط میں ملاقات کا اظہار کیا اور مجھے ملنے کے لیے کہا میں نے انکار تو بہت کیا مگر شاہد کی سچی محبت کے آگے ہمت ہار گئی اور ملاقات کرنے کے لیے حامی بھر لی اتوار والے دن ملاقات کے لیے مقررہ جگہ کی طرف چل پڑی اور اس دن ویسے بھی گھر میں کوئی نہ تھا امی کہیں گئی ہوئی تھی اور پھر میں نے رات کو امی کو بتا دیا تھا کہ مجھے کل صبح اپنی دوست سے ملنے جانا ہے اور امی نے اجازت دے دی تھی۔

مطلوبہ جگہ پر میں وقت پر پہنچ گئی تھی سلام دعا کے بعد شاہد کہنے لگا کہ عالیہ آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو اور اس کالے لباس میں یہ چاند سا چمکتا چہرہ کہیں نظر نہ لگ جائے آپ کو اور پھر بارش کا سماں پیدا ہو گیا ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی اور میں اور شاہد ساتھ ساتھ تھے یہ بارش کا موسم ہم دونوں کو بہت پسند تھا ہم تقریباً بھیگ چکے تھے چونکہ ابھی بارش زیادہ تیز نہ تھی اور چند ہی لمحوں بعد بارش زوروں پر تھی شاہد نے قسم کھائی کہ مجھے اس بارش کے ہر قطرے کی قسم میں زندگی بھر تمہارا ساتھ نبھاؤں گا اور تمہیں کبھی کوئی دکھ نہیں دوں گا وعدے قسمیں کبھی نہ بچھڑنے کے عہد و پیمان کیے گئے اور نہ چاہتے ہوئے بھی واپس اپنے گھروں کو لوٹ آئے دوسرے دن صبح ہی مجھے شاہد کا لیٹر ملا جس کی تحریر یوں تھی۔

ڈیئر عالیہ!

سلام محبت امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہو گی عالیہ جان کل آپ سے ملاقات کر کے بے حد خوشی ہوئی میں خود کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں جس کو تم جیسی چاہنے والی اور وفادار دوست مل جائے پیاری عالیہ میں تم سے شادی کا خواہشمند ہوں اور آپ اپنی امی سے میرا ذکر کریں اور ان کو شادی کے لیے رضامند کریں امید کرتا ہوں آپ میری بات پر غور کرو گی کیونکہ آخر کب تک ہم یوں چھپ چھپ کر ملتے

رہیں گے۔

والسلام آپ کا چاہنے والا شاہد

انہی دنوں ہمارے گھر میری بڑی باجی جو کہ سوتیلی ضرور ہیں مگر ہم سب یک جان ہیں کبھی سوتیلے پن کا احساس نہیں ہونے دیا ان کے لیے ایک اچھا رشتہ آیا تھا امی نے کافی جانچ پڑتال کے بعد ہاں کر دی تھی اور چٹ منگنی پٹ بیاہ والی بات ہوئی کچھ ہی دنوں بعد باجی کی شادی ہوگئی اور وہ اپنے گھر میں خوش خوش بسنے لگی اس دن میں امی سے شاہد کے بارے میں بات کرنے ہی والی تھی کہ امی جان نے خود مجھے اپنے پاس بلایا اور بڑے پیار سے کہنے لگی بیٹا عالیہ میں چاہتی ہوں کہ میں اپنے جیتے جی تمہارے بھی ہاتھ پیلے کر جاؤں کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے میں نے پہلے تو انکار کیا کہ نہیں امی مجھے ابھی شادی نہیں کرنی کیونکہ مجھے ابھی آپ کی بہت ساری خدمت کرنی ہے اور شادی کر کے میں آپ کو اس گھر میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی پھر باتوں باتوں میں امی کے پرزور اصرار پر میں نے امی سے شاہد کی محبت کا ذکر کیا اور بتایا کہ میں بھی اس کو پسند کرتی ہوں امی پہلے تو حیران ہوئی کیونکہ ان کو تو یہ شک بھی نہ تھا کہ میں بھی کسی کو پسند کر سکتی ہوں اور امی نے میری پسند دیکھنے کے لیے شاہد سے ملوانے کا کہہ دیا کہ مجھے جلد شاہد سے ملواؤ جب میں نے امی کو شاہد سے ملوایا تو وہ ان کے اخلاق و عادات سے بے حد متاثر ہوئیں اور شاہد سے کہہ دیا کہ تم اپنے امی ابو کو ہمارے گھر بھیجو تاکہ تم دونوں کی باقاعدہ منگنی کی جائے۔

یہ بات سن کر ہم دونوں بے حد خوش ہوئے اور دوسرے دن شاہد نے اپنے امی ابو کو ہمارے گھر بھیجا پھر ہماری منگنی ہوگئی اب ہم سارا سارا دن فون پر باتیں کرتے رہتے اور ڈھیروں آنے والی زندگی کے پلان بناتے غرض ہم بے حد خوش تھے کہ زندگی میں جسے چاہا اسے حاصل کر لیا اور چند دنوں بعد میری شادی بھی نہایت سادگی سے ہوگئی۔

شادی کے بعد شاہد اتنا خوش تھا کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی وہ میرا ہر طرح سے خیال رکھنے والا شوہر تھا مجھے کبھی بھی کسی بھی چیز کی کمی نہیں آنے دی شادی کے ڈیڑھ سال بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک پھول سا بیٹا عطا کیا اور شاہد اپنے بیٹے کے لیے روزانہ نئے نئے کھلونے لے کر آتا اور اس کو کبھی رونے تک نہیں دیا اگر میں کبھی اپنے بیٹے کو ڈانٹتی بھی تو وہ الٹا مجھ پر رعب جماتے کہ تم خواہ مخواہ پھول سے بچے کو ڈانٹتی رہتی ہو ان کی یہ میٹھی میٹھی ڈانٹ مجھے آج بھی یاد آتی ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

ہماری زندگی کی گاڑی بہت پرسکون چل رہی تھی گھر جیسے خوشیوں کا گہوارہ بن چکا تھا ہر طرف مسکراہٹیں ہی نظر آتی تھیں پھر نجانے کس منحوس کی نظر ہماری خوشیوں کو لگ گئی میرا ہنستا بستا گھر اجڑ گیا ہوا کچھ یوں کہ شاہد کا دوست کافی عرصہ سے بیرون ملک مقیم تھا وہ آج رات کی فلائٹ سے پاکستان آ رہا تھا اور اس نے شاہد کو فون کیا تھا کہ تم مجھے ائیرپورٹ پر لینے آؤ شاہد نے مجھے اس بات کا بتایا تو میں نے کہا تم اپنے دوست کو لینے جا سکتے ہو مجھ سے اجازت لے کر وہ اسلام آباد ائیرپورٹ پر اپنے دوست کو لینے چلے گئے وہ تو چلے گئے مگر مجھے عجیب سے خیالات آنے لگے اور میرا دل و دماغ کسی آنے والے طوفان کی پیش قدمی کر رہا تھا میں سونے کی کوشش کرتی تو ڈراؤنے خواب آنا شروع ہو جاتے میں پھر اٹھ کر بیٹھ جاتی اور شاہد کے حق میں دعا کرنے لگتی خدا خیر کرے آج مجھے یہ کیسے بھیانک خیالات آ رہے ہیں ابھی سوچوں میں گم تھی کہ یکایک فون کی بیل بج اٹھی میں نے تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے فون سنا تو میرے ہوش و حواس اڑ گئے۔

دوسری طرف سے کوئی آدمی بول رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ شاہد کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے ہم لے ہسپتال گئے ہیں اس کے مگر ڈاکٹروں کی تمام کوشش کے باوجود بھی جان نہ بچا سکے میں اس کے الفاظ سن کر سکتے میں آگئی میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنا جلدی یہ سب کچھ ہو جائے گا چند لمحوں کے لیے میرے اوسان خطا ہو گئے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور زبان کو جیسے تالا لگ گیا تھا شاہد کی امی بار بار پوچھ رہی تھی کہ بتاؤ کیا ہوا مگر میں جیسے پتھر کی بن گئی تھی اگر چاہتی بھی تو اپنے وجود کو حرکت نہیں دے سکتی تھی دماغ شل ہو گیا تھا اور ساری چیزیں دھندلی نظر آ رہی تھیں آخر میں نے ہمت کر کے بمشکل لڑکھڑاتی زبان سے کہا امی جان شاہد کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں پھر امی بھی چیخیں مار کر رونے لگی۔

بس انسان کی اتنی ہی زندگی کی کہانی ہے اور انسان اتنا ہی مجبور ہے جب تک جسم میں سانس رہتی ہے تو وہ بہت سے منصوبے بناتا ہے مگر سانس نکل جائے تو وہ ایک بت بن جاتا ہے انسان نہیں میت بن جاتا ہے جس کو ہر کوئی جلد از جلد مٹی میں چھپانے کے لیے کربستہ ہو جاتا ہے اور جب میرے مجازی خدا کی ڈیڈ باڈی گھر پہنچی تو ہر طرف کہرام مچ گیا اک قیامت برپا ہو گئی تھی سب رو رہے تھے اور پھر اس دن دو بجے میری جان شاہد کا جنازہ پڑھایا گیا اور پھر اس کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

شاہد کی موت کے بعد مجھے ہر طرف سے تنہائیوں کے ناگ ڈسنے لگے اور رفتہ رفتہ شاہد کے امی ابو کا رویہ بھی مجھ سے بدلنے لگا وہ مجھے دلاسہ دینے کی بجائے الٹا مجھ ہی کو قصوروار ٹھہراتے کہ تمہاری وجہ سے ہمارے بیٹے کی موت واقع ہوئی۔

الغرض میں بالکل اکیلی ہو گئی اب میں اپنے میکے میں رہنے لگی تھی کیونکہ شاہد کے گھر والوں سے روزانہ کسی نہ کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے میں تنگ آ چکی تھی اور اپنے بیٹے کو لے کر امی کے پاس ہی رہنے لگی۔

امی جان کو بھی میرا اس طرح اچانک جوانی میں بیوہ ہونے کا کافی صدمہ پہنچا تھا جس وجہ سے وہ بیمار رہنے لگی تھیں امی کی حالت دیکھ کر مجھے بھی رونا آ جاتا تھا کیونکہ امی میرے غم کی وجہ سے بیمار ہو گئی تھیں اور اسی بیماری کی وجہ سے امی جان بھی مجھے ایک دن روتا چھوڑ کر جہان فانی سے کوچ کر گئیں اب میں جاؤں تو آخر جاؤں کہاں کیونکہ میرا اس دنیا میں کوئی بھی پرسان حال نہیں ہے اب میں اور میرا بیٹا اکیلے امی کے گھر میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں میں نے کئی بار سوچا کہ میں بھی اس دنیا کو چھوڑ دوں مگر یہ سوچ کر قدم رک جاتے ہیں کہ میرے بیٹے کا کیا بنے گا اس کو کھانا کون دے گا اس کے کپڑے کون دھوئے گا اب زندہ ہوں تو صرف اپنے لخت جگر کی خاطر۔

اس پہاڑ جیسی زندگی کو اکیلے نہیں کاٹ سکتی اس کے لیے مجھے کسی ساتھی کی ضرورت ہے جو کہ میرے سارے دکھ بانٹ لے اور مجھے ہمیشہ خوش رکھے آپ سب کی رائے کا شدت سے انتظار ہے کہ میں شادی کر لوں یا نہیں۔

❀❀❀
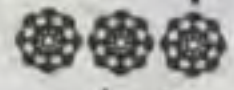
غزل

تیری یاد بہت آنے لگی ہے
اک جان ہے اب وہ بھی جانے لگی ہے
تنہا تنہا اب رہنے لگا ہوں
تنہائی بہت تڑپانے لگی ہے
اسحال میں جینا مشکل ہے
ہر سانس تجھے بلانے لگا ہوں
تیری یادوں کی جو خوشبو ہے
میری سانسوں کو مہکانے لگا ہوں
کوئی لمحہ تیری یاد سے خالی نہیں
اب تو یہ آنکھیں بھی آنسو بہانے لگی ہیں
اگر لوٹ آنا ہے تو لوٹ آؤ سانول

(بشیر سانول، مانسہرہ واہ کینٹ)

آخر کیوں

☑.....تحریر: تحریم ناز

محترم شہزادہ التمش صاحب!

السلام علیکم سدا خوش رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی عطا کرے آمین کافی عرصہ کے بعد آج دوبارہ اس خوبصورت بزم میں شرکت کر رہی ہوں امید ہے کہ ضرور جگہ دیں گے میں اپنی ذاتی کہانی لکھ رہی ہوں جس کا نام ''آخر کیوں'' رکھا لیکر حاضر ہوئی ہوں امید ہے آپ سب کو پسند آئے گی۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

پیارے قارئین زندگی کے سفر میں بعض ایسے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں انسان چاہے بھی تو بھلا نہیں سکتا یہ میری ماضی کی تلخ حقیقت ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کو میری کہانی ضرور پسند آئے گی میرا نام تحریم ہے میں نے ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں پہ مجھے زیادہ پیار نہیں ملا ہم گیارہ بہن بھائی ہیں جن میں سات بہنیں اور تین بھائی ہیں اور میری ایک بہن پندرہ دن کی تھی اور اللہ کو پیاری ہو گئی میرے ابو سرکاری ملازم تھے ہماری بڑی فیملی ہونے کی وجہ سے گھر کا گزارہ مشکل سے ہوتا تھا۔

ہم گاؤں میں رہتے تھے جب میں 6 ماہ کی ہوئی تو میری ابو نے شہر میں ایک چھوٹا سا مکان بنوا لیا پھر ہم شہر میں شفٹ ہو گئے یہاں پر ہم نے چار دکانیں بھی بنوائیں تین دکانیں کرائے پر دے دیں اور ایک میں چائنہ چکی لگوا لی زندگی کی گاڑی آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کر رہی تھی زندگی کے دن گزرتے گئے ہم نے اپنی بڑی بہن ثمرہ کی شادی کی جو سب سے بڑی ہے 2 دسمبر 2005ء کو انجام پائی جب ہم گاؤں سے شہر آئے تو میرے ابو ریٹائر ہو چکے تھے جن پیسوں سے ہم نے اپنا گھر اور دکانیں بنائی اس کے بعد ہم نے اپنی دو بہنوں کی شادی کی جو اس تاریخ کو انجام پائی 22 مارچ 2009ء دونوں اپنے گھروں میں ہنسی خوشی رہنے لگیں اس کے بعد میرے والد صاحب بیمار رہنے لگے گردے خراب ہونے لگے اور جگر خون بنانا چھوڑ گیا بہت سارے ڈاکٹروں سے علاج کروایا لیکن کہیں سے بھی کوئی امید کی کرن نظر نہ آئی یہاں تک کہ میرے ابو 30 ستمبر 2009ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہمارے گھر میں قیامت ٹوٹ پڑی یہ ہمارے لیے بہت بڑا صدمہ تھا اس کے بعد میری والدہ صاحبہ ابو جان کی پریشانی لینے

لگی اور ہمارے بارے میں سوچتی رہتی کہ ان کا کیا ہو گا میرے ابو کا صدمہ میری امی سے برداشت نہ ہوا میری امی جان گھر سے باہر بھی نہیں نکلتی تھیں گھر میں بند ہو کر رہ گئیں جس سے میری والدہ کی صحت پر بہت اثر ہوا ہم نے اپنی امی جان کو بہت سمجھایا کہ آپ ایسا نہ کیا کریں اپنے آپ پر قابو رکھیں امی کو ایک دن بخار ہو گیا ہم نے امی کو دوائی لا کر دی امی جان بالکل ٹھیک ہو گئیں اور اچھی بھلی باتیں کرنے لگیں ایک ہفتہ گزر گیا گرمیوں کے دن مئی کا مہینہ تھا امی کو اچانک پھر بخار ہو گیا امی کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں میں نے امی کو اٹھا کر باہر لانا چاہا تو امی سے اٹھا نہ گیا میں نے اپنی بہن کو آواز دی جو مجھ سے بڑی ہے ہم دونوں نے امی کو باہر نکالا اچانک امی نے آنکھیں بند کر لیں ہماری تو جان ہی نکل گئی ہم امی کو ہسپتال لے گئے میرا بھائی اور بڑی باجی امی کے ساتھ تھے ہم ساری رات پریشان رہے جب 2 بجے کا ٹائم ہوا تو ہمارے دروازے پر دستک ہوئی میرے بڑے بھائی جن کی گاڑی چلاتے ہیں وہ چارپائی لینے آئے تھے انہوں نے بتایا کہ تمہاری امی فوت ہو گئی ہے میرے بڑے بھائی اپنی دکان پر ہوتے ہیں ایک ہفتے بعد گاڑی گیس لوڈنگ کیلئے لاہور لے کر جاتے ہیں اور دوسرے بھائی نے میٹرک کے پیپرز دیئے ہیں اور تیسرا سب بہن بھائیوں سے چھوٹا ہے وہ والدین کا بھی لاڈلا تھا اور ہم سب بھی اس سے بہت پیار کرتے ہیں وہ ابھی زیر تعلیم ہے چار بہنوں نے میٹرک کیا ہے اور دو نے مڈل اور چھوٹی ابھی پڑھتی ہے کہانی لکھتے ہوئے میرا قلم ساتھ نہیں دے رہا پہلے لکھ چکی ہوں کہ میری جس بہن کی 2 دسمبر کو شادی ہوئی تھی وہ گاؤں ہمارے گھر سے 30 منٹ کی دوری پر ہے جب میں پہلے دفعہ ان کے پاس گئی تو میرا دل نہیں لگ رہا تھا تب میری بہن کے پہلا بیٹا پیدا ہوا تھا ہم نے اس کا نام عمیر رکھا میری باجی کی جیٹھانی اور میری باجی ایک ہی گھر میں رہتی تھیں جس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں میری باجی کا جیٹھ بزنس کرتا تھا اس کا بیٹا ارحم جس کو دیکھتے ہی مجھے اس سے محبت ہو گئی محبت کے چراغ اپنے دل میں جلانے لگی اک آس اور امید باندھ لی خزاں میں بھی بہار لگنے لگی رات کی نیند اور دن کا چین اڑنے لگے تو سمجھ لیں محبت ہو گئی اس کی میٹھی میٹھی باتیں وہ تڑپا دینے والی مسکراہٹ میرے دل میں اترنے لگی ان کے گھر کے باہر ایک چھوٹا سا کھیت تھا جس میں پیپل بھی لگا ہوا تھا وہ بہن بھائی پیپل کے نیچے بیٹھ جایا کرتے تھے اور میں بھی اپنے بھانجے کو ساتھ لیکر ان کے پاس چلی جاتی تھی ہم وہاں بیٹھ کر گیمز وغیرہ بھی کھیلا کرتے تھے وہ میری طرف پیار بھری نگاہ سے دیکھتا تھا شاید وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگا کافی عرصہ تک ہماری دوسرے سے بات نہ ہو سکی ایک دن اس نے مجھے لیٹر دیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ میں آپ سے پیار کرتا ہوں گھر والوں کی وجہ سے تم سے بات نہیں کر سکتا ہر وقت تمہارے بارے میں سوچتا رہتا ہوں رات کو نیند نہیں آتی پڑھائی میں بھی دل نہیں لگتا تم میری زندگی ہو تمہیں پانا ہی میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے کہیں تم مجھے راستے میں چھوڑ تو نہ دو گی۔

والسلام تمہارا ارحم!

کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد میں واپس اپنے گھر آ گئی اب میں کھوئی کھوئی رہنے لگی ہر وقت اس کے بارے میں سوچتی رہتی تھی نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا گھر میں دل نہیں لگ رہا

تھا اس کی یاد میں تڑپتی رہتی تھی اس نے اپنی تعلیم مکمل کر لی اور ڈاکٹری کا کورس کرنے لگا وہ اپنے کورس میں کافی مصروف ہو گیا تھا وہاں سے آئے مجھے تقریباً ایک سال گزرا کہ اس کے ابو وفات پا گئے میں اور میرے گھر والے وہاں گئے اور میں اپنی باجی کے ہاں ٹھہر گئی تب میری ایک دن اس سے ملاقات ہوئی میں نے کہا ارحم اس نے کہا جی میں نے کہا مجھے تمہارے ابو کی وفات کا بہت افسوس ہوا تو وہ خاموش رہا اس کے بعد ہماری کوئی بات نہ ہو سکی کچھ عرصے بعد میں واپس گھر آ گئی پھر میری بڑی باجی نے دوسری دو باجیوں کی شادی کی دعوت کی تب میں ان کے ساتھ گئی تب میری اس کے ساتھ ملاقات ہوئی تب اس نے کہا تم میرا ساتھ دو گی میں نے کہا ہاں میں تمہارا عمر بھر ساتھ دوں گی اور شادی تمہیں سے کروں گی پھر میں نے اس کو یہ شعر سنایا۔

حسرتیں بے قیاس ہوتی ہیں
صورت غم شناسی ہوتی ہیں
جن کے ہونٹوں پر ہنسی ہو
ان کی آنکھیں اکثر اداس ہوتی ہیں

میں اس کے سکھ میں برابر کی شریک رہی کہ اس کو بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے اسے ایک بار بھی خیال نہ آیا میرے والدین فوت ہوئے اس نے آنا تو کیا میرے ساتھ افسوس تک نہ کیا پھر اس کا دادا فوت ہو گیا تب میں گئی میری باجی ثمرہ ہمارے پاس آئی ہوئیں تھیں میں اور میری باجی وہاں چلی گئیں اس کے بعد وہ مجھے ایسے بھول گیا کہ جیسے ہمارے درمیان کوئی تعلق ہی نہیں تھا وہ میری طرف دیکھتا بھی نہیں تھا اور نہ ہی میرے ساتھ کوئی بات کرتا تھا اس کا یہ رویہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا میں نے اس سے اپنے سوالوں کا جواب مانگنا چاہا لیکن موقع ہی نہ ملا اس نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا کہتا تھا مجھے بیچ سفر کے چھوڑ تو نہیں دو گی لیکن اس نے مجھے خود ہی چھوڑ دیا۔

نہ جانے کیا تھا اس کی نگاہوں میں ضرور وہ نظر چرا کر بھی گزرے تو بیوفا نہیں لگتا

میں نے اس کے بڑے بھائی کے موبائل سے اس کا نمبر چرا لیا جب میں نے کال کی اور اپنے سوالوں کا جواب مانگا تو آگے سے پتہ نہیں کیہ کرتا رہا آواز نہیں آ رہی یہ کہتا رہا میں نے اس سے ایس ایم ایس پر بات کی پہلے تو وہ سیدھے منہ جواب نہیں دے رہا تھا بعد میں ٹھیک طرح سے بات کی اس کی تربیت کچھ آزادانہ ماحول میں نہیں ہوئی تھی اس لیے مجھے اس پر یقین تھا اس نے میرے اعتماد کو توڑ دیا وہ کیسا انسان ہے اس نے میرے ساتھ جھوٹ موٹ کا ڈرامہ رچایا کہ مجھے ہارٹ پرابلم دل کا مسئلہ ہے میں نے جب یہ سنا تو رونا آ گیا اس نے کہا میں نے گھر والوں کو نہیں بتایا کہ مجھے دل کا مسئلہ ہے میری سانس رک جاتی ہے اور دل پر درد ہوتا ہے اور میں بے ہوش ہو جاتا ہوں کچھ دن میں ایس ایم ایس پر اس سے باتیں کرتی رہی ایک دن میں نے اس سے بات نہ کی تو رات کو اس کے ایس ایم ایس آئے جن میں لکھا تھا جی کون، آپ کو کسی کی فکر بھی ہے آپ ہو کون میری تو پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ساری رات میں سو نہیں پائی تھی۔

میرے سر میں درد تھا اوپر سے اس نے ایسے ایس ایم ایس کر دیئے میں سارا دن پریشان رہی کہ کسی اور کو پتہ نہ چل گیا ہو میری باجی ثمرہ تب ہمارے پاس تھیں جب میری باجی وہاں گئیں مجھے ڈر سا لگ رہا تھا کہ کہیں باجی

سے کوئی بات نہ کر دے نہیں کسی کو پتہ نہ چل گیا ہو تب کافی دنوں بعد میں شعروں اور غزلوں والے ایس ایم ایس کئے تب بھی اس نے یہی لکھ کر بھیجا جی کون پھر میں ڈر گئی کہ یہ کون ہو سکتا ہے موبائل تو 24 گھنٹے اس کے پاس رہتا ہے سو میں نے پھر ایک دن اسے فون کیا ریسیو کر کے اس نے بات نہیں کی میں ہیلو ہیلو کہتی رہی لیکن وہ نہیں بولا لیکن پھر ایک دن بات کی لیکن میں نہیں بولی اس کی میں نے آواز پہچان لی تھی اس نے ہی یہ سب لکھ بھیجا تھا اس نے ہی ایسے کیا تھا میرے سارے ارمان میرے سارے سپنے چکنا چور ہو چکے تھے مجھے خود سے نفرت ہو رہی تھی ایک ایسے انسان کا انتخاب کیا جو محبت کے نام سے نا آشنا تھا جس کے لیے جیتی رہی جس کے نام زندگی کر دی جس کے لیے ذلیل ہوئی اس شخص نے میری زندگی کے ساتھ مذاق کیا میری محبت کو مذاق بنایا اس نے میری ہنستی مسکراتی زندگی میں نفرتوں کا زہر گھول دیا جس سے میں نہ تو جیتی ہوں اور نہ ہی مرتی ہوں میری زندگی کے سب رنگ ماند پڑ گئے اور میں ہر وقت گیلی لکڑی کی مانند سلگتی رہتی ہوں وہ آج بھی میرے ہی شہر میں اپنا کورس مکمل کر رہا ہے لیکن کبھی اسے میری یاد نہیں آئی وہ اپنے موبائل پر ایس ایم ایس پڑھ پڑھ کر ہنستا ہے اپنی زندگی میں مگن ہے اپنی زندگی کو بھرپور طریقے سے گزار رہا ہے اور ایک ہم ہیں جو اس کے لیے اپنا سب کچھ کھو کر بیٹھے ہیں ہمیں آج بھی اس کا انتظار ہے کہ کب ہماری چوکھٹ پر آئے گا اور آ کر رہے گا کہ تم میرے ہو۔

قارئین یہ تھی میری آپ بیتی مجھے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا کہ میں غلط تھی یا پھر وہ کس نے کس سے بے وفائی کی اور کس نے وفا آخر میں آپ سب لوگ مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے گا اور میں آپ کو خدا اس رسالہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

غزل

آپ سے پیار نہ کرتے تو اچھا تھا
معصوم دل کو نہ تڑپاتے تو اچھا تھا
تم ملے ہی شاید مجھ سے بچھڑنے کے لیے
محبت کر کے پچھتا رہے ہیں نہ کرتے تو اچھا تھا
تمہاری جدائی تو جلاتی ہے میری زندگی
آپ سے ملاقات ہی نہ ہوتی تو اچھا تھا
سپنے کب سچے ہوئے دیکھو ہماری نادانی کو
سپنوں پر یقین نہ کرتے تو اچھا تھا
غم تو پہلے ہی کم نہ تھے تحریم کی زندگی میں
مگر محبت کا غم نہ دیکھتے تو اچھا تھا

❁❁❁

غزل

اک خواب ہے اس خواب کو کھونا بھی نہیں ہے
تعبیر کے دھاگے میں پرونا بھی نہیں ہے
ہے لپٹا ہوا دل سے کسی راز کی صورت
وہ شخص کہ جس کو میرا ہونا بھی نہیں ہے
یہ عشق و محبت کی روایت بھی عجیب ہے
پایا نہیں جس کو اسے کھونا بھی نہیں ہے
جس شخص کی خاطر تیرا یہ حال ہے سانول
اس نے تیرے مر جانے پہ رونا بھی نہیں ہے
(بشیر احمد سانول، مانسہرہ واہ کینٹ)

غزل

گلاب کی صورت نہ بنایا کرو
پھول زلفوں میں نہ سجایا کرو
پردہ ہوتا نہیں منہ چھپانے سے
چہرے پر نہ لگایا کرو
اچھی نہیں لگتی تیرے چہرے پر اداسی
کبھی کبھی تو صنم مسکرایا کرو
ہو جائے نہ کسی کا رونا تیرے لیے عذاب
دل یوں نہ کسی کا جلایا کرو
(جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

غزل

رو ٹھنا کرتا ہے تیرا بیقرار سجنا
ہم کرتے ہیں بہت تجھے پیار سجنا
تمہارے بغیر دن نہیں گزرتا ناز
تیرے مس کال کا کرتے ہیں انتظار سجنا
یہ تیری محبت کا اثر ہے جاناں
اس لیے کال کرتے ہیں بار بار سجنا
(جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

تیرے نام

سکوت شب میں درد سے ہم کلام ہوا
تشنگی دید لیے کوئے جاناں سے ناکام ہوا
لوگوں کے مسائل کو سلجھایا ہم نے
بس ناحل ہم سے اپنا کام ہوا
راز الفت جو پنہاں تھا صدیوں سے
وہ ستاروں کے ٹوٹنے سے عام ہوا
آرزو تھی کہ خود سے سر راہ گزر ملوں کبھی
اتفاقاً یہ حادثہ بھی کل شام ہوا
مظہر تجھے بھی وقت نے کہاں لا چھوڑا
اور وہ بھی شکار گردش ایام ہوا
رمز شاہد میں تیرے آنسو موتی ٹھہرے
اور تیرے لبوں کا نام جام ہوا
کہا زلفوں کو گھٹائیں تیری پلکوں کو چلمن
آنکھیں تیری جھیل ٹھہریں، چہرہ ماہ تمام ہوا
مظہر میں نے بھی تیرے واسطے یہ غزل لکھی
اور جاناں اس کا اک اک شعر تیرے نام ہوا
(مظہر نظیر، کیوائی بالاکوٹ)

غزل

اک خواب ہے اس خواب کو کھونا بھی نہیں ہے
تعبیر کے دھاگے میں پرونا بھی نہیں ہے
ہے لپٹا ہوا دل سے کسی راز کی صورت
وہ شخص کہ جس کو میرا ہونا بھی نہیں ہے
یہ عشق و محبت کی روایت بھی عجیب ہے
پایا نہیں جس کو اسے کھونا بھی نہیں ہے
جس شخص کی خاطر تیرا یہ حال ہے سانول
اس نے تیرے مر جانے پہ رونا بھی نہیں ہے
(بشیر سانول، مانسہرہ واہ کینٹ)

آرزو

آرزو ہے چاند سر بام آ جائے
پس گھٹا نہ مستور بس تمام آ جائے
تلاش وفا میں وہ بھٹکے شہر شہر
درد وفا لیے نام آ جائے
عشق ہوا بارہا بدنام جہاں میں
کبھی تو حسن پر بھی الزام آ جائے
روح تار تار ہے فراق جاناں میں
دید یار ہو نصیب تو آرام آ جائے
سامنے ہو وہ اے گردش دوراں
دن چڑھے، شام ڈھلے ہو صبح پھر شام آ جائے
منتظر پی لی بہت غم فراق کی نسبت
اب وہ پیمانہ اٹھاؤ جو اس کے نام آ جائے
شوق دید میں ہم ہوش کھو بیٹھے
لطف وصل میں پلکیں بھگو بیٹھے
مظہر ٹھہرتی رات اور جہاں محو خواب
بس یاد کی آغوش میں دیوانے دو بیٹھے
(مظہر نظیر منتظر، کیوائی بالاکوٹ)

شام غم

تحریر: ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال 0322-5494228

محترم شہزادہ صاحب!

محترم شہزادہ صاحب! سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں جناب شہزادہ صاحب اور اس کے بعد جواب عرض کے سٹاف کا کہ وہ ہماری تحریروں کو جواب عرض میں جگہ دیتے ہیں پہلے کی طرح اس بار بھی میں ایک سٹوری لے کر حاضر ہو رہا ہوں جس کا نام "شام غم" رکھا ہے اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ آپ میری اس سٹوری کو جواب عرض میں ضرور جگہ دیں گے اس کے بعد میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن دوستوں نے میری سٹوری کو پسند کرتے ہوئے فون کال بھی کیں اور میسج وغیرہ بھی کیے ان دوستوں میں سے میں چند دوستوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، اللہ دتہ مخلص، منظور اکبر تبسم، راشد لطیف صبر ے والا، مجید احمد جائی بہت مہربانی میرے پیارے دوستو یہ سب آپ بھائیوں کی دعا ہے۔ آخر پر جواب عرض کے تمام سٹاف کو بہت بہت خلوص اور محبت بھرا اسلام۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

قارئین کبھی کبھی انسان بھری محفل میں تنہا ہو جاتا ہے سب کچھ ہونے کے بعد بھی کسی چیز کی کمی محسوس کرتا ہے۔ محبت چیز ہی کچھ ایسی ہے جو انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے چاند رات ہے آج اور میں خود کو تنہا محسوس کر رہا ہوں کوئی اپنا نہیں ہے سب ہی جان کے دشمن بنے ہیں۔ میں اس رات کے گزرنے کا انتظار کر رہا تھا جبکہ باقی کوئی اپنے دوستوں کے ساتھ محو گفتگو اور اپنے چاہنے والوں کے ساتھ عید کی تیاریوں میں مصروف تھے سوچ رہا تھا کہ ہر مسکرانے والا چہرہ خوش نہیں ہوتا لوگ جیسے باہر سے ہوتے ہیں ویسے اندر سے نہیں ہوتے آج کل ہر انسان کی زندگی میں ایک کہانی چھپی ہوئی ہے کسی کے اپنے ناراض تو کسی کی مجبوریاں راستے میں عائد ہوتی ہیں عید تو صرف ان کی ہوتی ہے جن کے چاہنے والے اپنے عزیز ساتھ ہوتے ہیں زندگی بھی پھر خوشگوار لگتی ہے کانٹے بھی پھول لگتے ہیں مشکل سے مشکل راستے بھی آسان لگتے ہیں اگر کوئی دل و جان سے چاہنے والا ساتھ ہو تو لیکن افسوس کہ آج کل کوئی کسی کو دل و جان سے نہیں چاہتا اور اس محبت میں انتظار کرنا بہت مشکل ہوتا ہے ایک ایک پل صدیوں جیسا لگتا ہے دن رات قیامت برپا ہوتی ہے ان محبت کرنے والوں پر۔ ہم جانتے ہیں محبت برباد کرتی ہے سزا دیتی

ہے تڑپتی ہے لیکن پھر محبت کرتے ہیں نہیں کرتے نہیں ہیں یہ ہو جاتی ہے اور جب ہوتی ہے تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کسی سے ہو گی کبھی اپنوں سے ہوتی ہے کبھی غیروں سے اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا کب ہو جائے۔ محبت کا روگ بہت برا ہے یہ انسان کو مرنے پر مجبور کر دیتی ہے خیر دوستو اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کو اس روگ سے بچائے تو بہت ڈرتا ہوں اس محبت کے روگ سے بس اپنی مستی میں جینا ہی پسند کرتا ہوں۔

مانا کہ محبت کا روگ بڑا ہے ندیم
ہر اس کے سوا بھی ہزاروں غم ہیں اس دنیا میں

تو دوستو رات بھی کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی ہر طرف آہستہ آہستہ خاموشی ہونے لگی جہاں گلیوں میں پہلے لوگ چل پھر رہے تھے وہ جگہ وہ راستے اب خالی ہو چکے تھے ہر کوئی اپنی تیاری کر کے کہ صبح عید پر یہ کرنا ہے وہ کرنا سب سوچ کر اور خواب دیکھ کر آرام کی نیند سو گئے تھے لیکن میں اپنی تنہائی کے ساتھ لڑ رہا تھا مجھے کیا پتہ تھا کہ میں اکیلا جاگ رہا ہوں یا اور بھی کوئی دکھ درد کے مارے جاگ رہے ہیں یہ مجھے تب پتہ چلا جب آصف کا دکھ بھرا میسج وصول ہوا۔

شام غم

اداس جاگتی آنکھوں کے خواب لایا ہوں
میں پتھروں میں چھپا کر گلاب لایا ہوں
جو ہو سکے تو تنہائیوں میں پڑھ لینا
تمہارے واسطے دل کی کتاب لایا ہوں
وہ اک سوال جو تم نے کبھی نہیں پوچھا
سجا کے پلکوں پہ اس کا جواب لایا ہوں
تجھ کو مجھ سے نہیں میری محبت سے گلہ ہو گا
لے دیکھ میں خلوص احباب لایا ہوں
دل پہ لگے زخم تو کبھی مٹا چکا ہوں ندیم
یہ تو روح کی چوٹوں کا حساب لایا ہوں

یار تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔ جی ہاں یار اور تم بھی تو جاگ رہے ہو وٹ یو آر ڈوئنگ۔ میں نے سوال پر سوال کا میسج کر دیا پھر آصف کی کال آ گئی یار کچھ نہیں کر رہا بس بیٹھا ہوا ہوں۔

قارئین کبھی کبھی انسان نہ چاہتے ہوئے بھی دکھ چھپا نہیں سکتا وہ خود بخود ظاہر ہو جاتی ہیں کچھ اسی طرح میرے پیارے دوست آصف کی باتوں سے ہی اس کی پریشانی اور غم ظاہر ہو رہے تھے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مجھ سے چھپا نہ سکا۔ وہ کافی اداس اور پریشان تھا میں نے پوچھا بھائی وہ کل آصف کا میسج موصول ہوا تھا کہ زندگی کا فیصلہ ہونے والا ہے دعا کرنا تو کیا ہے اور وہ کیسا فیصلہ تھا چھوڑو یار تم بتاؤ عید کی تیاری کیسی ہیں۔ میں نے پہلے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو میں نے غصے سے کہا تو آصف نے کہا کہ یار کیا بتاؤں بھائی۔ یار انتظار کی گھڑی ہے یار بات کیا ہے بتاؤ پلیز بھائی آپ مجھ سے اپنے دل کی ہر بات شیئر کر سکتے ہو۔ یار ندیم بھائی آپ کیا سننا چاہتے ہو کہ میں بتاؤں عشق، محبت میں انتظار کتنا مشکل ہے۔ بہت مشکل ہے بھائی بے حد زیادہ ایک ایک پل صدیوں کے برابر لگتا ہے۔ ندیم تم کبھی میرے پاس آؤ تو تم کو پتہ چلے کہ میری حالت کیسی ہے کیسے جی رہا ہوں میں انتظار کی آس لے کر پل پل مرتا ہوں۔ عشق بہت تڑپاتا ہے بہت رولتا ہے۔ عشق در بدر کرتا ہے۔ عشق بادشاہی سے فقیری کرواتا ہے عشق جیسا برا کوئی روگ نہیں ہے ہر انسان کو برباد کر دیتا ہے۔ میں خود اپنے بھائی کی باتیں سن کر رو رہا تھا اس کے دل میں شاید کوئی درد ہے میں ذہن و دماغ میں سوچتا ہوا پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا مجھے تب احساس ہوا جب آصف نے کہا سو گئے بھائی نہیں نہیں میں نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا اچھا بھائی پلیز بتاؤ ناں کہ یہ بات ہے کیا درد ہے اور تم کس کا انتظار کر رہے ہو پلیز پلیز بھائی میں نے بے حد اصرار شروع کر دیا۔ پہلے تو آصف کافی انکار کیا مگر میرے بار بار اصرار کرنے پر آصف نے کچھ یوں بیان کی آپ بیتی۔ آئیے میرے قارئین

بہنوں بھائیو اور دوستو آج ہم اس انسان کے دکھ سنتے ہیں۔ ہم کو پتہ چلے کہ لوگ اندر سے کیا ہیں اور باہر سے کیا ان کے دل میں کتنا درد ہوتا ہے۔ ہر مجبوری یا پھر بے وفا زمانے کے ڈر و خوف سے وہ بیان نہیں کرتے اور اندر ہی اندر درد کا روگ لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور بعد میں جس کا انجام برا ہوتا ہے دوستو میں تھوڑا سا ٹائم لوں گا۔ دوستو اگر ہم دوسروں کے دکھ درد بانٹ نہیں سکتے تو کم از کم ان کو درد اور تکلیف تو نہ دیں کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ دوسروں کی خوشیوں کا خیال رکھا کرو۔ جیسا کہ ہمارے پیارے نبی نے ارشاد فرمایا۔

''بہترین انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ دوسرے لوگوں کو نفع پہنچائے''۔

تو قارئین ہم سب کو چاہیے کہ خود کی خوشیوں کو لے کر دوسروں کی خوشیوں کا خیال رکھا کریں۔ اپنی خوشی کے لیے دوسروں کی خوشی چھیننا ہمارے لیے اچھا نہیں ہے بلکہ ہم کو صرف اور صرف دوسروں کی خوشیوں کا خیال رکھنا چاہیے جس حد تک بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرتے رہو جو ہمارے آخرت میں بھی کام آئے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک راہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے آمین۔

بے وفا دنیا پر مت کر اعتبار
تو اچانک موت کا ہو گا شکار
موت آ کر ہی رہے گی یاد رکھ
جان جا کر ہی رہے گی یاد رکھ
گر جہاں میں سو برس تو جی بھی لے
قبر میں تنہا قیامت تک رہے گا
موت آئی پہلوان بھی چل دیئے
خوبصورت نوجوان بھی چل دیئے
عہدہ دنیا ہی میں رہ جائے گا
حسن تیرا خاک میں مل جائے گا
تیری طاقت تیرا فن عہدہ تیرا
کچھ نہ کام آئے گا سرمایہ تیرا
جب اندھیری قبر میں تو جائے گا
روئے گا چلائے گا گھبرائے گا
کام مال و زر وہاں نہ آئے گا

قارئین شاید آپ لوگوں کا میں زیادہ ٹائم لے گیا ہوں تو معافی چاہتا ہوں غور کریں:

کسی نے کہا بچپن ایک بار ملتا ہے خوب کھیل کود لو
کہیں سے آواز آئی جوانی ایک بار ملتی ہے خوب انجوائے کر لو
کسی نے کہا کہ کالج کی لائف ایک بار ملتی ہے خوب مستی کر لو
لیکن کبھی کسی نے یہ کہا کہ زندگی ایک بار ملتی ہے اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو۔

افسوس ہے! ہم کو اپنے اوپر آج ہم لوگ کتنے غافل ہو گئے ہیں اپنے اللہ تعالیٰ کی یاد سے زندگی ایکبار ہی ملتی ہے یہ زندگی ختم ہو کر ہی رہے گی میرے دوستو پلیز ابھی وقت ہے اپنے آپ کو ٹھیک کر لو اور اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو اور اپنے گناہ کی معافی مانگ لو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک راہ پر چلنے کی توفیق دے اور ہماری آخرت کامیاب ہو جائے۔ اب آتا ہوں اصل سٹوری کی طرف قارئین اب آگے آصف بھائی کی زبانی ہی اس کی سٹوری سنتے ہیں۔

ہر آنکھ سے آنکھ ملائی نہیں جاتی
ہر کسی کے دل میں محبت جگائی نہیں جاتی
کیوں اتنے گریزاں ہو دل میں بسے ہوئے
ہو جانِ تمنا وفا ایسے تو نبھائی نہیں جاتے
پتھر بھی کہیں ہم اگر اہل وفا ہے
تو نفرت چہرے پہ سجائی نہیں جاتی
لازم ہے پیار کی کسک دونوں طرف ہو
ایک ہاتھ سے تو تالی بجائی نہیں جاتی

اگر ایک بار شمع محبت روشن ہو جائے ندیم زمانہ کوششیں بھی کر لے تو بجھائی نہیں جاتی

ندیم بھائی لوگ پتہ نہیں کیوں نفرت کی آگ دل میں رکھتے ہیں دنیا جلتی ہے۔ کیا ملتا ہے ان کو دو دلوں کو جدا کر کے کیوں دو دلوں کو ملتے ہوئے یہ دنیا نہیں دیکھ سکتی کیوں جدا کرتے ہیں کیا وہ سینے میں دل نہیں رکھتے محبت کے جذبے کی قدر کیوں یہ زمانے والے نہیں کرتے افسوس ہے قارئین سچی محبت آج کل ملتی نہیں ہے اگر ملتی بھی ہے تو یہ بے وفا سنگدل دنیا دو دلوں کا ملاپ نہیں دیکھ سکتی ہے محبت کے عنوان پر بہت سی کہانیاں لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ ہی چلتا جائے گا میری زندگی کی سٹوری بھی مختصر سی ہے آج میں آپ لوگوں کی دعاؤں کا طلبگار ہوں میری زندگی کے لیے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی میں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے۔

کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں
ماحول کے تپتے صحرا سے حالات کی اجڑی شاخوں سے
اہل جنوں پھولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں
جب سارا اثاثہ لٹ جائے تسکین سفر ہو جاتی ہے
ہم راہنماؤں کے بدلے رہزن کی توقع رکھتے ہیں
سنگین چٹانوں سے دل کے دکھنے کی شکایات کرتے ہیں
ظلمت کے نگر میں نورانی آنگن کی توقع رکھتے ہیں
وہ گیسوئے جاناں ہوں ساغر یا گردش دوراں کے سائے
دل والے مقدر دونوں سے الجھن کی توقع رکھتے ہیں

وہ دن مجھے آج بھی یاد ہے جب میں نے پہلی دفعہ اسے دیکھا تھا کالج سے آتے وقت راستے میں میری کار خراب ہو گئی تھی اور میرے ذہن نے پریشانی کی وجہ سے میرا برا حال کیا ہوا تھا کیونکہ مجھے پتہ تھا اگر میں لیٹ ہو گیا تو میرا دوست ناراض ہو جائے گا پریشانی کے عالم میں کھڑا تھا کہ ادھر سے سلیم آ گیا سلیم میرا بچپن کا دوست ہے وہ میرے ساتھ کالج پڑھتا تھا اس کی تین دن بعد شادی تھی اور اس نے مجھے کہا تھا کہ آپ کالج سے آتے میرے گھر آنا بہت کام ہے میں نے شکر کیا کہ سلیم آ گیا ورنہ اس نے تو یقین بھی نہیں کرنا تھا۔ سلیم نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے آصف یار کار خراب ہو گئی ہے کالج سے واپس آتے ہوئے سلیم نے کہا کہ تم میرے ساتھ آ جاؤ اور اس نے اپنے نوکر کو کہا کہ تم آصف کی گاڑی کو ٹھیک کروا کر لے آنا۔ ہم دونوں گاڑی میں میوزک سنتے ہوئے جا رہے تھے ساتھ ساتھ سلیم مجھے کام بھی سمجھا رہا تھا۔ اچھا یار وہ اچانک چونکا کیا ہوا بھائی اتنے چونکے کیوں ہو یار بات یہ ہے کہ آج شام کو مقابلہ ہے شاعری کا لڑکیوں سے تم کو بتانا بھول گیا اُف یار تم نے پہلے بتانا تھا میں نے تو کوئی شاعری بھی یاد نہیں کی اچھا کوئی بات نہیں میں جا کر کر لیتا ہوں میں تنگ کرتے ہوئے سلیم سے کہا کہ لڑکیاں کہاں کی ہیں یار ہمارے شہر ساہیوال کی ہیں او بھائی سلیم پھر تو بڑی مشکل ہے کہ میں شاعری کروں گا کیوں کہ اس شہر کے لوگ بڑے تیز ہوتے ہیں نہ بابا میں تو شاعری نہیں کروں گا میں تو مذاق کر رہا تھا لیکن سلیم سچ سمجھ رہا تھا کہ میں انکار کر رہا ہوں وہ کہنے لگا کہ آپ کو میری قسم آپ کو ہماری دوستی کی قسم ہے تم لازمی شاعری کرو گے وہ قسم پر قسم دے رہا تھا ٹھیک ہے یار کروں گا لیکن جلدی کار چلا میں پھر ٹائم کم رہتا ہے شاعری بھی یاد کرنی ہے ہیلو بھائی کہاں ہو سلیم کا گھر سے فون آ گیا اس کی بہن بول رہی تھی جی ہم آ رہے ہیں اچھا وہ یاد ہے نہ آج رات مقابلہ ہے شاعری کا ہاں یاد ہے آصف بھائی سے بھی بات کر رہا تھا اس موقع پر وہ بھی میرے ساتھ ہے اچھا میری بات کروانا بھائی آصف سے نبیلہ سلیم کی بہن نے کہا تو سلیم نے موبائل میری طرف بڑھا دیا جی بھائی آصف آپ کو بھائی نے بتایا ہے نہ مقابلے کے بارے میں بھائی ہم نے یہ مقابلہ لازمی اور ہر حال میں جیتنا ہے چاہے جو مرضی ہو

جائے ورنہ کالج میں میری بے عزتی ہو جائے گی نبیلہ آپی تو بولتے ہی جا رہی تھی اچھا آپی اپنی طرف سے تو مکمل کوشش کریں گے اچھا جلدی آ جائیں آپ دونوں پھر رابطہ ختم ہو گیا میں آپ قارئین کو بتاتا چلوں کہ سلیم میری ذات کا نہیں تھا لیکن ہمارے گھر والے اور سلیم کے گھر والے ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے ہم دونوں گھروں میں کسی چیز کا ڈر اور خوف نہیں تھا ہمارے بڑے بھی آپس میں ملتے رہتے تھے خیر پھر ہم دونوں گھر آ گیا آتے ہی نبیلہ آپی ہمارے پاس آئی کہ بھائی یاد رکھنا میری باتیں اچھا آپی ٹھیک ہے اچھا میں گھر چلتا ہوں امی پریشان ہو رہی ہو گی ویسے کچھ دوستوں کو بھی کہنا ہے کہ تیار ہو جائیں شاعری کا مقابلہ ہے پھر میں وہاں سے چلا آیا اور گھر والوں کو سلام کرنے کے بعد سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا اور تمام شاعری والی کتابیں نکال کر شاعری اچھی اچھی تلاش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں دوستوں کی طرف چلا گیا دوستوں کو ہر بات سے آگاہ کیا کچھ تو تیار ہو گئے لیکن زیادہ تو انکار ہی کر رہے تھے کچھ دیر بعد دوستوں سے گپ شپ لگا کر میں سیدھا گھر آیا اور پھر شاعری تلاش کرنے لگا شام کی اذان ہونے تک میں نے کافی شاعری یاد کر لی تھی۔ میں یقین کے ساتھ گھر سے نکلا کہ جیت ضرور ہماری ہی ہو گی دوستوں کو بڑی مشکل سے گھر سے نکالا ہم چند دوستوں نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا کہ ہم نے جیتنا ضرور ہے ہم سب دوست آپس میں محو گفتگو سلیم کے گھر چل رہے تھے آپی نبیلہ تو شاید جیسے ہمارا ہی انتظار کر رہی ہو آپی قریب آئی اور بولی کیا صورتحال ہے میں نے کہا کہ اللہ بہتر کرے گا۔ سلیم آ گیا اتنے میں جی کیا باتیں ہو رہی ہیں جی بس مقابلے کی تیاری کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے۔ آہستہ آہستہ اندھیرا چھانے لگا اور سارا گھر رنگ برنگی روشنیوں سے خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھا ماحول بہت ہی پیارا بن گیا تھا حسین سے حسین چہرے دیکھنے کو مل رہے تھے میں تو ایسے ماحول کا دیوانہ تھا ادھر ادھر کے کاموں سے فارغ ہوتے ہی ہر زبان پر یہ ہی فقرہ شروع ہو گیا کہ شاعری کا مقابلہ شروع ہونے لگا۔ ہر چہرہ صحن کی طرف بھاگنے لگا جہاں اس مقابلے کا انتظام کیا گیا تھا آہستہ آہستہ سارا صحن لوگوں سے بھر گیا میں گھر کی چھت پر کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا اور خوب انجوائے کر رہا تھا مجھے احساس تک بھی نہ ہوا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی چھت پر کھڑا ہے لوگ ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے جس پر میں بے ساختہ مسکرانے لگا مجھے یونہی مسکراتے ہوئے دیکھ کر چھت کی دوسری طرف کھڑی لڑکی میری طرف حیران نظروں سے دیکھنے لگی جب میری نظر اس پر پڑی تو وہ دوسری طرف دیکھنے لگی میں کافی شرمندہ ہوا اچانک اتنے میں نبیلہ کی آواز آئی آصف کدھر ہو میں جلدی جلدی نیچے آیا جی بولیں کہاں تھے تم سارا گھر چھان مارا چلو جلدی کرو میں نے کہا بس ایک منٹ آ رہا ہوں میں نے اوپر کی طرف دیکھا یا اللہ خیر کرنا میں اس طرح کہنے سے سلیم اور نبیلہ کے ساتھ ساتھ چھت سے اترتی ہوئی وہ لڑکی بھی مسکرانے لگی میں دراصل مذاق کے موڈ میں تھا تھوڑی دیر کے بعد مقابلہ شروع ہو گیا میرے دوست مجھ سے بھی شاعری میں آگے تھے میں خاموش ہو گیا ایک دو شعر پڑھ کر میرے دوست خوب مقابلہ کر رہے تھے آہستہ آہستہ میں محسوس کیا کہ میرے دوست کچھ کمزور ہو رہے ہیں دوسری طرف لڑکیوں کی بھی یہ ہی حالت تھی وہ کچھ لڑکیاں ایک لڑکی کو آگے کر رہی تھیں جس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا آخر چند منٹ بعد میرے دوست ہمت ہار گئے میں سامنے آ گیا اب میں مقابلہ کر رہا تھا کہ وہ چہرہ بھی آگے آ گیا یہ وہی لڑکی تھی جو چھت پر میری مسکراہٹ پر مسکرانے لگی تھی میں پہلے تو تھوڑا پریشان ہوا مگر دوستوں کے حوصلے سے میں نے ہمت نہ ہاری وہ بھی بہت تیز تھی ہمت

ہارنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اس کی ساری دوستیں ہمت ہار گئی تھیں کافی دیر مقابلہ ہوتا رہا آخر میں ہمت ہارنے لگا تھا کہ وہ خود ہی مقابلے سے اٹھ گئی اور اس نے ہار مان لی ہر چہرہ پر میرا نام آنے لگا نبیلہ آپی نے کہا کہ آپ نے کمال کر دیا ہے نبیلہ کی دوستیں بھی مجھے مبارک باد دینے لگیں میں کافی ان سے فری ہو گیا۔ اچانک ایک نے کہا کہ آصف قسمت والے ہو آج پہلی بار گلشن کو آپ نے ہرایا ہے آج تک وہ کسی میدان میں نہیں ہاری کھیل شاعری تعلیم سب میں اول آتی رہی ہے اتنے میں گلشن بھی آ گئی۔ مبارک ہو آصف صاحب خیر مبارک جی ویسے مقابلہ اچھا ہوا ہے ناں میں نے تنگ کرنے کے لیے اسے کہا کہ وہ کیا کہتی ہے اس سے پہلے کہ وہ میرے سوال کا جواب دیتی اس کی سہیلی نے سوال کر دیا کہ گلشن تم نے ہمت کیوں ہاری۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ جناب کے چہرے پر مسکراہٹ اچھی لگتی ہے میں مسکراتے چہرے کو اداس کر کے جیتنا نہیں چاہتی تھی اس کا یہ جواب سن کر میں نے حیران کن نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بائے کہہ کر چلی گئی اس کی سہیلیاں بھی چلی گئیں میں اس کے چہرے کے خیالوں میں کھو گیا میں اپنے آپ کو تبدیل ہوتا ہوا محسوس کرنے لگا۔ مجھے خود کو احساس تب ہوا جب ان کے جانے کے بعد میری نیند مجھ سے کوسوں دور ہو گئی اور میری آنکھوں میں صرف اس کا ہی چہرہ آنے لگا لاکھ کوشش کے باوجود بھی اس کے خیالوں سے چھٹکارا حاصل نہ ہوا میری حالت میری سمجھ سے بالاتر ہوتی جا رہی تھی بہت کوشش کی کہ اس کو بھلا دوں مگر ناممکن میری ہر کوشش ضائع گئی۔ دل کرتا کہ صبح جا کر اس سے اظہار کر دوں مگر پھر خیال آیا کہ نہیں وہ ناراض ہو جائے گی میں اس کو ناراض نہیں کرنا چاہتا خود زہر جدائی کا پی لوں گا مگر ناراض نہیں کروں گا اسے ویسے بھی وہ میرے لیے اجنبی ہے وہ رہتی کہاں ہے مجھے تو

اس کے بارے کچھ معلوم بھی نہیں ہے دل کرتا تھا کہ چلا چلا کر بولوں کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے میں کبھی بھی تمہیں بھول سکتا کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔

اے جان تمنا تیرا چرچا نہ کریں گے
مر جائیں گے لیکن تجھ کو رسوا نہ کریں گے
ہونٹوں پر لائیں گے نہ کبھی تیری کہانی
کر دیں گے تیرے ہجر میں برباد جوانی
ٹوٹے ہوئے دل سے بھی شکوہ نہ کریں گے
ہم اپنا کوئی غم نہ دکھائیں گے زمانے کو
پر دل اٹھی یاد تو سی لیں گے زبان کو
ہم راز محبت کو کبھی رسوا نہ کریں گے
دل میں تو رہے گا تیری یادوں کا بسیرا
لیں گے نہ کبھی نام کسی محفل میں تیرا
بھول کر بھی توہین تمنا نہ کریں گے

ساری رات یونہی اس پری چہرہ کی یادوں کے ساتھ گزار دی مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں دوسرے دن کالج بھی نہ جا سکا اور ناشتہ وغیرہ کر کے سیدھا نبیلہ کے گھر کی طرف چل پڑا اور راستے میں سوچتا ہوا کہ اگر موقع ملا تو اظہار کر دوں گا گھر جا کر معلوم ہوا کہ گلشن تو صبح ہوتے ہی شہر چلی گئی تھی نبیلہ کی زبانی گلشن کے بارے میں مجھے کافی معلومات مل گئیں وہ بھی شہر میں پڑھتی تھی اور ایک امیر گھر کی لاڈلی اکیلی بیٹی ہے امیری کا نام سن کر میری روح تک کانپ گئی کہ اگر میں اظہار کروں تو میری محبت کو شاید قبول بھی نہ کرے خیر میں کچھ اداس ہو گیا نبیلہ نے جب میں واپس آنے لگا تو بولی کہ پریشان مت ہوں گلشن نے برات والے دن پھر آنا ہے تب تک لیٹر لکھ کر رکھنا میں نے نبیلہ آپی کی طرف دیکھا تو اس نے کہا کہا ایسے کیا حیران میری طرف دیکھ رہے ہو مجھے سب علم ہو گیا ہے میں نے تمہاری آنکھوں میں اس کا پیار دیکھا ہے میں نے نبیلہ سے کہا کہ آپی پلیز تم

میرا ساتھ دو میں نے اپنے دل کی ساری کتاب کھول کر دکھا دی کہ میرے دل میں کتنی محبت ہے گلشن سے نبیلہ پلیز تم اس کا موبائل نمبر لے دو ورنہ میں خود کو سزا دوں گا ارے پاگل ایسی بات نہیں کرتے میں کل تک اس کا نمبر لے دوں گی میرے پاس تھا مگر وہ سب ڈیلیٹ ہو گئے ہیں میں تھوڑا خوش ہوا کہ مجھے میری جان کا نمبر مل جائے گا سیدھا گھر آیا اور اپنی اداسی کو دور کرنے کے لیے شاعری پڑھنے لگا میں جیسے جیسے شاعری پڑھ رہا تھا میری حالت پر اداسی چھانے لگی میں نے لاکھ کوشش کی کہ خود کو خوش رکھوں مگر میں اتنا ہی زیادہ پریشان ہو جاتا کاش کہ وہ مجھ سے اظہار کرے کوئی لڑکی مجھ سے بھی پیار کرے جب یہ پڑھنے لگا غزل تو میری کیفیت عجیب سی ہونے لگی میرا دل کرتا کہ وہ مجھ سے اظہار کرے وہ مجھ سے کہے کہ مجھے تم سے محبت ہے وہ چاہے جھوٹ ہی بولے مگر بولے تو سہی میں بے حال ہونے لگا خود کو کنٹرول کرتا مگر میں پاگل ہو چکا تھا اس کی محبت میں اس کا انداز اس کی آواز اف اللہ مجھ پر قیامت ڈھانے لگی۔

ہم وہیں پر ہی بسا لیں خود کو
وہ کبھی راہ میں روکے تو سہی
سب سے ہٹ کر منانا ہے اسے
ہم سے ایک بار وہ روٹھے تو سہی
دل اس وقت سنبھل جائے گا
دل کا حال وہ پوچھے تو سہی
اس کی نفرت بھی محبت ہو گی
میرے بارے وہ سوچے تو سہی
اس کے قدموں میں بچھا دوں آنکھیں
میری بستی سے وہ گزرے تو سہی
اس کے سب جھوٹ بھی سچ ہیں
شرط اتنی ہے وہ بولے تو سہی

یونہی سوچتے ہوئے دو دن گزر گئے اور نبیلہ آپی کو اس کا نمبر نہ ملا اور نہ ہی وہ برات کے ساتھ آئی میں بے حد پریشان ہوا نبیلہ آپی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ پتہ نہیں کیوں نہیں آئی آنا تو تھا اس نے پھر پتہ نہیں کیوں نہیں آئی دوستوں سے اس کا پوچھا ہے وہ کہتی ہیں کہ وہ اس رات کے بعد اس بولی ہی نہیں خدا خیر کرے کیوں نہیں وہ آئی میں نے بھی تھوڑا سا کام کیا سلیم کی برات کے لیے پھر گھر آ گیا اور ابو کو بولا آپ تم چلے جاؤ بارات کے ساتھ میں نے نہیں جانا میری طبیعت خراب ہے ابو نے کہا جیسے آپ کی مرضی میں کمرے کو بند کر کے نیند کی گولیاں کھا کر سو گیا شام کو امی نے اٹھایا کہ کھانا کھا لو مگر میں نے کہا کہ مجھے بھوک نہیں ہے آپ کھا لو اور پھر میں سو گیا۔ صبح اٹھا کھیتوں میں چلا گیا سارا دن کھیتوں میں پھرتا رہا بھوک سے میرا برا حال تھا مگر کچھ کھانے کو بھی تو دل نہیں کر رہا تھا دل کرتا تھا کہ ابھی اس کے پاس چلا جاؤں اس کا دیدار ہی میرے لیے سب کچھ تھا شام کو تھک ہار کر جب گھر آیا تو امی کو اپنا منتظر پایا امی نے مجھ سے میری ایسی حالت کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ کچھ نہیں بس صحت خراب ہے تم نے صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں اور صبح سے سلیم بھی کافی چکر لگا چکا ہے تم کہاں تھے ایک دوست کے ہاں گیا تھا اور وہاں سے میں نے کھانا کھا لیا تھا میں نے جھوٹ کا سہارا لیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا بھوک کی وجہ سے نیند تو آ نہیں رہی تھی پھر گلشن کی یادوں میں کھو گیا میں تو پاگل ہو گیا تھا اس کے پیار میں حد سے گزر گیا تھا جہاں سے واپس آنا ناممکن تھا میں اب مر تو سکتا تھا مگر گلشن کو بھول نہیں سکتا تھا زندگی میں پہلی بار مجھے ایسا کچھ ہوا تھا جس کو محبت کا نام کہتے ہیں میری بچپن سے عادت تھی میں جس کی تمنا کرتا تھا اس چیز کو حاصل کر کے ہی آرام کی نیند سوتا تھا جب تک میری خواہش کے مطابق مجھے وہ چیز نہ مل جائے تب تک میں بے چین رہتا اور جس کی تمنا کرتا تو حد سے بڑھ کر کرتا تھا۔ میں اسی طرح گلشن کو بے حد چاہنے لگا تھا میں بھی اب

واپس نہیں آ سکتا تھا چاہے جو بھی ہو جائے جان بھی چلی جائے تو میں گلشن کو پھر بھی نہ بھولوں گا۔

کوئی حرف تسلی کوئی دلاسہ بھی نہیں ہے
اس بھرے شہر میں کوئی شناسا بھی نہیں ہے
کبھی لگتا ہے میں اس کی روح میں ہوں شامل
کبھی لگتا ہے وہ میرا ذرا سا بھی نہیں ہے
اس کی طلب میں شب و روز لہو کے آنسو پیئوں
دل میرا اس قدر پیاسا بھی نہیں ہے
مرگ تعلق کر تو لوں لیکن یہ سوچ کر ڈرتا ہوں
کہ اس بچ ہوا زیست میں کوئی اثاثہ بھی نہیں ہے
میں اس سے دور ہو جاؤں یہ ممکن ہے مگر
آصف اب بن جی پاؤں اب مگر ایسا بھی نہیں ہے

صبح صبح اذان ہو رہی تھی کہ نبیلہ آ گئی میری حالت دیکھ کر وہ مجھ سے ناراض ہونے لگی کہ بھائی آپ نے یہ کیا اپنی حالت بنا رکھی ہے اور آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آئے اب بتاؤ اور ہاں آج گلشن آ رہی ہے۔ سچ میں نے چونکتے ہوئے کہا جی ہاں سچ ہی بول رہی ہوں مگر ایک بات یاد رکھنا آج کے بعد آپ نے اپنی ایسی حالت بنائی نہ تو میں کبھی بات نہیں کروں گی میں خوشی سے پاگل ہونے لگا آج بہت دنوں کے بعد میں اپنے چاند کو دیکھنے لگا تھا اب ایک ایک لمحہ میں بہت مشکل سے گزار رہا تھا کہ کب وہ آئے میں نے بال بنوائے اور درزی کے پاس میرا ایک کپڑوں کا جوڑا تھا میں نے وہ لیا اور نہا کر پہنا اور سیدھا سلیم بھائی کے گھر چلا گیا نبیلہ آپی مجھے طرح طرح سے طنز کرتی وقفے وقفے سے ساتھ سلیم بھی شرارت کر لیتا کیونکہ نبیلہ آپی نے سلیم بھائی کو بھی بتا دیا تھا کہ جناب آصف مجنوں بنے پھرتے ہیں گلشن کی آمد ہوئی اور میرے دل کے مندر میں وہ لمحے یونہی سما گئے جیسے کوئی فلم بن گئی ہو۔ میں تو بس اسے دیکھتا ہی گیا اف اللہ اتنی خوبصورت آج گلشن بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ بے حال سا میرا چہرہ ہوش و حواس ہی اڑ گئے گلشن کو دیکھتے ہوئے وہ لڑکی کم لگ رہی تھی وہ دیکھنے والوں کو اپنا دیوانہ بنا رہی تھی حسن دیا ہے اللہ ایسے لگ رہا تھا جیسے اللہ نے فرصت میں بنایا ہوگا وہ اپنی دوستوں سے گفتگو کرنے لگی اور میں وہیں بت بنا اسے دیکھتا رہا مجھے تو احساس تک بھی نہ ہوا کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے کہ نہیں مجھے تب احساس ہوا جب سلیم اور نبیلہ آپی نے کہا کہ او کسی مجنوں کی اولاد کدھر گم ہو اور کیا اسے ایسے تکے جا رہے ہو کیوں جوتے کھانے کا ارادہ ہے آج تو تمہاری شہزادی کے ساتھ اس کا شہزادہ بھائی بھی آیا ہے وہ دیکھو نبیلہ نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جب میں نے اس لڑکے کی طرف دیکھا تو وہ میرا کلاس فیلو تھا وہ کالج میں میرے ساتھ پڑھتا تھا مجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ گلشن شہباز کی بہن ہے میں نے جلدی سے کہا کہ یہ تو شہباز ہے جو کالج میں میرے ساتھ پڑھتا ہے سلیم نے کہا لو جی اب تمہاری سب مشکل دور ہو گئی نبیلہ آپی اور سلیم دوسری طرف چل دیئے اور میں شہباز کی طرف اچانک اپنے سامنے شہباز مجھ کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور بولا آصف تم اور یہاں یار ہاں یار میں یہاں یہ میرا گاؤں ہے میں یہاں ہی رہتا ہوں اور یہ سلیم میرا دوست ہے کافی ایک دوسرے سے شکوے کرنے لگے پھر شہباز نے کہا کہ تم کالج کیوں نہیں آئے ویسے ہی یار کچھ انجوائے کرنے کے لیے خیر تم سناؤ دن کیسے گزر رہے ہیں بس ٹھیک گزر رہے ہیں یار میں نے ضد کی کہ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلو تو وہ پھر میرے ساتھ چل پڑے گلشن اور نبیلہ بھی ساتھ تھی دوسری گلی میں ہمارا گھر تھا ہم چاروں پیدل جا رہے تھے اور گلشن دونوں آپس میں باتیں کرتی آ رہی اور شہباز اپنی مارتے آئے گھر امی ابو بہن بھائیوں سے شہباز کو ملایا گھر والے بہت خوش ہوئے ان سے مل کر میں نے بتایا کہ شہباز اور ہم مل کر ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں امی نے بھائی چھوٹے کو دکان پر بھیجا اور

بوتلیں لے آیا پھر ہم سب کافی دیر باتیں کرتے رہے مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا شہباز بار بار اجازت مانگ رہا تھا دل تو نہیں کرتا تھا دل کرتا تھا کہ وقت یہاں ہی رک جائے اور میں اپنے محبوب کا یونہی دیدار کرتا رہوں آخر کار شہباز کے بار بار اصرار کرنے پر اسے اجازت دے دی اور اسے میں نے کہا کہ پھر کب آؤ گے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ جب آپ اپنی فیملی کو ہمارے پاس لاؤ گے کیونکہ ہم ایک دفعہ آ چکے ہیں جاتے جاتے امی نے ایک سوٹ جو شاید پہلے لے کر رکھا ہوا تھا وہ امی نے گلشن کو دے دیا کہ آپ پہلی بار ہمارے گھر آئی ہو خالی ہاتھ تو ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے۔ وہ خوشی خوشی چلے گئے میں بت بنا ان کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا میں پھر انتظار کی گھڑی میں پڑ گیا اب میں پھر یہ ہی سوچتا کہ اگر اظہار کروں اور گلشن نے اپنے بھائی کو بتا دیا تو بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا مجھے صبر کرنے چاہیے تھا یہ محبت مجھے برباد کرتی جا رہی تھی میری گلشن کے جانے کے بعد دن بدن حالت خراب ہوتی جا رہی تھی نہ ٹائم پر کھاتا نہ سوتا تھا ہر پل گلشن کی یادوں میں کھویا رہتا اور اللہ سے دعا کرتا کہ اے اللہ میرے نصیب میں گلشن کو لکھ دے میں گلشن کو بے حد چاہنے لگا تھا گھر والے دوست عزیز سب مجھے تبدیل ہوتا ہوا دیکھ کر حیران اور پریشان تھے خاص کر میرے والدین زیادہ پریشان تھے جن کو دیکھ کر کبھی کبھی میری آنکھوں میں آنسو بھی آ جاتے تھے۔

وہ کسی اور کا ہو گا تو قیامت ہو گی
پھر کسی کو بھی کسی سے نہ محبت ہو گی
اسے دیکھے کوئی اچھا نہیں لگتا مجھ کو
اس سے بڑھ کر گیا اور محبت ہو گی
کل رات چاند کو تنہا دیکھا تو یہ احساس ہوا
وہ اکیلا ہے اسے میری ضرورت ہو گی
اے خدا اس کو کسی اور کا نہ ہونے دینا
زندگی بھر پھر مجھے تجھ سے شکایت نہ ہو گی

یونہی وقت اپنی رفتار سے گزرتا گیا میں کبھی کبھی کالج بھی جاتا تھا کالج میں شہباز میرا بہترین دوست بن گیا تھا وہ جب بھی ملتا تو مجھ سے شکوہ کرتا کہ آپ ہمارے ہاں کیوں نہیں آتے میرا دل تو بہت کرتا تھا اپنی جان کو دیکھنے کے لیے مگر کیا کرتا مجبور تھا کہ پتہ نہیں اس کے گھر والے کیا سمجھیں گے ویسے بھی میں کم ہی نئے لوگوں سے ملتا تھا اور پھر میری عجیب سی کیفیت ہو جاتی کہ پتہ نہیں ان کے گھر کا ماحول کیسا ہو گا خیر ہر بار میں انکار کر دیتا مگر آج وہ بہت ضد کر رہا تھا اور میرا دل بھی بے حد اداس تھا یہ سوچ کر کالج ٹائم کے بعد شہباز کے ساتھ چل پڑا کہ چلو اپنی جان کو دیکھ کر اداسی تو دور ہو جائے گی اور کچھ ان کے ماحول کے بارے میں علم ہو شہر کی مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی کار آخر کار ایک عالی شان مکان کے سامنے کھڑی ہو گئی مکان کو دیکھتے ہی میرے تو ہوش و حواس اڑ گئے وہ مکان کیا محل تھا مکان کے اندر جا کر دیکھا تو میں تو دیکھتا ہی رہ گیا کافی خدمت شہباز نے کی مگر مجھے میری جان نظر نہ آئی شہباز اوپر کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا اور میں صحن میں آ کر بیٹھ گیا میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک گیٹ کھولا اتنے میں ملازم دودھ لے کر آ گیا میں دودھ ہاتھ میں پکڑ کر اندر آنے والی کار کو دیکھنے لگا مگر جب میری نظر کار میں بیٹھی ہوئی اپنی جان پر پڑی تو میرے ہاتھوں سے گلاس نیچے گر گیا کیونکہ میں جو دیکھ رہا تھا اس پر یقین نہیں آ رہا تھا گلشن کی کار میں ایک خوبصورت لڑکا بیٹھا ہوا تھا جو کہ گلشن سے بھی زیادہ خوبصورت تھا میں سوچ میں پڑ گیا کہ میرا کیا بنے گا جس کی خاطر میں اپنی حالت تباہ کر چکا ہوں وہ آج کسی غیر کے ساتھ میں وہاں ایک پل بھی نہیں بیٹھنا چاہتا تھا میں چلنے ہی والا تھا کہ شہباز آ گیا اور بولا کہ دودھ کس نے گرایا ہے وہ سمجھا شاید ملازم سے گرا ہے میں نے کہا کہ یار میرے ہاتھوں سے گرا

ہے اچھا چلو کوئی بات نہیں چلو میں تم کو اپنی فیملی سے ملاتا ہوں پھر ہم مکان کے ایک بہت بڑے ہال میں چلے گئے تھے مجھے تو کچھ بھی مکان کی سمجھ نہیں آ ہی تھی کوئی کہاں سے کمرا نکل رہا ہے تو کوئی کہاں سے خیر ہال میں شہباز کی پوری فیملی بیٹھی ہوئی تھی کھانا کھانے کے لیے صرف میرا اور شاید شہباز کا انتظار ہو رہا تھا خیر باری باری شہباز نے سب سے میرا تعارف کروایا اور اپنی فیملی کا بھی، کھانا شروع ہو گیا اور اتنے میں گلشن اور وہ لڑکا بھی آ گیا شہباز نے کہا یہ میری بہن گلشن ہے جو کہ پہلے بھی آپ کے خاندان سے بھی مل چکی ہے اور یہ میرا چھوٹا بھائی ہے جس کا نام سلمان ہے۔

اف میں اس کے بارے میں کیا سوچ رہا تھا تب میرے سر کا وزن کچھ کم ہوا کہاں کھو گئے آصف صاحب شہباز نے اچانک مجھے یونہی جب خیالوں میں کھویا پایا تو بولے کہیں نہیں جی اچھا پھر کھانا شروع ہو گیا کھانے کے درمیان شہباز کی ماں میرے والدین کے بارے میں پوچھ رہی تھی اور پھر اچانک گلشن نے کہا کہ آصف صاحب کیا میری بہن نبیلہ بھی ٹھیک ہے جی ہاں وہ تو ٹھیک ہے میں نے گلشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو گلشن نے نظروں کو نیچے کر لیا کھانا کھانے کے بعد میں نے اجازت چاہی اور وہاں سے واپس آ گیا میں واپس اپنا بت ہی لے کر آیا تھا اپنا سب کچھ تو ان کے پاس چھوڑ آیا تھا میری سوچ سے بڑھ کر ان لوگوں نے مجھے محبت دی۔ جو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا ادھر میرے گھر والے پریشان تھے کہ آصف ابھی تک گھر کیوں نہیں آیا جبکہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا میں شام اندھیرے ہوئے جب گھر گیا تو میری ماں نے پوچھا کہ کیوں تم گھر نہیں بتا سکتے تھے کدھر تھے میں نے بتایا کہ شہباز کے گھر چلا گیا تھا وہ شہباز ضد کر رہا تھا گھر والوں سے کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں پھر نبیلہ کے گھر چلا گیا اور اسے کافی دیر تنگ کیا میں آج کافی خوش تھا نبیلہ نے کہا کہ اب کب لے کر آؤ گے میں نے مذاق کے موڈ میں کہا کہ ابھی لے آؤں حکم ہو تو وہ بے حد مسکرانے لگی اتنے میں بھابی سلیم کی بیگم چائے لے آئی چائے سے فارغ ہو کر کافی دیر گپ شپ لگائی آدھی سے زیادہ رات ڈھل گئی تھی جب میں نبیلہ کے گھر سے واپس اپنے گھر آیا اب میں کبھی کبھی کالج سے ہو کر شہباز کے ساتھ ان کے گھر چلا جاتا اور اسی بہانے اپنے محبوب کا دیدار کر لیتا اب مجھے بھی گلشن کی آنکھوں میں اپنے لیے پیار نظر آنے لگا وہ باتوں باتوں سے عیاں بھی کرتی مگر میرے اندر اظہار کرنے کا خوف پیدا ہو گیا تھا اس لیے میں ڈرتا تھا کہ کہیں کوئی مسئلہ نہ بن جائے میرے ذہن پر ہر وقت ایک بوجھ سا رہتا کہ پتہ نہیں میری محبت کا کیا بنے گا یونہی سوچتے سوچتے میری زندگی باغ غم ہوتی جا رہی تھی پل بھر بھی مجھے سکون نہ ملتا ہر وقت ہر پل گلشن کی جدائی میں تڑپنا میں اس کی جدائی کو ختم کرنا چاہتا تھا مگر کیسے یہ سوال میرے ذہن میں ہر وقت سوار رہتا تھا ایک بار تو ایسا ہوا کہ میں نے ساری رات یونہی اظہار محبت کے لیٹر لکھے۔

جب لیٹر لکھ لیتا پھر کہتا کہ اچھا نہیں اور اس کو پھاڑ دیتا اور پھر لکھنے بیٹھ جاتا حتیٰ کہ ساری رات میں نے یونہی گزار دی میں بے حد آگے جا چکا تھا گلشن میری زندگی بن گئی تھی مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ محبت میری زندگی کو غموں کا باغ بنا دے گی کاش کہ یہ محبت کا پودا میرے دل میں نہ اگتا کاش میں اس محبت سے نا واقف ہوتا محبت میں جو انتظار جدائی، دوری کے جو لمحات ہوتے ہیں وہ قیامت سے کم نہیں ہوتے محبت انسان کو بہت تڑپاتی ہے دنیا کا مشکل ترین امتحان محبت کا ہے اس محبت کے امتحان میں پاس ہونا آج کے دور میں ناممکن ہے بلکہ آج کے دور میں اس محبت کے لفظ سے واقف ہی کم ہوں بس ٹائم پاس وقت گزاری کو آج کے لوگ محبت کہتے ہیں حسن کو پوجتے ہیں لاکھوں ہزاروں میں کوئی ہو گا جو دل سے پیار

محبت کرتا ہو گا جو اس محبت کو سمجھتے ہیں وہ اس لفظ کو بدنام نہیں ہونے دیتے اس لفظ کی خاطر اپنی جان بھی دے دیتے ہیں مگر ایسے الفاظ کو بدنام نہیں ہونے دیتے خیر دوستو میری راتیں ہجر میں یار کے گزرتی رہیں اور ایک دن میرے محبوب کو مجھ پر ترس آیا اور اس نے مجھ سے میرا موبائل نمبر مانگا اس دن میں نے اپنا موبائل نمبر دے دیا مجھ میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ میں اس سے اس کا نمبر مانگتا بری حالت پسینے سے بری حالت ہو گئی جلدی جلدی گھر آیا اور کمرے میں اونچی آواز میں ڈیک لگا دیا میں بے حد خوش تھا کہ میری جان مجھے کال کرے گی میں خوشی سے پاگل ہو رہا تھا میرا خوشی سے برا حال تھا اتنی خوشی مجھے زندگی میں کبھی بھی نہیں ملی تھی نبیلہ کے گھر گیا کافی دیر نبیلہ سے باتیں کرتا رہا نبیلہ کو میں نے ساری بات بتائی نبیلہ آپی نے کہا کہ پھر تو کچھ ہو جائے میں نے کہا کہ آپ چائے بناؤ میں مٹھائی لے کر آتا ہوں میں دکان سے کلو مٹھائی لے آیا نبیلہ آپی اور میں نے چائے کے ساتھ مٹھائی کے ساتھ بھی انصاف کیا اتنے میں سلیم اور بھابی بھی آ گئے وہ دونوں ہم کو خاص کر مجھے اتنا خوش دیکھ کر حیران رہ گئے اس سے پہلے کہ وہ ہم سے کچھ پوچھتے نبیلہ آپی نے پہلے ہی سلیم بھائی کو بتا دیا وہ بھی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور میرے لیے دعائیں کرنے لگے سلیم مجھے میرے سگے بھائیوں سے بڑھ کر چاہتا تھا ہم دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جھگڑے نہیں تھے ہم دونوں کی مثالیں گاؤں کے لوگ دیتے تھے ہمارے والدین ہم پر فخر کرتے تھے ہم دونوں ایک دوسرے سے اپنی باتیں شیئر کرتے رہے آج تو بھابی بھی دل کھول کر مجھ سے مذاق کر رہی تھی ہر طرف مجھے تو خوشیاں کا ہی سما نظر آنے لگا کافی دیر ان سے باتیں ہوتی رہیں اور شام بھی ڈھل رہی تھی میں گھر کی طرف آ گیا اور اپنے محبوب کی کال کا انتظار کرنے لگا مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ ڈھلتی ہوئی شام میرے لیے خوفناک ثابت ہو گی میری یہ خوشیاں سب عارضی ہوں گی میری خوشیوں کا بھی زمانہ یہ قاتل بن جائے گا اف اللہ کتنا بے درد ہے یہ زمانہ پل بھر میں کسی کی خوشیوں کو یونہی تباہ و برباد کر دیتا ہے اور اس کی شام ڈھلتی ہوئی ساتھ اس کی زندگی کی بھی شام کر دیتا ہے بہت بے رحم بے درد ہے زمانہ یہ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا یہ آج کا زمانہ تو بس لوگوں کی زندگی میں شام کر سکتا ہے مگر سویرا کبھی بھی نہیں اس شام کا غم میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا جس شام نے میرے محبوب کو مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا وہ اس دنیا کو چھوڑ گیا جو میری زندگی تھا اس شام کا میں غم کیسے بھولوں گا کبھی بھی نہیں بھول سکتا اس شام نے جو غم مجھے دیا وہ غم ساری زندگی میرے ساتھ رہے گا میں کبھی نہ چاہتے ہوئے بھی اس شام کو دیتے ہوئے غم نہیں بھول سکتا کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔

ہوا کچھ یوں کہ جب میں نبیلہ اور سلیم کے گھر سے واپس آیا تو آسمان پر بادل چھا گئے آہستہ آہستہ ہوا بھی چلنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش بھی ہلکی ہلکی ہونے لگی جو ایک دلکش منظر پیش کر رہی تھی موسم اتنا پیارا تھا کہ دل کرتا تھا اس موسم میں ہم یونہی بہہ جائیں کہ خود کا بھی ہوش نہ رہے اتنے میں ایک نئے نمبر سے میرے نمبر پر کال آنے لگی دل کی دھڑکن تیز ہو گئی میں ٹھیک ہوں آپ سناؤ اور آپ کا نام گلشن اس کا نام لینا تھا مجھے ایسے لگا جیسے میری سانس ابھی میرا ساتھ چھوڑ دے گی میرا دل دھڑکنے سے بند ہونے لگا میرے پورے جسم میں ایک لہر سی چھا گئی جی کیا کر رہے تھے اور کہاں کھو گئے جی جی جی آپکی کال کا انتظار کر رہا تھا اچھا آصف دیکھیں میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے بس میں تمہاری ہی بن کر رہ گئی ہوں آپ نے پتہ نہیں مجھ پر کیا جادو چلا دیا ہے ہر وقت بس تمہارا ہی خیال ذہن پر سوار رہتا ہے آنکھیں بھی تمہارے دیدار کو ترستی ہیں مگر میں ڈرتی تھی کہ کہیں

آپ برانہ محسوس کر جاؤ اس لیے اظہار آج تک نہیں کیا اور قسم سے میں تم سے بے حد پیار کرتی ہوں میں جان سے بھی زیادہ تم کو چاہتی ہوں میں مرتے دم تک تم کو ہی چاہتی رہوں گی جب تک زندہ رہوں گی تمہاری بن کر اور تمہارے نام پر ہی مروں گی پلیز مجھے تنہا نہ چھوڑ دینا آئی لو یو آصف ابھی اتنی ہی بات ہوئی تھی کہ اچانک گولی چلی اور گلشن کا موبائل پھر بند ہو گیا موبائل بند ہونے سے پہلے گلشن کی ایک چیخ نکلی تھی میرے تو ہوش و حواس اڑ گئے میں نے جلدی سے شہباز کا نمبر ملایا تو وہ بھی بند تھا میں اور پریشان ہوا باہر بادل تھے کہ زور زور سے برس رہے تھے میں گھر بتائے بغیر نبیلہ کے گھر کی طرف بھاگا اس شام نے مجھے رولا دیا اور میرے ساتھ ساتھ آسمان بھی رو رہا تھا بار بار بادل گرجتے اور میرے اندر ایک خوف چھا جاتا میں کبھی بھی نہیں اس بن جی سکتا تھا وہ تو میری زندگی ہے اے شام مجھے یہ غم نہ دینا مجھے میرے محبوب سے جدا مت کرنا میں نے زور سے سلیم کے دروازے پر دستک دی وہ بھی پریشان ہوئے کہ اس موسم میں کون آ گیا یونہی مجھے اچانک دیکھ کر سلیم اور نبیلہ بھابی سب پریشان ہو گئے میں نے سب کو صورتحال سے آگاہ کیا پھر سلیم بھائی نے کار نکالی اور ہم سب شہر کی طرف چل پڑے میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ شہباز نے شاید گلشن کو دیکھ لیا ہو گا تو اس نے گولی ماری ہو گی سارے سفر میں اپنی جان کی زندگی کی دعائیں مانگتا گیا مگر میری سب دعائیں ضائع ہو گئیں جب وہاں گلشن کے گھر گئے تو وہاں معاملہ ہی کچھ الٹ تھا صرف سلمان کے علاوہ باقی سب کی لاشیں پڑی تھیں اور لوگوں کا کافی ہجوم تھا سلیم نے ایک لڑکے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ان کے کسی عزیز نے دولت کی خاطر سب کو مار دیا وہ تو شکر ہے سلمان بچ گیا وہ مارکیٹ گیا ہوا تھا میں نے جب دیکھا کہ میری جان اس شام کے ساتھ ساتھ مجھ سے دور چلی جا رہی ہے یہ شام مجھے ہر روز تڑپاتی رہے گی کاش کہ میں پہلے اظہار کر لیتا کچھ پل تو اپنی جان کے ساتھ گزار دیتا اے میرے اللہ یہ تم نے کیا کر دیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے گلشن اور اس کے عزیزوں کو مٹی میں دفن کر دیا گلشن میری زندگی تم کیوں مجھے تنہا چھوڑ گئی اظہار بھی آخری بار تم نے کیا وہ چند لمحے جو شام کے تھے وہ میرے لیے تمام عمر غم بن گئے۔ وہ شام غم میں کبھی نہیں بھول سکتا کبھی نہیں بھول سکتا میرے نصیب نے بھی مجھے دھوکہ دیا۔

چند لمحے وہ جو محبت کے تھے وہ میری یادوں کی طرح میری زندگی کا حصہ بن گئے اب ان یادوں کے ذریعے ہی زندگی بسر کر رہا ہوں کاش کہ آج گلشن میری جان زندہ ہوتی۔ سلیم اور میں نے مل کر سلمان کا ساتھ دیا اور اس کے خاندان اور میری جان کے قاتل کو سزا دلوائی۔ وہ کوئی اور نہیں گلشن کا کزن ہی تھا وہ صرف اور صرف دولت کا پیاسا تھا وہ ان کی سب دولت حاصل کرنا چاہتا تھا جس میں وہ ناکام ہو گیا تھا۔ ندیم بھائی آج عرصہ ہو گیا میں کبھی مسکرایا نہیں ہر پل شام غم کو یاد کرتا ہوں میرے والدین بار بار مجھے شادی کا بول رہے ہیں مگر جب میں فیصلہ کرنے بیٹھتا ہوں تو گلشن کے وہ الفاظ جو آخری مرتبہ اس نے کہے تھے وہ میرے کانوں میں گونجنے لگتے ہیں ندیم بھائی کل عید ہے اور میں یہ رات اپنے محبوب کی یادوں میں گزار رہا ہوں اک اک پل میرے لیے قیامت سے کم نہیں ہے دوستو اتنے میں آصف کی آنکھوں آنسو شروع ہو گئے۔ اس کی آواز آنی بند ہو گئی اور پھر اس کا موبائل بند ہو گیا میں نے کافی بار ملایا کہ شاید آن کرے گا لیکن اس کا نمبر آف رہا۔

دل کے ہر ٹکڑے پر تیرا نام سجا رکھا ہے
تم کو پتہ نہیں ہم نے تم کو اپنا بنا رکھا ہے
شیشے کے ٹکڑوں میں چہرہ سجایا نہیں جاتا
جس سے ہو سچا پیار اسے کبھی بھلایا نہیں جاتا

قارئین یہ تھی میری سٹوری آپ سب دوستوں کی رائے کا بڑی شدت سے انتظار کروں گا دوستو دولت کی ہوس انسان کو ہمیشہ برباد کر دیتی ہے ویسے بھی یہ دولت تو یہاں ہی رہ جاتی ہے انسان خالی ہاتھ آیا تھا اور خالی ہاتھ ہی اس نے چلے جانا ہے دوستو جہاں تک ہو سکے دوسروں کو خوشیاں دو۔ اور ایک پیغام ان لوگوں سے جو دل ہی دل میں پیار لیے پھرتے ہیں اور اظہار نہیں کرتے تم اظہار کر دو کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں ٹائم گزر جائے اور گزرا ہوا وقت کبھی بھی واپس نہیں آتا یاد رکھنا دوستو یہ رات ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی اور میں تنہائی میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں قلم ہی میرا ساتھی ہے جس سے الفاظ تحریر کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا ہوں کوئی کہاں ملتا ہے اس جہاں میں ہماری زندگی کو غموں کی کشتی سے نکال کر خوشیوں کے سمندر میں لے آئے کوئی نہیں ہے ایسا سب بے وفا ہیں کوئی بھی وفا نہیں کرتا مطلبی ہے یہ زمانہ۔ آخر پر اپنے چند دوستوں کو سلام پیش کرنے کے بعد آخری لکھی ہوئی اپنی غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں امید ہے کہ یونہی مجھے جگہ ملتی رہی تو انشاء اللہ زندگی رہی تو حاضر ہوتا رہوں گا ریاض حسین شاہد، سیف الرحمن زخمی، عاشق حسین ساجد اور ریاض احمد باغبانپورہ اور منظور اکبر تبسم کو میری طرف سے سلام قبول ہو غزل کے ساتھ اجازت۔

ڈھلتی ہوئی شام میں آنسو بہا لیتے ہیں
یونہی ہم اپنی غموں بھری زندگی گزار لیتے ہیں
درد و غم تو زندگی کا حصہ ہوتے ہیں
یہی سوچ کر جینے کی آس لگا لیتے ہیں

☆

صبح و شام گزرے لمحوں کو یاد کر لیتے ہیں
یونہی ہم پھر زخموں کو تازہ کر لیتے ہیں
کوئی غم بانٹنے والا تو ملتا نہیں ندیم
یونہی قلم سے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتے ہیں

❀❀❀

نظم

بہار آئی مگر کیوں نہ تم آئے
آنا تھا جس کو مگر کیوں وہ نہ آئے
سوچتے ہیں اب ہم
کہ آنے والے تم کیوں نہ آئے
انتظار کرتے ہیں جن کا ہر پل
ہم کو یوں تڑپانے والے کیوں تم نہ آئے
تنہائی کا عادی کر دیا
اپنوں سے بھی بیگانہ کر دیا
مجھے یوں پاگل کر دینے والے کیوں تم نہ آئے
اگر آنا نہیں تھا تم کو
کیوں جاتے ہوئے واپسی کا اشارہ کر گئے تم
دیکھو آج بھی ہم تیرا انتظار کرتے ہیں
ان انتظار کے لمحوں کو ختم کرنے والے تم کیوں نہ آئے
میں ہوں ادھورا بہت تمہارے بنا
مجھے ادھورا کر کے جانے والے تم کیوں نہ آئے
جلدی سے آ کر مجھے مکمل کر دو.
میں ہوں اداس بہت اے میری جان
مجھے جلدی سے آ کر اداس سے تبسم کر دو

غزل

یہاں پل پل جلنا پڑتا ہے
ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے
ہر موڑ پہ ٹھوکر لگتی ہے
ہر حال میں چلنا پڑتا ہے
ہر دل کو سمجھنے کے لیے خود سے لڑنا پڑتا ہے
کبھی کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے
کبھی چھپ چھپ کے رونا پڑتا ہے
کبھی نیند نہ آئے پھولوں پہ
کبھی کانٹوں پہ سونا پڑتا ہے

(اے ڈی مخلص، مری کینٹ)

مسکراہٹ

۔۔۔تحریر: عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد۔

محترم مدیر

اسلام وعلیکم۔ میں آپ کے رسالے میں آج اپنی پہلی سٹوری کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ مجھے ویلکم کہیں گے اگر آپ نے میری کہانی کو شائع کر دیا تو میں آئندہ بھی لکھتی رہوں اور یقیناً آپ کو میری لکھی ہوئی تمام کہانیاں بہت ہی پسند آئیں گی۔ اس کہانی کے تمام مقامات نام اور وغیرہ میں نے تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی بھی دل شکنی نہ ہو ادارہ یا رائٹر اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد

صبح سے فون کی مسلسل بیل ہو رہی تھی کوئی بھی فون اٹھا نہیں رہا تھا میں اپنے کمرے میں پڑی سوچ رہی تھی کہ کہاں چلے گئے ہیں سب کیوں فون نہیں اٹھا رہے ہیں۔ اور بار بار فون کی گونج مجھے ڈسٹرب کر رہی تھی میں نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھی اور فون کے پاس چلی گئی۔ اور ریسور کو اٹھا کر کان سے لگا دیا۔ کون ہیں آپ۔ جو صبح سے فون کر رہے ہین میں نے بیزاری سے کہا۔

جی میں علی ہوں۔ میں نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا میں نے آنٹی سے بات کرنی تھی۔۔

علی تم۔ میری آواز میں شوخی ابھری۔ کیسے ہو بھئی۔ ساتھ ہی میں مسکرا دی۔ میں نے محسوس کیا کہ میری مسکراہٹ کی گونج سن کر وہ مبہوت سا ہو کر رہ گیا تھا شاید وہ سوچنے لگا تھا کہ میں کون تھی جو اس نام بھی جانتی تھی اور اسے بھی جانتی تھی وہ سوچوں مین ڈوبتا چلا گیا تھا پھر مجھے اس کی ڈری ڈری سی آواز سنائی دی۔۔ آپ کون ہیں۔

میں۔ میں۔۔ میں اتنا کہہ کر مسکرا دی۔ تم بتا میں کون ہو سکتی ہوں۔ میں نے اس سے سوال کر دیا میرے اس سوال نے اس کو مزید چونکا دیا۔ وہ مزید سوچوں میں غرق ہونے لگا۔ اور سب کزنوں کے چہرے نظروں سامنے لانے لگا کیونکہ آج پانچ سال بعد ہماری بات ہوئی تھی جب سے ہم لوگ اسلام آباد آئے تھے ماما پاپا تو واپس جاتے رہے تھے لیکن میں نہ گئی تھی اور شہر کی ہو کر رہ گئی اس نے کبھی نے بھی میری آواز نہ تھی اور نہ ہی کوئی جانتا تھا کہ میں کتنی بڑی ہو گئی ہوں۔ بتاؤ ناں میں کون ہوں میں نے اس بار شرارت سے کہا کیونکہ میں علی کو جان گئی تھی اس کی آواز کو پہچان گئی تھی اور یہ بھی جان گئی کہ وہ ہمارے خاندان میں سب سے کیوٹ لڑکا تھا ہمارا یہ کزن بہت ہی اچھا اور ہنس مکھ تھا لیکن مجھ جتنا ہنس مکھ نہ تھا اور نہ ہی میری طرح شرارتی تھی ایک میں ہی تھی جو اپنی شرارتوں سے سب کو تنگ کئے رکھتی تھی اور سب ہی کو میری معصوم شرارتیں بہت بھاتی تھیں۔ اس کو گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا دیکھ کر میں نے کہا

بھول گئے ناں نہیں ناں پہچان سکے۔ وہ کچھ نہ ہی والا تھا کہ میں نے خود ہی اپنا نام بتا دیا۔

میں فری ہوں بھئی۔ تمہاری کزن۔

فری تم۔ اسے جیسے سب کچھ یاد آ گیا۔ ایک ساتھ بیتا ہوا وقت سب کچھ یاد آ گیا میری شرارتیں میرا چہرہ سب کچھ یاد آ گیا

۔ ایک بار پھر مسکراؤ۔ اس نے جلدی سے کہا۔

اس کی بات سن کر میں پھر سے مسکرا دی۔ اور میں نے محسوس کیا کہ وہ میری مسکراہٹ میں ایک بار پھر ڈوب سا گیا۔ یوں لگنے لگا تھا کہ جیسے اس کے دل کو کچھ کچھ ہونے لگا نجانے کیوں ایسا لگنے لگا کہ میں بولتی جاؤں مسکراتی جاؤں اور وہ یوں مدہوش بنا میری مسکراہٹ میں ڈوبا رہے۔

کہاں چلے گئے بھئی۔۔ میں نے کہا تو وہ چونک سا گیا۔ کہیں بھی نہیں۔ یہیں تو ہوں۔

مجھے نہیں لگتا ہے کہ تم یہیں ہو۔ میں نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔ آج میرے اندر بچپن کی تمام شرارتیں پھر سے امڈ آئی تھیں میں نے اس کو تنگ کرنے کا پورا پورا فیصلہ کر لیا تھا۔ ارے مجنوں بولو تو سہی۔ یوں ہی مدہوش رہنا اچھی بات نہیں ہے۔ کیا کہا تم نے کیا کہا تم نے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ اور کیا میں کچھ پوچھ رہی ہوں اور تم ہو کہ ایسے کھو جاتے ہو جیسے۔۔۔

ہاں ہاں بولو جیسے کیا۔ وہ شوخی سے بولا۔

کچھ بھی نہیں۔ اچھا یہ بتاؤ تم کیسا ہے باقی سب دوست ساتھی کیسے ہیں۔

سب ہی آئے دن ہیں تم سناؤ کیسی ہو کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیسی گزر رہی ہے۔

بہت ہی خوب انجوائے ہو رہے ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ میں جان گئی تھی کہ میں جب بھی مسکراتی تھی وہ چپ ہو جاتا تھا یعنی سوچوں میں الجھ جاتا تھا یا پھر کھو سا جاتا تھا اور پھر اس نے کہہ ہی دیا فری تمہاری آواز میں بہت مٹھاس ہے۔ بہت ہی سرور ہے اور مسکراہٹ تو ایسی ہے کہ اس میں کھو جانے کو جی چاہتا ہے اس کی بات سن کر میں کھل کھلا کر ہنس دی اور کہا۔

واہ جی واہ کیا بات ہے تمہاری ایک ہی کال میں ایسی باتیں کرنی شروع کر دیں ہیں۔ میری بات سن کر وہ بھی کھل کھلا کر ہنس دیا اور بولا۔

تو اور کیا کروں جو بات دل میں ہوتی ہے وہ میں فوری کہہ دیتا ہوں۔

اچھا بابا ٹھیک ہے میں نے اس کی بات کے جواب میں بات کو پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

فری تمہیں یاد ہے کہ میں تم کو بچپن میں زارا کہہ کر بلایا کرتا تھا۔

ہاں یاد ہے لیکن میں زارا نہیں ہوں فری ہوں ۔ میں نے فوری کہہ دیا تو وہ ہنس دیا اور بولا۔

ہاں جانتا ہوں کہ تم فری ہو لیکن میں زہرہ ہی کہا کروں گا۔

او کے جی آپ کی مرضی میں کون ہوتی ہوں اپنے کزن کو روکنے والی میری بات سن کر وہ ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا اور کچھ بھی نہ بولا۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔

کہاں جانا ہے۔ اس نے فوری کہہ دیا۔

ہسپتال۔

ہسپتال۔ وہ میری بات سن کر چونکا۔

یوں خیر تو ہے تم ٹھیک تو ہو ناں اس کی یہ بات سن کر میں کھل کھلا کر ہنس دی۔ ہاں بھئی خیر ہے لیکن تم میری اس بات پر اتنے چونکے کیوں ہو۔

وہ بولا ہسپتال تو بیمار لوگ جاتے ہیں۔ اس کی اس بات پر میری ہنسی چھوٹ گئی اور کہا۔

بھئی میں بیمار نہیں ہوں بلکہ بیماروں کا علاج کرنے جانا ہے۔

کیا مطلب۔ وہ حیرانگی سے بولا۔

مطلب یہ کہ میں نے ہسپتال میں جاب کر رکھی ہے اور میری جاب کا وقت ہو گیا ہے۔ مجھے

جانا ہے ابھی ماما سوئی ہوئی ہے جب اٹھیں گی تو ان سے بات کر لینا۔

اتنا کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ اور ہسپتال چلی گئی میرے دل میں اس کے لیے کچھ بھی نہ تھا کچھ بھی ماسوائے ایک کزن کے لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ ایک ہی کال پر مجھ پر فدا ہو گیا ہے میرا دم بھرنے لگا ہے مجھے اپنے دل میں بسانے لگا ہے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی یہ تو اس وقت پتہ چلا کہ جب میں ہسپتال میں بیٹھی ہوئی تھی اور لنچ کا ٹائم تھا کہ میرے موبائل پر ایک انجان نمبر پر کال آئی میں نے نمبر کو غور سے دیکھا لیکن یہ میرے خاندان میں کسی کا بھی نمبر نہ تھا نہ ہی کسی جا... نے نمبر کاٹ دیا لیکن کچھ دیر بعد پھر کال آ گئی۔ اس بار بھی میں نے ایسا ہی کیا کال کاٹ دی لیکن تیسری بار کال نہ آئی بلکہ میسج آ گیا میں علی ہوں تمہارا کزن فون او کے کرو اس کا میسج پڑھتے ہی میں نے اس کی کال او کے کر دی۔ اس کے بعد اس کی کال آ گئی میں نے اس کو او کے کر دیا۔ اور مسکراتے ہوئے کہا

تم نے میرا نمبر کہاں سے لیا۔

آنٹی سے۔ وہ فوری بولا میں نے آنٹی سے بات کی تھی ان سے آپ کا پوچھا اور کہا میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں انہوں نے مجھے تمہارا نمبر دے دیا۔ اور تم کو کال کرتا رہا لیکن تم نے کال او کے کرنا بھی گوارہ نہیں کیا۔ میں نے کہا میں کسی بھی غیر نمبر سے کال او کے نہیں کرتی۔ ہاں یہ اچھی بات ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ مجھے تمہاری یہ بات بہت اچھی لگی ہے۔

ہاں تو کیا بات کرنا چاہتے تھے تم۔ میں نے اس کی بات کاٹ کر اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

کچھ بھی نہیں بس دل چاہ رہا تھا تم سے بات کرنے کو کیا برا لگا میرا کال کرنا۔

نہیں برا تو نہیں لگا ہے لیکن میں اس وقت بزی ہوتی ہوں۔

ٹھیک ہے میں پھر کال کر لوں گا۔

نہیں جو بات کرنی ہے کرو۔ میں اس وقت کچھ فری ہوں۔

یار کوئی خاص بات نہیں ہے بس تمہاری مسکراہٹ کی گونج سننی تھی جو سن لی ویسے تم بہت ہی اچھی لگتی ہو جب مسکراتی ہو۔

وہ تو میں ہوں۔ اچھی بھی ہوں پیاری بھی ہوں سویٹ بھی ہوں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میری اس بات پر وہ ہنس دیا۔

...ر باتیں ... والا تھا تم نے ... دیں۔ میں بھی اس کی بات سن کر میں مسکرا دی اور پھر ہماری باتوں کا سلسلہ چلنے لگا۔ یہ تو میں جان ہی گئی تھی کہ وہ مجھے شدت سے چاہنے لگا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں خود میں بھی تبدیلی دیکھنے لگی تھی میں خود کو بھی محسوس کر رہی تھی۔ جیسے میں بھی اس کو چاہنے لگی ہوں جیسے وہ بھی مجھے اچھا لگنے لگا ہے۔

مجھے خاموش راہوں میں تیرا ساتھ چاہیے
تنہا ہے میرا ہاتھ تیرا ہاتھ چاہیے
مجھ کو میرے مقدر پہ اتنا یقین تو ہے
تجھ کو میرے لفظ میری بات چاہیے
میں خود اپنی شاعری کو کیا اچھا کہوں
مجھ کو تیری تعریف تیری داد چاہیے
احساس محبت تیرے ہی واسطے ہے لیکن
جنون عشق کو تیری ہر سوغات چاہیے
تو مجھ کو پانے کی خواہش رکھتا ہے شاید لیکن
مجھے جینے کے لیے تیری ہی ذات چاہیے

محبت کے اس کام میں پہل نہیں کرنا چاہتی تھی میں ... چاہتی تھی کہ وہ اور میں پہل کرے ... اور اس بات کرنے میں تقریباً اس نے ایک ماہ لگا دیا۔ اس کی بات سن کر میں ہنس کر رہ گئی اور کہا میں جانتی تھی کہ تم

مجھ سے لو کرتے ہو لیکن کہنے سے شرماتے تھے لیکن فکر نہ کرو میں تمہاری محبت کو ٹھکراؤں گی نہیں۔

واقعی اس نے یہ لفظ ایسے کہا جیسے اس کے اندر ایک نئی روح میں نے پھونک دی تھی۔

ایسا نہیں کہ تم سے محبت نہیں ہمیں
غم روز روز سہنے کی عادت نہیں ہمیں
ہر بار تیرے سامنے سر کو جھکالیا
اور پھر بھی دیکھ تجھ سے شکایت نہیں ہمیں
تو اعتبار کر کہ تجھے چاہتے ہیں ہم
تیرے سوا کسی کی بھی چاہت نہیں ہمیں
ہم جانتے ہیں کہ تو بھی ہے تنہا ہمارے بن
اوروں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہمیں
کیسے رہیں گے بن تیرے اب بات مان لے
تیرے بغیر رہنے کی عادت نہیں ہمیں

کچھ ہی دنوں میں مجھے ہمارے خاندان میں ایک شادی تھی جس میں میں بھی جانے کو تیار ہو گئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ وہاں علی بھی آئے گا میں اس کو دیکھ تو لوں گی کہ وہ اب کیسا ہے کیونکہ اس کو دیکھے ہوئے بہت سال ہو گئے تھے بچپن میں تو وہ بہت ہی سویٹ کیوٹ ہوتا تھا لیکن اب اس پر جوانی کیسی آئی تھی میں یہ سب دیکھنا چاہتی تھی۔ یہی سوچیں لے کر میں ایک بار پھر شادی میں اپنی کزنوں کے گھر جا پہنچی۔ وہاں ہر طرف رونق ہی رونق تھی ہر طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں ہر طرف قہقہے ہی قہقہے تھے۔ میری سب کزنیں وہاں موجود تھیں کزن بھی وہاں موجود تھے لیکن میری نظریں علی کو تلاش کر رہی تھی جبکہ دو آنکھیں ہر طرف میرا ہی تعاقب کر رہی تھی وہ جو بھی تھا مجھے بہت غور سے دیکھ رہا تھا میں نے کئی سالوں کے بعد اپنے کزنوں کو دیکھا تھا اب سب کے چہرے بدل گئے تھے کون کیا تھا میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی ابھی میرا تعارف کسی سے بھی نہیں ہوا تھا۔ میں بھی اس کو دیکھنے لگی میں محسوس کر رہی تھی کہ جیسے وہ علی ہو لیکن میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ علی نہیں تھا کیونکہ علی کا کچھ کچھ چہرہ مجھے یاد تھا لیکن یہ کون تھا میں اس کو نہیں جانتی تھی۔

آج پھر ان کا دیدار کرنے کو جی چاہتا ہے
آج پھر انہیں پیار کرنے کو جی چاہتا ہے
رہتے تو وہ ہیں بہت دور ہم سے
آج پھر ان کے پاس جانے کو جی چاہتا ہے
کتنی شدت ہے چاہت کی پیاس میں
آج پھر پی کر مر جانے کو جی چاہتا ہے
مت پوچھو کتنی مشکل سے گزرتے ہیں دن اور رات
آج پھر ان کی بانہوں میں جانے کو جی چاہتا ہے

میں نے اس کو اشارے سے اپنے پاس بلا لیا مجھے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ کر وہ کچھ کانپ سا گیا۔ اس کے اڑے ہوئے رنگ کو دیکھ کر میں ہنس دی تو وہ ہنس دیا۔ اور میرے پاس چلا آیا۔ اس وقت میری کزنیں بھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ عائشہ۔ یہ ہے عمر۔

اوہ تو یہ عمر ہے علی نہیں ہے میں نے ایک سرد آہ بھری۔ اور پھر عمر کا حال پوچھنے لگی تو نظریں جھکائے میرے سوالوں کا جواب دیتا رہا اس کی یہ عادت مجھے بہت ہی اچھی لگی لیکن میری نظریں ابھی بھی علی کو تلاش کر رہی تھی۔ وہ تمہارا کزن علی نہیں آیا کیا۔ میں نے عمر سے پوچھ لیا۔ آیا ہے وہ۔ وہ جلدی سے بولا وہ باہر ٹینٹ لگوا رہا ہے۔ میں اس کو بلا کر لاتا ہوں وہ اٹھنے لگا تو میں نے کہا نہیں میں خود تمہارے ساتھ وہاں چلتی ہوں میں بھی دیکھوں کہ شادی کی تیاریاں کیسی ہو رہی ہیں۔ اتنا کہہ کر میں اٹھ گئی اور اس کے ساتھ چلنے لگی

تم یوں مجھے کیوں دیکھ رہے تھے مجھے شرارت سوجھی تو میں نے عمر سے کہہ دیا۔ میری بات سن کر وہ یکدم نروس ہو گیا میں محسوس کرنے لگی کہ وہ مجھ سے نظریں چرانے لگا تھا۔ لیکن میرا اس وقت شرارت کا

موڈ بنا ہوا تھا بتاؤ ناں میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو وہ بولا۔ فری تمہاری مسکراہٹ بہت ہی پیاری ہے اور تمہاری آنکھیں اس سے بھی پیاری ہیں بس یہ کچھ دیکھ رہا تھا۔

ہاں یہ تو میں جانتی ہوں کہ میں بہت پیاری ہوں میری آنکھیں بہت پیاری ہیں میں بہت حسین ہوں۔ مجھے یہ لفظ کئی بار علی نے بھی کہا ہے میری یہ بات سن کر وہ بجھ سا گیا۔

کیا تم نے علی کو دیکھا ہے پہلے اس نے سوال کر دیا نہیں دیکھا نہیں ہے لیکن فون پر اس سے بات ہوتی رہتی ہے میں نے اس کو اصل بات بتا دی۔ تو وہ سمجھ گیا کہ میں اس وقت علی کو کیوں ملنے جا رہی ہوں۔

بڑے معصوم جذبات سے
وہ اپنے شوخ ہاتھوں پر
وفا کی سرخ مہندی سے
اسی کا نام لکھتی ہے
جسے وہ پیار کرتی ہے۔
مگر وہ ناسمجھ لڑکی
ابھی تک یہ نہیں سمجھتی
کہ
سپنے ٹوٹ جائیں تو
بہت برباد کرتے ہیں
یہ الجھے رنگ ہاتھوں پر
کبھی ٹھہرا نہیں کرتے
محبت تو حقیقت ہے
کوئی سپنا نہیں ہوتا
کسی کا نام لکھنے سے
کوئی اپنا نہیں ہوتا

وہ دیکھو اس نے میری توجہ ایک طرف کروائی۔ مجھے وہاں ایک نہایت ہی حسین لڑکا کھڑا دکھائی دیا جو کام میں بزی تھا۔ واؤ میرے منہ سے یکدم نکلا جیسا میں نے اس کے بارے میں سوچا تھا یہ اس سے بھی بڑھ کر نکلا ہے۔ لیکن دل کی تسلی کے لیے میں نے عمر سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔

وہی۔ جس سے تم ملنے آئی ہو۔

یعنی علی ہے میں نے فوری کہا۔

ہاں علی ہے۔ علی ساتھ ہی اس نے علی کو آواز دی۔ آواز سن کر وہ ہمارے قریب آیا وہ بھی مجھے دیکھ کر حیران سا رہ گیا لیکن پہچان نہ پایا کہ میں کون ہوں لیکن میرے کپڑوں اور شکل و صورت کو دیکھ کر یہ ضرور سوچنے لگا کہ میں کوئی شہری لڑکی ہوں۔ ان کو پہچانو اور بتاؤ یہ کون ہیں عمر نے کہا۔

یہ یقیناً فری ہیں۔

واؤ۔ بہت اچھی پہچان ہے تمہاری۔ عمر نے کہا اور پھر علی نے ایک بار مجھے غور سے دیکھا اور بولا فری تمہارے بارے میں نے جو سوچا تھا تم تو اس سے بڑھ کر حسین نکلی ہو۔

تو اور کیا میں نے کہا تھا ناں کہ میں بہت حسین ہوں بہت پیاری ہوں بہت سویٹ ہوں بہت کیوٹ ہوں میں نے ویسے ہی شرارت سے کہا۔ تو وہ میری بات سن کر کھل کھلا کر ہنس دیا اور پھر اس نے سب کام چھوڑ دیئے۔ اب میری نظریں اس کو تلاش کرتی اور اس کی نظریں مجھے ڈھونڈتی پھرتیں۔ آج مہندی کی رات تھی خوب ہلہ گلا ہو رہا تھا لڑکیاں ناچ رہی تھی اور لڑکے اور باقی گھر والے سب ان کو دیکھ رہے تھے میں دیکھ رہی تھی کہ علی کی نظریں مجھ پر ہی جمی ہوئی تھی نہ صرف اس کی نظریں بلکہ عمر کی نظریں بھی مجھ پر جمی ہوئی تھیں میں اس کی آنکھوں کا مطلب بھی جان گئی تھی۔ اور میں اس کو کسی بھی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی تھی میں نہیں چاہتی تھی کہ علی میرے بارے میں کچھ غلط سوچے کیونکہ میں علی کی تھی اور علی میرا تھا۔ اور ہم دونوں کے درمیان میں کوئی تیسرا نہیں آ سکتا تھا اور نہ ہی میں کسی کو آنے

دینا چاہتی تھی۔
غلطیوں سے جدا وہ بھی نہیں میں بھی نہیں
دونوں انسان ہیں خدا وہ بھی نہیں میں بھی نہیں
ہم دونوں ایک دوسرے کو الزام دیتے ہیں مگر
اپنے اندر جھانکتا وہ بھی نہیں میں بھی نہیں
لوگوں نے کر دیا ہے دونوں میں پیدا اختلاف
ورنہ فطرت کا برا وہ بھی نہیں میں بھی نہیں
مختلف سمتوں میں دونوں کا سفر جاری رہا
ایک لمحہ کو رکا وہ بھی نہیں میں بھی نہیں
چاہتے دونوں ہیں ایک دوسرے کو مگر
یہ حقیقت مانتا وہ بھی نہیں میں بھی نہیں
جب یہ شغل ختم ہوا تو میں نے عمر کو بلا لیا اور
اس سے کہہ دیا عمر میں بہت کچھ محسوس کر رہی ہوں
اور جو کچھ محسوس کر رہی ہوں یقیناً سچ محسوس کر رہی
ہوں دیکھو میں علی سے پیار کرتی ہوں اور علی مجھ سے
پیار کرتا ہے تم میرے کزن ہو ہاں صرف کزن لیکن
اس کے علاوہ میں تم کو ایک اور رشتہ دینا چاہتی ہوں
دوستی کا رشتہ۔ بس اس کے آگے کچھ بھی مت سوچنا
میری بات سن کر وہ چپ ہو گیا کیونکہ وہ جان گیا تھا
کہ میں نے جو کچھ کہا ہے سو فیصد سچ کہا ہے۔ کیونکہ
میں علی کی تھی اور علی میرا تھا [illegible]۔

بن اس کے اب چپ چپ رہنا اچھا لگتا ہے
خاموش رہ کر اس درد کو سہنا اچھا لگتا ہے
جس کی یاد میں آنسو برستے ہیں
سامنے اس کے کچھ نہی کہنا اچھا لگتا ہے
مل کے اس سے بچھڑ نہ جاؤں کہیں
اس لیے بس دور ہی رہنا اچھا لگتا ہے
اس کا ملنا نہ ملنا مقدر کی بات ہے
پل پل اس کی یاد میں تڑپنا اچھا لگتا ہے
بن اس کے تمام خوشیاں عذاب لگتی ہیں
رو رو کے اس کی یاد میں سونا اچھا لگتا ہے
شادی ختم ہو گئی اور ہم لوگ گھر واپس آ گئے علی

بضد تھا کہ میں امی ابو کو تمہارے گھر بھیجنا چاہتا ہوں
لیکن میں اس کو کہتی تھی کہ ابھی نہیں ابھی بہت وقت
پڑا ہے لیکن وہ کہتا تھا کہ میں تم کو اپنے نام کی انگوٹھی
پہنانا چاہتا ہوں یہی میری خواہش ہے۔ میں نے کہا
ٹھیک ہے ایسا کر لو لیکن شادی کا ابھی سوچنا بھی نہ وہ
میری بات مان گیا اور پھر کچھ دنوں بعد ہی وہ اپنے
امی ابو کے ساتھ ہمارے گھر آ گیا وہ میرے علاوہ
سب گھر والوں کو بھی اچھا لگتا تھا یہی وجہ تھی کہ کسی
نے بھی ہماری منگنی میں کچھ بھی گڑبڑ نہ کی۔ علی نے
اپنے نام کی انگوٹھی میری انگلی میں ڈال دی
اور میں علی کی ہو گئی میں بھی بہت خوش تھی کیونکہ مجھے
بھی میرا پیار مل گیا تھا اور مجھ سے زیادہ علی خوش تھا
آج اس نے دل کی بات کہہ دی۔ بولا
زارا۔ تم میری زندگی کا ایک اہم حصہ ہو نہ
صرف میرا پیار ہے بلکہ میری چاہت اور میرا کچھ
ہو آج تم مجھے مل گئی ہو میرے نام کی انگوٹھی تم نے
اپنی انگلی میں ڈال لی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم
میری اور میں تمہارا ہو گیا ہوں۔ اور میں تمہارے
لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں میری چاہت میں
ایک دیوانگی ہے ہاں میں دیوانگی کی حد تک تم کو
چاہنے لگا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بھی
مجھے بہت چاہتی ہو جس طرح میں تمہارے لیے بے
تاب رہتا ہوں تم بھی میرے لیے بیتاب رہتی ہو
اور ایسا ہی میں چاہتا ہوں۔ تم مجھے بچپن سے اچھی لگتی
ہو اور اس وقت ہمارے دلوں میں پیار نام کی کوئی
بھی چیز نہ تھی کزن کی حد تک ہم سب ایک دوسرے
کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے تھے ایک ساتھ کھیلتے تھے
ایک ساتھ رہتے تھے ایک ساتھ پڑھتے تھے ایک
ساتھ کھاتے تھے یہ سب بچپن کی باتیں تھیں اور بچپن
کی باتیں بھی جوان ہونے پر اب یاد آتی ہیں تو بہت
ہی اچھا لگتا ہے وہ بولتا جا رہا تھا اور میں سنتی جا رہی
تھی میں نے اس کو عمر کے بارے میں بتا دیا اور کہہ

دیا کہ اس کے اور میرے بارے میں کبھی بھی شک
نہ کرے وہ بولا ہاں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں
اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے تم اس کو صرف کزن
سمجھتی ہو یا پھر دوست۔ ہاں میں اس کو یہی کچھ سمجھتی
ہوں میں نے کہہ دیا۔
کون کہتا ہے کہ تیری یاد سے بے خبر ہوں میں
دل سے درد سے پوچھو دن رات کیسے گزرتے ہیں
قارئین کرام منگنی کے بعد ہم دونوں بہت ہی
خوش ہیں اور اب جب تک ہماری بات نہیں ہو جاتی
یوں لگتا ہے کہ جیسے دل میں ایک بہت بڑی کمی رہ گئی
ہو ہمارا پیار دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ہم
دونوں ہی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارا پیار ایسے ہی رہے
آپ قارئین کرام بھی دعا کریں کہ ہم دونوں جیسے
آج ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں شادی کے
بعد بھی اسی طرح پیار کرتے رہیں۔ آمین۔
یہ مت سوچنا کہ تم کو بھلا بیٹھا ہوں
اپنے دل میں تیری خاموش محبت بسا بیٹھا ہوں
دل جگر آنکھیں جسم دولت کیا ہے
میں تو تم پر اپنی زندگی لٹا بیٹھا ہوں
محبت میں کانٹوں پر چلنا پڑتا ہے
میں تیرے دامن میں ہوا سجا بیٹھا ہوں
تیرے آنے کی خوشی مجھ کو ہے
آ جا کہ تیرے انتظار میں شمع جلائے بیٹھا ہوں

غزل

تمہیں ہر وقت وہ گزرا زمانہ یاد آئے گا
نہ ہوں گے ہم تو ہنسنا ہنسانا یاد آئے گا
بہانے جب کرے گا کوئی تم سے نہ ملنے کے
تمہیں اک اک اپنا بہانہ یاد آئے گا
کبھی جب توڑ ڈالے گا کوئی وعدے محبت کے
تمہیں میری محبت کا زمانہ یاد آئے گا
گلے مل کے ہمیں رخصت کیا تھا آپ نے جس دن
تمہیں میرا وہ آنسو بہانہ یاد آئے گا
اقرا ناز۔

باتوں سے آئے خوشبو

زندگی ایک ایسی ٹرین ہے جو ہمیشہ اس اسٹیشن پر رکتی
ہے جہاں ہم اترنا نہیں چاہتے
جانے والے کو مت روکو اور آنے والے کو ویلکم کہو
کیونکہ جانے والے روکنے سے رکتے نہیں اور آنے
والے روز روز آتے نہیں
غصے کا بہترین علاج خاموشی ہے
علم انسان کے جسم میں روح کی طرح رہتا ہے۔
اقرا ناز۔

ماں

ماں کو مسکرا کر دیکھنے سے یک حج کا ثواب ملتا ہے
سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے نرم کیا
جا سکتا ہے۔
ماں ایک غزل ہے جو چپکے سے دل میں اتر جاتی ہے
ہمیشہ اس بات سے ڈرو کہ ماں بددعا کے لیے ہاتھ
نہ اٹھائے
اقرا ناز۔

زندگی کی ڈش

زندگی صرف جلی ہوئی ہنڈیا ہی نہیں بلکہ اس
میں مٹر کے دانوں کی طرح خلوص کے موتی بھی
بکھرے ہیں دھنیے پودینے کی طرح ہری ہری گھاس
ٹماٹر اور گاجر کی طرح خوش رنگ پھول کڑوے
کریلوں کی طرح دشمن بھی ہے ہمیں پالک کی طرح مل
جل کر رہنا چاہیے زندگی تو ایک پیاز کی مانند ہے جس
میں موتیوں کی طرح آنسوؤں کی لڑیاں بھیں ہیں
لیکن ہمیں چاہیے کہ سلاد کی طرح ایک ہی ڈش بن
رہیں یہی زندگی کی ڈش ہے۔
اقرا ناز۔

ملے بھی تو بچھڑنے کیلئے

تحریر: نثار احمد حسرت، نور جمال شمالی گجرات | 0313-4738900

محترم چیف ایڈیٹر شہزادہ التمش صاحب!

السلام وعلیکم! اپریل 2013ء کے شمارے میں میری تحریر کردہ کاوش ''اشکوں کی آگ'' شائع ہوئی تو قارئین تو مجھے لکھے گئے اپنے خطوط کے ذریعے اسے کچھ اس طرح سراہا کہ میں بغیر کسی تاخیر کے اس بار بھی ایک تلخ حقیقت بعنوان ''ملے بھی تو بچھڑنے کیلئے'' آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں میری گزشتہ تحریروں کی طرح اسے بھی بھیا کسی قریبی شمارے میں شائع کر کے مجھے شکریہ کا بھرپور موقع دیں۔

یہ کیا ہوا ہے تیری دنیا کو اے خدائے کریم
زندہ لوگ ہی ترستے ہیں زندگی کیلئے

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

کسی نظر کو تیرا انتظار آج بھی ہے
کہاں ہو تم یہ دل میرا بیقرار آج بھی ہے

محبت! محبت لمحاتی کب ہوتی ہے۔ یہ صدیوں پر محیط ہمارے اندر سفر کرتی ہے ہمارے اندر برسوں نمو پاتی ہے تب کہیں جا کر دل کی شاخ پر محبت کا پھول کھلتا ہے۔ کیا محبت اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ صرف لمحے بھر میں انسانی وجود کو تسخیر کر کے دل میں اپنے نام کی صلیب گاڑھ دیتی ہے۔ کبھی کبھی محبت یوں ہی بلا ارادہ اور بغیر سوچے سمجھے بس ایک ہی لمحے میں وجدان کی صورت وحی بن کر دلوں میں اُتر جاتی ہے۔

محبت کا فلسفہ یہی ہے یہ مختلف روپ دھار کر ہی سامنے آتی ہے لیکن اس کے اندر صرف اور صرف ایک ہی پاکیزہ روح ہوتی ہے۔ جس طرح روح کو دیکھا نہیں جا سکتا بالکل اسی طرح محبت بھی محسوس کیا جانے والا اچھوتا اور انمول جذبہ ہے محبت صرف احساس کا نام ہے۔

اُس دن میں آفس میں بیٹھی تھی کہ ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔ نعمان صاحب ہیں اس آواز کو سنتے ہی میں چونک اُٹھی کیونکہ یہ آواز تو میری رگ رگ میں تھی اس آواز کو سننے کے لیے چہرے پر جدائیوں کا کرب سمیٹے میں نے کتنی راتیں اشکوں کی مالا میں پروئی تھیں اس لیے میں چونک کر پلٹی تھی۔

جہانزیب تم، زارا، زارا تم یہاں۔

جہانزیب بھی حیرتوں کے سمندر میں ڈوبا مجھے تک رہا تھا...... ہاں جہانزیب...... میں زارا علی ہی ہوں۔ جسے تم نے ایسے گھاؤ دیئے کہ وقت جس کا مرہم نہ بن سکا۔ اپنے زخموں پر پھاہے رکھنے کے لیے میں نے مصروفیت کا مرہم ڈھونڈ نکالا ہے۔ لیکن

جہانزیب کچھ رشتے کچھ یادیں کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اگر اپنے دماغ سے کھرچ بھی ڈالیں تو پھر بھی ان کے نشان رہ جاتے ہیں یہ سب کہتے ہوئے برسوں کی تھکن میرے زخمی لہجے میں سمٹ آئی تھی ہاں زارا میں تمہارا مجرم ہوں جو چاہو سزا دینا لیکن اگر ہو سکے تو گزرے ہوئے کسی خوبصورت پل کو سامنے رکھ کر مجھ سے ملو۔ میں خود بھی تم سے ملنا چاہتا ہوں کچھ کہنا چاہتا ہوں تم سے اپنا درد بانٹنا چاہتا ہوں یہ لمحے ضائع مت کرو یہ صحیح ہے کہ زندگی کے پرخار رستوں پر میں نے تمہیں سسکتا ہوا تنہا چھوڑ دیا تھا لیکن اس وقت بھی میں حالات کے ہاتھوں بے بس تھا۔ اور آج پھر حالات نے مجھے بے بس کر دیا ہے پلیز میری بے بسی کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

پلیز زارا پلیز...... میں نے خود بھی تو جہانزیب سے بچھڑ کر کڑی دھوپ میں زندگی گزاری تھی کچھ پل ٹھنڈی چھاؤں میں رکنا چاہتی تھی اور پھر سب سے بڑھ کر مجھ سے جہانزیب کے چہرے پر پھیلا کرب نہ دیکھا گیا۔ اس کے لہجے کی تڑپ نے مجھے اس کے ساتھ جانے پر مجبور کر دیا چلتے چلتے میں نے ہینڈ بیگ میں سے موبائل نکال کر گھر کا نمبر ڈائل کیا تو دوسری طرف فون بھابی نے ریسیو کیا ہیلو میں زارا...... بھابی، مجھے آج ذرا دیر ہو جائے گی، لنچ پر میرا انتظار مت کریں کیوں بھئی خیریت تو ہے۔ بھابی نے اپنائیت سے پوچھا...... ہاں میں اپنی دوست کے ساتھ جا رہی ہوں او کے خدا حافظ کہتے ہوئے میں نے موبائل آف کر دیا اور جہاں زیب کے ساتھ اس کی بلیک ہنڈا سوک میں آ بیٹھی جہاں زیب نے گاڑی کا رخ ساحل سمندر کی طرف موڑ دیا یہ پہلا موقع نہ تھا پہلے بھی کئی بار میں نے اور جہاں زیب نے ساحل کی گیلی ریت پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑے تھے۔ سمندر کی ابھرتی ہوئی ڈوبتی ہوئی لہروں کو دیکھتے ہوئے میں کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ جہاں زیب...... تم تو برسوں پہلے میرے دامن میں دکھوں کی کنکریاں بھر کر مجھے لہولہو چھوڑ کر گل رخ کے ہو گئے تھے پوچھ سکتی ہوں پھر میری تلاش کیوں تھی؟ میں گل رخ سے ایڈجسٹ نہیں کر سکا تم اگر جوان کے آنسو روئی ہو تو سکھ کی چھاؤں میں نے بھی نہیں دیکھی۔ جہاں زیب بس کرو بس...... تم نہیں جانتے ٹھکرائے جانے کا گھاؤ کتنا گہرا ہوتا ہے۔ رد کیے جانے کے دکھ نے میری ذات کو توڑ دیا۔ میں کرچی کرچی ہو گئی تم نہیں جانتے میں نے کتنی اذیتیں سہہ کر اپنے جلتے ہوئے ارمانوں کو اپنے ٹوٹے ہوئے جذبوں کو دل کے قبرستان میں دفن کیا ہے۔

اور تم پھر مجھے آواز دے رہے ہو جانتے ہو زخموں پر سے کھرنڈ اتر جائے تو وہ پھر سے رسنے لگتے ہیں زارا پلیز میں پہلے ہی بہت شرمندہ ہوں تم سے بچھڑ کر میرا ابھی ایک پل چین سے نہیں گزرا جانتی ہو گل رخ نے میری عزت میرے خواب ایسے تار تار کیے ہیں کہ انہیں سمیٹتے سمیٹتے میں خود لہولہان ہو گیا ہوں۔ جہانزیب کی باتوں پر میں تند لہجے میں بولی۔

کیوں گل رخ تو تمہاری فرسٹ کزن تھی تمہاری ہم پلہ، تمہارے گھر والوں کی پسند تھی۔ اور پھر سب سے بڑھ کر تمہاری ماں جی نے تو گل رخ کی محبت میں اس سے شادی نہ کرنے پر اپنا دودھ نہ بخشنے کی قسم دی تھی۔ پھر تمہیں میری تلاش...... زارا...... گل رخ میری ماں کی پسند تھی اس سے شادی کے بعد اس کی ضد پر میں امریکہ چلا گیا۔ قبیلے کی سخت اور بے جا روایتی بندشوں نے گل رخ کو باغی بنا دیا تھا۔ اس کا اندازہ مجھے امریکہ پہنچ کر ہوا امریکہ کے آزاد ماحول میں وہ مجھے تو ایک طرف اپنے آپ کو بھی بھول بیٹھی کہ وہ ایک مشرقی عورت ہے اس نے اپنی مشرقی روایات گٹھڑی بنا کر جانے کس تہہ میں دفن کر دیں۔ پھر وہ سانس لینے کو رکا۔ اُس کی بے جا آزادی کی وجہ سے ہم دونوں ایک ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنی اپنی ذات میں تنہا ہو گئے انہی حالات میں میں ایک بچی کا باپ بن گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ بچی کی پیدائش گل رخ کو بدل دے گی لیکن یہ صرف میری سوچ تھی گل رخ تو پہلے سے زیادہ آزاد ہو گئی حالات سے گھبرا کر میں نے گل رخ سے دوٹوک بات کی کہ وہ پاکستان واپس چلے لیکن وہ نہ مانی بلکہ اس نے صاف کہہ دیا کہ میں جب چاہوں اسے طلاق دے دوں اسے اپنے بھائیوں پر بڑا مان تھا جن کا وہاں اچھا خاصا بزنس تھا۔ روپے پیسے کی اُسے پروانہ تھی۔ زارا...... میں بچی کی خاطر خاموش تھا۔ لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ وہ بچی کو بھی ایک بوجھ سمجھتی ہے تو پھر میں بچی کو لے کر پاکستان لوٹ آیا۔ قندیل نام ہے اس کا بہت پیاری بچی ہے زارا...... اس وقت میرے ساتھ ساتھ اس معصوم کو بھی تمہاری ضرورت ہے میں کل اسے تم سے ملواؤں گا وہ بہت پیاری پیاری باتیں کرتی ہے شام کے سائے ڈھلنے لگے تو میں نے کہا جہانزیب اب میں چلتی ہوں۔ چلو میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں اسی بہانے تمہاری بھابی اور بھائی سے ملاقات بھی ہو جائے گی ویسے تو تم انوائٹ نہیں کرو گی نہیں جہانزیب ایسی کوئی بات نہیں وقت آنے پر میں تمہیں خود انوائٹ کروں گی اور بھائی اور بھابی سے بھی ملواؤں گی اگلے روز جہاں زیب حسب وعدہ قندیل کو لے کر آفس پہنچ گیا۔ میں جہاں زیب اور قندیل کے ساتھ نزدیکی ریسٹورنٹ میں آ گئی۔

ایک بار پھر باتوں کا سلسلہ چل نکلا اورنج جوس کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی ہوئی قندیل کو میں نے محبت سے دیکھتے ہوئے کہا جہاں زیب...... اس معصوم بچی کو ماں سے جدا کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔ ماں کی جدائی کی وجہ سے ہی اس کے پھول جیسے چہرے پر سرسوں بکھری ہوئی ہے۔ زارا...... تمہاری تشویش صحیح ہے۔ قندیل بہت کمزور اور زرد ہو رہی ہے۔ لیکن جہاں تک بات ماں سے جدائی کی ہے تو یہ بیچاری ماں کو کیا جانے اس نے تو ماں کا لمس ہی محسوس نہیں کیا اس کی ماں نے اسے ممتا سے آشنا ہی نہیں کیا۔ ماں کی گود میں جا کر ماں کی خوشبو سے اس کا وجود کبھی مہکا ہی نہیں۔ گل رخ کو اتنی فرصت ہی کہاں تھی کہ وہ اسے اپنے وجود کی گرمی دیتی اسے اپنی سانسوں کی خوشبو دیتی۔ بولتے بولتے جہاں زیب رک گیا تو مجھے لگا جیسے وہ اپنے دکھ کہتا کہتا تھک گیا ہو۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور محبت سے قندیل کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے چہرے پر کرب اور آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ کچھ لمحے خاموش رہ کر وہ پھر سے گویا ہوا۔

زارا...... قندیل خون کی ایک مہلک بیماری ”تھیلیسیما“ کی مریضہ ہے۔ نہیں...... ہاں زارا...... اسے تھیلیسیما میجر ہی ہے۔ جو انتہائی خطرناک ہوتی ہے اس بیماری میں ”ہموگلوبن“ جو کہ خون کی پروٹین ہے وہ بالکل نہیں بنتا یا پھر زندگی کے ابتدائی تین چار ماہ تھوڑا سا بنتا ہے۔ زارا جسم میں ہیموگلوبن کے نہ بننے سے ہائپو کرومک انیمیا ہے۔ اس بیماری کی وجہ سے اس کے گردے کی جسامت بھی بڑھ گئی ہے اور اس کا واحد علاج بلڈ ٹرانسفیوژن ہے یہ سب کہتے کہتے اس کی آنکھ بھر آئی پھر اس نے کچھ ٹھہر کر کہا۔ زارا...... میری زندگی کی تاریکیوں میں قندیل نے اپنے ننھے وجود سے روشنیاں بھر دی ہیں۔ لیکن ڈرتا ہوں کب تیز ہوا چلے اور کب یہ دیا بجھ جائے۔ پلیز زارا...... میرے دُکھ بانٹ لو۔ میری قندیل کو تھوڑی سی محبت دے دو۔ وہ رو دینے والے لہجے میں بولا جہاں زیب میری زندگی کا ہر راستہ تمہاری طرف جاتا ہے۔ میری ذات کا ہر در تم پہ وا ہوتا ہے لیکن ڈرتی ہوں کہیں پھر کوئی زنجیر تمہارے قدموں کو نہ جکڑ لے۔ جہانزیب...... پہلے ممتا کی زنجیر نے تمہیں جکڑا تھا اور اب کہیں گل رخ دوبارہ میری آواز میں ماضی کے دکھ بول رہے تھے نہیں...... اب ایسا کچھ نہیں ہوگا گل رخ

کو میں بہت جلد طلاق کے پیپر بھجوا رہا ہوں وہ چاہتی بھی یہی تھی۔ میں بہت جلد اسے مکمل طور پر آزاد کر دوں گا۔

جہانزیب...... ایک بات یاد رکھنا، ماں ...... ماں ہی ہوتی ہے۔ ماں کی جگہ کوئی عورت نہیں لے سکتی لیکن جہانزیب جب تم میری محبت ہو تو تمہارا خون بھی میری محبت کا ایک حصہ ہے میں کوشش ضرور کروں گی کہ قندیل کو اپنی ماں کی کمی کا احساس نہ ہو میری محبت کی چھاؤں میں رہتے دن معمول کے مطابق گزر رہے تھے قندیل بھی اب مجھ سے گھل مل گئی تھی جہانزیب ہر دوسرے تیسرے روز مجھے اپنے گھر لے جاتا وہاں قندیل سے میں ڈھیروں باتیں کرتی اس روز بھی میں اس سے محو گفتگو تھی کہ جہانزیب بولا۔

زارا...... آج موسم بہت پیارا ہے ہاں جہانزیب میں نے بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی بادل برسنے لگیں گے اس لیے میں اب گھر چلتی ہوں زارا اس خوبصورت موسم میں یقیناً تمہارے گھر میں سب کے موڈ بہت خوشگوار ہوں گے۔ ہاں۔ اللہ کا بڑا کرم ہے میرے گھر میں موسم سے موڈ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہاں ویسے ہی سب بہت محبت اور پیار سے رہتے ہیں۔

تو پھر زارا...... آج اپنی بھابی سے میرے متعلق بات کرو نا...... کوشش کروں گی۔ وعدہ نہیں کرتی گھر آ کر میں سوچ میں پڑ گئی پتہ نہیں کیوں بھابی سے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے میری زبان ساتھ نہ دیتی تھی۔ شاید اس لیے کہ بھابی پچھلے کئی برسوں سے مجھے اپنے بھائی شرجیل کے لیے پرپوز کر رہی تھیں اور شرجیل بھی مجھے دل و جان سے چاہتا تھا۔ میں کئی بار شرجیل کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت کے رنگ دیکھ چکی تھی۔ لیکن میں کبھی بھی اس کی محبتوں کی پذیرائی نہ کر سکی۔

ابھی کچھ عرصہ قبل ہی تو بھابی نے مجھے شرجیل کی محبتوں کا واسطہ دے کر شادی کے لیے کہا تھا اور ہر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میرا انکار سن کر وہ مایوس ہو کر پردیس چلا گیا تھا۔ لیکن آج جانے کیوں میرے سامنے ماضی کا در وا ہو رہا تھا جس رات شرجیل کی فلائٹ تھی وہ میرے کمرے میں آیا تھا۔ میں اس وقت بڑے ریلیکس موڈ میں "پروین شاکر" کی "خوشبو" میں گم تھی۔ اس نے ایک نظر کتاب پر ڈالی پھر کہنے لگا۔ زارا...... تم اس وقت "پروین شاکر" کی خوشبو میں گم ہو اور میں تمہاری خوشبو سمیٹ کر پردیس جا رہا ہوں یاد رکھنا زارا...... میں زندگی بھر تمہارا انتظار کروں گا۔ اور کبھی کسی گھڑی زندگی کے سفر میں میری ضرورت محسوس ہو تو مجھے آواز دے لینا۔ مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گی...... میں اس کی باتوں کے جواب میں کچھ بھی نہ کہہ پائی...... شرجیل کی سرخ انگارہ آنکھوں میں ہلکورے لیتے دکھ اور چہرے پر چھائے کرب نے میری زبان گنگ کر دی تھی۔ وہ دن بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے جب کاریڈور سے گزرتے ہوئے بھابی کے کمرے سے اپنا نام سن کر میں ٹھٹھک گئی تھی بھابی شرجیل سے کہہ رہی تھیں۔ دیکھ شرجیل ...... تم شادی کر لو زارا نہیں مان رہی تو تم کسی اور سے شادی کر لو۔ کیوں اپنی عمر گنوا رہے ہو کیا بڑھاپے کی دہلیز پر دلہن لاؤ گے۔ باجی آپ زارا سے کہیں تو ایک بار...... شرجیل زارا تم سے کیا کسی سے بھی شادی کرنے کو تیار نہیں تم میرے اور زارا کے رشتے کی نزاکت کو سمجھو میں اس سے زبردستی تو نہیں کر سکتی اور ہاں تمہاری سگریٹ نوشی کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ کیوں اپنی جان سے کھیل رہے ہو۔ باجی...... شرجیل کی آواز میں درد تھا تڑپ تھی۔ میں زارا کے علاوہ کسی اور کو اپنا جیون ساتھی نہیں چن سکتا آپ نہیں جانتیں میرے جیون کا پل پل اسے سوچتے ہوئے گزرا ہے میں نے اسے ہر دعا میں مانگا ہے میری عبادتوں میں

میری ریاضتوں میں ہر پل وہ میرے ساتھ ہوتی ہے رہ گئی سگریٹ نوشی کی بات تو اس سے میرا ڈپریشن کم ہوتا ہے یہ میری تنہائیوں کا ساتھی ہے اسے چھوڑنا میرے بس میں نہیں ہاں کوشش کر کے اسے کم کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں یہ سب کچھ سننے کے بعد دبے پاؤں اپنے کمرے میں آ گئی تھی ادھر جہانزیب کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ میں بھابی سے بات کروں لیکن مجھ سے بھابی کے ساتھ کوئی اس قسم کی بات ہی نہ ہو پا رہی تھی۔ جب سے شرجیل گیا تھا بھابی نے اس موضوع پر بات کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔ میں خود اپنی ہی شادی کی بات بھابی سے کیسے کروں طبیعت میں عجیب سی اداسی تھی دو دن سے میں آفس بھی نہیں جا رہی تھی۔ جہانزیب سے بھی کوئی رابطہ نہ تھا۔ پتہ نہیں قندیل کیسی ہو گی۔ میں نے بوجھل طبیعت کے ساتھ جہانزیب کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ بیل جا رہی تھی لیکن کوئی فون ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ اگلے دن پھر میں نے جہانزیب کو فون ملایا ہیلو...... ہیلو...... دوسری جانب سے نسوانی آواز تھی وہ ہیلو ہیلو کرتی رہی اور میں جواب میں کچھ نہ بول پائی۔ وسوسوں کے ناگ نے میرے دل میں پھن اٹھایا کہ یہ عورت کون ہو سکتی ہے۔ کچھ دیر بعد میں نے دوبارہ نمبر ملایا تو فون جہانزیب نے ریسیو کیا ہیلو جہانزیب...... کیسے ہو تین چار روز سے تمہارا کچھ پتہ نہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے تمہارے نمبر پر کوئی عورت تھی کون ہے وہ عورت؟ میں نے دل کے خدشوں کو زبان دے دی زارا...... وہ عورت گل رخ تھی۔ اس وقت بات کرنا مشکل ہے۔ میں کل تمہارے آفس آؤں گا۔

اگلے روز وہ میرے سامنے بیٹھا تھا زارا......

م۔م۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی ایک بار پھر ہم مل کر بچھڑ رہے ہیں۔ گل رخ میری اور قندیل کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آ گئی ہے۔ وہ بدل گئی ہے گناہوں کی دلدل سے نکل کر نیکی کے رستے پر آئی ہے۔ اگر اب میں نے اس کا ہاتھ نہ تھاما تو شاید وہ دوبارہ اسی دلدل میں گر جائے اور سب سے بڑھ کر قندیل بہت خوش ہے۔ اپنی ماں کو پا کر اسے سچی خوشیاں مل گئی ہیں تم نے سچ کہا تھا۔ ماں۔ ماں ہی ہوتی ہے۔ قندیل کے چہرے پر پھیلی خوشیوں کی کرنیں میں کیسے نوچ لوں۔ اس لیے زارا...... تم مجھے معاف کر دینا۔ جہاں زیب ...... تم نے ایک بار پھر میری ذات کو ٹھکرا کر مجھے لہولہو کر دیا ہے۔ اس روز جانے کیسے میں خود کو گھسیٹتی گھر تک پہنچی۔

ہر پھول کی قسمت میں کہاں نازِ عروساں
کچھ پھول کھلتے ہیں فقط مزاروں کے لیے

گھر پہنچ کر بیڈ پر ڈھیر ہو گئی مجھے کوئی ہوش نہ تھا جب ہوش آیا تو خود کو ہسپتال میں پایا۔ میری کھلی آنکھیں دیکھ کر بھابی کا شفیق چہرہ مجھ پر جھک آیا۔ زارا ...... زارا...... کیا ہو گیا ہے تمہیں کس ڈپریشن میں ہو تم آفس میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے کیا بھابی نے محبت سے میرا ہاتھ تھام لیا کچھ نہیں بھابی یہ کہتے ہوئے میری سسکی نکل گئی۔ ٹھکرائے جانے کی ذلت آنسو بن کر آنکھوں سے گر رہے تھے جہانزیب کے لفظ نہیں بلکہ چنگاریاں تھیں جن میں جل کر میرا وجود راکھ ہو گیا اپنے جذبوں کی پامالی کا سوچ کر آنکھوں سے جھڑی لگ گئی۔ ہسپتال سے گھر آنے کے بعد بھی میرے آس پاس اداسیوں کے ڈیرے تھے۔ وہ ایک سرمئی شام تھی میں لان میں بیلے کی کلیاں چن رہی تھی کہ ایک مانوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی کیسی ہو زارا ...... میں چونک کر پلٹی تو سامنے شرجیل تھا۔ بیلے کی کلیاں میرے ہاتھ سے پھسل کر چاروں طرف بکھر گئیں شرجیل نے جھک کر کلیاں سمیٹ لیں زارا...... پھول بکھر کر اپنی خوشبو کھو دیتا ہے۔

وہ بہت گہری بات کہہ گیا تھا...... میں نے بھیگی پلکیں اٹھا کر شرجیل کو دیکھا تو وہ بھی بڑے پیار سے

مجھے تک رہا تھا۔ زارا...... کیا ہو گیا ہے تمہیں ہلدی کی طرح زرد ہو رہی ہو میں تو ہنستی مسکراتی زارا چھوڑ کر گیا تھا۔ آپ اچانک کیسے آ گئے میری آنکھ دکھوں کے بوجھ سے کانپ رہی تھی۔ باجی نے تمہاری بیماری کا خط لکھا تھا پڑھ کر سیدھا ائیر پورٹ گیا ٹکٹ لیا اور آ گیا اتنی دیر میں بھابی بھی آ کر شرجیل سے لپٹ گئیں رات دیر تک ہم سب لاؤنج میں بیٹھے باتیں کرتے رہے جب میں سونے کے لیے اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی تو بھابی بھی میرے ساتھ چلی آئیں۔ زارا...... آج تمہیں بتانا ہوگا کہ آخر شرجیل میں کس چیز کی کمی ہے تم بار بار شادی سے انکار کیوں کرتی ہو۔ تمہارے بھائی بھی تمہارے اس فیصلے سے بہت پریشان رہتے ہیں دیکھو زارا شرجیل آج بھی صرف اور صرف تمہارا منتظر ہے۔ اسی لمحے بھابی کے پیچھے سے شرجیل کی پیار میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری وہ کہہ رہا تھا۔ باجی...... آپ شادی کی تیاریاں شروع کریں آپ نے دیکھا نہیں میری جدائی میں زارا بیمار پڑ گئی ہے۔ میرے جانے کے بعد اس کی اُداسیاں اس کا ڈپریشن مجھ سے محبت کی علامت ہی تو ہے کیوں زارا...... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔ اور اس لمحے مجھے وہ سچا اور مخلص شخص بہت اپنا اپنا لگا۔

بھابی نے آگے بڑھ کر میرا جھکا ہوا سر اوپر کیا۔ زارا ایسے موقعوں پر خاموشی رضامندی کی علامت ہوتی ہے میں ابھی جا کر تمہارے بھائی کو یہ خوشخبری سناتی ہوں۔ اور پھر شادی کی تیاریوں میں دن گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا اور شادی کا دن آ گیا شادی کے بعد شرجیل نے ایک نیا چھوٹا سا خوبصورت گھر لے لیا تھا۔ جس کی ہر چیز سے صرف محبت ٹپکتی تھی۔ میں نے بھی اپنی کمی کو بھرپور انداز میں پورا کر دیا۔ مجھے شرجیل سے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی وہ میرے چہرے سے ہی میرے من میں چھپی بات سمجھ جاتے۔ ایک دن میں اور شرجیل اپنے خوبصورت کاٹیج کے چھوٹے سے لان میں بیٹھے ہوئے تھے ہمیشہ کی طرح سگریٹ شرجیل کی انگلیوں میں دبا ہوا تھا۔ اوپر راکھ جھڑ رہی تھی شرجیل مجھ سے باتوں میں مصروف تھے اور میری نگاہ جلتے ہوئے سگریٹ پر تھی میں کچھ کہنا ہی چاہ رہی تھی کہ شرجیل بول پڑے...... دیکھو زارا...... مجھے سگریٹ سے مت روکنا یہ میرا بہت پرانا ساتھی ہے۔ اور تمہاری کوئی بات رد کرنا بھی میرے بس میں نہیں ہے۔

جانتی ہوں شرجیل لیکن یہ تو سوچو کہ آپ کی صحت دن بدن گر رہی ہے مسلسل کھانسی سے آپ کتنے کمزور ہو گئے ہیں آپ کو شاید یاد نہیں کہ پچھلے ہفتے جب آپ کھانسی کے شدید اٹیک میں تھے تو ڈاکٹر نعیم صاحب نے سختی سے منع کیا تھا آج سے آپ کے سگریٹ پر پابندی اب مجھے اور آپ کو اپنی صحت کا خیال اپنے لیے نہیں بلکہ آنے والے مہمان کے لیے رکھنا ہوگا اچھا زارا...... تم اتنی کڑی پابندی مت لگاؤ میں آہستہ آہستہ چھوڑ دوں گا وقت یونہی محو گردش رہا جاتے ہوئے وقت نے مجھے اور شرجیل کو محبتوں کا ثمر دانیال کی صورت میں دیا۔ شرجیل کو تو جیسے کھلونا مل گیا تھا وہ بیٹا پا کر بہت خوش تھے لیکن ان کی خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی میرے چھوٹے سے آنگن میں جو میرا سب کچھ اڑا کر لے گئی ہوا کچھ یوں کہ وہ دانیال کی برتھ ڈے کا دن تھا شرجیل صبح ہی سے کاٹیج کو سجا رہے تھے کام کرتے ہوئے ان کی سانس پھول رہی تھی بار بار کھانسی آ رہی تھی لیکن وہ بیٹے کی محبت میں سرشار کام میں مگن تھے بھائی اور بھابی بھی آئے ہوئے تھے شام کو شرجیل پر کھانسی کا شدید اٹیک ہوا انہیں سانس لینے میں رکاوٹ محسوس ہو رہی تھی بھابی اور بھائی انہیں فوراً قریب والے میڈیکل سنٹر لے گئے میں بھی ساتھ تھی میرا دل ہول رہا تھا ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے پتہ نہیں کیوں بار بار رونا آ رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے آج کچھ ہونے والا ہے۔

نجانے آج ہے کیا ہونے کو
بہت جی چاہتا ہے رونے کو

ڈاکٹر شرجیل کو ایمرجنسی میں لے گئے طویل چیک اپ، الٹرا ساؤنڈ، ایکسرے اور نہ جانے کون کون سے ٹیسٹ ہوتے رہے لیکن جب رپورٹ سامنے آئی تو میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا زمین گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی میں جو شرجیل کی محبت پا کر خود کو بہت مضبوط سمجھنے لگی تھی قسمت کے ایک ہی وار سے کسی ریت کی دیوار کی طرح ڈھے گئی۔ میرے من سے ایک ہی آواز نکل رہی تھی نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہر پل خوشیاں بانٹنے والا میری چھوٹی چھوٹی تکلیفوں پر تڑپ جانے والا مجھے جیون بھر کا درد نہیں دے سکتا میں امیدوں کی ٹمٹاتی لو میں ڈاکٹر نعیم صاحب کے پاس گئی ڈاکٹر صاحب یہ رپورٹ صحیح ہے۔

یس مسز شرجیل یہ رپورٹ سو فیصد درست ہے مسٹر شرجیل پھیپھڑوں کے سرطان میں مبتلا ہیں بیماری انتہائی خطرناک اسٹیج پر ہے۔ مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اب ہم مسٹر شرجیل کیلئے کچھ نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر...... اتنی جلدی یہ سب کیسے ہو گیا مسز شرجیل یہ حالت دنوں میں نہیں بلکہ برسوں میں ہوتی ہے۔ پھیپھڑوں کے سرطان کی بڑی وجہ سگریٹ کی زیادتی ہے سگریٹ کے دھوئیں میں موجود انتہائی زہریلے اجزاء نکوٹین اور سلفر ڈائی آکسائیڈ نے سانس کی نالیوں میں موجود خلیات کو بری طرح سے تباہ کر دیا ہے جس سے گرد و غبار اور جراثیم پھیپھڑوں میں جا کر جمنا شروع ہو گئے بعد میں سانس کی نالیوں میں خلیات کی اس حد تک ٹوٹ پھوٹ سرطان کی صورت میں نمودار ہو گئی۔ ڈاکٹر نعیم صاحب نے بات ختم کی تو میں فائل تھامے لٹی لٹی سی وارڈ میں آ گئی۔ شرجیل نے آنکھ کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا میرا ہاتھ تھام کر وہ بہت دھیرے دھیرے بول رہے تھے۔ زارا...... تم پریشان نہ یہ دکھ سکھ تو جیون کا حصہ ہیں تمہاری دعائیں میرے ساتھ ہیں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ خود زندگی کی بازی ہارتے ہوئے بھی وہ مجھے جینے کا حوصلہ دے رہے تھے بھابی اور بھائی بھی اس کڑے وقت میں میرے ساتھ تھے سب کی دعائیں شرجیل کے لیے تھیں مگر اس روز ہر دعا عرش سے ٹکرا کر واپس لوٹ آئی شرجیل کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں شرجیل کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر ڈاکٹر نعیم صاحب نے انہیں آئی سی یو میں شفٹ کر دیا۔ لیکن ڈاکٹروں کی انتھک محنت کے باوجود بھی زندگی ہار گئی اور موت جیت گئی۔ ڈاکٹروں نے آکسیجن سلنڈر اتار دیا اور شرجیل پر سفید چادر ڈھک دی کچھ کہنے سننے کی نوبت ہی نہ تھی شرجیل کی زندگی کا چمکتا ہوا سورج ہمیشہ کیلئے ڈوب چکا تھا مجھے زندگی کے تپتے ہوئے صحرا میں شرجیل ٹھنڈی چھاؤں بن کر ملا تھا جب زندگی کی گھڑیاں سہل ہوئیں تو یہ کیا ہو گیا آنسوؤں سے تر چہرہ لیے میں لٹی لٹی سی کھڑی تھی تقدیر کے ہاتھوں لٹ کر ایک بار پھر میں زندگی کے سفر میں برہنہ آبلہ پا ہو گئی تھی آج میں زندگی کے سفر میں اکیلی نہ تھی میرے ساتھ شرجیل کی محبتوں کی نشانی دانیال بھی تھا ہم زندگی کی ان کٹھن راہوں پر (ملے بھی تو بچھڑنے کیلئے) میں روز اول کی طرح شرجیل کی قبر پر آج بھی جاتی ہوں اور پہروں روتی رہتی ہوں اور پھر ان کی تربت پر پھول نچھاور کر کے واپس لوٹ آتی ہوں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرجیل کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

قارئین اس بکھری ہوئی مالا کو پرونے میں، میں کہاں تک کامیاب رہا ضرور بتایئے گا آپ کی تعریفی و تنقیدی آراء کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ایک شعر کے ساتھ اجازت۔

بچھڑے ہوئے لوگوں کو صدا دے اے دل
شاید کہ کوئی تیری آواز کو مڑ کے دیکھے
تجھ سے شکوہ نہیں اے کاتب تقدیر مگر
رو پڑے تو بھی گر میرا مقدر دیکھے

❁❁❁
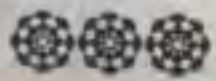
میری زندگی تیرے نام

☑......تحریر: ذوالفقار علی سانول، رتووال منڈی بہاؤالدین | 0345-6823689

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم کے بعد عرض ہے آپ کی دکھی نگری میں ایک سٹوری لے کر حاضر خدمت ہوں انتہائی مشکور ہوں کہ آپ میرا ساتھ نبھا رہے ہیں اور میرا لکھنے کا شوق بڑھ رہا ہے۔ حافظ فضیلہ صاحبہ بہت شکریہ آپ میری راہنمائی کر رہی ہیں تمام رائٹرز قارئین کو سلام محبت قبول ہو جواب عرض کے پورے سٹاف کو آداب

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی.

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

میرا نام نور ہے ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں میں سب سے چھوٹی ہوں میرا ایک بھائی شارجہ اور ایک دوبئی میں کام کرتا ہے اللہ کا دیا سب کچھ ہے اور والدین کا سایہ سلامت رہیں جو کہ زندہ ہیں اللہ والدین کی عمر دراز کرے آمین میں نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور پھر میں نے سکول چھوڑ دیا ہم جڑانوالہ رہتے ہیں ساتھ گاؤں میں ہمارے پڑوس میں کافی عرصہ سے کرائے دار رہتے تھے وہاں باجی روبینہ مطلب میری استاد کا نام ہے وہ سلائی کا کام کرتی ہیں میں نے سوچا کیوں نہ وقت ضائع کرنے کی بجائے کام سیکھ لیا جائے میری دو بہنیں شادی شدہ ہیں میں اور فضیلہ غیر شادی شدہ ہیں فضیلہ الحمدللہ حافظ ہیں انہوں نے درس میں قرآن پاک حفظ کیا ہے اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی میں نے اپنی بہن اور بھابی سے مشورہ کیا کیوں نہ پڑوس میں روبینہ سے کام سیکھ لوں میری بھابی اور ہمشیرہ نے میرا ساتھ اتفاق کیا اور رات میں نے کھانا سے فارغ ہو کر امی ابو سے بات کی انہوں نے بھی اتفاق کیا صبح میری امی مجھے سکھلائی کیلئے روبینہ باجی کے گھر چھوڑ آئیں اور میں نے کپڑے سلائی کا کام سیکھنا شروع کر دیا باجی روبینہ شادی شدہ تھی اور گوشی ان کی چھوٹی بہن بھی شادی شدہ تھی کچھ دن بعد میں آہستہ آہستہ باجی روبینہ سے فری ہو گئی اور خوب پوچھ پوچھ کر کے کام سیکھنے لگی لیکن گوشی کو جب بھی دیکھا وہ خاموش ہی رہتی باجی روبینہ شادی شدہ تھیں اور زیادہ اپنے میکے ہی رہتی ان کا خاوند بیرون ملک کام کرتا تھا گوشی کی شادی سانگلہ میں ہوئی تھی گوشی کے دو بچے تھے نا جانے کیوں گوشی مجھے بہت اچھی لگنے لگی میں جب بھی جاتی گوشی منہ چڑھا کر بیٹھی ہوتی ایک دن میں نے کہا گوشی کیا آپ مجھ سے دوستی کرو گی گوشی نے اسی وقت کہا میں نہیں کرتی دوستی کیوں نہیں دوستی آپ نے کرنی بس میری مرضی میں گھر لوٹ گئی رات کھانا کھانے کے بعد گوشی کا چہرہ بار بار میری نظر کے سامنے آتا حالانکہ گوشی تھی بھی لڑکی اور گوشی کا خاوند لاہور میں

جاب کرتا تھا میں نے بھی دل میں پختہ ارادہ کرلیا کہ میں بھی گوشی سے دوستی کر کے چھوڑوں گی اور میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی اور میں نے اس کا دل جیت لیا یوں ہماری بے لوث دوستی شروع ہوگئی تین سال میں میں نے کام سکھلائی کیا اور جب بھی گوشی اپنے سسرال چلی جاتی ایک ایک دن میرے لیے مشکل ہو جاتا مجھے اکثر بخار ہو جاتا اور میں فون پر روتی رہتی پلیز خدا کیلئے گوشی واپس آ جاؤ آپ کی نور آپ ک بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتی اور کئی فعہ وہ خود بھی رو پڑتی اور جب وہ جڑانوالہ اپنے میکے سے آتی تو اسی وقت ہمارے گھر آتی اور ہم ایکدوسرے کے بھاگ کر گلے لگ جاتیں ہمارے گھر والے کہتے ان دونوں کی ایک جان ایک روح ہے صرف بت علیحدہ ہیں جب کبھی میرا نمبر مصروف ہوتا تو میری دوست مجھے بہت غصے ہوتی کہ آپ نے کہاں کال ملا رکھی ہے یہی حال میرا ہوتا ہماری دوستی بے مثال دوستی تھی ہر کوئی ہماری تعریف کرتا ایک دفعہ میرے بھائی بہنوں کی شادیاں تھیں ہم نے ایک جیسے کپڑے اور شوز پہنے زیادہ تر لوگوں کو یہی محسوس ہوتا کہ ہم آپس میں بہنیں ہیں ہم ایک ہی گاڑی میں بارات گئیں اور اکٹھے ہی کھانا کھاتیں اور گوشی جب مجھے فون کرتی کہ نور میں آج آ رہی ہوں میکے میں میں اسی وقت بھاگ بھاگ کر گھر کے کام وغیرہ کرتی فضیلہ اور میری امی بھابی کہتیں آج گوشی آ رہی ہے جناب اسی وجہ سے دوڑ بھاگ کر رہی ہیں اور میں مسکرا دیتی کیوں کہ اس وقت مجھے کوئی تھکن وغیرہ محسوس نہ ہوتی اور میں اپنی دوست کیلئے پیپسی نمکو اور اس کے پسندیدہ سپر بسکٹ لے آتی کیوں کہ وہ آتے ہی کہتیں نور کچھ کھانے کو بھی لے آؤ اور کئی دفعہ میں اس کے پسندیدہ چاول پکاتی کیوں کہ اسے گوشت بالکل پسند نہیں تھا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ نیٹ ورک پرابلم بن گئی اور میرا اپنی دوست سے کال پر رابطہ نہ ہو سکا میری حالت بہت بری ہوگئی میں دن رات روتی میرے گھر والے ناراض ہوتے پاگل مت بنو آ جائے گی مجھے بہت بخار ہو گیا تقریباً دس دن بعد رابطہ ہوا تو میں رو پڑی اور گوشی خود بھی رو پڑی میں نے کہا پلیز آج ہی آ جاؤ ورنہ میں اپنی جان نے دوں گی مریں تمہارے دشمن میں ابھی آ جاتی ہوں بس میں بیٹھ کر گوشی نے مجھے کال کی اور کہا کہ آئی لو یو ارے شرم کرو بس میں بیٹھے لوگ سن کر کیا کہیں گے ارے سب اپنے دھیان لگے ہیں اچھا جلدی آ جاؤ کچھ دیر بعد میں نے کال کی تو میری دوست گھر میں داخل ہوگئی اور ہم گلے مل کر بہت روئیں فضیلہ اور بھابی مسکرانے لگ گئیں اور کہا میڈم صاحبہ ہمیں پتہ تھا کہ آپ آ رہی ہیں گوشی آپ کو کیسے پتہ جی جناب آج نور نے گھر کی صفائی کی اور ہمیں پتہ چل گیا سب مسکرانے لگ گئیں مجھے ایک شکوہ اپنی دوست پر رہا اور رہے گا وہ یہ کہ وہ اپنی بھانجی سے بہت پیار کرتی تھیں مجھے یہ اچھا نہیں لگتا تھا لیکن مجھے گوشی کہہ دیتی نور وہ میری بھانجی ہے پلیز ناراض مت ہوا کرو آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن مجھ سے برداشت نہیں ہوتا ایک دن ہم دونوں دوست باہر گھومنے گئیں ہرے بھرے کھیت دیکھے اور موبائل پر گانے سن رہی تھیں کہ گوشی کو اس کی بھانجی کا فون آ گیا مجھے اس بات پر غصہ آ گیا میں ناراض ہو کر واپس گھر آ گئی کئی دفعہ ہماری اس بات پر لڑائی ہو جاتی اور پھر راضی ہو جاتیں میں نہیں چاہتی تھی کہ گوشی سے کوئی اور بات کرے لیکن اس کی مجبوری تھی اس کی بھانجی تھی کئی دفعہ میں گوشی کو کال کرتی تو اس کی بھانجی مجھ سے لڑائی کرتی نہیں آنا اس نے آپ کے گھر لیکن میں خاموش ہو کر بات سن کر کال ڈراپ کر دیتی کہ کہیں میں اپنی پیاری دوست کو کھو نہ دوں اور جب میں اس سے شکوہ کرتی وہ کہتی کہ میں سو رہی تھی کام کر رہی تھی میری جان گوشی نے جو مجھے سوٹ گفٹ کیا اور جواب عرض ڈائجسٹ پہلا جو گفٹ کیا تھا وہ دونوں میں نے

ابھی سنبھال کر رکھے ہیں اور میں نے اپنی زندگی اپنی دوست کے نام کر دی ہے۔ میری پہلی اور آخری دوست گوشی ہے۔

قارئین شاید آپ بہت بور ہوئے ہوں گے دو لڑکیوں کی کہانی سن کر لیکن ہم سب کو سبق حاصل کر لینا چاہیے کہ دوستی ایک لازوال تحفہ ہے کبھی بھی اپنے دوست کو مت ٹھکراؤ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نور اور گوشی کی دوستی کو سلامت رکھے آمین۔

❀❀❀

محبت وفا نہیں کرتی

سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہوں
محبت ریت کی طرح ہے
اندھیری آئے تو اڑ جائے
بارش برسی تو بہہ گئی
کبھی صحرا کی ہو کے رہ جائے
سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہوں
محبت کبھی وفا نہیں کرتی
تعلق توڑ دیتی ہے
پر جدا نہیں کرتی
محبت مار دیتی ہے
لیکن خود نہیں مرتی
سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہوں
تم لوٹ جاؤ یہ راستہ اچھا نہیں
سب دھوکا ہے کوئی سچا نہیں
سنو تم اپنے ہو اس لیے کہتا ہوں
محبت وفا نہیں کرتی

(عرفان ملک، راولپنڈی)

ہوا تھمی تھی ضرور لیکن

ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
وہ شام جیسے سسک رہی تھی
کہ زرد پتوں نے [illegible]ھیوں سے
عجیب قصہ سنا دیا تھا
کہ جن کو سن کر تمام پتے
سسک رہے تھے بلک رہے تھے
جانے کس سانحہ کے غم میں
شجر جڑوں سے اکھڑ رہے تھے
بہت تلاشہ تھا ہم نے تم کو
ہر ایک راستہ ہر ایک وادی
ہر ایک پربت ہر ایک گھاٹی
مگر کہیں سے خبر نہ آئی
یہ کہہ کر ہم نے دل کو ٹالا
ہوا تھمے گی تو تھام لیں گے
ہم اس کے رستوں کو ڈھونڈ لیں گے
مگر ہماری یہ خوش خیالی
جو ہم کو برباد کر گئی تھی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزر چکی تھی
ہمارے بالوں کے جنگلوں میں
سفید چاندی اتر چکی تھی
فلک پہ تارے نہیں رہے تھے
گلاب سارے نہیں رہے تھے
وہ جن سے بستی تھی دل کی بستی
وہ لوگ سارے نہیں رہے تھے
"مگر"
یہ المیہ سب سے بالاتر تھا
کہ ہم تمہارے نہیں رہے تھے
کہ تم ہمارے نہیں رہے تھے
ہوا تھمی تھی ضرور
"لیکن"
وہ شام جیسے سسک رہی تھی"

(عرفان ملک، راولپنڈی)

زندگی کی ڈائری

پرنس کی ڈائری سے

یوں تو زندگی میں ہزاروں لوگ ملتے ہیں اور مل کر بچھڑ جاتے ہیں مگر جیون میں ایسا کوئی ضرور ملتا ہے جس کو اپنا کہنے کو جی چاہتا ہے ہم اس کو کس قدر پیار کرتے ہیں مگر وہ ایک پل میں اپنا سب کچھ بھول جاتا ہے وہ پیار بھری قسمیں وہ وعدے جو ساتھ جینے مرنے کے کیے ہوتے ہیں میں نے ایک بے نام محبت کا آغاز کیا تھا مگر کیا ملا اس بے وفا نے رسوائی بدنامی کے سوا کچھ نہیں دیا مجھ کو، مجھے بدنصیب کو غموں کے کنویں میں دھکیل کر نہ جاتے وہ اتنا خوش کیوں ہے کیا میں پیار کے قابل نہیں تھا آج میں ہر پل یہ سوچتا ہوں کیا نام دوں اپنی محبت کو زندگی میں بہت پیار دیکھا ہے مگر ایسا پیار کبھی نہیں دیکھا جو تم نے میرا ساتھ کیا میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تم اب تو خوش ہو کیا ملا تم تو میرے دل سے کھیل کر کیوں میری ہنستی مسکراتی زندگی کو تم نے پیروں تلے روند ڈالا شاید میرا ہی قصور تھا اس میں کیونکہ میں نے بے نام چاہتوں کا اقرار کیا تھا۔

محمد سجاد پرنس، پاکپتن

عبدالستار مراد کی ڈائری

دیکھنے میں تم حسین ہو چاندنی کی طرح
تیری خاموشی میں اک بڑا درد ہے
تیری ہنستا مسکرانا اچانک حیران ہوتا
شاید تمہیں کوئی اک ہمدرد ہے

میری زندگی کی ڈائری ایک حسین و جمیل لڑکی کی طرف ہے اس حسین و جمیل لڑکی کو میں بہت گھور گھور کے دیکھ رہا ہوں کہ وہ کسی جگہ پر بیٹھی ہوئی خیالوں میں گم سم تھی بہت پریشان و خلوت سے کسی گہری سوچ میں تھی اچانک کسی نے آ کر اسے جھنجھوڑا چونک اٹھی اور اس سے باتیں کرنے لگی اور پھر ہنسنے مسکرانے لگی تو وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اپنی تمام بیتی ہوئی کو بھول کر اس کے ساتھ جی بھر کر باتیں کرنے لگی اس کے جانے کے بعد وہ پھر انہی حسین خیالوں میں کھو بیٹھی شاید وہ کسی کی زندگی کا حصہ بن چکی ہے شاید اسے ایک ہم نوا ہمسفر ہمدرد ہے جو اس کا ساتھ نہ دے رہی ہے وہ اتنی مجبور ہے کہ شاید کسی کچھ نہ کہہ سکتی ہو وہ یہ درد اکیلی اپنے سینے میں چھپا رکھتی ہے خدا کرے آپ کی تمام خواہشات تکمیل کرے، آمین۔

عبدالستار مراد، پھل آباد

راجہ اکمل کی ڈائری سے

آج میں نے اپنی خواہشات کے کشکول کو حسرت کے پانی سے اچھی طرح دھویا اور دربار پر بھیک مانگنے جا نکلا یہ جانتے ہوئے وہ دھتکار دے گا لیکن ایک آس تھی پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا سوائے رسوائی کے کچھ نہ ملا آج مجھے نہ جانے کیا ہوا میں اسے بددعائیں دینا چاہتا تھا میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو بددعائیں دے ڈالیں اور خدا کو مجھ پر رحم میرے محبوب پر غصہ آ گیا۔

کچھ عرصہ بعد وہی محبوب جس کے در پر خدا کے بعد گردن جھکایا کرتا تھا آج میرے در پر بھیک مانگنے آیا اور میرے دل نے چاہا کہ میں اس کو نفرت سے اتنے دھکے دوں کہ اس کی روح بھی کانپ اٹھے لیکن میں ایسا نہ کر سکا وہ میرے لئے محترم تھا کیونکہ اس کے پاس میری طرح کشکول نہیں بلکہ پہلو تھا وہ پہلو جس کو زلفوں کے نیچے نہیں گرایا کرتی تھی آج میرے قدموں میں پڑا ہے میں نے وہ پہلو اٹھا کر تمام وفائیں سینے سے محبت کی امنگیں اور سچے جذبے اس میں ڈال دیئے اور خود خالی ہاتھ ہو گیا کیونکہ یہ سب اسی کا تھا اور اسی کا ہے۔

عاجز راجہ اکمل جاوید،

مظفر آباد

ساجد ماشکیلی کی ڈائری

چاہے انسان تخت شاہی میں ناز کرے یا گرد و غبار میں پھنس کر فریاد کرے چاہے آکاش کی وسعتوں میں محو پرواز ہو جائے یا آسمان کی بلندیوں سے گر کر بکھر جائیں چاہے اعلیٰ سوسائٹیوں میں قہقہوں کے تیر برسائے یا بزم میں قدم رکھتے ہی دکھوں کی زد میں سنبھالا نہ جائے پجارو اور کاروں میں سفر کرے چاہے گلیوں میں ہاتھ پھیلا کے بھیک طلب کرے، چاہے چاند کی حدود پر قدم رکھ کر مسکرائیں۔ یا ان کیلئے ارض ہی پھٹ جائے چاہے تمام دنیا منہ موڑ لے یا تمام عالم آنکھیں بچھائے ویلکم کہے چاہے ہر اطراف سے وفائیں رقص کرے یا بے رخیوں کے پتھروں کی بارش برسے چاہے میرے لیے جان لیوا بنے یا محافظ گارڈ آگے بڑھے چاہے کانٹوں کی بچھائے ہوئے بیڈ ملے یا پھولوں سے بنی ہوئی سیج ملے چاہے بلبل اور کوئل کی صدائیں آئیں یا قیامت گرانے والی بانسری کی گرجی ہوئی آواز آئے چاہے بہار کی آمد پر عالم گل گلزار بنے یا خزاں کی لپیٹ میں ویران بنے چاہے باغ بستانوں کی سیر ہو جائے یا صحراؤں میں جنگل آئے جہاں تک میرا خیال ہے مجھے ذرا بھی پرواہ نہیں کیوں کیونکہ دوسروں کیلئے جینا چھوڑ دیا ہے اب میرے لیے یہ جہاں زیر زبر ہو تو مجھے کیا۔

ساجد ماشکیلی، ابوظہبی

اظہر اقبال کی ڈائری سے

دل ایسی وہ ضدی چیز ہے جو انسان کو کسی بھی راہ پر چلنے کیلئے مجبور کر دیتا ہے اور پھر انسان آنکھیں بند کیے اس راہ کو اپنا لیتا ہے انسان یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی راہ میں پھول ہیں یا کانٹے بچھے ہیں۔

بس چلتا ہی جاتا ہے لیکن میری طرح کچھ لوگ تو یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں اس پر کبھی منزل کو حاصل نہیں کر پائیں گے مگر پھر بھی اپنی منزل کو پانے کیلئے حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے ہیں۔

میں نے بھی کسی کو جنون کی حد تک چاہا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کبھی میرا نہیں ہو سکتا میں نے اس پاگل دل کو لاکھ سمجھایا مگر یہ مانتا ہی نہیں۔ بس اس کی پوجا کرتا ہے اسکا ورد کرتا ہے کاش وہ مجھے مل جاتی تو زندگی کتنی حسین ہو جاتی کاش ایسا ہوتا۔

اس کے بنا اب جینا گوارا نہیں ایسی کشتی پہ بیٹھا گیا اے جس کا کوئی کنارہ نہیں

ایم اظہر اقبال، کوٹلی

جاسم کی ڈائری سے

میں ہمیشہ محبت سے ڈرتا ہوں اس لئے کہ محبت ایک ایسا جذبہ ہے کہ انسان کو اندھا بناتا ہے اگر میں کہوں کہ محبت اچھی نہیں ہے تو اب سب لوگ برا مان جائیں گے خیر میں محبت میں ایک بار دھوکہ کھایا ہے۔ اس لئے سب لوگوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں آج کل محبت نہیں ہے سب دھوکہ بازی ہے یہ ہے میری زندگی کی ڈائری۔

محمد جاسم، ہنگو

عابد بشیر کی ڈائری سے

ہو سکا میرے نہ زخموں کا علاج
یوں جہاں میں لا دوا کچھ بھی نہ تھا

کون ہے جس کے دل میں خواہش پیدا نہیں ہوتی کون ہے جو اپنی آرزوؤں کے خوابوں کی تعبیر نہیں چاہتا۔ سچ تو یہ ہے کہ زندگی کی رنگینیاں اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کے دم سے ہے اگر کسی انسان کی خواہش پوری ہو جائے تو زندگی جھوم جھوم جاتی ہے زندگی کیف و سرور کی لذتوں سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے جینے کا لطف جاتا رہتا ہے زندگی ہر موت کا گمان ہوتا ہے زندگی آہوں اور سسکیوں کا نام

کھلے ہیں تیرا نام میری جان میں نے اپنے دل پر لکھا ہے کبھی نہ مٹنے والا میں آپ سے محبت کرتا ہوں یہ سب کو معلوم ہے اگر نہیں تو اسے آپ بتا سکتی ہیں میں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں سوائے اللہ کے جس نے سب کو پیدا کیا صائمہ ہم یہ تو دعویٰ کر کے ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے زیادہ کوئی بھی آپ سے محبت نہیں کرے گا یہ اب بھی دیکھ رہی ہو کل بھی دیکھ لینا ذرا انصاف کرنا، میری دعا ہے جانی کزن اللہ تمہیں خوش رکھے تم صنم جہاں بھی رہو خوش رہو ہمارا دل دکھاتے رہو اور پھر مسکراتے رہو ہنستے رہو، میری دعا ہے میں آپ سے کبھی ناراض نہیں ہونگا آپکی طرح صائمہ صنم نازکزن آپ کے نام اب میرے صنم تجھے نہ دیکھوں تو میرا دل ہوتا تنگ ہے۔ خوبصورت تمہاری آنکھیں ہیں اور سونے کی طرح تمہارا رنگ ہے۔

اشفاق احمد تبسم، شجاع آباد

اشفاق کی ڈائری سے

تیری محبت کا راز دل میں رہے گا میں کھول نہ سکوں گا
اے صائمہ تیری محبت یاد رہے گی میں اسکو بھول نہ سکوں گا
سوچتا ہوں کہ اپنی بربادی کا آغاز کہاں سے شروع کروں میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی کو چاہا تھا کسی سے پیار کیا تھا کسی کو اپنا بنایا تھا کسی کو اپنے دل میں بسایا تھا کسی کے ساتھ آخری محبت کی تھی کسی کو اپنا بنانے کی کوشش کی تھی لیکن اپنا تو وہ ویسے بھی تھا یعنی کزن تھا لیکن بدنصیبی اپنی کہوں یہ اس کی پھر یوں ہوا کہ وہ اپنا بن نہ سکا ہم آج بھی اس کی اس آس پر امید لگائے ہوئے ہیں کہ کبھی تو اسے ہمارے دل کا یہ ہمارا احساس ہوگا یہ امید ایک مجھے بھی نہیں یہ سب چاہنے والوں کو ہوتی ہے اپنے محبوب پر لیکن ہم کیا کریں ہمیں تو رات دن ہی نہیں صرف اس کا خیال ہی رہتا ہے کیوں نہ ہو وہ میری جان ہے لیکن وہ ہمیں تو نہیں سمجھتی اپنی جان لیکن ہم تو اسے سمجھتے ہیں وہ سمجھے یا نہ سمجھے یہ اس کی مرضی ہم نے تو اس سے محبت کی ہے پیار کیا ہے پیار مجھے ہے اس کو تو نہیں۔

صرف آپ سے محبت کی ہے پوچھ لو میں کب انکار کرتا ہوں
اے بے خبر صنم آپ کو معلوم نہیں میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں
تم سے محبت کی تھی دل کا سکون پانے کیلئے اے صائمہ صنم
مر کر بھی تمہیں نہیں بھولوں گا ایس میں یہ اقرار کرتا ہوں

ہم اپنے نصیب کو دیکھیں یہ کریں تو کیا کریں اگر وہ میرے پیار کا اندازہ کرتی تو صنم پیدا کرنے والے کہ وہ اندازہ نہ کرسکتی یہ اس کی بدقسمتی یا اپنی کہوں۔ اللہ کی قسم میں نے ایس آپ کو اپنی زندگی سے بڑھ کر چاہا اور تیرے سچے پیار کی پوجا کی تم بدنصیب تھی جو اتنے پیار و محبت کرنے والے نہ سمجھ سکی اور میرے پیار کی قدر نہ کی میری بے شمار چاہت کی قدر نہ کی۔ میرے دل سے کی ہوئی محبت کی قدر نہ کی مجھے قسم اس اللہ کی جس نے سب کو پیدا کیا آپ ایک صرف ایک مرتبہ کہتی اشفاق مجھے آپ سے محبت چاہیے نہ بھی کرتی پھر دیکھتی میں کیا کرتا ہوں۔

اشفاق احمد تبسم، شجاع آباد

نواز رفیق کی ڈائری سے

محبت کیا ہے کوئی یہ نہیں جانتا پھر بھی لوگ کچھ جانتے ہیں جاننے کے باوجود اس جرم کو خوشی سے گلے لگاتے ہیں پھر اس جرم میں مبتلا ہو کر کئی لوگ کئی مرتبہ بدنام بھی ہو جاتے ہیں لیکن محبت کرنے والوں کے لئے دنیا اور قانون میں محبت کی کوئی مقرر سزا بھی نہیں بعض اوقات لوگوں محبت میں مبتلا ہو کر بدنامی کے داغ کو ختم کرنے کیلئے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں لیکن وہ خود کو ختم کرتے ہیں بدنامی کو نہیں اور پھر اتنی جلدی جان بھی دے دیتے ہیں لیکن وہ خود کو ختم کرتے ہیں بدنامی کو نہیں اور پھر اتنی جلدی یہ سلسلہ بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ وہی بدنامی ان کے والدین کے سامنے سزا بن کر ان کے پورے معاشرے کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کرتی ہے کون یہ ہے چاہتا ہے کہ میری وجہ سے میرے والدین کو معاشرے کے سامنے سر جھکانا میں اسلئے میں ہوں محبت کرنے سے پہلے سوچ لیا کرے اگر محبت کرلو تو پھر ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھایا کریں۔

محمد نواز رفیق، چونیاں

رانا صابر علی کی ڈائری

کرم کرو کہ ستم کرو ہم گلہ نہیں کرتے
خزاں میں پھول کبھی کھلا نہیں کرتے
خاک میں ملا دو لیکن اتنا یاد رکھو
ہم جیسے لوگ دوبارہ ملا نہیں کرتے

ڈیئر تم کیا جانو کہ میں تمہاری یاد میں کس طرح تڑپا ہوں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو پلیز مجھ کو معاف کردو آپ کا ایس آپ کے بنا نہیں رہ سکتا میں آپ کو بڑی شدت سے پیار کرتا ہوں میں آپ سے جدائی کا ایک پل بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ ہر وقت آپکی یاد مجھ کو تڑپاتی ہیں پلیز مجھ سے خفا مت ہو آپ کا صابر آپ کے بنا نہیں رہ سکتا۔

رانا صابر علی، فیصل آباد

عبدالرحمٰن کی ڈائری سے

ہر کوئی محبت کے بارے میں ہی لکھتا اور بولتا ہے لگتا ہے محبت کے بغیر کوئی چیز نہیں ہم ہر ماہ محبت کے بارے میں پڑھتے ہیں لیکن پھر بھی اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے محبت نے کتنے ہنستے مسکراتے گھرانوں کو تباہ کردیا۔ کتنے جوان برباد ہوگئے کتنے لوگ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے نہ جانے کتنے انسان اس میں زندہ ہیں نہ مردہ اب تو محبت کے نام سے بھی لوگوں کو نفرت ہوگئی ہیں لوگوں نے محبت کو کھیل تماشہ سمجھ لیا ہے۔ میرے خیال میں اس دور میں سب سے خوش قسمت ہے وہ انسان جس کو سچا پیار کرنے والا مل جائے۔ محبت ہو جاتی ہے یا کوئی پڑھتی ہیں آخر کس کے پاس جواب ہو تو ضرور رابطہ کرے چاہے وہ بہن ہو یا بھائی۔

پرنس عبدالرحمن، منڈی بہاؤالدین

عبدالرزاق کی ڈائری

پیارے دوستو میری زندگی کی ڈائری میں بہت سی حقیقتیں درج ہیں مگر میں آپ کو ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے محبت کسی سے نہ کرو چاہے کچھ بھی ہو یہ دنیا مطلب کی ہے ہر کوئی تلاش ہے کوئی نہ کوئی طریقے سے کسی دوست سے دھوکے سے پیسہ رقم نکلے دوستوں جب میں نے ہوش سنبھالا ہے کہ کوئی کسی کا نہیں ہے ہر کوئی اپنا مطلب کی بات کرتا ہے جب بات نہ مانو تو ناراض ہوتے ہیں جب ان کی بات مانو تو خوش اور کہتے ہیں آر اچھا انسان ہے اور دوستی والا ہے۔

مجھے کوئی اپنا کیوں نہیں سمجھتا ہر کوئی مطلب نکال کر میری زندگی سے یوں نکلتا ہے جیسے وہ مجھے جانتا ہی نہ ہو مگر پھر بھی مجھے اپنا ایک دوست ایرانی بہت عزیز ہے جو میرے غم کو سمجھتا ہے اس لئے کہ وہ خود ہی بہت دکھی ہے اس کے سینے میں لاکھوں لوگوں کی بے وفائیاں دفن ہیں اس دل میں لاکھوں درد ہیں مگر پھر بھی وہ مجھ سے جب بھی ملتا ہے تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ ہوتی ہے ایسی مسکراہٹ جو ہر دکھی دل کو جینے کی امنگ دیتی ہے اور یہ حقیقت ہے اس سے مل کر اپنا ہر غم بھول جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ میرے دوست میرے ساتھی کو ترقی کی جانب گامزن کرے اے میرے دوست جواب عرض اللہ تجھے ہمیشہ سلامت رکھے۔

عبدالرزاق ایس کا چھیلا، کراچی

اس عقیدہ پر ایمان لانا فرض عین ہے کہ ایک دن یہ زمین اور آسمان بلکہ کل عالم اور سارا جہاں فنا ہو جائے گا اسی دن کا نام قیامت ہے۔

قیامت سے پہلے چند نشانیاں ظاہر ہوں گی جن میں سے چند نشانیاں یہ ہیں۔

دنیا میں تین جگہ آدمی زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے ایک مشرق میں۔

علم اٹھ جائے گا۔

جہالت کی کثرت ہوگی۔

اعلانیہ زناکاری بکثرت ہونے لگے گی۔

مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتیں بہت زیادہ ہوں گی یہاں تک کہ ایک مرد کے سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔

ملک عرب میں کھیتی باغ اور نہریں ہو جائیں گی۔

دین پر قائم رہنا اتنا ہی دشوار ہوگا جیسے مٹھی میں انگارہ لینا یہاں تک کہ آدمی قبرستان میں جا کر تمنا کرے گا کہ کاش میں اس قبر میں ہوتا۔

لوگ علم دین پڑھیں گے مگر دین کے لئے نہیں۔

مسجدوں میں لوگ شور مچائیں گے۔

گانے بجانے کا رواج بہت زیادہ ہو جائے گا۔

جانور آدمیوں سے کلام کریں گے۔

وقت میں برکت ختم ہو جائے گی یہاں تک کہ برس مثل مہینے اور مہینہ مثل ایک ہفتہ کے اور ایک ہفتہ مثل ایک دن کے گزر جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض اللہ و رسول نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتلائی ہیں سب یقیناً ظاہر ہو کر رہیں گی۔

عاجز جمالی، اوستہ محمد

انمول موتی

محبت کرو اپنے والدین سے
محبت کرو اپنے مذہب سے
محبت کرو اپنے ملک سے
محبت کرو اپنے دوستوں سے
محبت کرو اپنی مٹی سے
محبت کرو اپنے پیشے سے
محبت کرو اپنی زندگی سے
محبت کرو اپنے محبوب سے
محبت کرو اللہ اور اس کے رسولؐ سے

عمران اشرف، کوٹلی

دکھ

دکھ وہ گل ہیں جو صحراؤں میں کھلتے ہیں
دکھ وہ امرت ہیں جو ویرانوں میں ملتے ہیں
دکھ آنسو ہیں یہ آنکھوں میں رہتے ہیں
دکھ موتی ہیں ہر اک آہ سے جھڑتے ہیں
دکھ میرے ہیں ہر اک رہ سے …
دکھ دھڑکن ہیں میرے دل میں …
دکھ تارے ہیں آکاش پہ نکلے …
دکھ موسم ہیں آتے جاتے …
دکھ ساتھی ہیں پل پل ساتھ نبھاتے ہیں

عمران اشرف، آزاد کشمیر

نفرت کے پھول

مت ملو ان سے جو صرف مطلب کے وقت ملتے ہیں۔
مت چلو ان کے ساتھ جو راستے میں دغا دیتے ہیں۔
مت جاؤ ایسی جگہ جہاں برائیاں جنم لیتی ہیں۔
مت بیٹھو ایسی جگہ جہاں غلاظت ہو۔
مت دیکھو اس کو جو مطلب پرست ہو۔
مت سنو ایسی بات جو زندگی کو منتشر ہو۔
مت پہنو ایسا لباس جس سے جسم کی نمائش ہو۔
مت چنو ایسا پھول جو زندگی کو ویران کر دے۔
مت کھیلو ایسا کھیل جس میں رسوائیاں ہوں۔
مت کہو ایسی بات جس میں حقیقت نہ ہو۔

عمران اشرف، کوٹلی

یادیں

یادیں انسان کی بہترین ساتھی ہوتی ہیں جو کبھی انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ بعض خوشگوار یادیں ایسی ہوتی ہیں جن کے سہارے انسان زندگی گزار سکتا ہے اور پھر وہ گھڑیاں وہ پل وہ لمحات ہرگز میرے نہیں ہو سکتے ہیں جن میں تمہارے وجود کی مہک نہ بسی ہو جیسے پھول کے ساتھ خوشبو، بہار کے ساتھ خزاں اور دن کے ساتھ رات ہے بالکل اسی طرح میرے ساتھ تمہاری خوشگوار یادیں ہیں جن پر کوئی پہرہ نہیں بیٹھ سکتا۔

کامران اشرف، آزاد کشمیر

وائے کے نام

وائے کے نام، ہاں میری جان آج میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے حالات سے ٹکرانا ہوگا بلکہ حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے آ کے دیکھ میں زندگی کے کس موڑ پر آ گیا ہوں میں اس سڑک پر آ گیا ہوں جس کی کوئی منزل ہی نہیں۔ اک خوشی کی خاطر مجھے کتنے دکھ سہنے پڑے ہیں یہ تم نہیں جانتی اور تمہیں پانے کی خاطر میں کہاں سے گزر گیا اب دنیا والوں سے اپنا حق مانگنا ہوگا مجھے آج تمہاری آواز سن کر یہ احساس ہوا کہ مجھے جینا ہوگا کیونکہ دنیا والے کسی کو کچھ بھی نہیں دیتے ہاں کچھ بھی نہیں دیتے بلکہ اس کے ارمانوں کو کچل دیا جاتا ہے۔ ہمیں کوئی اور راستہ چننا ہوگا۔ پیار کو پانا ہوگا ہمیشہ ساتھ دینا ہوگا ایک ہو کر رہنا ہوگا لمبی جدائیوں کو ختم کرنا ہوگا۔ امید ہے تم اس سلسلہ میں میرا پورا پورا ساتھ دو گی۔

ندیم اقبال بھٹی، کبیر والا

معلومات

کرکٹ کا نام، کرکٹ 1477ء میں رکھا گیا۔

ٹیسٹ کرکٹ میں پہلی گیند انگلینڈ کے کھلاڑی الفریڈشا، نے پھینکی تھی۔

ٹیسٹ کرکٹ کی پہلی گیند آسٹریلیا کے چارلس بینز مین نے کھیلی۔

ٹیسٹ کرکٹ میں پہلی وکٹ انگلینڈ کے کھلاڑی ہل نے حاصل کی۔

ٹیسٹ کرکٹ کی پہلی سنچری آسٹریلیا کے کھلاڑی چارلس بینز مین نے بنائی۔

ٹیسٹ کرکٹ کا پہلا چوکا ڈاکٹر گریس نے لگایا۔

پاکستان نے اپنا پہلا ٹیسٹ میچ انڈیا کے خلاف 1952ء میں کھیلا۔

پاکستان کی طرف سے پہلی گیند خان محمد نے پھینکی۔

پاکستان کی طرف سے ٹیسٹ کرکٹ میں پہلی گیند نذر محمد نے کھیلی۔

ٹیسٹ کرکٹ میں پاکستان کی طرف سے پہلی وکٹ خان محمد نے حاصل کی۔

ندیم اقبال بھٹی، کبیر والا

موت سے ڈرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ بے فکر اور نہایت خوش رہتے تھے مگر جب موت کی یاد آتی تھی تب پسینے میں شل ہو جاتے تھے اب جب روح اللہ کی حالت ایسی تھی تب افسوس ہے تم پر کہ ایسی بلا سے غافل نہیں جو ہر وقت موقع کی تلاش میں بیٹھی ہے۔

ماجد محمد واثق، آزاد کشمیر

مدینہ طیبہ کے چند کنوئیں

بیئر حضرت عثمانؓ، یہ کنواں وادی

عتیق کے کنارے پر مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک باغ میں ہے اس کنوئیں پر بیئر رومہ بھی کہتے ہیں یہ وہی کنواں ہے جس کا مالک ایک یہودی تھا اور مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی تو حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار درہم پر اس کنوئیں کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

بیئر آریس، یہ کنواں مسجد قبا میں متصل پچھم کی جانب ہے اس کو بیئر خاتم بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں مہر نبوت کی انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی اور بڑی تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی حضور اقدسؐ نے اس کنوئیں کا پانی پیا اور اس سے وضو فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن بھی ڈالا۔

بیئر غرس، یہ کنواں مسجد قبا سے تقریباً چار فرلانگ پورب اتر کون پر واقع ہے اس کے پانی سے حضورؐ نے وضو فرمایا اور اس کا پانی بھی پیا ہے اور اس میں اپنا لعاب دہن اور شہد بھی ڈالا ہے۔

بیئر بصہ، یہ کنواں قبا کے راستہ میں جنت البقیع کے متصل ہے اس کنوئیں پر حضور اقدسؐ نے اپنا سر مبارک دھویا اور غسل فرمایا اس جگہ دو کنوئیں ہیں صحیح یہ ہے کہ بڑا کنواں بیئر بصہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں سے برکت حاصل کرے۔

بیئر بضاعہ، یہ کنواں شامی دروازہ سے باہر جمیل اللیل باغ کے پاس ہے اس میں بھی حضورؐ نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔

بیئر عہین، یہ کنواں مسجد شمس کے قریب ہے اس کنوئیں کے پانی سے بھی حضور نبی کریمؐ نے وضو فرمایا ہے اس کا پانی قدرے کھاری ہے اس کو بیر البیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

عاجز جمالی۔ اوستہ محمد

میرے بس میں نہیں

تمہیں کس نے کہا جاناں
میں تم کو بھول جاؤں گا
میں تو کل بھی تمہارا تھا
جب تم میرے نہ تھے
میں تو اب بھی تمہارا ہوں
جب تم لمحہ بھر کو میرے ہوئے ہو
اور......
میں آنے والے کل میں بھی
تمہارا ہی رہوں گا......
جب......تم
میرے رہ نہ سکو گے
سو......تمہیں کس نے کہا جاناں
میں تم کو بھول جاؤں گا
اب بھلانا میرے بس میں نہیں

اقبال بھٹی۔ لاہور

رب سے اک دعا

میرے سارے خواب جلا دے
میری پوری ذات بجھا دے
میرے سارے رنگ مٹا دے
میری آنکھوں کو پانی بنا دے
جتنی چاہے مجھے سزا دے
لیکن میرے مالک
اس کے خواب نہ جل جائیں
اُس کی نیند نہ اُڑ جائے
اُس کا رنگ نہ مدہم ہو
اُس کا روپ سلامت رکھنا
اُسکے دکھ میری جھولی میں بھر دینا
اور میرے حصے کی ساری خوشیاں
اُس کی مٹھی میں دے دینا

اقبال بھٹی۔ لاہور

اقوال زریں

☆ اپنے دل کی حالت نہ گرنے دو کیونکہ لوگ گرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

☆ دل میں اترنے کے لئے سیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ خوبصورت انسان وہ ہے جو اپنے دل میں دوسروں کے لئے محبت رکھتا ہو۔

☆ دل کی سب سے بڑی چیز اعتبار ہے اگر وہ ٹوٹ جائے تو پھر دل اس کے آگے کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔

☆ محبوب اس ذات کو کہتے ہیں جس کے قرب کی تمنا کبھی ختم

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

آصف پردیسی، قصور کے نام
کتنا مشکل ہے یہ سلسلہ عشق بھی اے رانا
محبت تو قائم رہتی ہے مگر انسان ٹوٹ جاتے ہیں
(رانا بابر علی ناز، لاہور)

پاک فوج کے نوجوانوں کے نام
اس پاک وطن کی مٹی پر ہم جان لٹانے چل نکلے، تیری امانت خون اپنا ہم خون بہانے چل نکلے، کھائی ہے تیری عزت کی قسم، ہم اپنا عہد نبھانے چل نکلے
(منظور اکبر تبسم جھنگوی، جھنگ)

R، خوشاب کے نام
دل میں درد ہے آنکھوں میں نمی ہے
آجاؤ جان من زندگی میں بس تیری کمی ہے
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

محمد عباس جانی چک نمبر 75/2L کے نام
جب کبھی لب کھولیں تو دعا مانگتے ہیں
ہم تیرے دل تھوڑی سی پناہ مانگتے ہیں
بھلا نہ دینا کبھی دل سے ہمیں جانی
ہم آپ کی عمر بھر کی وفا مانگتے ہیں
(شاہزیب پرنس، چک نمبر 75L2L)

اسد مشکے والے کے نام
ہر قدم پہ تم میرے ساتھ آیا
ایسے دوستوں کو میں نے کبھی نہیں آزمایا
(مصطفیٰ گل، لیاری کراچی)

ارمان سنگم، اعجاز، اٹلی، فیصل آباد کے نام
وقت کے اک اک پل میں یاد آتے ہو تم
سانس کی اک اک لہر کو چھو جاتے ہو تم
جب ہوتی ہے رات نکلتے ہیں تارے
چاند میں مسکراتے نظر آتے ہو تم
(ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

مس فوزیہ کنگن پور کے نام
یاد آتے ہو کچھ اور بھی شدت سے
بھول جانے کا جب بھی ارادہ چاہا
(اسحاق انجم، کنگن پور)

مدھو جی، جدہ کے نام
ہم تو آپ کے شہر میں وفا پانے آئے ہیں مدھو
یہ کون ہیں جو بے وفا لڑکی سے باتیں کرتے ہیں
(ایم وائی سچا، جدہ)

ایم وائی سچا، جدہ کے نام
تم کو شہرت ہو مبارک ہمیں رسوا نہ کرو
خود بھی بک جاؤ گے اک روز یہ سودا نہ کرو
(ایم وائی سچا، جدہ)

مس صبا، کلر سیداں کے نام
اک بے وفا کی خاطر یہ جنوں فراز کب تک
جو تجھ کو بھول گیا تو اس کو بھول جا
(ایس انمول، بھابڑہ)

مہر اعظم رضا، شہر خموشاں کے نام
ہر پھول کی قسم میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کیلئے
(ایس انمول، بھابڑہ شریف)

کسی اپنے کے نام
کیسے کرو گے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
(ایس انمول، بھابڑہ)

قدیر بلوچ، بوٹا کوٹلہ جام کے نام
دوستی کے وعدے نبھاتے رہیں گے
ہر وقت آپ کو ستاتے مناتے رہینگے
مر بھی گئے تو کیا غم ہے اے دوست
ہم آنسو بنکر آپکی آنکھوں میں آتے رہینگے
(سید عبادت علی، ڈیرہ اسماعیل خان)

مائی ویلش کے نام
کبھی نہ چین سے سوئے ہم
تیرے پیار میں جب سے کھوئے ہم
یہ خواب و خیال یہ خواہشیں
کیا کیا حسین محل بنائیں ہم
(شہزادہ سلطان کیف، الکویت)

مائی ویلش اپنا دیس کے نام
میرے دل کی ہے یہ آرزو مجھے تو ہی ملا کرے
مجھے چاہے یونہی عمر بھر نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
میری چاہتیں، خواہشیں میری زندگی تیرے لیے
میری رب سے دعا ہے، مجھ سے کبھی جدا نہ کرے
(شہزادہ سلطان کیف، بھمبر)

Z ناز، کیچ مکران کے نام
اے اللہ میری آرزو پوری کر دیں
میں Z کو ہمیشہ خوشیاں نصیب کر دیں۔
(الٰہی بخش غمشاد، کیچ مکران تربت)

NN زرین بگ دشت کے نام
تمہاری نظروں میں ہم نے دیکھا

بیب سی چاہت جھلک رہی تھی
م تیرے شہر میں آئے ہیں مسافر کی طرح
رف ایک بار ملاقات کا موقع دے دے
(دشت زریں بگ، مکران بلوچستان)

مصروفیت کے نام

اس کھلی فضا میں کوئی گوشۂ فراغت
یہ جہاں عجب جہاں ہے نہ قفس نہ آشیانہ
تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ
(جمیل فدا خیر پوری، خیر پور میرس)

رمضان تبسم، میلسی کے نام

دوستی کسی کی ریاست نہیں ہوتی
زندگی کسی کی امانت نہیں ہوتی
ہماری سلطنت میں دیکھ کر قدم رکھنا کیونکہ
ہماری قید میں ضمانت نہیں ہوتی
(محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دو کوٹہ)

الیس کے نام

میری محبت کی کیا آزمائش کرو گے
کیا مان سے بھی زیادہ فرمائش کرو گے
میری محبت ہے اک سمندر کے پانی کی طرح الیس
کیا سمندر کے پانی کی بھی پیمائش کرو گی
(رئیس ساجد کاوش، خان بیلہ)

A نور، فیصل آباد کے نام

لبوں پہ اس کے ڈھلتا ہے ترنم آبشاروں کا
نگاہوں میں الجھتا ہے فسانہ لالہ زاروں کا
(مدثر عمران ساحل، سوہدرہ تکواڑہ)

فاطمہ طفیل طوفی، لاہور کے نام

اس پھول کا ہوں قائل جو شبنم سے بھی پاک ہو
کچلے مسلے ہوئے پھولوں کو ہم اپنایا نہیں کرتے
(حکیم محمد طفیل طوفی، کویت سٹی)

مرید عباس، کوٹلہ سیدان کے نام

بدلہ وفا کا دیں گے بڑی سادگی سے ہم
تم ہم سے روٹھ جانا اور زندگی سے ہم
(عبادت علی، ڈی آئی خان)

کسی بھول جانیوالے کے نام

تجھ سے ملنے کی تمنا تو ہم نے مٹا ڈالی مگر
دل سے تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی
(حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤ الدین)

اقصیٰ تبسم، مریدکے کے نام

دنیا بھر کی بھولی یادیں ہم سے ملنے آتی ہیں
شام سے اس سونے گھر میں میلا سا لگ جاتا ہے
(اقصیٰ تبسم، مریدکے)

ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال کے نام

مجبور ہو یا مغرور ہو
کیوں آنکھوں سے دور ہو
ہماری باتوں سے لگتا ہے ندیم
اندر سے چور چور ہو
(آصف سانول، بہاولنگر)

ممریز اعوان، مارٹی ہزارہ کے نام

مطلب کی دنیا تھی اسلئے چھوڑ دیا سب سے ملنا
ورنہ یہ چھوٹی سی عمر تنہائی کے قابل تو نہ تھی جانی
(مہر ہزاروی، مومن آباد کراچی)

اشفاق بٹ، لالہ موسیٰ کے نام

ماہ نور سے اداسی کی وجہ پوچھنا اشفاق
مرضی سے چھوڑ کر اداس کیوں ہے
(آصف سانول، بہاولنگر)

آرزو، کوٹلی آزاد کشمیر کے نام

چلتی ہیں یوں ہی دل پہ تیری حکومتیں جاناں
بس جو تم نے کہہ دیا وہی اپنا دستور ہو گیا
(عزیز انجم چوہدری، کوٹلی آزاد کشمیر)

محمد عباس جانی، چک نمبر 75/12L

اتر کے دیکھ میری دوستی کی گہرائیوں میں
سوچ میرے بارے میں رات کی تنہائیوں میں
اگر ہو جائے میری دوستی کا یقین تو
پاؤ گے مجھے اپنی ہی پرچھائیوں میں
(شاہزیب پرنس، چک نمبر 75/12L)

A، اٹک کے نام

تم کو خبر نہیں مگر ایک صدا سن لے
برباد کر دیا تیرے دو دن کے پیار نے
(جنید اقبال، غور غشتی)

آمنہ، راولپنڈی کے نام

ستارو تم تو سو جاؤ ہم مجبور بیٹھے ہیں
جس کی یاد میں ہے دل بے قرار وہ ہم
سے دور بیٹھے ہیں
(سید عارف شاہ، جہلم شہر)

An Sahil، فیصل آباد کے نام

بھلا غیروں سے کیا مطلب جو کرتا ان سے شکوہ
شکایت تم سے کی ہے تم کو اپنا جان کر میں نے
(مدثر عمران ساحل، تکواڑہ)

گلناشہ جی، گوجرانوالہ کے نام

سنو تم یہ میرا جو رشتہ ہے ایک رستہ ہے
تم تک گزر کر ہی تم تک پہنچنے کی رفتار
ہوں میرا آغاز تم میرا انجام تم میری
زندگی تم تم تمہیں دیکھ کر، تمہیں کھو جاتا
ہوں تم اپنے بدن کے سمندر میں
برسوں سے پوشیدہ اک خواب ہو
(محمد شہباز گل، گوجرانوالہ)

آمنہ راولپنڈی کے نام

دل بہل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
کوئی اور مل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
قسم تو کھاتے ہیں سدا ساتھ جینے کی
ذہن بدل جاتے ہیں تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
(سید عارف شاہ، راولپنڈی)

زیب ظہور بلوچ، ڈیرہ کے نام

مجھے اس جگہ سے بھی محبت ہوتی ہے
جہاں بیٹھ کر ایک بار تجھے سوچ لیتا ہوں
(کلثوم مری بلوچ، کراچی)

ماں سے پیار کا اظہار

❂ ...... ماہ سے پیار کا اظہار ہر ماہ لکھا جاتا ہے اور پڑھا بھی جاتا ہے لیکن لکھا زیادہ جاتا جبکہ عمل کم کیا جاتا ہے پلیز جو لکھا کرو اس پر عمل بھی کیا کرو۔ (یونس عبالرحمن گجر، نین رانجھا)

❂ ...... ماں کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ ہر کام میں ماں کی دعا شامل ہو جاتی ہے۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

❂ ...... ماں کا ادب احترام کرنا چاہیے ماں کے قدموں تلے جنت ہے سچا پیار صرف ہے میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (محمد سلیم عاصی، حاصل پور)

❂ ...... لوگ مسجدوں مندروں میں جنت تلاش کرتے ہیں فرصت اتنی نہیں قدم ماں کے چوم لیں۔ (سراج خان، کرک)

❂ ...... اظہار ان لوگوں سے کیا جاتا ہے جن سے پیار ہوا ہو جبکہ ماں تو خود پیار کا پہلا نام ہے تو پھر اظہار کیا سارے قارئین اپنی ماؤں کو میری طرف سے سلام کیجئے۔ (سراج خان، کرک)

❂ ...... ماں دنیا کی خوبصورت نام ہے جس کو یاد کرنے سے ہر کام ہو جاتا ہے اس کی قدر کرو اور خدمت کرو اگر جنت حاصل کرنی ہے تو۔ (غفور شہزادہ، سیالکوٹ)

❂ ...... قسم خدا کی اگر قیامت کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنی ماں کو سجدہ کرتا شرم سے مر جائے وہ لوگ جو اپنی ماں کی قدر نہیں کرتے قیامت کے دن۔ (غفور شہزاد پومی، سیالکوٹ)

❂ ...... ماں کی قدر کرو اگر خوشی چاہتے ہو تو کیوں کہ ہر خوشی ماں کے دم سے ہے ماں دولت کا خزانہ ہے جو چاہے حاصل کر لے۔ (غفور شہزاد پومی، سیالکوٹ)

❂ ...... دنیا میں اور آخرت میں اگر خوشی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کو خوش رکھو دوستو ماں ہی دنیا اور آخرت کا عظیم تحفہ ہے۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا، میر پور خاص)

❂ ...... اے رب العزت میری ماں کو سدا خوش اور سلامت رکھنا ماں جی آپ کی دعاؤں کی بدولت ہر جگہ عزت مل رہی ہے۔ (ایم وائی سچا، جدہ)

❂ ...... ماں جیسی بھی ہو اس کو کبھی بھی تکلیف نہ دینا ماں کے روٹھنے سے خدا بھی روٹھ جاتا ہے ماں ایک دنیا کی وہ دیوی ہے جو انسان کو سچا پیار دیتی ہے ورنہ شاید ماں کے بغیر پیار ہی ختم ہو جاتا۔ (رانا وارث اشرف عطاری، گوجرانوالہ)

❂ ...... اس دنیا میں سب اک دوسرے سے صرف اور صرف مطلب نکالنے کیلئے پیار کرتے ہیں سوائے ماں کے۔ (محمد گل اعوان، بنوں)

❂ ...... میری ماں میری زندگی ہے آج میں جو کچھ بھی ہوں وہ میری ماں کی دعائیں ہیں۔ سدا خوش رہو ماں۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

❂ ...... پیاری سی سویٹ ماں تیری عظمت کو سلام میری ماں میری جنت ماں جی دعا کرو ناں اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کو قرضے سے نجات عطا فرمائے اور سکون دے۔ (حافظ محمد شفیق، کوٹلی)

❂ ...... میری پیاری ماں میں تم سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں پردیس میں تمہاری بہت یادی آتی ہے میں جلد واپس آ جاؤں گا۔ (رئیس ارشد، سعودی عرب)

❂ ...... ماں میں ماں سے بہت پیار کرتا ہوں

پسندیدہ اشعار

خوشبو کیوں نہ آئے گی
تیری زندگی سے اے دوست.
تو امتی اس ہستی کا ہے جس سے
پھول بھی خوشبو کی بھیک مانگتے ہیں
☆ ———— جنید اقبال-اٹک

اس سے بڑھ کر میں بدنصیب نہیں ہو سکتا غمشاد
تیرے شہر میں رہنے کے باوجود تیرا دیدار نہ کر سکا
☆ ———— الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران

جھوٹی محبت کانہ میں نے کھیل کھیلا نہ میرا کام ہے
مجھے بے وفائی نہ ڈھونڈو وفا میں میرا نام ہے
☆ ———— دین محمد بگٹی-کراچی

زندگی تو بڑے امتحان لیتی ہے فراز
موت اچھی ہے جو پوچھتی بھی نہیں اور گلے لگا لیتی ہے
☆ ———— عبدالصمد SK گبول-جلاب گوٹھ

وہ ہم سے جدا ہوا ہمیں یہ منظور نہ تھا
اپنا چمن اجڑ گیا مستوئی ہمیں یہ منظور نہ تھا
☆ سردار محمد اقبال خان مستوئی-رحیم یار خان

ہمیں جس سے محبت ہے وہ بھی جانتا رضا
پھر کیوں انجان بنے دل سے کھیلتا ہے
☆ ———— منیر رضا-ساہیوال

اپنے غم کو کہو ہر وقت میرے پاس رہے
ایک احسان کرو اس کو مسلسل کر دو
☆ ———— محمد جنید جانی-پشاور

اپنی تعلیم پر توجہ دو مت پڑو عشق کے عذابوں میں
زندگی کانٹوں پر اُن کی کٹتی ہے،
پھول رکھتے ہیں جو کتابوں میں
☆ ———— رجبہ نعمان کیانی-جہلم

جب سے کھویا ہے اُسے المنان ہے زندگی میں
کیوں کہ کھونے کے لئے اب کچھ بھی باقی نہیں میرے پاس
☆ ———— ساجد احسن-مظفر گڑھ

ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو فراز
کچھ لوگ مسکراتے ہیں غم چھپانے کے لئے
☆ ———— سرفراز-لاہور

اب تو زمانے کے رسم و رواج بدل گئے
ہم جنہیں چاہتے تھے ان کے مزاج بدل گئے
جاتے جاتے وہ ہم سے کہنے لگے فراز
بدل جاؤ تم بھی دیکھو ہم بھی بدل گئے
☆ ———— ایم شفیع تنہا-امرہ خورد

عمر صحراؤں میں بسر ہو یہ ضروری تو نہیں
ہر شب غم سحر ہو یہ ضروری تو نہیں
نیند تو درد کے بستر پہ بھی آ سکتی ہے
تیری آغوش میں سر ہو یہ ضروری تو نہیں
☆ ———— واصف علی آرائیں-نوشہرو فیروز

میرا ہر لفظ تیری ہر بات سے اچھا ہو گا
میرا ہر دن تیری ہر رات اچھا ہو گا
اگر یقین نہ آئے تو آ کر دیکھ تنہا
میرا جنازہ تیری بارات سے اچھا ہو گا
☆ ———— محمد ارسلان علی-گوجر خان

بہت اچھا لگتا ہے ساتھ تمہارا
بنا تمہارے اور کون ہے ہمارا
☆ ———— شہناز مجید-میرپور ماتھیلو

بنا سوچے مجھے خفا ہونا اچھا نہیں لگتا
اچانک بے وفا ہونا مجھے اچھا نہیں لگتا
کسی سے بھی نہیں ملتا اب میں یہ سوچ کر اظہر
کسی سے بھی جدا ہونا مجھے اچھا نہیں لگتا
☆ سید اظہر حسین شاہ کاظمی-سمبیر آزاد کشمیر

ہر رات تمہیں بھول جانے کا ارادہ کر کے سو جاتا ہوں
مگر میری صبح کا آغاز ممکن ہی نہیں تیری یاد کے بغیر
☆ ———— اللہ دتہ بے درد-بھلوال

شاخ سے گر کر ٹوٹنے والے پتے یہ سمجھاتے ہیں
بچھڑ جائے جو اک بار وہ کب لوٹ کر آتے ہیں
☆ ———— ساجد علی زاہد سیال-جھنگ صدر

اس سے بڑی اور کیا بے وفائی ہو گی فراز
انہی راستوں نے جن پر کبھی کا حزن تھے ہم دونوں
مجھے روک روک کر پوچھا تیرا ہمسفر کہاں ہے فراق
☆ ———— سید نادر علی شاہ فراق-سانگھڑ

انہی پتھروں پہ چل کے آ سکو تو آؤ
ہمارے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں
☆ ———— مہر محمد احسان نذیر-پسرور

منہ میں الائچی ہاتھ میں بادام
کارڈ کھولنے سے پہلے میرا سلام
☆ ———— آصف وصال-بنوں

خوشی روٹھ چکی ہے غم سے غلک ہو چکی ہے
میری ساری زندگی ایک داستان غم بن چکی ہے
ایک بار تو لوٹ آ دیکھ کیفیت اپنے ابرار کی
ہنسی میں گزرا تھا وہ بچپن اب جوانی غم میں بدل چکی ہے
☆ ———— عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

کسی کی کیا مجال کہ کوئی ہمیں خرید سکے ہادی
ہم تو وہ سوداگر ہیں جو خریداروں کو خرید لیتے ہیں
☆ ———— حماد ظفر ہادی-گوجرہ

نجانے زمانے والوں کو کیا عداوت ہے ہم سے
کہ جس چیز کو ہم چاہتے ہیں
بس اس کے طلبگار بن جاتے ہیں
☆ ———— عمیر مظہر سنی-گوجر خان

کیسے بھلاؤ گے میری برسوں کی چاہت کو
دریا سوکھ بھی جائے تو ریت میں نمی رہتی ہے
☆ ———— شا... عرف شنوں-بہاولنگر

دل بھی آباد ہے اک شہر خاموشاں کی طرح فراز
ہر طرف لوگ مگر عالم تنہائی ہے
☆ ———— جڑیا گبول-کراچی

وہ شخص اچھا لگا تو صاف کہہ دیا اے آمنہ
دل کی بات تھی منافقت نہ ہو سکی ہم سے
☆ ———— آمنہ-راولپنڈی

وہ مجھ سے سیکھتا رہا پیار کسی اور کے لئے
☆ ———— اے ڈی ناز-ساہیوال

جدا ہونے کا اندیشہ جدا ہونے سے پہلے تھا
وہ مجھ سے انتہائی خوش خفا ہونے سے پہلے تھا
☆ ———— غلام مصطفیٰ عرف موجو-سرگودھا

بھولیں ہیں رفتہ رفتہ ان کو مدتوں میں ہم
قسطوں میں خودکشی کا مزہ ہم سے پوچھئے
☆ ———— جواد احمد آکاش-اٹک

میں کس طرح مٹا سکوں گا اس کا نام دل سے فراز
میرے لبوں پہ سجا ہے ایک دعا کی طرح
☆ ———— صباء-گوجرانوالہ

جب بھی لکھتا ہوں تیرے کی کہانی محسن
میرے آنسو میری تحریر مٹا دیتے ہیں
☆ ———— وجاہت-فیصل آباد

اتنے پیار سے نہ بلا ہم خانہ بدوشوں کو
اتنے سادہ ہیں کہ گھر بار اٹھا لائیں گے
☆ ———— محمد عارف-مانسہرہ

اے زلف صنم آ تجھے سینے سے لگا لیں ذرا
کہ تیری ہی طرح ہم بھی پریشان بہت ہیں
☆ ———— مدثر عمران ساحل-وزیر آباد

عارف ذرا سی دیر میں آئے تھے خواب آنکھوں میں
پھر اس کے بعد مسلسل آئے عذاب آنکھوں میں
☆ ———— سید عارف شاہ-جہلم

آتی ہوئی میت دیکھ کے بھی تم اٹھ کر آ نہ سکے
دو چار قدم تو دشمن بھی تکلیف گوارا کرتے ہیں
☆ ———— محمد محسن ساغر-عارف والہ

زندگی بدل تو جاتی ہے خوش رہنے سے
اداس بہت ہوتا ہے دل غم سہنے سے
☆ ———— محمد لقمان اعوان-گاؤں سریانوالہ

قبرستان میں اتنی خاموشی کیوں ہوتی ہے شہباز
لوگ تو اسے آباد کرتے ہیں اپنی جان دے کر
☆ ———— شہباز-پونچھ فلورملز

اگر غم نہ ہوتا تو غزل کون لکھتا
کسی کی خوبصورتی کو کنول کون کہتا
یہ تو کرشمہ ہے محبت کا ورنہ
پتھر کی دیواروں کو تاج محل کون کہتا
☆ ———— حافظ فیاض احمد کنول-دیپالپور

حسن کی بندوق میں شرارے بھر دیئے
آنکھوں کا گھوڑا اپنا کر دل کے ٹکڑے کر دیئے
☆ ———— ملک محمد طاہر-لاہور

موسموں کی بارشیں ہیں اب نہ بے موسم کے پھول
خشک پتوں کی طرح کیوں حسرتیں ملتی رہیں
☆ ———— عابد محمود-ملکہ ہانس

وہ آئے بھی کھڑے کھڑے نہ وہ بیٹھے نہ میں بٹھا سکا
نہ ہوئی پیار کی گفتگو نہ میں سینے سے لگا سکا
☆ ———— تصور علی حسرت کھوکھر-اگوکی

ہم تو محبت میں بس توحید کے قائل ہیں
بس ایک ہی شخص کو سدا محبوب بنا رکھا ہے
☆ خادم زیدیا ے گبول-جلاب گوٹھ سید حاوے

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کے لئے فراز
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ کبھی رونے نہیں دیتے
☆ ———— وسیم سلطان صابر خٹک-کرک

اچھا ہوا جو راہ میں ہمیں ٹھوکر لگی فراز
ہم گر پڑے تو سارا زمانہ سنبھل گیا
☆ ———— محمد عمران بٹ-سوہاوہ

جس کی پینگ پہ آنے سے رہتا تھا میدانوں میں ہجوم
کل رات غم تنہائی میں وہ کرکٹ چھوڑ گیا
☆ ———— بشیر سانول-واہ کینٹ

وہ کچھ اس ادا سے وفا نبھا رہا تھا یوسف
کہ میری قبر سے گزرا تو دعا تک نہ کی
☆ ———— چھوکی

ہماری قسمت تو آسمان پر چمکتے ہوئے
ستاروں کی طرح ہے فراز
لوگ اپنی تمنا کے لئے
ہمارے ٹوٹنے کا انتظار کرتے ہیں
☆ ———— نوید اختر سحر-کبیروالہ

دنیا کا ستم تقدیر کا غم ہر حال میں سہنا پڑتا ہے
شکوے بھی زباں پہ آتے ہیں خاموش بھی رہنا پڑتا ہے
☆ - سنان سحر آزحتی-نیو سبزی منڈی ،لیہ

میرے دل میں اتر سکو تو شاید اتنا جان لو
کہ کتنی خاموش محبت تم سے کرتا ہے کوئی
☆ ———— پرویز احمد ساگر-چاچی

ہزاروں غم میرے سینے میں چھپے ہیں لیکن تبسم
میں نے ہر حال میں ہنسنے کی قسم کھائی ہے
☆ ———— طلعت تبسم-بنوں

مجھ کو معلوم نہ تھی شب ہجر کی یہ رمز
جب تو میرے پاس نہ ہو گا تو ہر سو ہو گا
☆ ———— رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس

دوستی پہ مرنا دوستی پہ جینا
اگر منظور نہ ہو تو دوستی نہ کرنا
☆ ———— محمد افضل جواد-کالاباغ

ہر رات تجھے دیکھ سونا ہر صبح تجھے دیکھ جگنا
ہیں اپنے بھی مشاغل عجیب سے عجیب تر
☆ ———— ایم جنید پیرزادہ-چیل پیران

مدینے کی گلیوں میں ہو شام میری
تڑپتا ہوا دل دعا مانگتا ہے
☆ ———— عبدالرحمٰن گجر-گاؤں نین لانجھ

اب نیند سے کہہ دو ہم سے صلح کر لے صنم
وہ دور چلا گیا جس کے لئے ہم جاگا کرتے تھے
☆ ———— محمد اشرف زخمی دل-بھکی

ملے تو ہزاروں لوگ زندگی میں اے ناز بلوچ
وہ ان سب سے جدا تھا جو دل میں اتر گیا
☆ ———— اے ناز بلوچ-گڈانی

نگاہوں کے تصادم سے یہ کیسا انقلاب آیا
ادھر آنکھوں نے جرأت کی ادھر رخ پہ نقاب آیا
☆ ———— محمد خورشید انجبی-گاؤں ماکلین

ویرانوں میں کھلتے ہیں جن کو کھلنا ہوتا ہے
دیواریں توڑ کر بھی ملتے ہیں جن کو ملنا ہوتا ہے
☆ ———— نبیل احمد گبول-جلاب گوٹھ

کیا غم ہے کیا خوشی ہے معلوم نہیں
اپنے ہیں کہ اجنبی معلوم نہیں
جس کے بغیر ایک پل نہیں گزرتا
کیسے گزرے کی عمر معلوم نہیں
☆ ———— عمران رمضان کمبوہ-ٹھینگ موڑ

دھڑکی تھی جو تجھے دیکھ کے
یاد ہے مجھے آج تک وہ پہلی دھڑکن
☆ ———— افتخار حسین مجنوں-تریکو بلتستان

آتا تو سی یاد سحر کا کوئی جھونکا

ہم خاص کسی پھول پہ مائل تو نہیں تھے
☆ ——— شعیب شیرازی-اسلام آباد
تیری یاد آتی ہی نکل آتے ہیں آنسو
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں
☆ ——— جوڑیا گبول-کراچی
ہزاروں ایسی خواہشیں کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے ارمان میرے لیکن بہت ہی کم نکلے
☆ ——— فیض اللہ مجاور-سخی سروری شریف
وقت کے پاس نہ آنکھیں ہیں نہ احساس
اپنے چہرے پہ کوئی درد نہ تحریر کرو
☆ ——— ڈاکٹر زاہد جاوید-وہاڑی
جب ہمارے جنازے کا اعلان
ہمارے اپنے ہی بھائی نے کیا
تو دنیا والے بولے یہ دستور نرالا ہے شاد
☆ ——— محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دوکوٹہ
تم نے زمانے کے ڈر سے اے دوست ہمیں بھی چھوڑ دیا
ہم بھی تو دنیا والوں کی ہر بات گوارا کرتے ہیں
☆ ——— محمد اسحاق انجم-کنگن پور
محبت کی نہ ہو جس نے محبت کو وہ کیا جانے
میرے دل میں محبت ہے تیرے دل کی خدا جانے
☆ ——— مہر ریاض احمد زیڈ-جڑانوالہ
تبسم کے قبیلے والے مجھے اک آنکھ نہیں بھاتے
تبسم کا لبوں پر آ کر رونا مجھے خوب لگتا ہے
☆ ——— اشتیاق ساغر-میرپور
نہ مانگ ہر بات پر وضاحت اے دل ناداں
محبت میں کچھ سوالوں کے جواب نہیں ہوتے
وہ شخص تو اک چھوٹی سی بات پہ یوں روٹھ کے چل دیا
جیسے اسے صدیوں سے کسی بہانے کی تلاش تھی
☆ ——— ایم خالد محمود سانول-مروٹ
کر دے ترک پارینہ دشمنی نہ کر اتنا مغموم مجھے
نہیں بچا کچھ ٹوٹا دل اجڑا آنگن گھر ویران باقی ہے
جلایا آتش حسد میں دیئے لاکھ گھاؤ مجھے ساحل
بدلا نہیں پھر بھی تو دل کا سلطان باقی ہے
☆ ——— خلیل احمد ملک-شیدانی شریف
کاش تو دیکھ سکتی مجھے رات کے اس پہر میں ارمانی
کتنی بے دردی سے تیری یاد میری نیند چرا لیتی ہے۔

☆ ——— شواز اللہ ارمانی خٹک-کرک
لذت گناہ میں جنت بھی ہار دی میں نے
میرے وجود میں بھی آدم کا خون ہے
☆ ——— محمد افضل اعوان-گوجرہ
بے چینیاں سمیٹ کر سارے زمانے کی
کچھ نہ بنا تو میرا دل بنا دیا
☆ ——— عالمگیر تبسم-گوجرانوالہ
تو بھی آئینے کی طرح بے وفا نکلا محسن
جو سامنے آیا اُسی کا ہو گیا
☆ ——— رانا عمران عرف مانی-میاں چنوں
کبھی تم بھی رو گی کسی کی بانہوں میں
کبھی تو تیری ہنسی کو زوال آئے گا
☆ ——— محمد فاروق-ننکانہ صاحب
وہ عجیب شخص تھا اسے زندگی جسے سمجھ کر بھی نہ سمجھ سکے
مجھے چاہتا بھی غضب کا تھا مجھے چھوڑ کر بھی چلا گیا
☆ ——— ایم بخاری-گاؤں نوشہرہ
یہ اور بات ہے کہ اظہار ہو نہ سکا ہم سے
نہیں ہے تم سے محبت یہ کون کہتا ہے
☆ ——— راجہ عدنان حیدر
ہے جسم مگر اس میں جان نہیں
تجھ سے بچھڑ کے جینا آسان نہیں
رب تجھ کو ہمیشہ کے لئے میری قسمت میں لکھ دے
اس کے سوا زندگی میں کوئی ارمان نہیں
☆ ——— بشیر سانول-راولپنڈی
گلے لگاتے ہیں دشمن کو بھی سرور میں ہم
بہت برے ہیں مگر نیک کام کرتے ہیں
☆ ——— سیف الرحمٰن زخمی-مقابر شریف
گرم موسم میں چائے ہم پیتے نہیں
مہمان ہم ان کے لاج وہ ہماری رکھتے نہیں
☆ ——— امین مراد انصاری-نیو کراچی
کبھی پوچھ کر دیکھو مجھ سے اپنی یادوں کا عالم فراز
ساری ساری رات ستاروں سے تیرا ذکر کیا کرتے ہیں
☆ ——— مزمل عارف-گوجر خان
عجیب شئے ہے محبت بھی، دور ہیں لیکن
تیرے قریب ہوں میں، میرے پاس ہے تو
☆ ——— عمران خان بلوچ-تاندلیانوالہ

دامن چھڑا کے آپ لے جانا تھا اگر
نظریں اٹھا کے پیار سے دیکھا تھا کس لئے
☆ ——— میاں محمد عرف دکھی-پنڈی گھیب
پانی میں پتھر مت پھینکو اسے کوئی اور بھی پیتا ہے
جتنی بھی زندگی ہے ہنس کر گزارو
کیونکہ تمہیں دیکھ کر کوئی اور بھی جیتا ہے
☆ ——— مبارک حسین آرائیں-محراب پور
دنیا تو کیا خود سے بھی کرتے رہے گریز
جب تک ملے کسی سے، کسی سے نہیں ملے
جو بے طلب تھا، اس کی ہمیں جستجو رہی
جو ملنا چاہتا تھا اسی سے نہیں ملے
☆ ——— خالد فاروق آسی-فیصل آباد
عاشق، چور، فقیر خدا توں منگدے گھپ اندھیرا
اک لٹاوے، اک لٹے، اک کہہ دے سب کجھ تیرا
☆ ——— محمد ہارون تبریج پور ہزارہ
نہ کر یقین اس کے وعدوں پہ اے دل
چھوڑ جائے گا تجھے اک دن بیگانوں کی طرح
☆ ——— عائشہ کرن-لاہور
زمانہ جو کہتا ہے کہنے دو
بس اپنی یادوں کو میرے پاس رہنے دو
اب بڑے ہمدرد بنتے ہو سانول
ہمارے درد نہ بانٹو ہمیں سہنے دو
☆ ——— آصف سانول-چشتیاں
ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے کو
داد تو دیتے ہیں امداد نہیں دیتے
☆ ——— راجہ فیصل مجید-کراچی
میں نے یہ سوچ کے بوئے نہیں خوابوں کے درخت
کون صحرا میں لگے پیڑ کو پانی دے گا
☆ ——— محمد اقبال رحمٰن-سیکھی بالا
نہ کر شکایت زمانے سے اگر جان جاتا جانے سے کوئی
کون یاد کرے کسی کو اگر بھول جانا بھلانے سے کوئی
☆ ——— سمیع اللہ سمی-ڈی آئی خان
دل بھی کسی کے ساتھ لگایا تو ایک بار فراز
ہم نے کوئی بھی جرم بار بار نہیں کیا
☆ ——— ایم غیاث خان-مظفر آباد
نہ جانے آنکھوں آنکھوں میں کیا اشارے ہو گئے

تم نے مسکرا کر دیکھا تو ہم تمہارے ہو گئے
☆ ——— چوہدری نثار احمد-مظفر آباد
بارش بن کر برستی ہے اس کی یادیں مجھ پر فراز
ذرا سوچو کتنا دلکش ہوتا ہوگا میری تنہائی کا منظر
☆ ——— رفاقت علی-بھاگ نگر
ہم نے بھی اک شخص کو ٹوٹ کر چاہا ہے اجنبی
جس کو بھلانا ہمارے بس میں نہیں
اور پانا ہماری قسمت میں نہیں
☆ ——— محمد عمیر مظہر سنی-تنجیاں
ماں ساتھ ہے تو سایہ قدرت بھی ساتھ ہے
ماں کے بغیر ایسا لگے دن بھی رات ہے
☆ ——— محمد صفدر دکھی-کراچی
تو ہوش میں تھا پھر بھی ہمیں پہچان نہ پایا جگر
اک ہم ہیں کہ جو پی کر بھی تیرا ہی نام لیتے ہیں
☆ ——— عامر سہیل راجپوت بھٹی-سمندری
غم اس بات کا نہیں کہ تم نے چھوڑ دیا مجھے
دکھ اس بات کا ہے کیسے گزرے گی تیرے بن میری زندگی
☆ ——— عثمان غنی-قبولہ شریف
تجھ سے بچھڑا تو مر جاؤں گا الطاف
کتنا خوبصورت وہ یہ جھوٹ بولا کرتا تھا
☆ ——— چوہدری الطاف حسین دکھی-مجبر
قسم تیری کسی دن عشق کرنا بھی سکھا دیں گے
وفا کی آگ اے ظالم تیرے سینے میں لگا دیں گے
☆ ——— ذوالفقار تبسم-میاں چنوں
یہ امتحان میری جان لے لے گی غمشاد
کیا تم پہلی اور آخری ہو یہ کافی نہیں
☆ ——— الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران
زندگی میں ایک خواب آیا وہ بھی آشنا نہ تھا
مقدر میں جدائی تھی پردیس کا بہانا تھا
☆ ——— سردار زاہد محمود خان-باغ
یہ چاہت بھی آپ سے ملی ہے
یہ راحت بھی آپ سے ملی ہے
ہم سے مت روٹھنا کیونکہ
یہ مسکراہٹ بھی آپ سے ملی ہے
☆ ——— محمد سرفراز بھٹی-منظن کوٹ
وعدہ وفا وہ بھی کرتا ہے ہم سے
زندگی میں رکھ درد ہم سے بھی آگے ہیں
☆ ——— کامران علی ملک-نوشہرو فیروز
میں نے خدا سے پانی مانگا تو ساگر دیا
پھول مانگا تو گلشن دیا، گھر مانگا تو محل دیا،
جب سارا پیار مانگا تو آپ جیسا دوست دیا
☆ ——— علی نواز مزاری-گھوٹکی
جب [illegible] تھا تیر تب اتنا درد نہ ہوا غالب
زخم کا احساس تب ہوا جب کمان دیکھی اپنوں کے ہاتھ میں
☆ ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ-گوٹھ ذوالفقار آباد
تیری اس بے وفائی پر فدا ہوتی ہے جاں اپنی
خدا جانے اگر تجھ میں وفا ہوتی تو کیا ہوتا
☆ ——— عابد قریشی-ساہیوال
نہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق نذیر
کہ خوشی نہ رہے باقی اُس کے روٹھ جانے سے
☆ ——— نذیر احمد خان جوئیہ-اسلام آباد
میری تاریک راتوں کو چراغوں کی ضرورت نہیں
مجھے صحرا میں رہنے دو باغوں کی ضرورت نہیں
میری زندگی کے دشمن خوش رہیں خدا کرے
مجھے برباد کیا کس نے سراغوں کی ضرورت نہیں
☆ ——— جمیل فدا خیرپوری-خیرپور میرس
ہماری تڑپ تو کچھ بھی نہیں فراز
سنا ہے اس کے دیدار کو آئینے بھی ترستا ہے
☆ -امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-میرپور خاص
ورق ورق پہ تیری عبارت تیرا افسانہ تیری حکایات
کتاب ہستی جہاں سے کھولی تیری محبت کا باب نکلا!
☆ ——— جنید سیف-میرپور خاص
جس کو چاہا وہی کہتا ہے وفا کچھ بھی نہیں
ایسا لگتا ہے میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
یوں بھی اس نے مجھے فراموش کیا
سن کے ہر بات میری جیسے سنا کچھ بھی نہیں
☆ ——— نرگس ناز-سکھر
کہیں وہ ملے تو اسے کہنا کہ لوٹ آؤ
لوٹ آؤ کہ کوئی شدت سے بڑی مدت سے
بڑی محبت سے تمہارا انتظار کر رہا ہے
لوٹ آؤ کہ کسی کی باتیں، کسی کی یادیں، کسی
کی راتیں تم بن بہت ادھوری ہیں

☆ ——— خضر اخلاق-بٹلی
کسی دن ہماری بھی لینا خبر
کیا کیا بیت رہی ہے تیرے بغیر
چلتے ہوئے راہوں میں رکھنا نظر
کہیں تیرے قدموں کے نیچے نہ ہو میری قبر
☆ ——— محمد دلدار-چونکی
درد میں ہر کوئی مسکرا نہیں سکتا
اپنے دل کی بات سب کو بتا نہیں سکتا
روشنی لینے والے کیا جانیں
چراغ جل تو سکتے ہیں اپنی تکلیف بتا نہیں سکتے
☆ ——— اعجاز احمد-کرک
بس اتنا ہی چاہتا میرے بعد میری ذات کو تم
کہ اگر کبھی میں یاد آؤں تو اپنا بہت سارا خیال رکھنا
☆ ——— اسد الرحمٰن-شورکوٹ سٹی
تنہا ہوں کبھی تو مجھ کو ڈھونڈنا
دنیا سے نہیں اپنے دل سے پوچھنا
☆ ——— ارسلان پردیسی
شہر خموشاں میں یہ کیسی خوشبو ہے
جو ہے پس پردہ وہی روبرو ہے
جو ہے دسترس میں اسے گنوا رہے ہیں
جو ہے لاحاصل اس کی جستجو ہے
☆ ——— نامعلوم
وفا کی داستان چلو تم کو سناتے ہیں
جو دل پہ داغ ہیں اپنے وہ سب تم دکھاتے ہیں
وفا کے نام پر موتی میری آنکھوں میں آ ٹھہرے
جفا تیری ادا جاناں ستم پر ہی بھاتے ہیں
☆ ——— ایم شفیع تنہا-امرہ خورد
تیرے رونے سے ان کے دل پر کوئی اثر نہ ہوگا بادی
حسین لوگ اکثر بے درد ہوا کرتے ہیں
☆ ——— حماد ظفر بادی-گوجرہ
آئینے میں دیکھ رہے تھے بہار حسن
آیا جو میرا خیال تو شرما کے رہ گئے
☆ ——— قمر عباس ساغر-نور جمال
جسے کہتے تھے یہ لوگ شہنشاہ دنیا میں
آج اس کی تربت پر کوئی شمع نہیں جلاتا
☆ -زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی

ملاقات

نام: ملک کامران علی
عمر: 20 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ پھلروں، تحصیل محراب پور، ضلع نوشہرو فیروز

نام: شوکت محمود
عمر: 18 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں موہری پنجوٹ، تحصیل پتھکہ، ضلع مظفر آباد

نام: جاوید اقبال جاوید اچکرہ عمر: 30 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، لکھنا پڑھنا
پتہ: 217 ر-ب اچکرہ ڈاک خانہ غلام محمد آباد

نام: نعیم دانش سہو
عمر: 18 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 594 گ ب، ڈاک خانہ و تحصیل تاندلیانوالہ، ضلع فیصل آباد

نام: آر ساگر گلزار کنول
عمر: 17 سال
مشغلہ: شاعری کرنا
پتہ: چک نمبر R-231/9، ڈاک خانہ خاص، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

نام: بشارت اقبال
عمر: 36 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: مکان نمبر z1926 گلی مہربان والی، اردو بازار، گوجرانوالہ

نام: محمد عبداللہ
عمر: 17 سال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتہ: مرحبا ریسٹورنٹ عبدالحکیم روڈ، بستی دین پور، تحصیل کبیروالا، ضلع خانیوال

نام: اظہر اقبال ساغر
عمر: 28 سال
مشغلہ: شٹرنگ کارپینٹر
پتہ: گاؤں آمین پور، ڈاک خانہ چکی، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

نام: عمران خان
عمر: 19 سال
مشغلہ: مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں کوہمل، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع ہری پور ہزارہ

نام: وارث علی تبسم
عمر: 17 سال
مشغلہ: دکھی انسانیت کی خدمت کرنا
پتہ: چک نمبر 51/1، ڈاک خانہ بچیکی، تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب

نام: نواز اُدیالوی
عمر: 26 سال
مشغلہ: تنہا اور اداس لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: گاؤں اُدیاں شریف، ڈاک خانہ تخت ہزارہ، تحصیل کوٹ مومن، ضلع سرگودھا

نام: محمد شہباز گل
عمر: 20 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: محلہ رمضان پورہ، نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ

نام: ذوالفقار تبسم
عمر: 15 سال
مشغلہ: پڑھنا لکھنا
پتہ: چک نمبر L-92/15، ڈاک خانہ خاص، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

نام: میاں محمد عرف دکھی
عمر: 28 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں نوشہرہ، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

نام: ایم شہریز کنول
عمر: 20 سال
مشغلہ: اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: ڈاک خانہ و تحصیل احمد پور سیال، ضلع جھنگ

نام: واصف علی ارائیں
عمر: 19 سال
مشغلہ: مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: سندھ ڈینٹل کلینک، بھریا روڈ

نام: سفیان الفت حسین نوشاہی
عمر: 18 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا
پتہ: بمقام لدڑ، ڈاک خانہ سینہ، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

نام: رائے حسنین عباس کھرل
عمر: 24 سال
مشغلہ: ساجی کام کرنا
پتہ: C-229 این بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور

نام: محمد شہباز
عمر: 24 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں شمع آباد، ڈاک خانہ گرین کوٹ، تحصیل و ضلع قصور

نام: محمد عمران
عمر: 28 سال
مشغلہ: سیر و سیاحت
پتہ: بمقام دادو برسالہ، ڈاک خانہ ہیرا گڑھ، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

نام: شمیر اختر
عمر: 17 سال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا اور پڑھنا
پتہ: لدڑ ڈاک خانہ سینہ، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات حال: مسقط

نام: شفیق قریشی
عمر:
مشغلہ: ایس ایم ایس کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ کمیلہ راز یکہ، تحصیل راسو، ضلع کوہستان

نام: سید عدنان احمد
عمر: 19 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا، ساجی کام کرنا
پتہ: نزد سبزی منڈی عثمانیہ کالونی، جام پور، ضلع راجن پور

نام: محمد حنیف عابد دکھی دل
عمر:
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: بابر بک سینٹر، ریلوے روڈ، خانپور، تحصیل خان پور، ضلع رحیم یار خان

نام: احسان اللہ عادل
عمر: 23 سال
مشغلہ: اپنی یادوں کی ڈائری لکھنا
پتہ: گاؤں بیوٹری مُلا، ڈاک خانہ دروش، تحصیل و ضلع چترال

نام: الحاج الفت حسین نوشاہی عمر: 50 سال
مشغلہ: خدمت خلق، جواب عرض پڑھنا
پتہ: لدڑ، ڈاک خانہ سینہ، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

نام: فیض اللہ صدیقی
عمر: 27 سال
مشغلہ: دینی کتابیں پڑھنا
پتہ: کوٹ سبزل، ڈاک خانہ خاص، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

نام: عنصر امین
عمر: 18 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا اور کہانیاں لکھنا
پتہ: ڈیرہ حبیب پور، چک نمبر 145 ے ایم بی

نام: وسیم سجاد مجروح
عمر:
مشغلہ: دوستی کرنا اور شاعری کرنا
پتہ: اڈا شریف آباد گلکالہ سکول تحصیل احمد پور سیال ضلع جھنگ

نام: محمد نوید قریشی
عمر: 17 سال
مشغلہ: ٹیلی فونک دوستی
پتہ: بستی لونی موضع شاہ نال، تحصیل و ضلع بھراں شہر

نام: محمد نعیم
عمر: 16 سال
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، ٹیلی وژن اور دلچسپ معلومات
پتہ: گاؤں ڈھٹے، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چونیاں ضلع قصور

نام: عمران خان
عمر: 16 سال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں اکبر پور، ڈاک خانہ بھلورہ، تحصیل پسرور، ضلع سیالکوٹ

نام: ایم بلال قیس
عمر: 17 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: محلہ صابری، پھولنگر بھائی، تحصیل پتوکی، ضلع قصور

نام: خرم شہزاد سحر
عمر:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب پڑھنا
پتہ: بستی فتح پور، ضلع لیہ

نام: محمد راشد الیاس
عمر:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 294/HR، فورٹ عباس، بہاولنگر

نام: شاہد منیر راز
عمر: 26 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: سیال میڈیکل سٹور، خیر پور سادات، تحصیل علی پور، ضلع مظفر گڑھ

نام: محمد اسد شفیق
عمر: 19 سال
مشغلے: میوزک سننا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: نزد گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول، چک بیلی خان، تحصیل وضلع راولپنڈی

نام: رانا وارث اشرف عطاری
عمر: 23 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: احمد نگر، ڈاک خانہ خاص، تحصیل وزیر آباد، ضلع گوجرانوالہ

نام: عادل وزیر
عمر 30 سال
مشغلے: میوزک سننا
پتہ: عادل فوٹو سٹوڈیو، ڈاک خانہ پتزو، تحصیل تونسہ شریف، ضلع ڈی جی خان

نام: شہباز اشرف دلشاد
عمر: 20 سال
مشغلے: بے وفاؤں سے پیار کرنا
پتہ: چک نمبر 191/7R، ڈاک خانہ فقیر والی، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

نام: مہر قربان علی
عمر: 16 سال
مشغلے: فٹ بال کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: جنرل بلاک، ڈگری کالج پتوکی، قصور

نام: عبدالوحید ابرار بلوچ
عمر: 22 سال
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: مردان گوٹھ تونسدہ، ضلع آواران

نام: وسیم تبسم
عمر: 18 سال
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں بانڈی، ڈاک خانہ لساں نواب، تحصیل وضلع مانسہرہ

نام: اعجاز اشرف سحر تنہا جٹ
عمر: 15 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 143/EB، ڈاک خانہ و تحصیل بورے والا، ضلع وہاڑی

نام: غلام مصطفیٰ عرف موجو
عمر: 18 سال
مشغلے: شاعری کرنا
پتہ: مکان نمبر 16، گلی نمبر 16، کورنگی روڈ، قیوم آباد بی ایریا 16/16، کراچی

نام: الٰہی بخش غمشاد
عمر: 19 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: نزد الائیڈ بینک سبزی منڈی کیچ مکران تربت

نام: چوہدری عاطف گورائیہ
عمر: 23 سال
مشغلے: سوشل ورک کرنا
پتہ: گاؤں مقابر شریف، ڈاک خانہ ٹھکر سیال، تحصیل وضلع سیالکوٹ

نام: کامران علی تبسم
عمر 18 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: نوناں دا، ڈاک خانہ بلال پور، تحصیل کوٹ مومن، ضلع سرگودھا

نام: رائے محمد جاوید کھرل
عمر: 16 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: بمقام چک نمبر 257/HL، تحصیل فوٹ عباس، ضلع بہاولنگر

نام: مجاہد ناز عباسی
عمر: 20 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: موضع کنڈیسر، ڈاک خانہ سنجر پور، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

نام: وقار احمد
عمر: 20 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 121/10R، تحصیل جہانیاں، ضلع خانیوال

نام: حبیب اللہ
عمر: 30 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: خطیب سینٹری سٹور، لالہ موسیٰ

نام: رئیس ارشد
عمر: 22 سال
مشغلے: سوشل ورک کرنا
پتہ: رئیس برادرس سروس سٹیشن، خان بیلہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

نام: مدد حسین بلوچ
عمر: 20 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک واں دلاور، ڈاک خانہ چک نمبر 135/EB، تحصیل عارف والہ، ضلع پاک پتن

نام: تنہا محمد عمر لاشاری
عمر:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: جبار فوٹو سٹوڈیو، جناح روڈ، ڈاک خانہ اوستہ محمد، ضلع جعفر آباد

نام: شکیل احمد ساجن رخسار
عمر: 22 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گورنمنٹ ہائی سکول کوٹ قلات، ضلع کیچ تربت مکران

نام: ایم شہزاد
عمر: 18 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: نکھن کے، ڈاک خانہ پھول نگر، تحصیل پتوکی ضلع قصور

نام: محمد یوسف جاوید
عمر: 20 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت عوامی نیوز ایجنسی، کنگن پور

نام: شاہد اقبال خٹک
عمر: 22 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں مرکی خیل، ڈاک خانہ جنڈری، تحصیل وضلع کرک

نام: خالد فاروق آسی
عمر:
مشغلے: دوستی، شاعری
پتہ: دی لائٹ پبلک سکول علی پورہ، ملت کالونی، فیصل آباد

نام: تنویر احمد گوندل
عمر: 20 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: عماد سینٹری سٹور، برج روڈ، لالہ موسیٰ

نام: ملک افضل ساگر
عمر: 22 سال
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: گاؤں ڈھاباں خورد چک نمبر 13 آر ایل، تحصیل ٹی صفدر آباد، ضلع شیخوپورہ

نام: ریاض احمد
عمر 40 سال
مشغلے: محبوب کی یاد میں زندگی بسر کرنا
پتہ: باغبانپورہ، لاہور

نام: بلال نواز
عمر: 19 سال
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: وسیم جنرل سٹور نزد شاہی مسجد، دولے والا، بھکر

نام: امداد علی عرف ندیم عباس تنہا
عمر
مشغلے: شعر وشاعری
پتہ: ڈاک خانہ ٹالپی، تحصیل کنری، ضلع میر پور خاص

نام: طاہر حسین
عمر: 23 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: مکان نمبر 88/9 گلی نمبر 59، محلہ مسلم اتحاد کالونی، تاجپورہ روڈ، غازی آباد، لاہور

نام: عبدالغفار
عمر: 17 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: عماد سینٹری سٹور، برج روڈ، لالہ موسیٰ

نام: سید اشفاق حسین نقوی
عمر: 25 سال
مشغلے: سماجی کام کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: علوی سٹریٹ، محلہ کوٹ محمد شفیع، پرانا آدھورائے روڈ، موڑ ایمن آباد، گوجرانوالہ

نام: رئیس صدام حسین
عمر: 19 سال
مشغلے: سنڈی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: رئیس برادرز سروس سٹیشن، ڈاک خانہ خاص خان بیلہ، ضلع رحیم یار خان

نام: عبدالغفور لکی
عمر: 19 سال
مشغلہ: شعر و شاعری
پتہ: بمقام لکڑ مار، ڈاک خانہ خاص، تحصیل جنڈ، ضلع اٹک

نام: خضر علی ملک
عمر: 22 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 213 پاک کیمپ پٹارو، حیدر آباد، سندھ

نام: ساجد عباس ساغر
عمر: 18 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک 9 ب عبدالحکیم، ڈاک خانہ خالق آباد

نام: سفیر اداس موہری
عمر: 23 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، سماجی کام کرنا
پتہ: گاؤں موہری وچگوٹ، ڈاک خانہ دھنی، تحصیل پٹھکہ، ضلع مظفر آباد

نام: ایم ظہیر گبول
عمر: 23 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا
پتہ: جلاب گوٹھ سیدھاوے، شہر کراچی، ضلع ملیر

نام: محمد افضل جواد
عمر: 20 سال
مشغلہ: سماجی کام کرنا
پتہ: ہاشم بکڈپو نزد گورنمنٹ ہائی کالا باغ، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی

نام: عدیل شہزاد نعیمی
عمر: 16 سال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، مطالعہ کرنا
پتہ: گورنمنٹ کالج منکیرہ، ڈاک خانہ خاص، ضلع بھکر

نام: پیرزادہ قیصر بہار اقدس
عمر: 23 سال
مشغلہ: سماجی کام کرنا
پتہ: بمقام پل پیراں، تحصیل و ضلع خوشاب

نام: قدر عباس ہاشمی
عمر:
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: ہیڈ کوارٹر 116 بریگیڈ، بنوں کینٹ

نام: ذوالفقار علی مستوئی
عمر: 18 سال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتہ: گوٹھ محمد بخش مستوئی باری شاخ، اوستا محمد، ڈاک خانہ عزیز اللہ ساگری باہی شاخ ضلع جعفر آباد

نام: رئیس ساجد کاوش
عمر: 18 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: رئیس برادرز سروس سٹیشن، خان بیلہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

نام: ایم اکرام الحسن حنیف
عمر: 20 سال
مشغلہ: فونک دوستی
پتہ: گلی نمبر 2، عبداللہ ٹاؤن، فورٹ عباس

نام: محمد شفیع اللہ
عمر: 28 سال
مشغلہ: دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: ڈی ایس جی 298، پائلون سندھڑی، ائرپورٹ، میرپور خاص

نام: اعظم حسین ساگر
عمر: 19 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، شعر و شاعری کرنا
پتہ: چک نمبر 40MB، ڈاک خانہ 41MB، نزد پٹھانوالہ، تحصیل و ضلع خوشاب

نام: ارشد حفیظ
عمر: 25 سال
مشغلہ: شعر و شاعری کرنا، کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: غلام مصطفیٰ سیکورٹی گارڈ، پوسٹ بکس نمبر 6875، الحی بر کمپنی مصفحہ، ابوظہبی

نام: ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ
عمر: 25 سال
مشغلہ: مطالعہ کرنا
پتہ: گوٹھ ذوالفقار آباد باری شاخ، اوستا محمد، ضلع جعفر آباد، بلوچستان

نام: زیب ظہور احمد بلوچ
عمر: 19 سال
مشغلہ: شعر و شاعری
پتہ: نیو پاکیزہ ہوٹل، کوئٹہ روڈ، کوٹ مینگل، نزد ڈیرہ مراد جمالی، نصیرہ آباد

نام: عارف حسین
عمر: 22 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: موضع جھوکھن والی، تحصیل کوٹ ادو، ضلع مظفر گڑھ

نام: ایم ایس شہباز
عمر: 20 سال
مشغلہ: گانا سننا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: ایل سی ایس آفس، تربت

نام: عمران رشید
عمر: 16 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گلناز پبلک سکول دیوالہ، تحصیل دریا خان، ضلع بھکر

نام: ملک ہاشم پڑھار
عمر: 18 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا اور کہانی لکھنا
پتہ: چک نمبر 11 ایم ایل، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا

نام: مبارک حسین آرائیں
عمر: 18 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: جاوید اقبال کے جی ایلی منٹری سکول، وارڈ نمبر 3، غوری محلہ، شہر محراب پور، سندھ

نام: ایم وسیم شاہانی
عمر: 22 سال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: ہاؤس نمبر A-18F، پٹیل پاڑا، جہانگیر روڈ، کراچی

نام: امین مراد انصاری
عمر: 40 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: 33 سنگل سٹوری لال مارکیٹ، سیکٹر F-5 نیو کراچی

نام: محمد حسین
عمر: 27 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت مالک داد ٹیلرز ماسٹر، تحصیل سوئی گیس فیلڈ، بلوچستان

نام: واجد محمود ساقی
عمر: 19 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں کوٹ پنیاری، ڈاک خانہ کس کھڈوڑہ، تحصیل و ضلع بھمبر، آزاد کشمیر

نام: راجہ عامر خان
عمر: 20 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں کوٹ پنیاری، ڈاک خانہ کھڈوڑہ، تحصیل و ضلع بھمبر

نام: جنید اقبال
عمر:
مشغلہ: شعر و شاعری، بیڈمنٹن کھیلنا
پتہ: محلہ مانگلی نزد حبیب بینک، غورغشتی، تحصیل و ضلع اٹک

نام: دین محمد بلوچ مجبور
عمر: 24 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: محلہ اندلی ڈھاڈر، ضلع بولان

نام: شاہ فہد فاروقی
عمر: 18 سال
مشغلہ: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: بمقام داریل گمادی، تانگیر خاص، تحصیل و ضلع دیامر، گلگت بلتستان

نام: محمد انور ساگر
عمر: 24 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: محلہ لہڑی آباد، ڈھاڈر، ضلع بولان، بلوچستان

نام: امجد وکی کورونانہ
عمر: 26 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: بمقام لکڑیانوالہ، ڈاک خانہ سکھیکی منڈی، ضلع حافظ آباد

نام: عبدالصمد گبول
عمر: 22 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ سیدھاوے، شہر کراچی، ضلع ملیر

نام: نبیل احمد گبول
عمر: 20 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ سیدھاوے، شہر کراچی، ضلع ملیر

نام: راجہ مختار احمد راہی
عمر: 35 سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتہ: راجہ سیونگ مشین ڈیلر، لٹی لال روڈ، ضلع لیہ، پنجاب پاکستان

نام: محمد ہاشم رانا
عمر: 19 سال
مشغلہ: SMS کرنا
پتہ: چک نمبر 115/15 رحمان ٹاؤن، ڈاک خانہ خاص، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

نام: رانا محمود احمد
عمر:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 34 گ-ب، ڈاک خانہ خاص، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

نام: محمد خورشید اجنبی
عمر: 17 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں مالکین، تحصیل ڈھانہ لاچی، ضلع کوہاٹ

نام: ساجد رضا
عمر: 28 سال
مشغلے: سوشل ورک کرنا
پتہ: ساجد محمود ولد گلاب خان، سکنہ چوٹالہ، تحصیل وضلع جہلم

نام: شکیل احمد طاہر
عمر: 21 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: محلہ بڑی مسجد اہلحدیث، گاؤں ملتان خورد، تحصیل تلہ گنگ، ضلع چکوال

نام: سید ہمراز نرائن
عمر: 18 سال
مشغلے: میوزک سننا
پتہ: ڈاک خانہ رلولیاں تحصیل نصیر آباد ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر باندی پنچور

نام: ظفر بلوچ ساسولی
عمر: 18 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: لجے توک، ضلع خاران، بلوچستان

نام: سیف الرحمٰن تنہا
عمر: 18 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: مہر یاسین کریانہ سٹور، وارڈ نمبر 9، محلہ اسلام آباد، شاہ کوٹ

نام: مظفر عباس
عمر: 20 سال
مشغلے: مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں برج، ڈاک خانہ خاص، تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک

نام: ضیاء الدین راہی
عمر: 23 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں چچال، ڈاک خانہ رانولیا، تحصیل پٹن، ضلع کوہستان

نام: بشیر چاوال
عمر:
مشغلے: شعر و شاعری کرنا
پتہ: ایم سی بی بالمقابل نوشکی

نام: ندیم جان گوپانگ
عمر: 23 سال
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: سونا پی سی او، علی آباد روڈ، اوستہ محمد، ضلع مظفر آباد

نام: ناصر علی
عمر: 35 سال
مشغلے: قلمی دوستی، مطالعہ کرنا، سیر و سیاحت
پتہ: چک نمبر L-9/99، بھولے دی جھوک، ساہیوال

نام: جواد احمد خان بلوچ
عمر: 18 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا تحریریں لکھنا، مطالعہ کرنا
پتہ: چک نمبر L-9/99 بھولے دی جھوک، ساہیوال

نام: نذیر احمد خان جوجیہ
عمر: 29 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت محمد الیاس، ہاؤس نمبر 1، بلاک نمبر 40، نزد ٹیپو مارکیٹ، G-8-2 اسلام آباد

نام: طاہر اذہان خان
عمر: 23 سال
مشغلے: سوشل ورک کرنا
پتہ: Post Box No. 38122 Shj, AR - 7126291

نام: محمد جنید جانی
عمر: 16 سال
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: محلہ قاضیاں، ڈاک خانہ اکبر پورہ، ضلع نوشہرہ، پشاور

نام: محمد عابد علی یوسف
عمر: 21 سال
مشغلے: سوشل ورک کرنا
پتہ: قلعہ شبد یو سنگھ، ڈاک خانہ مانانوالہ، ضلع ننکانہ صاحب

نام: محمد رفیق
عمر: 20 سال
مشغلے: میوزک سننا، دوستی کرنا
پتہ: F- NDC MFS اسلام آباد

نام: ریاض غریب
عمر: 22 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک 9ب عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

نام: مظہر عباس تنہا
عمر: 18 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک 9ب، عبدالحکیم، خالق آباد، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

نام: اکمل خان
عمر:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت ولی اللہ پینٹ سٹور، کلابٹ، ضلع صوابی

نام: بشیر سانول اداس
عمر: 20 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: مہران ٹریڈرز، مین بازار نواب آباد، واہ کینٹ، تحصیل ٹیکسلا، ضلع راولپنڈی

نام: ایاز محمود پردیسی (دبئی والے)
عمر: 22 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: بمقام کوٹلی بہرام، ڈاک خانہ مہباں، تحصیل سوہاوہ، ضلع جہلم

نام: آصف جاوید
عمر: 18 سال
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، مطالعہ کرنا
پتہ: چک نمبر 142ر-ب، گھڑتل خورد، تحصیل چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد

نام: کھوکھر ندیم شوکت
عمر: 23 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: مکان نمبر 4F، محلہ مائیکروکویو، کالونی TNT، کوہ نور ملز، راولپنڈی

نام: ایم اشفاق بٹ
عمر: 25 سال
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، غزلیں سننا
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 334، لالہ موسیٰ

نام: زاہد ساغر انصاری
عمر: 24 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: چوٹالہ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل وضلع جہلم

نام: محمد قاسم بلوچ
عمر:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت محمد رفیق جمالی، جھرک سائیٹ، ڈاک خانہ جھرک، تحصیل وضلع ٹھٹھہ

نام: ضیافت علی
عمر: 19 سال
مشغلے: سوشل ورک کرنا
پتہ: ڈاک خانہ چوکی مونگ، تحصیل وضلع کوٹلی، آزاد کشمیر

نام: صداقت علی
عمر: 14 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ کوٹ ماجھی خان، تحصیل پتوکی، ضلع قصور

نام: تبسم ہارون
عمر: 17 سال
مشغلے: سوشل ورک کرنا
پتہ: چک نمبر 355/WB، ڈاک خانہ خاص، تحصیل دنیاپور، ضلع لودھراں

نام: عدنان احمد
عمر: 20 سال
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ خاص لکھنے والا، تحصیل وضلع منڈی بہاؤالدین

نام: غلام عباس ڈاہری
مشاغل عمر: 20 سال
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاہری الیکٹرک ورکس، بینظیر آباد، سندھ

منیبہ طہٰ ڈیرہ اسماعیل خان کے نام

افلاک سے تارے توڑیں گے
طوفاں کا رخ ہم موڑیں گے
ہم پربت سے ٹکرائیں گے
پر ساتھ کبھی نہ چھوڑیں گے

عبادت کاظمی - ڈیرہ اسماعیل خان

گجرات کے حمزہ کے نام

کوئی میرا بھی تو ہو ساتھ نبھانے کے لئے
مجھے مانگے خدا سے اپنا بنانے کے لئے
میرے آنسو میری پلکوں سے چرانے کے لئے
بس اب ساتھ چاہئے تمہارا زندگی بتانے کے لئے

گوجرہ کے شہر اعجاز مریز گوندل - گوجرہ

مجھے شکوہ ہے میں ان لوگوں سے شکوہ کرتا ہوں جو لوگ دوسروں کو تنگ کرتے ہیں خدا کیلئے اس طرح نہ کرو۔ (سیف الرحمٰن زخمی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ اب تک میری کوئی چیز جواب عرض میں شائع کیوں نہیں ہوتی کاش میری بھی شائع ہو جائے۔ (غزالہ جبرائیل، لاہور)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض والوں سے کہ وہ میری تحریریں کسی اور کے نام سے شائع کر رہے ہیں میں بڑی محنت سے تحریر لکھتا ہوں۔ (ایم اشفاق بٹ، لالہ موسیٰ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی تو بہت آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن ایسے نبھانا نہیں جانتے ہیں۔ (واصف علی، نوشہرہ فیروز)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (مجاہد ناز عباسی، ہنجر پور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو محبت کو مذاق ہی سمجھتے ہیں کیا اس کو محبت یا پیار کہتے ہیں۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

مجھے شکوہ ہے نہیں یہ التجا ہے میری محبت کرنا مگر دھوکہ نہیں ہسانا ہے تو رلانا نہیں رلانا ہے تو وعدے وفا کرنا ہیں۔ (دین محمد، کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جو مجھے جینے نہیں دیتے اور مجھ سے پیار کرنے کی سزا دے رہے ہیں خدا را ایسا نہ کریں۔ (وسیم سلطان، کرک)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو بہت کی دھوم دھام سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں لیکن پھر خود ہی چھوڑ جاتے ہیں آخر کیوں ایسا کرتے ہیں۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے سید خرم وقار کراچی سے جو نہ تو فون اٹینڈ کرتا ہے اور نہ ہی کوئی میسج لیٹر وغیرہ کرتا ہے براہ مہربانی بھائی ایسا نہ کریں شکریہ۔ (محمد رمضان شاہد، خانیوال)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے میرے کوپن 2011ء ماہ اکتوبر میں میرے ایک بھی کوپن شائع نہیں کیے۔ (نبیل احمد گبول، کراچی)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے میرے نمبر شائع نہیں کرتے بھائی ایسا نہ کرو، پلیز۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے کہ میں بہت ہی زیادہ برا ہوں کوئی بھی میرا اچھا دوست نہیں بنتا کاش کہ کوئی تو ہوتا دکھ درد بانٹنے والا، (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے تو کسی سے نہیں اگر ہو بھی تو میں اس سے کروں گا نہیں کیا اچھا برا وقت آتا رہتا ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ آپ کو خوشیاں دے۔ (لقمان اعوان، شیخوپورہ)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے خاص کر S اور Dk سے جنہوں نے میرے خلوص کو ٹھکرا دیا اور مجھ سے وفا نہ کی۔ (شاہد رفیق، کلیانہ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے میرا دوست سلیم جنہوں نے میرا خط کا جواب ابھی تک نہیں دیا۔ (غلام مونس عرف موجو، سرگودھا)

مجھے شکوہ ہے جناب شہزادہ انکل سے جو پرانے چہروں کو بھول گئے ہیں انکل میری چار عدد کاوشیں آپ کی بزم میں بھیجی تھیں کافی عرصہ بیت چکا ہے پلیز انکل انہیں ضرور شائع کرنا۔ شکریہ (ندیم اقبال قریشی، بھریارروڈ)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جنہوں نے ہمیں برباد کیا خدا ان کو پوچھے گا۔ (شاعر اشفاق ڈوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے انکل سے وہ میری تحریروں کو کانٹ چھانٹ کر ان کا ستیاناس کر دیتے ہیں پلیز انکل جی یہ بے رحمانہ سلوک قابل قبول نہیں ہے۔ (عمران انجم راہی، ستہ پانی)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکوں سے جو خواہ مخواہ لڑکیوں کے نام اشتہار دیتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں۔ (نثار احمد حسرت، نور جمال شمالی)

مجھے شکوہ ہے آر راحیلہ سے کہ مجھے زیادہ ٹائم نہیں دیتی پلیز راحیلہ میڈیم مجھ سے لمبی بات کیا کرو اور اس اندھے یقین کی وجہ سے۔ (سید اظہر حسین شاہ، چیز)

دے۔ (کشور کرن، پتوکی)

مجھے شکوہ ہے ایسی لڑکیوں سے جو لڑکوں کے جذبات سے کھیل کر پھر ان کو چھوڑ دیتی ہیں شروع میں پیار کرتی ہیں پھر چھوڑ جاتی ہیں۔ (کھوکھر ندیم، کلر سیداں)

مجھے شکوہ ہے شازیہ خان سے جس نے میری تمام کہانیوں والے ڈائجسٹ جلا دیئے مجھے بہت دکھ ہوا یہ سن کر۔ (ذوالفقار علی سانول، ملکوال)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ بھائی سے کہ وہ میری غزلیں شائع نہیں کرتے پلیز ہم بھی آپ کے فین ہیں پھر بھی جینا تو ہے اپنی جان کیلئے۔ (ثمر اعجاز گوندل، گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دکھوں کو دل پہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں یار خوش رہا کرو مذاق کیا کرو۔ (تنویر خالد، دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ کسی سے نہیں ہے میں تو سب سے پیار میں پیش آتا ہوں۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو قلمی دوستی کرتے ہیں پھر لڑکے ہونے کے باوجود لڑکیاں بن کر لوگوں سے بیلنس لیتے ہیں۔ (ارمان سنگم، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں ہر ایک پر بہت جلد یقین کر لیتا ہوں پھر بعد میں بہت پچھتاتا ہوں

(سید اظہر حسین شاہ، چیز)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست محسن سے جن نے کبھی بھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا محسن اتنے سنگدل مت بنو۔ (محمد رازق انجم، گنڈا سنگھ والا)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو دوسروں کا دل دکھاتے ہیں اور دوسروں کے جذبات کی قدر نہیں کرتے۔ (نیلم شہزادی، فتہ بھنڈ)

مجھے شکوہ ہے ان بھائیوں سے جو جواب عرض میں لڑکیوں کے نام ایڈریس کے ساتھ انہیں رسوا کرتے ہیں اگر کسی کو آپ سے پیار کرنا ہے تو وہ خود اشارہ کرتی ہے آپ زحمت نہ کریں۔ بلکہ دلجوئی کریں۔ (شاہد سلیم، کچہ موڑ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو لوگوں کو دکھ دیتے ہیں تکلیفیں دیتے ہیں۔ (تبسم حسین، پتوکی)

مجھے شکوہ ہے ایسی لڑکیوں سے جو وفا محبت کے نام پر لڑکوں کو برباد کرتی ہیں۔ (کھوکھر ندیم، شاہ کوٹ)

مجھے شکوہ ہے S سے جو میرے ساتھ ناراض ہو جاتی ہے S میں تو پہلے زخمی ہوں مجھے اور زخم نہ لگاؤ آپ کا پیار میری زندگی ہے۔ (سیف الرحمٰن زخمی، مقابر شریف)

مجھے شکوہ ہے رشید خان سلوئی سے جو ہر وقت ہی شراب کے نشے میں ٹن رہتا ہے۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں بہت برا ہوں کوئی بھی مجھے اپنا کیوں نہیں سمجھتا کیوں کیوں؟ (ایم ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے اشرف سے جو بھول کر بھی مجھے فون نہیں کرتا کیا کوٹلی سیالکوٹ، کنگرہ سے دور تو نہیں مانا کہ آپ فوج میں ہو (بڑھو) (غفور شہزاد یومی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے زیبا سرگودھا سے کہ کوئی اسطرح ہی بے وفا ہرجائی اور ناگن ہو سکتا ہے جس طرح تو نے محبت کے نام پر ایک دور کا دھبہ لگا دیا۔ (سراج خان، کرک)

مجھے شکوہ ہے دنیا والوں سے جو دو پیار کرنے والوں کو ملنے نہیں دیتے۔ (مس صبا، کلر سیداں)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر سے کہ انہوں نے میری زندگی کی ڈائری شائع نہیں کی پلیز ایڈیٹر صاحب ضرور شائع کیا کریں۔ (میاں شکیل، خانپور)

مجھے شکوہ ہے آمنہ راولپنڈی سے کہ وہ بہت جذباتی لڑکی ہے بات بات پر جو کسی سے لڑنا اس کی فطرت ہے۔ آمنہ پلیز گھر کے کام بھی کر لیا کرو۔ (عمران انجم راہی، ستہ پانی)

ان لوگوں سے جو لوگوں کے دلوں سے کھیلتے ہیں ان کا دل توڑتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں آپ کے پاس ہی دل ہے کسی کا دل نہ توڑیں۔ (ضیافت علی، کوٹلی آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جنہوں نے کبھی ہمارے لیے اچھا نہیں سوچا نہ جانے کیوں یہ اپنے خون کے رشتوں کے دشمن ہیں۔ کیوں (ضیافت علی، کوٹلی آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست سلمیٰ سے جو مجھے بھول گئی ہے اور پتہ نہیں کہاں اور کیسی ہے سلمیٰ کسی طرح سے مجھ سے رابطہ کرو۔ (مس صبا کلر سیداں)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی کو کاروبار سمجھتے ہیں کیا ان کیلئے دوستی اور محبت کی قدر یہی ہے خدا کیلئے ایسا نہ کریں۔ (غفور شہزاد پومی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں بہت چھوٹا ہوں اور غریب ہوں ان امیروں سے میں دوستی نہیں کرسکتا دوستو تم پر کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کی دوستی کے قابل نہیں ہوں۔ (ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے ساری دنیا سے کہ اتنی عقل مند ہے یہ دنیا مگر ہمیں سمجھ نہ سکی کاش یہ دنیا والے ہمیں سمجھ جاتے ہماری کچھ قدر کرتے مگر ہم محروم رہے۔ (محمد افضل اعوان، گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے میں آپ سب کے لیٹر پڑھتی ہوں پر جواب نہیں دے پاتی اگر دیتی ہوں تو لیٹر شائع نہیں ہوتے سوری مجید خاں بھیا۔ (راحیلہ منظر، جھمرہ ٹی)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے جو مطلب کی خاطر دوسروں کی زندگی تباہ کرتے ہیں۔ (سفیر اویس موہڑ، مظفر آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دو دلوں کو کبھی ایک نہ ہونے دیتے ہیں بھائیو محبت کرنا کوئی جرم نہیں محبت ایک پاک نام ہے عاشق لوگوں کو کبھی جدا مت کرو۔ (شاہد اقبال خٹک، کرک)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست FK سے جو مجھے روتا ہوا چھوڑ گیا ہے اسے اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ کوئی میری خاطر خون کے آنسو رو رہا ہے مگر وہ سنگدل اپنی سنگدلی پر قائم رہا کاش اسے میری محبت کا یقین ہو جاتا کہ میں اس سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے جو میں جواب عرض سے 2 سال تک غیر حاضر رہا اب دوبارہ شرکت کر رہا ہوں۔ (محمد امین، واپڈا ٹاؤن لاہور)

مجھے شکوہ ہے ایسے رائٹرز سے جو غیر معیاری تحریریں بھیجتے ہیں۔ پلیز معیار کا دھیان رکھا کریں۔ (خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے سٹاف سے جو میرے لیٹر جلد شائع نہیں کرتے اور میری کہانی کو ایک سال ہو گیا ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ (راحیلہ منظر، جھمرہ ٹی)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر صاحب سے جو جواب عرض کے معیار کو بہتر نہیں کر رہے۔ (خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے خالد فاروق آمین مجاہد چاند سے جو بغیر کسی وجہ سے رابطہ توڑ چکے ہیں یار کسی کی مجبوری بھی ہوتی ہے آپ کو سمجھ کیوں نہیں آئی۔ (جاوید اقبال جاوید، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے حسینہ بتول سے جو میرے خطوں کے جواب نہیں دیتی برائے مہربانی ایسا نہ کریں خط کا جواب لازمی دیں شکریہ۔ (محمد رمضان شاہد، کبیر والا)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے انہوں نے میری بربادی کا تماشا دیکھا ہے میری بربادی میں کوئی بیرونی طاقت ملوث نہیں بلکہ میرے اپنے ہیں۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

مجھے شکوہ ہے جناب اسلم جاوید فیصل آباد سے جنہوں نے آج تک میرے ساتھ رابطہ نہیں کیا بھائی آپ میرے ساتھ رابطہ کیوں نہیں

کرتے۔ (جاوید اقبال جاوید، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ بھائی سے جنہوں نے میرے کتنے کوپن ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے اور آمنہ راولپنڈی بھی اپنی تحریروں سے پریشان ہیں جو شائع نہیں ہو رہیں۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کا دل توڑتے ہیں کسی کو رولاتے ہیں کسی کو دکھ دیتے ہیں کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ (اے آر راحیلہ منظر، جھمرہ ٹی)

مجھے شکوہ ہے مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے جو کہ جواب عرض کو ایک مذاق سمجھتے ہیں اور گندی گندی تحریریں لکھتے ہیں۔ (عمر دراز ساحر، ذاکر آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسروں کو دکھ دے کر خوش ہوتے ہیں ایسا کرنے والے لوگوں کا انجام آخر کار بہت برا اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ (چوہدری محمد شہریز، میر پور آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے سدرۃ رانی سے کہ ایسے بچھڑے کہ تم خیال ہوئے درد کے سلسلے وبال ہوئے تم نے جس دن سے رستہ بدلا صنم سب کی نظروں میں ہم سوال ہوئے۔ (محمد خان انجم، دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو دوسروں کی تحریروں پر بے جا تنقید کرتے ہیں، پلیز ایسا نہ کریں۔ (نثار احمد حسرت، نور جمال شمالی)

مجھے شکوہ ہے S فیصل آباد سے کہ وہ ایس ایم ایس کا جواب نہیں دیتی نہ بات کرتی ہے کیا وجہ ہے ناراض ہو پلیز ایس ایم ایس کا جواب دیا کرو۔ (عبدالرحمن گجر، نمین رانجھا)

مجھے شکوہ ہے ان جواب عرض کے قارئین سے۔ جو مجھ سے لڑکیوں کے نمبرز مانگتے ہیں جب انکار کر دیتا ہوں تو وہ مجھے غلط کہتے ہیں خدا راہ کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا اچھی بات نہیں ہے۔ ذرہ سوچیں۔ (ایم خالد محمود سانول، مروٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے دل سے جو محبتوں کا انجام جانتے ہوئے بھی کسی کی زلفوں کا اسیر ہو گیا کاش دل کا کوئی ریموٹ ہوتا تو میں اسے کنٹرول کر لیتا اے کاش۔ (محمد خان انجم، لدھے والا دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے اپنی بیسٹ فرینڈ شازیہ مغل سیالکوٹ سے اتنی مصروفیات بھی اچھی نہیں ہوتی میں آپ کو بہت مس کرتا ہوں آئی مس یو۔ (ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے مجھے کسی سے شکوہ نہیں کوئی گلہ نہیں جو میرے نصیب میں نہیں تھا مجھے ملا نہیں۔ (عبدالرشید بزنجو، گڈانی لس بیلہ)

مجھے شکوہ ہے R سے جس کو میں اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا تھا وہ مجھ سے فون پر بات تک نہیں کرتی اچھا میری مان تم سدا خوش رہو۔ (اکبر مغل، یزمان)

مجھے شکوہ ہے شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلہ نہیں نصیب میں نہیں تھا جو مجھ کو ملا نہیں۔ (طارق نور، گوادر)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو ہر جگہ دوسروں کی مذاق اڑاتے ہیں شکوہ ان لوگوں سے جو پیار کرنے والوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ (عبدالستار نیازی، دشت مکران)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو محبت کو کھیل سمجھ کر دوسروں کی زندگی سے کھیلتے ہیں بلکہ زندگی چھین ہی لیتے ہیں جینے کی تنہائی ختم کر دیتے ہیں خدارا ایسا نہ کریں وقت ایک سا نہیں رہتا ہے مگر۔ (عامر سہیل بھٹی، سمندری)

مجھے شکوہ ہے آفتاب احمد شاد سے جو اپنا نمبر ٹھیک طرح نہیں لکھ رہے پلیز بھائی مہربانی کرو۔ (زبیر، میلسی)

مجھے شکوہ ہے مس صبا کلر سیداں سے کہ وہ کوئی بھی جواب نہیں دیتی پلیز کچھ تو جواب دیا کرو آپ کے لکھنے کا انداز مجھے بہت پسند ہے۔ (محمد خادم خٹک، ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کیونکہ میں ہر کسی پہ بہت جلد بھروسہ کرتا ہوں اور ہر کسی نے

میرے ساتھ دھوکہ کیا اب بھول کر بھی کسی پہ بھروسہ نہیں کروں گا۔ (بے وفا ایم زیڈ اے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ صاحب سے چار چار جواب عرض کے کوپن بھیج رہا ہوں پھر بھی چھپتے نہیں ایسا نہیں کرو بھائی۔ (عبدالصمد ایس کے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے ان پر اپنے رائٹر سے کہ انہوں نے لکھنا کیوں چھوڑ دیا خاص کر رفعت محمد، یونس ناز، طارق، انیلہ نذیر نورین خان سے (عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

مجھے شکوہ ہے مریم سے جو پیار بے حد کرتی ہے لیکن ناراض جلد ہو جاتی ہے پلیز ناراض نہیں ہونا زندگی بہت چھوٹی ہے ناراضگی کی کوئی گنجائش نہیں۔ (رئیس صدام حسین ساحل، خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے بھائی خالد سے جس نے خود ہی دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور پھر رابطہ ختم کرلیا کیا آپ لوگوں کی دوستی یہی ہے۔ (علی ناز، ڈھوک مراد)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں اور بھائیوں سے جو دوستی کرتے ہیں چند دن گزرنے کے بعد کہتے ہیں یار فلاں لڑکی کا نمبر دے دو افسوس سے مجھے کہنا پڑتا ہے عورت ہماری ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہوتی ہیں مگر یہ لوگ الٹا استعمال کرتے ہیں۔ (عبدالرشید بزنجو گڈانی لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو انسان کی دولت کو دیکھتے ہیں انسان کے جذبات کونہیں دیکھتے کیا ان کے لیے دولت ہی سب کچھ ہے۔ (ایس علی ناز، ڈھوک مراد)

مجھے شکوہ ہے اپنی اس دوست سے جس کے بغیر میرا ایک دن بھی مشکل سے گزرتا تھا مگر اس نے مجھے بھلا دیا ہے جہاں رہو خوش رہو ڈئیر۔ (صائمہ مرید)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو ماں باپ کی قدر نہیں کرتے پلیز ایسا نہ کریں ورنہ ایک دن آپ کے ساتھ بھی ہوگا۔ (ظہیر عباس انجم، حاصلپور)

مجھے شکوہ ہے رئیس ارشد سے جو سعودی عرب جا کر بھول ہی گیا ارشد صاحب کیا کوئی ایسا اپنوں سے کرتا ہے اللہ آپ کو اور کامیابی عطا کرے آمین۔ (رئیس صدام ساحل، خان بیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے ماں باپ کا دل دکھاتے ہیں جنہوں نے ہمیں پال کر اتنا بڑا کیا پلیز وہ ایسا نہ کریں۔ (ارمان سنگم، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ان والدین سے جو بیٹیوں کو زحمت سمجھتے ہیں خدا را کافرانہ سوچ کو نکال دو اور اپنی بیٹیوں کو رحمت سمجھو بیٹی عظیم ہے اسے محرومی میں نہ ڈالو۔ (مجید احمد جائی، ملتان)

مجھے شکوہ ہے اپنی جان سے جو مجھے اپنا پیارا سا مکھڑا نہیں دکھاتی پلیز ایسا مت کرو جی ہم آپ کے دیوانے ہیں جی SG (محمد شہباز گل، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے پنجاب والوں سے جو صرف مفت کا SMS سے گزارا کرتے ہیں کبھی بھی فون نہیں کرتے ہیں بڑے کنجوس لوگ ہیں۔ (عبدالرشید بزنجو، گڈانی لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے پیارے جواب عرض والوں سے کہ وہ میری کوئی بھی تحریر شائع نہیں کرتے ہیں ہر ماہ مجھے نظر انداز کرتے ہیں پلیز بھیا میری محنت کا پھل مجھے دلا دیں۔ (عبدالوحید ابرار بلوچ، آواران بلوچستان)

مجھے شکوہ ہے اس بے وفا سے جس کیلئے میں سب کچھ داؤ پر لگا چکا ہوں لیکن اس کو خبر تک نہیں افسوس وہ بے دفا نہ ہوتا۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست سواد خان خیر بخش، ممتاز ثناء اللہ سے کہ وہ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آتے۔ (محمد خادم خٹک، ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنے والدین سے محبت نہیں کرتے اپنی ماں باپ سے محبت کرو دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرو۔

(محمد شہباز گل، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے ان قارئین سے جو اپنی نمبر جواب عرض میں شائع کرتے ہیں مگر جب ان کو کال کرو یا میسج کرو پھر وہ گالی دیتے ہیں کتنے کم ظرف ہیں ایسے لوگ (الٰہی بخش شمشاد، کیچ مکران)

مجھے شکوہ ہے شہزاد بھائی سے جنہوں نے میری چھ کہانیوں کو ابھی تک شائع نہیں کیا کیوں قارئین میری تحریروں کو پسند کرتے یا ہم لکھنا چھوڑ دیں۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

مجھے شکوہ ہے فرحت سے کہ اتنے عرصے سے اس نے مجھ سے کوئی رابطہ ہی نہیں کیا فرحت مجھے تم سے یہ امید نہ تھی تم نے بچپن کی سب باتیں بھلا دی ہیں وہ شرارتیں وہ ملاقاتیں وہ لڑائی کی فریادیں سب مجھے رلاتی ہیں پلیز جہاں بھی ہو واپس آ جاؤ۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے ان قارئین سے جو دوستی کے لیے ایس ایم ایس کرنے بات کرنے اور پھر چھوڑ دیتے اگر دوستی نبھا نہیں سکتے تو نہ کیا کرو کسی کے جذبات سے مت کھیلو۔ (محمد اقبال رحمن، ٹیلی بادا)

مجھے شکوہ ہے تیری بے وفائی کا شکوہ کروں تو یہ میری محبت کی توہین ہوگی مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں (رخسانہ آفتاب، موضع چھٹہ)

دوستوں سے جو مجھے فون نہیں کرتے ندیم عباس ڈھکو افضل ساغر، یاسر رحیم یار خان، رمضان ساہیوال سے (اے ڈی ناز، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے شکوہ نہیں کسی سے کسی سے گلہ نہیں نصیب میں نہیں جو ہم کو ملا نہیں۔ (نثار احمد حسرت، نور جمال شالی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کو دکھ دیتے ہیں اور دو پیار کرنے والوں کو جدا کرتے ہیں پلیز لوگو کسی کو دکھ نہ دو۔ (ڈاکٹر محمد ایوب، دوست محمد)

مجھے شکوہ ہے ایم سے جو تڑپاتا ہے M پلیز مجھے مت تڑپاؤ آئی لو یو آئی مس یو۔ (ریاض احمد، صادق آباد)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو نئے دوست ملتے ہی پرانے دوستوں کو بھول جاتے ہیں۔ (صائمہ، مرید)

مجھے شکوہ ہے مظہر اقبال سے جو میرے ساتھ ناراض ہو جاتا ہے میں تو آج تک سب سے دل سے پیار کرتا ہوں ۔ (سیف الرحمٰن زخمی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے پاکستان کے پوری عوام سے خدارا اپنے خدا کو پہچان لو سچے دل سے توبہ کرو ہر ایک کے ساتھ خلوص کے ساتھ پیش آؤ۔ (ایم زیڈ اے گبول، کراچی)

بیوفا S سے جو مجھے تنہا چھوڑ گئی میں آج بھی اس بے وفا کی یاد میں تڑپتا ہوں میں سوچتا ہوں کیوں کی بیوفائی کی۔ (نوید انجم ساغر، میاں چنوں)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کہ لڑکیوں کے نمبر مانگتے ہیں اور جو خود نماز پڑھتے نہیں ہیں اور دوسروں کو کہتے ہیں اور ایم شفیع سے جو کہ میری کال پہ اپنا نمبر ہی بند کر دیتا ہے کیا کیا ہے میں نے۔ (قمر عباس نور جمال شالی، ڈنگہ)

مجھے شکوہ ہے کسی سے مجھے شکوہ نہیں ہے۔ (کلثومہ، کراچی)

مجھے شکوہ ہے حمیرا سے جو بار بار ناراض ہوتی ہے پلیز یہ اچھی بات نہیں آپ کے بغیر میرا دل نہیں لگتا آئی لو یو (شیفر آفریدی، ناصر آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو خدا کو بھول گئے ہیں اور دنیا کے بن کر رہ گئے ہیں پر انہیں یہ نہیں پتہ جانا تو خدا کے پاس ہے۔ (سدرہ، جہمرہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے میں اتنی اچھی نہیں ہوں ہر کسی سے محبت سے پیش آتی ہوں پھر بھی سب مجھے ٹھکرا دیتے ہیں۔ (رخسانہ آفتاب، موضع چھٹہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ میں نے ہر کسی پہ بھروسہ کیا اور اسی بھروسے سے میں نے بہت

دھوکے کھائے ہیں اب ہر کسی پر بھی بھروسہ نہیں رہا۔ (ایم زیڈ اے، کراچی)

مجھے شکوہ ہے FK کے نام کہ آپ تم مجھ سے ہر بات چھپانے لگی ہو بلکہ یوں لگتا ہے کہ تم مجھ سے دکھاوے کی محبت کرتے ہو اصل محبت تم کسی اور سے کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہو میں تو تم سے سچے دل سے محبت کرتا ہوں پلیز میرا دل مت توڑنا۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

مجھے شکوہ ہے نعیم اختر جان سے نعیم آپ کو آمنہ راولپنڈی کا میرے ساتھ چلنے کا برا لگا حالانکہ میرے خیال سے یہ محبتوں کی تقسیم ہے نہ کہ آپ کی خود غرضی والی سوچ۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

مجھے شکوہ ہے ان بھائیوں اور بہن سے جو مجھے بار بار مس کالیں دیتے ہیں اور مجھے تنگ کرتے ہیں پلیز ایسا مت کیجئے۔ (عبدالرشید بزنجو، گڈانی لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دو پیار کرنے والوں کو جدا کرنا چاہتے ہیں ان کی راہوں میں کانٹے بچھانا چاہتے ہیں ان کے رستے میں دیوار بننا چاہتے ہیں جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں۔ (عامر سہیل بھٹی، سمندری)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکیوں سے جو اپنے آپ کو خدا جانے کیا سمجھتی ہیں اگر وہ خود کو اچھا سمجھتی ہیں تو یہ بہت اچھی بات ہے اور ان کو اچھے لوگوں سے ہی رابطہ رکھنا چاہیے (ایم خالد محمود سانول، مروٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنی بیسٹ فرینڈ شازیہ مغل کو سیالکوٹ سے جو ایک چھوٹی سی بات پر مجھ سے خفا ہے میں شازیہ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے رابطہ کرے۔ (ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے ایسی بہنوں سے جو آجکل کے جھوٹے پیار کی خاطر اپنے ماں باپ کی عزت کو رسوا کر رہی ہیں پلیز بہنوں سمجھو۔ (رخسانہ آفتاب، موضع چٹھہ)

مجھے شکوہ ہے مس رخسانہ آفتاب اس کو محبت نہیں کہتے جس طرح تم کرتی ہو پلیز اتنا نہ تڑپاؤ تمہیں محبت کرنی آئی ہی نہیں نہ ہی تم محبت کے نام سے واقف ہو صرف محبت کے سپنے دیکھے ہیں محبت کر کے دیکھو کبھی زندگی میں پریشانی نہیں ملے گی (ایم اے ساجد، لاہور)

مجھے شکوہ ہے جمیلہ یونس سے جو میرے ایس ایم ایس کا جواب بہت دیر کے بعد دیتی ہیں۔ جمیلہ جی مجھے اتنا نہ تڑپایا کرو پلیز مجھ سے رابطہ کرو۔ (ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹا پیار کسی سے کرتے ہیں دوسروں کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ (اعجاز احمد چدھڑ، ننکانہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹی قسموں اور وعدوں سے لوگوں کو اعتبار دلاتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں پلیز ایسا مت کریں وہ لوگ خدا کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔ (ثوبیہ حسین، کھوٹہ)

مجھے شکوہ ہے فیصل مجید کراچی سے فیصل میری کیا غلطی تھی کیوں تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا میرے پیار میں کیا کمی تھی۔ (آمنہ، راولپنڈی)

مجھے شکوہ ہے اپنی دوست R اور M سے جو کہ بغیر کسی وجہ سے کہ مجھ سے روٹھ جاتی ہیں۔ (ڈاکٹر مزمل حسین، چشتیاں)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو بڑوں کا احترام نہیں کرتے اور اپنے والدین کی خدمت کی بجائے انہیں دکھ درد دیتے ہیں۔ (عاشق حسین طاہر، منڈی تونانوالی)

مجھے شکوہ ہے اپنے کزن جبار سے کہ وہ مجھے ایک غلط عورت کی وجہ سے چھوڑ گیا اور مجھ سے نفرت کرتا ہے اور مجھے چچا کے پاس بیٹھنے سے بھی منع کر دیا۔ (محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

آئینہ روبرو

☆ جواب عرض ہے کیا ہے یہ شاید کوئی بھی نہیں جان پایا ہے شاید میں بھی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس میں کبھی رونا پڑتا ہے اور اتنا رونا پڑتا ہے کہ آنکھوں کے آنسو بھی خشک ہو جاتے ہیں یوں لگتا ہے کہ جیسے میں دکھی نگری میں آ گئی ہوں اور کبھی وہ کچھ بھی پڑھنے کو ملتا ہے کہ لبوں پر خود بخود مسکراہٹ بکھر جاتی ہے یہاں کہ انسان اپنے دکھوں کو بھول جاتا ہے جواب عرض ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں ہر مسافر اپنی سوچ کے ساتھ موجود ہے کوئی مسکراتا نظر آتا ہے اور کوئی روتا ہوا کوئی منزل کو پا لیتا ہے اور کوئی منزل کی طرف بھاگتا ہے اور کوئی منزل کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اپنی منزل کو ہی ڈھونڈتا پھرتا ہے اپنی کھوئی ہوئی منزل کو ڈھونڈنے میں وہ اس قدر مگن ہوتا ہے کہ اس کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس کے آس پاس کون ہے کیا وہی تو نہیں جس کو وہ ڈھونڈ رہا ہے وہ کچھ بھی نہیں جانتا بس اس کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے تلاش۔ منزل کی تلاش۔ قسمت والے ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو منزل مل جاتی ہے اور بدنصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو منزل کو کھو جاتے ہیں لیکن ہمت ہے ایسے لوگوں کی جو منزل کو کھو کر بھی ہمت نہیں ہارتے اپنی کوشش کو جاری رکھتے ہیں۔ بس کوشش ہی انسان کو اس کا مقام دلا دیتی ہے۔ لوگوں کو تو جواب سے پیار ہے لیکن مجھے جواب عرض سے عشق ہے ہاں میں جواب عرض سے عشق کرتی ہوں کیونکہ اس نے مجھے وہ سب کچھ دیا ہے جو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس نے مجھے ایک نام دیا ایک مقام دیا ایک پہچان دی وہ سب کو دیا جو میں کبھی سوچا کرتی تھی آج شہزادہ صاحب کی برسی ہے آج ۲۲ ستمبر ہے اور میں سچے دل شہزادہ صاحب کے لیے دعائیں کر رہی ہوں وہ مجھے بیٹی کہتے تھے ایک باپ کا روپ تھے وہ میرے لیے۔ انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہی کچھ ہو رہا ہے۔ آج کی میری تمام دعائیں ان کے نام ہیں خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ واقعی انہوں نے ہمارے لیے جواب عرض کو ایک پلیٹ فارم بنایا ہے جہاں ہم سب کھڑے ہیں جہاں ہم سب ایک ساتھ ہیں اپنی مسکراہٹوں کو بھی بانٹتے ہیں اور اپنے دکھوں کو بھی شیئر کرتے ہیں بہت اچھا لگتا ہے جواب کی اس دکھی محفل میں شامل ہو کر۔ سب بہن بھائیوں کو میرا سلام۔

کشور کرن۔ پتوکی۔

☆ جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ کئی سالوں سے پڑھتی چلی آ رہی ہوں لیکن لکھنے کا جنون کبھی کبھی چڑھتا ہے اور لکھنے بیٹھ جاتی ہوں جواب عرض نہ صرف دکھی دلوں کا رسالہ ہے بلکہ دکھوں پر مرہم بھی رکھتا ہے اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کون کتنا دکھی ہے اور دنیا میں کتنے دکھ ہیں وہ کہتے ہیں ناں کہ۔۔ دنیا میں کتنا غم ہے۔۔ میرا غم کتنا کم ہے۔۔ لوگوں کا غم دیکھا تو۔۔ میں اپنا غم بھول گیا۔۔ بس یہی سب کچھ جب رسالہ میں پڑھنے کو ملتا ہے تو ہم لوگ اپنے غموں کو بھول جاتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ ہمارے غم کسی کے غموں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں اور پھر دل سے ان کے لیے ہزاروں سچی اور دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ ہر کہانی میں کچھ نہ کچھ درد پڑھنے کو ملتا ہے جو ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے میں خوفناک پڑھا کرتی تھی لیکن میرے کزن نے کہا تھا کہ جواب عرض بھی پڑھا

کروں سو میں نے خوفناک کے ساتھ ساتھ جواب عرض بھی پڑھنا شروع کر دیا اور میں نے محسوس کیا کہ میرے کزن نے بہت اچھا مشورہ دیا تھا مجھے جواب عرض کا بہت سکون ملتا ہے جب میں جواب عرض پڑھتی ہوں عمر دراز بادشاہ کہ تحریر رسالے کی جان ہوتی ہے جب ان کی کوئی تحریر جواب عرض میں شائع ہوتی تو میرے دل کو روحانی سی خوشی ملتی ہے اور جب ان کی تحریر کسی بھی رسالے میں نہیں ہوتی تو میں بجھ سی جاتی ہوں میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ عمر دراز بادشاہ کے قلم میں مزید برکت ڈالے اور وہ ہر ماہ کچھ نہ لکھا کریں۔ باقی میں نے بھی لکھنا شروع کر دیا ہے ایک کہانی مسکراہٹ بھیجی ہوئی ہے امید ہے کہ جلد اشاعت کی منتظر ہونگی۔ مسکراہٹ مجھے اچھی لگتی ہے ہنسنا مسکرانا میری عادت ہے اور میں یہی مشورہ سب کو دینا چاہتی ہوں کہ اگر کسی کو کچھ بھی نہیں دے سکتے تو کم از کم لبوں کی مسکراہٹ اسے دے دو ہو سکتا ہے کہ آپ کی دی ہوئی یہ مسکراہٹ اس کے دکھوں کو کم کر دے۔ اور وہ ایک نئی زندگی جی سکے۔ امید ہے ہر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ دنیا دکھوں سے بھری پڑی ہے اور دکھوں کو بانٹنا ہی انسان کا بڑا پن ہے۔ باقی جواب عرض کے لیے دعا گو ہوں کہ یہ ہمیشہ کی طرح اسی طرح ترقی کرتا رہے آمین۔

-------------------عائشہ سحر عرف فری۔ اسلام آباد۔

☆ جواب عرض کی مدھو اور حسین نگری کا بہت عرصہ سے فین ہوں ۱۹۸۱ء میں لکھنا شروع کیا اور ۱۹۸۴ء میں پہلی تحریر ریت کا ساحل رسالے کی زینت بنی پھر شہزادہ صاحب کے حکم پر کئی کہانیاں رقم کئیں پھر ان ہی کے حکم پر خوفناک ڈائجسٹ میں خونی ٹیلا کے عنوان سے بچی تحریر شائع ہوئی شہزادہ عالمگیر نے میری دونوں تحریروں کو بے حد سراہا پھر جانے کیوں ان کے جانے کے بعد کاغذ قلم سے رابطہ ٹوٹا کہ ماہ و سال تک بحال نہ ہو سکا آج پھر جانے کیوں نگری کے لوگوں کو خلوص اور چاہت نے قلم ہاتھ میں پکڑنے پر مجبور کر دیا اور لرزتا ہوا قلم پھر سے سفید کاغذ کے سینے پر چلنے لگا جی آیاں نوں کہا گیا تو گا ہے بگاہے حاضری ہوتی رہے گی۔

-------------------محمد حسن نظامی۔ قبولہ شریف۔

☆ جون کے جواب عرض میں میری کہانی انتظار مسیحا شائع ہوئی اس پر جن دوستوں نے فون کالیں کیں پھر جولائی کے جواب عرض میں میری اہلیہ کے انتقال کی خبر پر جن دوستوں نے مجھے فون کالیں کیں میرا دکھ بانٹا میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے غم کے اس کڑے وقت میں مجھے ڈھارس دی مجھے پھر سے زندہ رہنے کا حوصلہ دیا کراچی سے محمد یوسف اور بنتارانی ثانیہ نے لمبی کال کر کے میرا دکھ بانٹا۔ شیخوپورہ سے شہزادہ۔ فیصل آباد سے ظہور احمد ملک عمر دین نے تعزیت کی خالد فاروق آسی صاحب خصوصی طور پر قل خوانی کے روز فیصل آباد سے تشریف لائے بہاولنگر چشتیاں سے آصف بھانول۔ لاہور سے قاری نذیر حسین امداد حسین ساہیوال سے تشریف لائے میاں فرزند علی ساہیوال اور منچن آباد سے بھیا شہباز جوئیہ نے آکر رات میرے ہاں قیام کیا مظفر شاہ صاحب نے پشاور سے کال کر کے پوچھا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے شاعر ملازم حسین چمن اوچ شریف سے صفدر علی حیدری قائم پور سے مبارک علی شمی غلام عباس جتوئی محمد پور ضلع راجن پور محمد یوسف چشتیاں آفتاب احمد شاد میلسی محمد شاہد اوکاڑہ ہما صنم جڑانوالہ عمر دراز آکاش جڑانوالہ شاہدہ تبسم حجرہ شاہ مقیم مس ثنا پنڈی بھٹیاں حمید علی ملتان انتظار حسین ساقی۔ مجاہد چاند علی رضا مجید احمد جائی سب کا شکر گزار ہوں ملک عاشق حسین ساجد اللہ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں جگہ دے آپ کے ہمدردانہ الفاظ میری پلکیں نم کر گئے مسرت ماہی سمندری زینب عارفہ ڈونگہ بونگہ در نایاب اور صفیہ ڈی آئی خان صائمہ کشور بھابھی ساجدہ گجرات فضل

حسین صوفی اور پیرس فرانس مہر منور احمد لندن انگلینڈ مس ماہا دبئی۔ نے کال کی۔ محمد ندیم بورے والہ ایس ذیشان عارف والہ نے جنازے اور قل خوانی میں شرکت کر کے میرا مان بڑھایا محمد شاہد دنیا پور سیف الرحمٰن زخمی سیالکوٹ تنہا میر محمد کراچی نوبہار علی ناصر رحیم یار خان آصف علی کراچی نے سحری کے وقت کال کر کے اظہار تعزیت کیا بھائی ذوالفقار علی نے منڈی بہاوالدین سے جن لفظوں میں میرے زخموں پر مرہم رکھا ان کا اظہار مشکل ہے محمد عاصم بوٹا منیر احمد رضا عامر وکیل جٹ انعان پریمی اور ندیم عباس ڈھکو نے ساہیوال سے فون پر میری دلجوئی کی اللہ دتہ چوہان پنڈی بھٹیاں ماجدہ اور ساجدہ چک جھمرہ سے اور نوشہرہ ورکاں کی بہن نے اپنا نام بتانے سے گریز کیا مگر میرا دکھ بانٹنا ضروری سمجھا اسی طرح خان پور سے ثانیہ اور خانیوال سے ایک خاتون نے کال کی میں ان کا نام وقتی طور پر نوٹ نہ کر سکا ان سے معذرت خواہ ہوں بہر حال ان کی فون کال پر تعزیت کا شکر گزار ہوں اقصد علی منڈی بہاؤالدین اور چھانگا مانگا سے ایس اے خیالی نے بڑے پر جذبات انداز میں میرے درد کا مداوا کیا تحصیل کبیر والہ سے نعیم عمران نے بڑے درد بھرے لہجے میں میرے غم کو محسوس کرتے ہوئے اظہار تعزیت کیا۔ ساہیوال سے بھائی طاہر نذیر صاحب جن کا ایک حادثے میں پاؤں فریکچر ہو چکا ہے اللہ انہیں جلد صحت یاب کرے ہر تیسرے چوتھے روز کال کر کے میری خیریت دریافت کرتے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ نازیہ اکبر لیاقت پور نے بھرپور اظہار تعزیت کیا ممتاز نذیر احمد جلال پور پیروالہ۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں مبشر حسین ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں اور بھرپور محبت کا اظہار کرتے ہیں اللہ انہیں خوش رکھے اے آر راحیلہ منظر نے کال کر کے میرا مان بڑھایا۔ آخر میں ادارہ جواب خوفناک ڈائجسٹ کے ساتھیوں نے میرے دکھ کو سراہا اور مجھے حوصلہ دیا میری راہنمائی کی اور خصوصی طور پر میرے دکھ کو شائع کیا۔ آپ لوگوں کی چاہت نے مجھے جینے کا حوصلہ دیا ہے میں آپ سب کا شکر گزار ہوں۔

-------------------ریاض حسین شاہد۔ قبولہ شریف۔

☆ ماہ اگست کا دلکش شمارہ آج اگست کو میرے ہاتھ میں ہے پڑھا بہت اچھا لگا عید اسپیشل اسلامی صفحہ شمشیر اسلم کی تحریر اور فیصل احمد کی خوبصورت تحریر بہت اچھی لگی۔ بہت خوبصورتی سے ترتیب دی ہوئی تحریریں تھیں ویلڈن بہت خوب شاباش ابھرتی ہوئی شاعری بھی لاجواب تھی خاص طور پر ثوبیہ حسین کی ویری ویلڈن کوئی اس سے کہہ دے بہت پسند آئی غزل شاباش۔ جب نظر ڈالی داستانوں پر تو خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ جواب عرض کے بہت پرانے رائٹر محترم عاشق حسین ساجد کی قلم سے لکھی گئی داستان بہاریں لوٹ گئیں جس کو میں نے سب داستانوں سے پہلے پڑھا بہت خوب۔ بہت زبردست تھی اس کے بعد جو دیکھا تو دیوانہ دل سیف الرحمٰن کی قلم سے لکھی گئی داستان پڑھی بہت اچھی تھی اور منظور اکبر جو کہتا تھا کہ میں نے جواب عرض میں لکھنا چھوڑ دیا ہے پتہ نہیں کس وجہ سے اس کی داستان بھی مکمل پڑھی بدلتے موسم اگر یہ اپنی داستان کا نام لکھتے بدلتے رشتے تو اور بھی اچھا ثبت ہوتی لیکن چلو خیر کون دشمن کون دوست۔ دینا محمود کی بہت ہی اہم اور خوبصورت کاوش دل میں میرے کافی سوال چھوڑ گئی۔ بہت خوبصورت تحریر تھی ویلڈن اس کے بعد واپسی نازیہ کی قلم نے کیا خوبصورت لکھا ویلڈن باقی دکھی زندگی کشور کرن آپی کی ہر داستان لاجواب بہت لگن سے پڑھتا ہوں اور اچھی داستانیں پڑھنے کو ملتی ہیں اور بھی تمام لکھنے والوں نے خوب سے خوبصورت لکھا ویری ویلڈن ویری ویلڈن آل دوست احباب جواب عرض کی دکھی نگری کا واقعہ جواب نہیں ہے بہت خوب زبردست اب کچھ شکوہ کر لوں ان لوگوں سے جو بار بار تنگ کرتے ہیں کہ ہماری گھریلو امداد کرو تو پیارے دوستو میرے پاس اگر اتنے پیسے ہوں تو میں سب کو دوں لیکن جو بات

الرحمٰن زخمی آمنہ راولپنڈی کی کہانیاں بہت اچھی تھیں نئے ابھرتے ہوئے شاعر میں کشور کرن نائیلہ طارق مس فوزیہ کنول عابدہ رانی ثوبیہ حسین کی شاعری بہت اچھی اور معیاری تھی ایس انمول بھابڑاہ مثال سنگنی کی تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں ہاں اشفاق بٹ لالہ موسیٰ آپ کو ویلکم کہتے ہیں آپ کی کہانی کا شدت سے انتظار ہے صدا حسین صدا آصف سانول مجید احمد جائی انتظار حسین ساقی پریا اٹک کو بہت بہت سلام قبول ہو میں گجرات کے پڑھنے والوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اور گجر خاندان کے لوگ مجھے اس قابل سمجھیں تو مجھ سے رابطہ کریں۔

---------------پرنس عبدالرحمٰن گجر گاؤں نین رانجھا۔

☆جواب عرض کی ساری ٹیم کو میری طرف سے سلام اس وقت میرے پاس ماہ اگست کا رسالہ ہے اس میں تمام کہانیاں بہت ہی اچھی ہیں اور لکھنے والوں کو داد دینے کو دل چاہتا ہے اور میری دعا ہے کہ لکھنے والے اسی طرح جواب عرض میں لکھتے رہیں لیکن اس میں میں اپنی غزل نہ پاکر بہت اداس ہوئی لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ ہی کبھی ہاروں گی بلکہ بار بار جواب عرض کی خدمت میں کچھ نہ کچھ لکھ کر بھیجتی رہوں گی اس بار پھر میں جواب عرض کی خدمت میں اپنی غزلیں ارسال کر رہی ہوں مجھے امید ہے کہ بلکہ پورا یقین ہے کہ اس دفعہ جواب عرض میں مجھے ضرور جگہ دی جائے گی مجھے اور میری غزلوں کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا میری آپ سے درخواست ہے کہ مجھے جواب عرض میں جگہ دے دیں میں آپ کی مشکور رہوں گی اور ہمیشہ جواب عرض کے لیے لکھتی رہوں گی خدا جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

----------------------صبیحہ۔فیصل آباد۔

☆میں پہلی بار جواب عرض میں کہانی بھیج رہا ہوں امید ہے قارئین کو پسند آئے گی یہ کہانی میری اپنی ہے میں نے اس کا عنوان رکھا ہے فریب یا پیار شہزادہ صاحب آپ کی مہربانی ہوگی میں جواب عرض کا چار سال سے شیدائی ہوں امید ہے کہ میرے اس شوق کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور مجھے لکھنے کا مزید حوصلہ دیں گے ادارے کی پالیسی کے مطابق نام سب بدل دیئے ہیں۔

---------------شاہد رفیق سہو آف خانیوال۔

☆تمام پڑھنے والوں کو اور لکھنے والوں کو جو اقب کی پوری ٹیم کو عقیدتوں بھرا اسلام ماہنامہ جواب عرض جولائی ملا اپنی کوئی تحریر نہ پا کر افسوس ہوا مگر اگلے پل افسوس امید میں بدل گیا کہ اگلے ماہ ضرور آئے گی میری تحریر سب سے پہلے محترم ریاض احمد لاہور کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہوں سر آپ کی تحریر جنون عشق سپر ہٹ رہی الفاظ کا چناؤ اور پھر لفظوں سے جنون کو ظاہر کرنا قطعاً آسان نہیں مگر آپ تو باکمال رائیٹر ہیں سر میری دعا ہے کہ خدا آپ کو سکون اور سچی خوشیاں دے آمین۔ اچھا تو اے آر راحیلہ منظر آپ کی سٹوری خاموش محبتیں اچھی جا رہی ہے مگر پلیز سٹوری کو اتنا طول نہ دیں کہانی مختصر بھی اچھی نہیں ہوتی مگر اتنی لمبی بھی نہ ہو کہ انسان بور ہونے لگے ایم عاصم بوٹا شاکر۔ وہاڑی آپ کی تحریر محبت روٹھ گئی پڑھ کر دل میں ایک درد سا اٹھا محبت روٹھنے کا درد محبت وفا سے لپٹی ہو یا بے وفا جب بچھڑے تو انسان جیتے جی مر جاتا ہے میری دعا ہے کہ رب تعالیٰ آپ کو صبر و سکون عطا کرے اور آپ کے پیار کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین۔ اس کے علاوہ باقی بھی سلسلے بھی اچھے رہے سب کو رب تعالیٰ خوش و خرم رکھے اور اپنے نیک مقاصد میں کامیاب کرے آمین۔ اب آتی ہوں چند شکوؤں کی طرف جناب خالد فاروق آسی صاحب آپ کی کوئی تحریر نہ پا کر بہت افسوس ہوتا ہے پلیز کچھ نہ کچھ لکھا کریں۔ قیصر فاروق فیصل آباد ایک تحریر کے بعد آپ غائب ہو گئے آگے آپ کی تحریر ہوتی

بس میں ہوتی ہے وہ میں بڑے فخر سے کرتا ہوں ایک دوست نے بیس ہزار اور لیپ ٹاپ مانگا کہ دو نہیں تو آپ کے خلاف لکھوں گا ایس ایم ایس آپ کے خلاف کرونگا تو اے یار دوست بھائی اگر آپ ایسا کروگے تو کیا آپ کو بیس ہزار یا لیپ ٹاپ میں دے دوں گا تمہاری بہت بڑی بھول ہے کیونکہ میں نہ آپ کے ہونے ایس ایم ایس سے ڈرتا ہوں نہ ٹینشن لیتا ہوں کیونکہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور آپ جیسے نجانے کتنے اور بھی لوگ ہیں جو کوئی نہ کوئی فرمائش کرتے رہتے ہیں آپ کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں کسی سے بھیک مانگتے ہو اللہ سے ڈرو اور اپنی محنت کر کے کماؤ اور رزق حلال کماؤ اور کھاؤ آپ کا نام اس لئے میں اوپن نہیں کر رہا کیونکہ میں تم کو اپنے سگے بھائیوں جیسا سمجھتا ہوں اور اس بات کا آپ کو بھی علم ہے جو رقم آپ کو دی ہے وہ ہی میری طرف سے امداد سمجھ لیں۔ اور آج کے بعد کسی سے بھی بھیک نہیں مانگو گے اور اگر ایک انگلی ہم کسی کی طرف کریں گے تو باقی تین چار انگلیاں ہماری اپنی طرف ہوں گی لہٰذا اسلامت اور خوش رہو آج کے بعد ایک جبی سمجھ کران باتوں پر عمل کرو گے تم ضرور۔ پیارے دوستو پانچ وقت کی نماز پڑھنے میں بہت سی بیماریوں کا حل ہے پلیز جس طرح ہم رمضان میں نماز کی پابندی کرتے ہیں اسی طرح دوسرے مہینوں میں بھی نماز کی پابندی کریں گے انشاء اللہ اور اپنے ماں باپ اور عزیز رشتوں کو اور دوستوں کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے ہم سب کو آپس میں پیار و محبت کی فضا قائم کرنے کی ضرورت ہے اور میرا یقین کامل ہے کہ دعا سے لکھی ہوئی ہر تقدیر بدل جاتی ہے تو پلیز اپنی ہر دعا میں مجھ کو بھی یاد رکھا کرو کیونکہ میرے بزرگ فرماتے ہیں کہ دعا اور نماز ہر بیماری و پریشانی کا ذریعہ ہے۔ دوستو اگر کسی کی بھی داستان کسی بھی رسالے میں ہر ماہ شائع نہیں ہوتی تو اس کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے بلکہ انتظار کرنا چاہیے ایک ہم ہی نہیں نجانے کتنے لوگوں کی داستانیں ہوں گی اس لیے ہمیشہ صبر کا دامن تھام کر رکھو کیونکہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے ایک داستان جواب کی نگری میں پوسٹ کی ہے اگر مناسب ہوئی تو شائع ہو گی اگر نہ ہوئی مناسب تو کوئی اور لکھ کر پوسٹ کر دونگا یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے آخر میں تمام جواب عرض کی محنتی ٹیم اور ہمارے قارئین کے لیے لاتعداد دعا میں اجازت دو۔

----------------ولی اعوان۔لاہور۔

☆جولائی کا جواب عرض بھی بہت لیٹ ملا محترم جناب شہزادہ صاحب کیا بات ہے کہ جواب عرض ہر ماہ لیٹ ہو رہا ہے اس طرح تو کاروبار نہیں ہوتا کہ ہم ہر ماہ جواب کی خاطر ذلیل ہوں اور جواب عرض کبھی ملے کبھی نہ ملے برائے مہربانی اس چیز کا ضرور نوٹس لیں کہ جواب عرض رسالہ اپنے ٹائم پر شائع ہو اور ہر کسی کو آسانی سے مل ملے ورنہ پھر دیر ہو جائے گی جولائی کا جواب عرض میں سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اور اس کے بعد شاعری کی باری آئی شاعری میں باجی کشور کرن اختر علی انعم چاندو ہاڑی کی شاعری پسند آئی کہانیوں میں جنون عشق کی آخری قسط اپنی مثال آپ تھی بڑا ہی مزہ آیا قدرت کے کھیل نرالے اللہ دتہ بے درد محبتوں کی ترسی نیلم پتوکی وفا کی دیوی مسٹر ایم شہباز محبت کی ہوس صدف بتول کوٹ ادو خاموش محبتیں اے آر راحیلہ منظر ان سب کو اتنی اچھی کہانیاں لکھنے پر مبارک باد قبول ہو باقی کالم سب اچھے جا رہے ہیں ارسلان احمد ذکھی منڈی بہاؤالدین نے میری تحریریں پسند کیں ان کا بہت شکریہ۔

----------------محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دو کوٹہ۔

☆ماہ اگست کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے مکمل پڑھ چکا ہوں کہانیوں میں کشور کرن شازیہ چوہدری نادیہ رانی نازیہ رینا محمد کی کہانیاں بہت اچھی تھیں مجید احمد جائی ذوالفقار علی سانول منظور اکبر ندیم ڈھکو سیف

چاہیے ایک دل کو دکھا دینے والی خبر پڑھنے کو ملی وہ یہ کہ ہمارے محترم جناب ریاض حسین شاہد قبولہ شریف کی اہلیہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گئیں ہیں بہت افسوس ہوا یہ خبر پڑھ کر مگر موت تو اٹل ہے جو آتا ہے وہ جاتا ضرور ہے خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آپ کو صبر و جمیل عطا کرے۔ میری تمام تر دعائیں آپ کے ساتھی ہیں میرے محترم سر جناب عاشق حسین ساجد ہیڈ بکائنی خداوند کریم سے دل سے دعا ہے کہ آپ کے والد صاحب کو بھی جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ جہاں دکھ ہوں وہاں سکھ بھی ہوتے ہیں۔ آنسوؤں کے ساتھ کہیں مسکراہٹیں بھی ہوتی ہیں یہ ہی زندگی ہے محترم انتظار حسین ساقی رب تعالیٰ نے آپ کی خواہش اور آپ کے چاہنے والوں کی دعا رد نہ کی اور آپ کو بیٹا عطا کیا بہت بہت مبارک باد سر جی خدا آپ کی اولاد اور آپ کی فیملی کو خوشیوں بھری زندگی دے آمین۔ محمد رضوان حیدر پریمی عارفوالہ آپ نے میری تحریر کو بہت پسند کیا ہے اور دعاؤں سے نوازا ہے شکر گزار ہوں آپ کی حماد ظفر بادی گوجرہ آپ کے دعائیہ الفاظ پڑھ کر اچھا لگا ان کے علاوہ بھی چند ایک نام ہیں جنہوں نے واضح طور پر کافی تعریف کی ہے میری تحریر کی جو کہ میری پہلی تحریر ماہ اپریل میں محبت ہمسفر میری کے نام سے آئی میں سب بہن بھائیوں کی مشکور ہوں جنہوں نے پسند کیا آپ کے تعریفی و تنقیدی الفاظ میرے لیے بہت اہم ہیں تعریفوں سے حوصلہ ملتا ہے اور تنقید سے میں خود کو مزید بہتر بناؤں گی جواب عرض جون میں میری ایک اور تحریر دل سنبھل جا ذرا آئی ہے امید ہے کہ آئندہ بھی شرکت کرتی رہوں گی مجھے آپ اپنی رائے سے نوازتے رہیے گا شہزادہ بھائی اور جواب عرض کی پوری ٹیم سے گزارش ہے کہ میری تحریر کو نظر انداز مت کیجئے گا لکھنا میرا جنون میرا شوق ہے گھر والوں کی اجازت کے بنا میں جواب عرض کی نگری میں بہت مان سے آئی ہوں مجھے کبھی اگنور مت کیجئے گا خداوند کریم جواب عرض کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے آمین۔

-------------------- پریا دعا۔ اٹک۔

☆ قارئین پہلی فرصت میں مجھ کو آگاہ ضرور کرنا میرا لیٹر آپ کو کیسا لگا یہ لیٹر میں پہلی بار کسی بھی ادبی رسالہ کو لکھ رہا ہوں حوصلہ افزائی کرنا پلیز میرا نام حافظ عبید اللہ ہے اگر یہ میرے ماموں کو پتہ چلا تو وہ پہلے تو ناراض ہے ہی مجھ سے اور بھی ہو جائے گا ایک جھنگ کے لڑکے منظور نے جواب عرض میں لکھا کہ لڑکیوں کے بارے میں تو میں اس کی ان باتوں سے دکھی ہوا ہوں جو اس نے لڑکیوں کے بارے میں باتیں کیں اس نے یہ نہیں سوچا کہ ہر کسی کے گھر میں مائیں بہنیں بہو بیٹیاں ہوتی ہیں بہت غلط رویہ اختیار کیا ہے آج کل ہم لوگ کسی پر بہت آسانی سے نقطہ چینی کرتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے گھر میں بھی یہ ہی لڑکیاں ماں بہن بیوی بہو دادی نانی پھوپھی ماسی کے رشتوں میں موجود ہیں اور اپنی انا عزت کا نہیں سوچتے اور لڑکیوں پر نقطہ چینی کر دیتے ہیں یہ ہم کو ادب ہرگز نہیں سیکھتا منظور جھنگ والے جیسے لوگ انتشار پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بہت غلط ہے میرا لیٹر شائع کرنا اگر مجھ کو معلوم ہوا تو دوبارہ لکھوں گا قارئین کرام ادب ہم کو بھائی چارے اور پیار و محبت کا درس دیتا ہے۔

-------------------- عبید اللہ۔ نامعلوم۔

☆ آپ کے لیے نیک دعاؤں کے ساتھ حاضر ہوں جناب کی دکھی دلوں کی خدمت قابل صد ہے جناب میں جواب عرض کا قاری تو بہت پرانا ہوں لیکن اپنی تحریر کچھ مجبوریوں کی وجہ سے آپ کو نہیں بھیج سکا۔ لیکن اب کچھ لکھ کر بھیج رہا ہوں امید ہے کہ شائع کریں گے جواب عرض میں جو کچھ شائع ہوتا ہے مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے اور میں جواب عرض کو بہت ہی شوق سے پڑھتا ہوں خدا جواب عرض کو ہمیشہ سلامت رکھے اور یہ ہر ماہ ہمیں یونہی وقت پر ملتا رہے آمین۔

-------------------- ایم یعقوب اعوان۔ وگھوال بالا۔ چکوال۔

☆ جولائی کا شمارہ پڑھ کر فارغ ہوا وفا کی دیوی نمبر خوب تھی مگر جناب گزارش ہے دیوی دیوتا ہندوؤں کے ہوتے ہیں تمام کہانیاں اچھی تھیں مگر مجھے تین کہانیاں بہت ہی پسند آئیں فرست دوستی۔ سیکنڈ جنون عشق۔ اور تھرڈ۔ محبت کی ہوس تھی راشد ترین صاحب اور انتظار حسین ساقی بھائی کی شاعری خوب تھی مجید احمد جائی کی کہانی نہ پا کر دکھ ہوا آئینہ روبرو غزلین کالم ملاقات بھی اچھے تھے میری طرف سے جواب اور خوفناک ڈائجسٹ کے تمام ممبران کو اور سٹاف کو دل کی گہرائیوں سے مبارک ہو اور خدا تعالیٰ جواب عرض کو مزید ترقی دے آمین۔ اب میں جواب عرض اور خوفناک کے لیے ضرور لکھا کروں گا اور اپنے تمام ساتھیوں سے بھی کہوں گا کہ وہ بھی ان دونوں رسالوں میں ہمیشہ لکھتے رہیں۔ پھر ملاقات ہوگی۔

-------------------- محسن علی جٹ۔ ایم اے ساگر۔ ساہیوال۔

☆ جواب عرض سے میرا پرانا ناطہ ہے اور یہ ناطہ ایک سال ٹوٹا ہوا تھا کیونکہ ہمارے شہر اوباڑہ میں جواب عرض نہیں ملتا پھر ڈھرکی میر پور گھوٹکی تک بھی نہیں ملتا اس لیے اس پیاری سی بزم سے غیر حاضر رہا۔ کافی دوستوں نے شکایت بھی کی کہ آپ لکھتے کیوں نہیں پر کچھ یہ کہ جواب عرض کا نہ ملنا اور کچھ اپنی مصروفیات پہلے دنوں ایک کام سے کراچی گیا تھا تو وہاں سے جولائی کا شمارہ لیا کچھ چینج تو تھا پر اب پھر سے پہلے جیسا بن گیا ہے میں سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں اس کا طریقہ کار بتا دیں۔ شکریہ۔

-------------------- ظفر نور بھٹو۔ اوباڑہ۔ سندھ

☆ جواب عرض کئی سالوں سے پڑھتا چلا آ رہا ہوں جواب عرض نہ صرف دکھی دلوں کا رسالہ ہے بلکہ دکھوں پر مرہم بھی رکھتا ہے جب رسالہ میں پڑھنے کو ملتا ہے تو ہم لوگ اپنے غموں کو بھول جاتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ ہمارے غم کسی کے غموں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں اور پھر دل سے ان کے لیے ہزاروں سچی اور دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ ہر کہانی میں کچھ نہ کچھ درد پڑھنے کو ملتا ہے جو ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ کہانیوں کو پڑھ کر آنسو خود بخود آنکھوں سے جاری ہو جاتے ہیں میں خود بھی ایک رائٹر ہوں نہ صرف رائٹر ہوں بلکہ دوسرے ساتھیوں کی طرح میرے اندر بھی دکھوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ دکھ تو زندگی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ اور جواب عرض دکھی نگری ہے جہاں ہر کوئی دکھی دکھائی دیتا ہے اور جواب عرض ہمارے دکھوں کو بانٹنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وجہ ہے ہم کو جواب عرض سے پیار ہے اور بہت زیادہ پیار ہے کیونکہ یہی ہمارے دکھوں کو کم کرتا ہے ایک دوسرے کے دکھوں کو جاننے کا وسیلہ بنا ہوا ہے اور پھر ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم ان کے دکھوں کو بانٹیں لیکن کیسے دکھ تو دکھ ہوتا ہے اپنی ایک مسکراہٹ دکھوں میں ڈوبے ہوؤں کے نام کر دو ہو سکتا ہے کہ آپ کی ایک مسکراہٹ ان کے دکھوں کو کچھ کم کر دے اور آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ دکھوں کو بانٹنا ہی انسان کا بڑا پن ہے۔ باقی جواب عرض کے لیے دعا گو ہوں کہ یہ ہمیشہ کی طرح اسی طرح ترقی کرتا رہے آمین۔

-------------------- عمر دراز بادشاہ۔ جڑانوالہ۔

☆ ماہ اگست کا شمارہ دکھی زندگی نمبر پڑھا سرورق پر انڈین اداکارہ قبضہ جمائے ہوئے تھی سب سے پہلے میں جواب عرض والوں کا دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ایک کے بعد میری بھیجی ہوئی تحریروں کو دوبارہ جواب عرض میں جگہ دی کیونکہ میں نے ایک سال کوئی بھی تحریر جواب عرض میں نہیں بھیجی تھی سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا۔ ایمان تازہ ہو گیا۔ شاعروں میں میڈم کشور کرن۔ نائلہ طارق۔ لیہ جو بہت عرصہ بعد دکھائی دی ہیں اور نثار

''جواب عرض'' میں آپ اس کالم میں ''غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟'' سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ آپ کی رائے ہم ''جواب عرض'' میں شائع کر دیں گے۔ آپ یہ کوپن کاٹ کر اپنی رائے کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیں۔

میری رائے میں ______________________

____

____

____

نام: ______________ شہر: ______________

کوپن آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

آپ کا بہترین دوست کون ہے اور کیوں ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کا سب سے اچھا اور بہترین دوست ہے؟

میرا بہترین دوست ______________________

____

____

____

____

نام ______________ شہر کا نام ______________

احمد حسرت کی شاعری بہت کمال کی تھی مس فوزیہ کنول کی شاعری بھی اچھی تھی غلام فرید جاوید عابدہ رانی ثوبیہ حسین کھوتہ کی شاعری نے تو دل کے تاروں کو ہلا دیا۔ کہانیوں میں پھر کشور کرن اپنی دکھی زندگی کے ساتھ شامل تھیں۔ میرے فیورٹ رائٹر میرے بھائی عاشق حسین ساجد کی کہانی بہاریں لوٹ گئیں ہمیشہ کی طرح خون میں ڈوبی ہوئی قلم سے لکھی گئی تحریر نے رونے پر مجبور کر دیا کرن گلگن پور کی پیار کی جیت ہو واقعی کرن جن کا پیار سچا ہوتا ہے جیت ان ہی کی ہوتی ہے نادیہ رانی کراچی نے غزلوں کا اچھا انتخاب کیا تھا اللہ دتہ مخلص آپ بے درد سے مخلص ہو گئے بہت ہی اچھی بات ہے۔ اللہ دتہ مخلص کی بدلتے رشتے زبردست تحریر تھی اور آپ کا لیٹر بھی بہت ہی اچھا تھا نصیر اور سونو کا پیار سچا تھا تبھی انہوں نے ایک دوسرے کو حاصل کر لیا۔ شازیہ چوہدری کی کہانی امتحان اچھی تھی نازیہ میرپور کی کہانی واپسی بہت ہی اچھی کہانی تھی اور سبق آموز تھی ایک ان پڑھ پارو نے کس طرح پڑھی لکھی سامیعہ کو سمجھایا اور اس کا گھر برباد ہونے سے بچایا۔ آئینہ کی کہانی ایک محبت اور سہی اچھی تھی ذوالفقار علی سانول کی کہانی اب رونا کیسا ان لوگوں کے لیے مشعل راہ ہے جو جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں ٹائم پاس کرتے ہیں اگر صدف شروع سے ہی ماجد کو بتا دیتی تو کہ میں شادی شدہ ہوں تو اتنی نوبت کبھی نہ آتی۔ راشد لطیف کی کہانی کہانی لکھوانی ہے ان لوگوں کے لیے درس عبرت ہے ان رائٹروں کے لیے بھی ایک پیغام ہے جو ایک مجبور عورت سے اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں راشد بھائی اگر آپ اس رائٹر کا نام بھی لکھ دیتے تو پھر ٹھیک تھا ہم سب کو پتہ تو چلتا ناں کہ کون ہے وہ رائٹر جس نے عائشہ بہن کے ساتھ ایسا کرنے کی کوشش کی پر پا اٹیک کی کہانی محبت نہ بکھرے خدا کرے اچھی تحریر تھی ناصر سلیم کی کہانی بھیگی پلکوں کے نام جو کہ ابن چاند نے سنائی تھی بہت ہی اچھی کہانی تھی مجید احمد جائی ندیم عباس ڈھکو پرنس مظفر شاہ۔ ان کی تحریر میں پڑھنا بھی گوارہ نہیں کرتا ان کو دوسروں کی تحریروں پر تنقید کرنے اور حوصلہ شکنی کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں آتا ہے اور ڈھکو صاحب کو میسج کر کے دماغ کھانے کے علاوہ اور کچھ آتا ہی نہیں ہے۔ اس کی کوئی کہانی آ جائے تو میسج کر کر کے دماغ کھا جاتا ہے۔ پرنس مظفر شاہ ان کی تحریر میں عورت پر تنقید ہوتی ہے جو اچھی بات نہیں ہے۔ سیف الرحمن زخمی صاحب آپ کے ابھی تک زخم ٹھیک نہیں ہوئے ابھی تک اپنا دیوانہ دل لیے گھوم رہے ہو اچھی کہانی تھی میرے دوست نثار احمد حسرت کی کہانی بہت پہلی محبت ہمیشہ کی طرح بہت اچھی تھی خاص طور پر جو کہانی میں آپ نے اشعار لکھے ہیں وہ کمال کے ہوتے ہیں۔ رینا محمود قریشی کی کون دشمن کون دوست ان لڑکیوں کے نام پیغام ہے جو آنکھیں بند کر کے لڑکوں پر اعتماد کر لیتی ہیں آج کل کھلی آنکھوں سے بھی کسی پر اعتماد مت کرو عاشی نے کرن کے ساتھ جو کیا وہ دوستی کے نام پر دھبہ ہے رینا محمود قریشی آپ نے پہلی ہی کہانی اچھی تھی آپ کا شہر میرا فیورٹ ہے ایم عاصم بوٹا کی مجبوری یا بیوفائی۔ اچھی کہانی تھی عاصم صاحب آج کل کوئی رابطہ نہیں باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں گلاستہ۔ میں راشد لطیف کرن ان کے کالم اچھے تھے زندگی کی ڈائری میں میرے دوست اور آرمی کے صوبیدار مقصود احمد بلوچ کی ڈائری سب سے بیسٹ تھی۔ اشعار کالم میں مقصود احمد بلوچ عروسہ کنول عابدہ رانی پرنس عبدالرحمن گجر۔ فوزیہ خان ثوبیہ حسین سید عارف شاہ ان سب کی شاعری بہت اچھی تھی غزلیں کالم میں عاشق حسین طاہر مقصود بلوچ ہماری کاسٹ کی شہزادی کرن بٹ ان سب کی غزلیات بہت ہی اچھی تھیں ماں سے پیار کا اظہار صدا حسین صدا اور نثار احمد حسرت نے اپنی ماں سے بھرپور انداز میں پیار کا اظہار کیا ہے مختصر اشتہار والا کالم بھی بہت اچھا ہے۔ مجھے شکوہ بھی بہت اچھا کالم ہے گو کہ ہر کالم اپنی مثال آپ ہے سب کو سلام

_______________ ایم اشفاق بٹ۔ لالہ موسیٰ۔

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جوابِ عرض کوپن

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام ومقام

نام .... شہر ....

پیغام (شعری شکل میں)
....
....
....
....

بھیجنے والے کا نام ومقام
نام ....
شہر ....

جوابِ عرض لاہور
یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کردیں

نام ———— شہر ———— فون نمبر ————

میرا بہترین شعر
————————————————
————————————————
————————————————

مکمل پتہ ————————————
————————————————
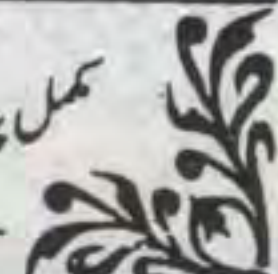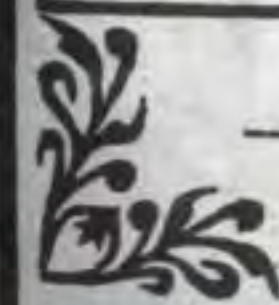
سب سے پہلے جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام پیش کرتی ہوں اس کے بعد کہانیوں کی طرف آتی ہوں لیکن میں صرف اپنی فیورٹ رائٹر کی کہانی کے بارے میں کہوں گی۔ آپی کشور کرن آپ کیسی ہیں آپی جی میں آپ کی شعرو شاعری بہت شوق سے پڑھتی ہوں آپی جی آپ کی شاعری نے تو یرا دل جیت لیا ہے تیرا گلاب جیسا شباب کہانی نے تو مجھے پاگل ہی کردیا ہے یہ کہانی بہت ہی پسند آئی ہے یہ کہانی پڑھ کر میرے اندر اور بھی رسالہ پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے اور بھی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں لیکن آپ کی کہانی میرے دل میں اتر گئی ہے اور آپ کی شاعری بھی بہت کمال کی ہے میں آپ سے ملنے کی بہت خواہش مند تھی آپ کو دیکھا تو مجھ میں بات کرنے کی ہمت ہی نہ رہی کیونکہ مجھے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ ایک رائٹر اور شاعرہ جس کی میں دیوانی ہوں وہ آج میرے سامنے ہے میں آپ کو دیکھتی رہ گئی۔ لیکن بات نہ کرسکی۔ آپی جی مجھے رسالہ پڑھنے کا بہت ہی شوق ہے مگر میرے گھر والے بہت ہی سخت ہیں پھر بھی میں چھپ چھپ کر پڑھ لیتی ہوں اب میں نے آپ سے بات کرنے کی ہمت پیدا کرلی ہے جب آپ آئیں تو آپ سے ضرور بات کروں گی میری بہت ہی فرینڈز ہیں وہ سب بھی آپ کی تحریروں کی فین ہیں پلیز آپ ایک بار ہمیں پھر سے ملیں میں آپ کی کامیابی کہ بہت دعا ئیں کرتی ہوں اللہ آپ کو ہر کامیابی عطا کرے۔ آمین۔

ثانیہ۔ پتوکی۔

سب سے پہلے تمام قارئین اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام۔ اب میں آتا ہوں اپنی پیاری سی آپی کشور کرن کی تحریروں کی طرف آپ کی تحریروں کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں آپی جی آپ کی ہر سٹوری دل پر وار کر جاتی ہے خاص کر دوستی کہانی نے تو میرا وہ حشر کیا ہے کہ کیا بتاؤں کاش مجھے بھی کوئی ایسا دوست مل جائے لیکن آج کل بہت کچھ فرضی ہے آپی جی آپ کی شاعری بھی بہت کمال کی ہے لگتا ہے آپ جواب عرض کی جان بن گئی ہیں۔ اس لیے لیٹر لکھ رہا ہوں آپ ہمیں اپنا نمبر ضرور دینا آپ نے پہلے والے تمام نمبر تبدیل کر دیے ہیں اب ہمارے پاس آپ کا کوئی بھی نمبر نہیں ہے۔ آپا ئیاں بھی آپ کو بہت مس کرتی ہیں مگر آپ سے بات نہیں کر سکتی ہیں نمبر ہو تو بات کریں۔ جب آپ آئیں گی تو ہم آپ سے بہت شکوے شکایتیں کریں گے آپی جی کچھ میرے نام کا بھی شائع کروا دیا کریں آپ کی بہت مہربانی ہوگی آپی مجھے نہیں پتہ کہ میرا لیٹر شائع ہوتا ہے کہ نہیں اس امید سے لکھ رہا ہوں کہ میرا پہلا لیٹر ہے شاید شائع ہو جائے۔ اور آپ سے ہم سب کی بات پہنچ جائے۔ آپی جی جس رسالہ میں آپ کی تحریر ہوتی ہے وہ ہم سب ہی گھر والے بہت ہی شوق سے پڑھتے ہیں اور جس میں آپ کی تحریر شائع نہیں ہوتی ہے وہ ہم نہیں لیتے ہیں آپ رسالہ کی جان ہیں ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں آپ کی تحریریں پڑھ کر ہمارے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ آپ سب کو سلام

آپ کا کزن۔ خاور پتوکی

جواب عرض ہر ماہ ہی لیتی ہوں لیکن مجھے آج آپ سے شکایت ہے کہ رسالہ دو ماہ سے مل نہیں رہا ہے میں ہر روز پتہ کرواتی ہوں لیکن ملتا نہیں ہے ایسا کیوں ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ رسالہ میں بہت سی غلطیاں ہو رہی ہیں شعرو شاعری کا ستیاناس کر دیا جاتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ شعر کیسے پڑھا جائے کچھ تو خیال کریں ہم لوگ لکھتے کچھ ہیں اور شائع کچھ اور ہو جاتا ہے لفظ ہی بدل جاتے ہیں اور نہ صرف شاعری میں ایسا ہوتا ہے بلکہ کہانیوں میں بھی بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ لگتا ہے کہ جواب عرض کا عملہ محنت نہیں کر رہا ہے ورنہ ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا جو کچھ اب ہو رہا ہے۔۔۔ شور رین۔ پتوکی۔